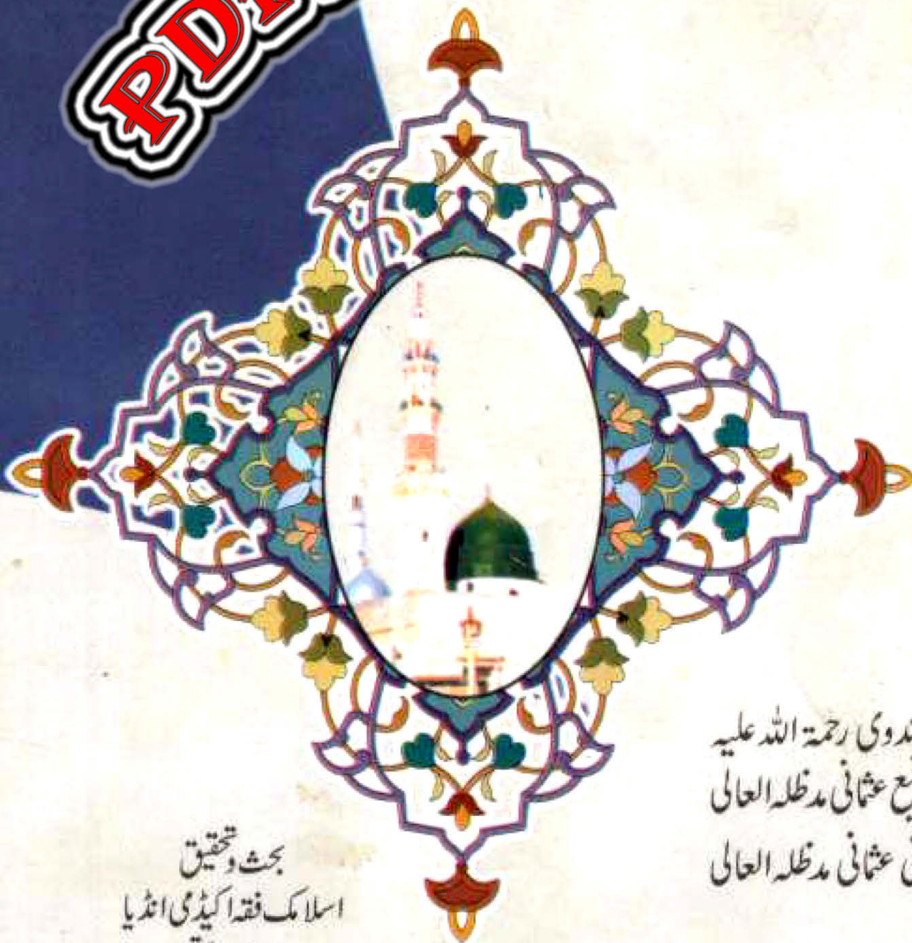
انٹرنیٹ

اور جدید ذرائع ابلاغ دینی مقاصد
اور عقود و معاملات کے لئے استعمال



تاثرات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ العالی
شیخ الاسلام حضرت مولانا جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

بحث و تحقیق
اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
زیر سرپرستی
مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
گلشن اقبال کراچی فون: 34965877

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ

دینی مقاصد اور عقود و معاملات کے لئے استعمال

"یعنی اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے بارہویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۱/تا۱۴/فروری ۲۰۰۰ء اور تیرہویں فقہی سمینار منعقدہ ۱۳/تا۱۶/اپریل ۲۰۰۱ء میں پیش کئے گئے منتخب مقالات کا مجموعہ جس میں انٹرنیٹ، ٹی وی، ریڈیو وغیرہ کے استعمال اور جدید آلات کے ذریعہ نکاح اور خرید وفروخت کے معاملات کے درست ہوتے اور نہ ہونے، نیز اس کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے"۔

ناشر:

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

گلشن اقبال کراچی فون: 34965877

باہتمام -- نعیم اشرف نور

ناشر -- ادارۃ القرآن گلشن اقبال کراچی

فون: 021-34965877

اشاعت -- ۲۰۰۹ء

ڈسٹری بیوٹرز

☆ مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی 021-34856701-2

☆ مرکز القرآن اردو بازار کراچی 021-32624608

ملنے کے پتے

☆ دار الاشاعت اردو بازار کراچی -------- 021-32631861

☆ بیت القرآن اردو بازار کراچی -------- 021-32630744

☆ ادارۃ المعارف دار العلوم کورنگی کراچی ---- 02135032020

☆ مکتبہ معارف القرآن دار العلوم کراچی --- 021-35031565-6

☆ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ H-8/1 -- اسلام آباد

☆ ادارہ اسلامیات ۔ ۱۹۰ انارکلی لاہور ----- 042-37353255

☆ بیت العلوم، نابھہ روڈ پرانی انارکلی لاہور --- 042-37352483

☆ مکتبہ رحمانیہ، لاہور ---------------- 042-37224228

☆ کتب خانہ رشیدیہ ---------------- راولپنڈی

☆ یونیورسٹی بک ایجنسی قصہ خوانی بازار ----- پشاور

☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ ---------- 2668657

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا محمد رضوان القاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

۷- مولانا نسیم اختر ندوی

وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ٥ وَعَلَى اللّٰهِ
قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ
أَجْمَعِيْنَ (سورہ نحل:۸،۹)

(اور وہ پیدا کرتا رہتا ہے ایسی چیزیں جن کی تم کو خبر نہیں، اور اللہ ہی
پر ہے راستہ کا دکھانا اور بعض اس میں سے ٹیڑھے بھی ہیں اور
اگر اللہ چاہتا تو تم سب ہی کو راہ یاب کر دیتا)

فہرست

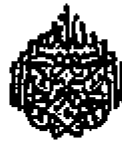
مختصر تحریریں:	۱۶۲-۱۱۹

تحریری آراء:	۱۸۳-۱۶۳

حصہ دوم:

انٹرنیٹ اور جدید نظام مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات





ابتدائیہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تک تم اللہ کی کتاب اور میری سنت کو تھامے رہو گے راہ ہدایت سے منحرف نہیں ہوگے۔ ہدایت کا تعلق عقیدہ وایمان سے بھی ہے اور عملی زندگی میں حق کی اتباع اور پیروی سے بھی، اسی لئے کتاب وسنت میں ایسے اصول بیان کردیے گئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا ایسا حل دریافت کیا جاسکتا ہے جو متوازن، معتدل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور انسان کی صلاح وفلاح کا حامل ہو، خواہ یہ مسائل احوال کی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہوں یا نئے ذرائع ووسائل کے وجود میں آنے کی وجہ سے۔

یوں تو انسانی تمدن میں ارتقا کے ساتھ ساتھ وسائل وآلات میں ایجاد واختراع کا سلسلہ بھی جاری ہے، لیکن سترہویں صدی میں جو صنعتی انقلاب ظہور پذیر ہوا اس وقت سے ایجاد واکتشاف کا سفر بھی تیز تر ہوگیا اور ایسے وسائل وذرائع وجود میں آئے کہ جن کا پچیس پچاس سال پہلے تصور کرنا بھی دشوار تھا، سائنس نے جن شعبوں میں بہت زیادہ ترقی کی ہے ان میں ایک ابلاغ کے ذرائع ہیں، کیونکہ ذرائع ابلاغ کا انسانی زندگی سے گہرا ربط ہے، اللہ تعالی نے کائنات کے مختلف حصوں کو الگ الگ نعمتوں اور صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا، ذرائع ابلاغ ہی کے ذریعہ انسان دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دوسرے کونے کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے، اور پھر یہ آگہی لین دین، اور افادہ واستفادہ کی راہ ہموار کرتی ہے، اس لئے آج کل اپنے نقطۂ نظر کی اشاعت، دعوت، علم وتحقیق کا تبادلہ، خرید وفروخت اور معاملات وغیرہ میں ان جدید ذرائع ابلاغ کو خصوصی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

انہی وسائل میں ایک اہم وسیلہ "انٹرنیٹ" کا ہے، جس کے ذریعہ نہایت کم وقت میں اور معمولی اخراجات کے ذریعہ دور دراز علاقوں تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے، بدقسمتی سے انٹرنیٹ کا فاسد اور مخرب اخلاق مقاصد کے لئے بھی اتنی کثرت سے استعمال ہورہا ہے کہ اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے بارہویں سیمینار منعقدہ ۱۱ر تا ۱۴ر فروری ۲۰۰۰ء (دار العلوم الاسلامیہ بستی) اور تیرہویں سیمینار منعقدہ ۱۳ر تا ۱۶ر اپریل

۲۰۰۲ء (جامعہ سید احمد شہید کٹولی، ملیح آباد) میں دو الگ الگ پہلوؤں سے اس مسئلہ کو غور وفکر کا موضوع بنایا تھا، بارہویں سمینار کا موضوع "انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال" تھا، اور تیرہویں سمینار کا موضوع تھا: "عقود ومعاملات میں انٹرنیٹ اور جدید ذرائع کا استعمال"۔

اکیڈمی کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ ذرائع ووسائل کے احکام مقاصد اور نتائج کے تابع ہوتے ہیں، اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جو ذرائع شرعاً جواز کے دائرہ میں آتے ہیں، دعوت واصلاح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نیز جائز اور مباح مقاصد کے لئے ان کا استعمال کریں، اور اس کے ناروا استعمال سے بچیں بھی اور جہاں تک ممکن ہو اس کے غلط استعمال کو روکنے کی بھی کوشش کریں، اسی طرح عقود ومعاملات میں شریعت کے مقرر کئے ہوئے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اور شریعت نے جس معاملہ میں جس درجہ نزاکت اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے اس کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

ان سمیناروں میں جو مقالات پیش ہوئے ہیں ان کا مجموعہ اس وقت آپ کے سامنے ہے، جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں "دینی مقاصد کے لئے جدید آلات کے استعمال" کی بحث ہے، اور دوسرا حصہ "نکاح اور مالی معاملات میں انٹرنیٹ وغیرہ کے استعمال کی شرعی حیثیت" سے متعلق ہے۔ اکیڈمی کے بانی حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے بعد اب ذمہ داران اکیڈمی میں سے چند افراد پر مشتمل مجلس ادارت تشکیل دی گئی ہے اور کوشش کی جارہی ہے کہ مجلس کے کم سے کم ایک یا اس سے زیادہ ارکان پہلے اس مجموعہ پر نظر ڈال لیں، اور قابل اشاعت مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے جہاں طول کلام محسوس کیا جائے وہاں اسے کسی قدر مختصر بھی کردیں، چنانچہ پہلے موضوع پر جناب مولانا عتیق احمد بستوی (سکریٹری برائے علمی امور) اور دوسرے موضوع پر اس حقیر نے نظر ڈالی ہے، اور اس طرح یہ اہم مجموعہ اہل علم اور اصحاب ذوق کی بارگاہ میں پیش ہے۔

قارئین پر یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ مقالات میں جو آراء ذکر کی گئی ہیں، ان کی نوعیت انفرادی اور شخصی رائے کی ہے، اکیڈمی کی طرف سے جو تجویز منظور کی جاتی ہے وہی اکیڈمی کی اصل رائے ہے۔ "اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه"۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری)

۱۷؍مئی ۲۰۰۴ء

تعارفی تحریر :

انٹرنیٹ - ایک تعارف

طارق سجاد
سینیر ایگزیکٹیو انجینیر سابق

اکیسویں صدی کی آمد آمد اور بیسویں صدی کو خیرآباد کہتے ہوئے دنیا نے ایک نئے انقلاب کی آہٹ کو محسوس کیا جو انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی مدد سے رونما ہو چکا تھا۔ یہ انقلاب اس تیز رفتاری سے رونما ہوا کہ انسانی عقل حیران رہ گئی۔ اس انقلاب نے نہ صرف انسانی معاشرے کو ہی متاثر کیا بلکہ انفرادی زندگی کے حرکت و عمل اور غور و فکر کے طریقوں کو بھی یکسر تبدیل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ دنیا نے زراعتی انقلاب (Agricultural Revolution) اور صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) کے بعد جس انقلاب کو پچھلی دہائی میں محسوس کیا وہ دراصل اسی انٹرنیٹ کے ذریعہ رونما ہونے والا "معلوماتی انقلاب" (Info-Revolution) تھا جس کو کسی نے "معلوماتی لہر" (Info-Wave) سے تشبیہ دی تو کسی نے "معلومات کی شاہراہ" (Information Super Highway) کہنا پسند کیا۔ غرض یہ کہ انٹرنیٹ نے محض چند عشروں میں کیا معاشرت، کیا معیشت زندگی کے تمام علوم و فنون کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

تعلیم کے میدان میں سب سے اہم ترین تبدیلی انٹرنیٹ کے ذریعہ رونما ہونے والا یہی معلوماتی انقلاب تھا جس نے علم یعنی Knowledge کے مفہوم اور اس کے حصول کے طریقہ کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ علم کا دارومدار اب معلومات (Information) کے زیادہ سے زیادہ حصول پر منحصر ہو چکا ہے۔ جس شخص کے پاس جتنی زیادہ معلومات یعنی Information ہے اسے سب سے زیادہ علم والا سمجھا جا رہا ہے۔ اور یہی علم (Knowledge) انسان کو اقتدار (Power) اور حکمت و دانشوری (Wisdom) کے قریب لے جاتا ہے۔ آپ اس پورے عمل کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں۔

Information Knowledge Power Wisdom

آج تمام معلومات "0" اور "1" ان دو اعداد کی شکل میں پوری فضا میں محو پرواز ہیں۔ پوری فضا اس علم کے سیلاب میں شرابور ہے جو "0" اور "1" ان دو ہندسوں میں مرکوز ہے۔ پوری دنیا ان دو ہندسوں کے کمال سے ڈیجیٹل

ورلڈ(Digital World) میں تبدیل ہو چکی ہے۔سوال یہ ہے کہ ان دو حقیر ہندسوں کو کیسے معلومات(Information) کی شکل میں قابو(Tap) کیا جائے اور اپنے کام کے لائق بنایا جائے۔انٹرنیٹ ہی دراصل پچھلی دہائی سے وہ واحد ذریعہ بن چکا ہے جس کی وجہ سے معلومات کا ذخیرہ ہماری انگلیوں کے اشاروں میں سا چکا ہے۔انٹرنیٹ نے انگریزی کے اس مشہور مقولہ Information at your finger tips کو حرف بحرف صحیح ثابت کر دیا ہے۔

انٹرنیٹ کیا ہے:

انٹرنیٹ چھوٹے بڑے کمپیوٹر نیٹ ورک سے جڑا ہوا ایک ایسا عالمی نظام ہے جس میں تقریباً ۶۰۰ ملین سے زائد افراد مختلف انداز میں اس نظام سے جڑ کر معلومات کے خزانے کو باہم تقسیم(Share) کر رہے ہیں۔اس نظام میں ہر سال تقریباً ۲۰ تا ۵۰ فی صد سے زیادہ کمپیوٹروں کا اضافہ ہو رہا ہے۔انٹرنیٹ کا یہ نظام ملکوں کی سرحدی بندشوں کو مسمار کرتا ہوا اس قدر پھیل چکا ہے کہ آج سارا عالم اس کی بدولت ایک عالمی گاؤں(Global village) میں تبدیل ہو چکا ہے۔انٹرنیٹ دراصل دنیا کا سب سے بڑا کمپیوٹر نیٹ ورک ہے جس میں تقریباً ۱۶۰ ملکوں سے زائد براہ راست جڑے ہوئے ہیں۔ہندوستان میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔گزشتہ ۴۔۵ سالوں کے اندر ہندوستان میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی شرح میں ۲۰۰ فی صد سے زیادہ کا اضافہ ہوا ہے۔اس نیٹ ورک کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ آپ منٹوں میں اس مواصلاتی نظام کے ذریعہ کسی بھی شخص سے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔اس نیٹ ورک کی مدد سے آپ کا پرسنل کمپیوٹر ایک ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی، پوسٹ آفس باکس، اور ایک پرسنل پرنٹنگ پریس بھی بن چکا ہے۔اب آپ کو علیحدہ علیحدہ ان مختلف اشیاء کو رکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

انٹرنیٹ کی تاریخ:

۱۹۶۹ء میں امریکہ کے ایک ڈیفنس پروجیکٹ جس کا نام "ایڈوانس ریسرچ پروجیکٹ ایجنسی" رکھا گیا، نے انٹرنیٹ کی داغ بیل ڈالی۔یہ پروجیکٹ خالص عسکری نوعیت کا تھا جس میں امریکہ کے "پینٹاگن" میں استعمال ہونے والے کمپیوٹر کو ایک ایسے نظام سے جوڑا گیا جو کہ جوہری حملہ(Atomic attack) میں بھی کام کرنے کا اہل تھا۔یہ نظام اس وقت اشتراکی روس کے جوہری اسلحے کے استعمال کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا تھا۔بعد میں ۱۹۸۰ء میں نیشنل فاؤنڈیشن نے اس نظام کا استعمال ریسرچ اور تعلیمی اداروں میں بھی کرنا شروع کر دیا۔فاؤنڈیشن نے ۵ بڑے بڑے سپر کمپیوٹر کو انٹرنیٹ سے جوڑ دیا۔ ۱۹۹۰ء میں یورپین ہائی انرجی فزکس لیبریٹری نے ایک ایسے سافٹ ویر کو فروغ دیا جس کی مدد سے آپ چند سیکنڈوں میں کسی

بھی طرح کی معلومات کو انٹرنیٹ پر کھوج سکتے ہیں۔اس کا نام "ورلڈ وائڈ ویب" www (World Wide Web) رکھا گیا۔اس "ویب" یعنی جال نے پوری دنیا کو اپنے دائرے میں لے لیا ہے۔

انٹرنیٹ کس طرح کام کرتا ہے:

انٹرنیٹ میں معلومات کا تبادلہ ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر میں ایک مخصوص پروٹوکول (Protocol) کے تحت ہوتا ہے جسے" ٹرانسمیشن کنٹرول پروٹوکول/انٹرنیٹ پروٹوکول" (TCP/IP) کہتے ہیں۔ یہ پروٹوکول ایک ایسا معیار (Standard) ہے جس کے تحت ایک مشین دوسری مشین سے معلومات کا تبادلہ کرتی ہے۔ ہر معلومات کو چھوٹے چھوٹے پیکٹ کی شکل میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر پیکٹ کے پہلے حصہ میں یہ معلومات درج رہتی ہے کہ اس پیکٹ کو کہاں جانا ہے۔غرض اس طرح مختلف پیکٹ راستوں سے گزرتے ہوئے مطلوبہ مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور انہیں دوبارہ مرتب (Rearrange) کر لیا جاتا ہے۔دوران سفر اگر کوئی پیکٹ کھو جاتا ہے یا اس میں کچھ خرابی آ جاتی ہے تو مطلوبہ مقام کی مشین اس پیکٹ کو دوبارہ بھیجنے کی درخواست کرتی ہے جہاں سے وہ پیکٹ چلا تھا۔غرض اس طرح تمام پیکٹ صحیح سلامت اپنے مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور ان کو دوبارہ معلومات میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔انٹرنیٹ میں ہر مشین کا ایک خاص پتہ (Address) ہوتا ہے اور اس کا خاص مشین کا نمبر ہوتا ہے۔ایک ہی نمبر کے دو کمپیوٹر انٹرنیٹ میں نہیں جڑ سکتے ہیں۔اسی لئے کسی خاص مشین کو بھیجا ہوا پیغام صرف وہی حاصل کر سکتا ہے جس کا نمبر اس میں درج رہتا ہے۔

انٹرنیٹ کو کون کنٹرول کرتا ہے؟:

ایک دلچسپ سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے معلوماتی خزانے کا مالک کون ہے؟ کون سی حکومت اس پورے انٹرنیٹ کو کنٹرول کرتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ انٹرنیٹ کا کوئی مالک نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی حکومت کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کسی ایک مقام پر بھی واقع نہیں ہے،دنیا کے تمام ملکوں کے نمائندے مل کر اس کو چلا رہے ہیں۔ ہر ملک کے درمیان یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ وہ اپنی معلومات کو انٹرنیٹ میں تبادلے کے دوران کوئی رخنہ نہیں ڈالے گا۔" انٹرنیٹ سوسائٹی" ایک عالمی رضا کار (Voluntary) ادارہ ہے جو معلومات کے تبادلے کو فروغ دیتا رہتا ہے۔اسی طرح انٹرنیٹ آرکیٹیکچر بورڈ (Internet Architecture Board) ایک دوسرا ادارہ ہے جو انٹرنیٹ میں کمپیوٹر کے ذریعے استعمال کئے جانے والے پتوں (Address) کا لیکھا جوکھا رکھتا ہے۔اسی طرح انٹرنیٹ انجینئرنگ ٹاسک فورس (IETF) ایک تیسرا ادارہ ہے جو انٹرنیٹ کے آپریشنل اور تکنیکی مسائل کو حل کرتا ہے۔ان تینوں اداروں میں دنیا کے کئی ممالک کے نمائندے شامل ہیں۔

انٹرنیٹ کی اہمیت وافادیت:

انٹرنیٹ سے جو سہولتیں ہمیں آج مہیا ہو چکی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

ا۔ ای میل(E-Mail):

الیکٹرونک میل یا برقی ڈاک انٹرنیٹ کے ذریعہ بھیجا جانے والا ایک ایسا نظام ہے جس کے ذریعہ آپ اپنے کسی بھی خط یا فائل کو چند سکنڈوں میں اپنے کسی بھی عزیز کے پاس دنیا کے کسی بھی گوشے میں بھیج سکتے ہیں یا وہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس ای۔میل کے نظام نے خط و کتابت اور مراسلت کو اس قدر تیز بنا دیا ہے کہ اب ڈاک کا پرانا نظام دھیرے دھیرے از کار رفتہ ہوتا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ سے ای۔میل بھیجنے کا طریقہ بہت آسان ہوتا ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کا کوئی دوست کنیڈا میں ہے جس کے ای۔میل کا پتہ مندرجہ ذیل ہے:

akram@hotmail.com

اس پتہ پر میل بھیجنے کے لئے آپ سب سے پہلے اپنے کمپیوٹر میں اس خط کا متن تیار کر کے اسے محفوظ کر لیتے ہیں۔ پھر کسی بھی میل سافٹ ویر میں جا کر وہاں اس پتہ کو ٹائپ کر دیتے ہیں، اور اپنے خط کے متن کو بھی وہاں ڈال دیتے ہیں۔ پھر کمپیوٹر کے چند بٹن کو دبا دینے پر ہی چند سکنڈوں میں آپ کا خط اوپر کے دیئے ہوئے پتہ پر پہنچ جاتا ہے۔ خط صحیح سلامت آپ کے دوست کے پتہ پر پہنچا کہ نہیں یہ آپ کو اسی وقت معلوم ہو جاتا ہے۔ خط کہاں سے آرہا ہے، کتنے بجے پہنچا ہے یہ تمام تفصیلات خود بخود خط کے اوپر چھپ جاتی ہیں۔ آپ کے دوست نے خط کھول کر پڑھا یا نہیں اس کی بھی جانکاری آپ کو ہو سکتی ہے۔ ایک ہی مضمون کا خط آپ اگر کئی لوگوں کو بھیجنا چاہتے ہیں تو ای۔میل کے ذریعہ یہ بے حد آسان ہے۔ ایک ساتھ ہی تمام لوگوں کے پتے ٹائپ کر کے ایک ہی متن کے خط کو منٹوں میں آپ کئی افراد کو مختلف جگہ ارسال کر سکتے ہیں۔

الیکٹرونک میل کے ذریعہ بھیجی جانے والی مراسلت کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ای۔میل سے بھیجے جانے والے خطوط چند سیکنڈوں میں دنیا کے کسی بھی گوشے میں پہنچ جاتے ہیں۔

☆ خطوط نہایت حفاظت (Security) کے ساتھ بالکل صحیح پتہ پر پہنچتے ہیں۔

☆ خط جس کے نام جا رہا ہے صرف وہی شخص اس کو کھول کر پڑھ سکتا ہے۔

☆ ای میل کے ذریعہ سب سے کم قیمت پر خط بھیجا جا سکتا ہے۔

۲- ورلڈ وائڈ ویب(WWW):

یہ انٹرنیٹ کی دوسری سب سے اہم خصوصیت ہے جس کی مدد سے آپ گھر بیٹھے ہی دنیا بھر کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو دنیا میں کسی ملک کی یونیورسٹی کی تفصیلات معلوم کرنی ہیں، اس کا کورس دیکھنا ہے، کسی کمپنی کے بارے میں یہ جاننا ہے کہ وہ کون کون سی اشیاء بناتی ہے، کسی گمشدہ شخص کی تلاش کرنی ہے، کسی خاص کتاب کے بارے میں تفصیل معلوم کرنی ہے، ان تمام معلومات کا سرچشمہ یہی ورلڈ وائڈ ویب ہے۔ اس مکڑی کے جال سے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے کمپیوٹر منسلک رہتے ہیں اور پلک جھپکتے ہی آپ کی مطلوبہ معلومات دنیا کے تمام کمپیوٹرس سے کھوج کر آپ کے کمپیوٹر میں ڈال دیتے ہیں۔ آج کل جتنی بھی بڑی بڑی کمپنیاں یا ادارے ہیں وہ اسی ورلڈ وائڈ ویب میں اپنا رجسٹریشن کرا رہے ہیں۔ اب کمپنیوں کے اشتہارات ٹیلی ویژن کے علاوہ انٹرنیٹ پر بھی اس کے ذریعہ آنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہر کمپنی یا ادارہ اپنا ویب سائٹ (Web site) اسی انٹرنیٹ پر ڈال رہا ہے۔ ویب سائٹ دراصل اس کمپنی کی تفصیلات ہیں جو انٹرنیٹ میں معلومات کی غرض سے رکھا جاتا ہے۔ جو کمپنی بھی اپنا ویب سائٹ انٹرنیٹ پر بناتی ہے اسے ایک خاص قسم کا پتہ مل جاتا ہے، یہ پتہ ویب سائٹ ایڈریس کہلاتا ہے، جس کے ذریعے کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی حصہ میں بیٹھے ہوئے اپنے کمپیوٹر پر اس پتہ کی مدد سے اس کمپنی کی تمام تفصیلات معلوم کر سکتا ہے۔ آج کل بہت سے اخبار اور رسالے بھی انٹرنیٹ پر آ چکے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ ٹائمس آف انڈیا کا انٹرنیٹ ایڈیشن دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مندرجہ ذیل پتہ اپنے کمپیوٹر پر ٹائپ کرنا پڑے گا:

http://www.timesofindia.com

اس پتہ کو دینے کے فوراً ہی بعد آپ کے کمپیوٹر اسکرین پر اس دن کے اخبار کی پوری تفصیلات چلی آئیں گی۔ غرض اسی طرح آج تمام کمپنیاں، فلاحی و رفاہی تنظیمیں، سیاسی پارٹیاں اور تعلیمی ادارے انٹرنیٹ پر اپنی موجودگی درج کرا چکے ہیں۔

۳- سرچ انجن(Search Engine):

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی خاص موضوع پر کسی خاص مواد یا معلومات کی تلاش کرتے ہیں لیکن آپ کو اس سلسلے کا انٹرنیٹ پتہ معلوم نہیں ہوتا ہے، اس طرح کے مواد کو تلاش کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر کئی سائٹ موجود ہیں جن کو سرچ انجن کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جامعہ ازہر، مصر کی اسلامک یونیورسٹی میں کون کون سی درسیات موجود ہیں اور داخلہ کا کیا طریقہ ہے؟ تو آپ پہلے کسی بھی سرچ انجن میں چلے جائیں اور وہاں بس ٹائپ کریں: "جامعہ ازہر مصر"۔ چند سیکنڈوں میں آپ کے اسکرین پر جامعہ ازہر کی تمام تفصیلات آ جائیں گی۔ چند اہم سرچ انجن کی فہرست انٹرنیٹ پر اس طرح ہے:

(الف) www.google.com (ب) www.altavista.com

(ج) www.khoj.com (د) www.yahoo.com

(ھ) www.rediff.com

۴-انٹرنیٹ ٹیلیفون:

اگر آپ کا پرسنل کمپیوٹر انٹرنیٹ کنکشن کے ساتھ ساتھ ایک اچھے قسم کے مائیکروفون اور اسپیکر سے بھی آراستہ ہے تو آپ اطمینان سے اپنے کمپیوٹر کا استعمال فون کی طرح کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ استعمال ہونے والا فون نہایت سستا اور آسان ہو گیا ہے۔ اب آپ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ اپنے عزیز و اقارب سے جو کناڈا میں رہتے ہیں ان سے آئی۔ ایس۔ ڈی (ISD) میں بات کریں، جب کہ آپ محض لوکل خرچ میں انٹرنیٹ فون کے ذریعہ گھنٹوں بات کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ فون کے سستے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آواز (Voice) کو اعداد و شمار (Data) میں منتقل کر کے پیکٹ کی شکل میں توڑ کر کمپیوٹر نیٹ ورک کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے۔ اس کو پیکٹ سوئچنگ (Packet Switching) کہتے ہیں۔ عام ٹیلیفون میں جب آپ کسی سے بات کرتے ہیں تو دونوں پارٹیوں کے درمیان ایکسچینج (Exchange) کے ذریعہ مسلسل رابطہ قائم رہتا ہے جسے "سرکٹ سوئچنگ (Circuit Switching) کہتے ہیں، جب کہ پیکٹ سوئچنگ میں آپ کو ہمیشہ نیٹ ورک سے جڑے رہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انٹرنیٹ فون کے لیے یہ بے معنی ہے کہ آپ اپنے پڑوسی سے گھر سے بات کر رہے ہوں یا اپنے کسی ایسے دوست سے بات کر رہے ہوں جو آپ سے ہزاروں میل دور بیٹھا ہے۔ انٹرنیٹ فون ان دونوں کے فاصلوں کو یکساں تصور (Treat) کرتا ہے۔ اسی لئے انٹرنیٹ نے میلوں کے فاصلوں کو چند لمحوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔

۵- انٹرنیٹ چیٹ (Internet Chat):

اس کے ذریعہ آپ مختلف ہم خیال گروپ سے بیک وقت انٹرنیٹ پر اظہار خیال کر سکتے ہیں۔ دنیا میں انٹرنیٹ پر کئی ایسے فورم (Forum) بن چکے ہیں جن پر ہزاروں لوگ مختلف مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس طرح کے چند فورم مندرجہ ذیل ہیں:

☆ قرآن فورم ☆ فقہ فورم

☆ خواتین فورم ☆ طلباء و طالبات کا فورم

۲- انٹرنیٹ اور الیکٹرونک کامرس:

انٹرنیٹ پر ای۔کامرس (e-commerce) اور ای۔بزنس (e-business) زور وشور سے شروع ہو چکا ہے۔تمام کمپنیاں اب اپنی تجارت انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن کررہی ہیں۔آپ گھر بیٹھے ہی اپنی پسند کی اشیاء چند منٹوں میں دنیا کے کسی بھی گوشے سے خرید سکتے ہیں۔یہاں تک کہ آپ ریلوے ریزرویشن بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ کرا سکتے ہیں۔بینک کا پورا انتظام بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن ہو چکا ہے۔ٹیلیفون بل بجلی بل،انکم ٹیکس کی ادائگی اور اسی طرح کی روزمرہ کی ضروریات کی ادائیگی کے لئے اب آپ کو گھنٹوں لائن میں کھڑا رہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ان تمام بلوں کی ادائگی انٹرنیٹ کے ذریعہ گھر بیٹھے ممکن ہوگئی ہے۔

انٹرنیٹ تعلیم کے میدان میں:

انٹرنیٹ،ای۔میل اور ورلڈ وائڈ ویب کی بدولت تعلیم کے میدان میں بھی غیر معمولی تغیر آچکا ہے۔اس کی مدد سے روایتی تعلیم سے ہٹ کر اب ہر شخص وہ چاہے جہاں بھی ہو بہترین قسم کے کورس کی تعلیم بہترین اساتذہ سے حاصل کرسکتا ہے۔انٹرنیٹ کی وجہ سے تعلیم بالغان،جاب ٹریننگ اور کیریر کے نئے مواقع کھل کر سامنے آچکے ہیں۔تعلیم گو کہ تھوڑی خرچیلی ہوگئی ہے لیکن یہ ہر شخص کے لئے مہیا ہو چکی ہے۔سی۔ڈی۔روم (CD-ROM) اور ملٹی میڈیا کے آجانے سے کتابوں کی ضخامت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے۔آپ تصور کیجئے کہ پوری "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" جو کہ تقریباً ۳۲ جلدوں میں ہے جسے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مستقل الماری کی ضرورت پیش آتی ہے اب ایک چھوٹے سے ڈسک میں آچکی ہے،اور آپ اپنے کمپیوٹر کی مدد سے اس ڈسک کے ذریعے کسی طرح کی معلومات چند سیکنڈوں میں حاصل کرسکتے ہیں۔

ای۔میل کے ذریعے ریسرچ کا کام آسان ہو چکا ہے۔کوئی بھی سائنسداں کسی بھی موضوع پر ریسرچ کررہا ہے۔وہ ای۔میل کے ذریعے اپنے ساتھی سائنسداں سے آسانی سے رابطہ قائم کرسکتا ہے کہ وہ اس میدان میں کیا کام کررہا ہے؟ یکساں دلچسپی رکھنے والے اشخاص انٹرنیٹ پر مختلف فورم سے اظہار خیال کررہے ہیں۔کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی بدولت فاصلاتی طرز تعلیم (Distance Education) اور آن۔لائن تعلیمی نظام نے کافی زور پکڑ لیا ہے۔تعلیم اب گھر گھر تک پہنچ رہی ہے۔اساتذہ اپنے اسباق،لکچرز،اور مواد کو انٹرنیٹ پر باہمی تبادلہ خیال کرکے کم سے کم وقت میں اچھے قسم کا کورس تیار کررہے ہیں۔

طلباء اور اساتذہ دونوں کے خیالات ور جحانات وسعت پذیر ہوئے ہیں اور ان کا باہمی اخذ واستفادہ (Interaction) عالمی سطح پر ہر وقت ممکن ہو چکا ہے۔مختلف ملکوں کے اساتذہ وطلباء "Learning Circle" کے تحت کسی خاص موضوع پر اظہار خیال کرکے ایک بہتر اور معیاری نتیجے پر پہنچ رہے ہیں۔روایتی ورک بک اور نوٹ بک کی جگہ سافٹ ویر

نے لی ہے، اور اساتذہ کمپیوٹر اور سافٹ ویر کی بدولت معیاری لیکچر دینے کے اہل ہو چکے ہیں۔ اساتذہ الیکٹرونک میل کے ذریعے والدین کو ان کے بچوں کی کارکردگی کی رپورٹ سے وقتاً فوقتاً واقف کرا رہے ہیں۔ اس طرح طلباء، اساتذہ اور والدین کے درمیان ہم آہنگی بڑھ رہی ہے۔

انٹرنیٹ کے ذریعے امتحانات کا طریقہ کار بھی بدل رہا ہے۔ اب کمپیوٹر نیٹ ورک کی بدولت امتحانات پوری دنیا میں ایک ساتھ لئے جا رہے ہیں اور ان کے نتیجے چند گھنٹوں میں حاصل ہو رہے ہیں۔ رواجی (Conventional) ٹسٹ کی جگہ خود امتحانی (Self test) کا رجحان عام طلباء میں بڑھا ہے اور فیل اور پاس ہونے کا خوف ختم ہو رہا ہے۔

آن۔ لائن اوپن سسٹم کے ذریعہ مختلف طرح کے اعلیٰ کورسز گھر بیٹھے طلباء کے لئے دستیاب ہو چکے ہیں۔ فاصلاتی تعلیمی نظام کے تحت مختلف آن لائن یونیورسٹیاں (On - line Universities) اور ورچول یونیورسٹیز (Virtual Universities) روز بروز منظر عام پر آ رہی ہیں۔ ان یونیورسٹیز سے رجسٹریشن کرنے والے طلباء وطالبات گھر بیٹھے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان یونیورسٹیوں نے اپنے تمام درسی مواد انٹرنیٹ پر جمع کر دیے ہیں جنھیں طلباء ڈاؤن لوڈ (Down Load) کر کے استفادہ کر رہے۔ غرض اس طرح تعلیمی منظر نامہ انٹرنیٹ کی وجہ کر یکسر بدل چکا ہے۔

۱۔ تعلیمی ویب سائٹ:

انٹرنیٹ آج تعلیم کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ تقریباً ۶۰ کروڑ سے بھی زائد ویب پر مشتمل تعلیمی صفحات (Web based page) آج انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ یہ تمام سائٹ بالکل مفت طلباء، اساتذہ اور والدین کی معلومات کے لئے موجود ہیں۔ یہ تمام مواد ہر وقت ہر جگہ سے آن لائن حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں کچھ قابل ذکر سائٹ کے پتے یہ ہیں:

(الف) www.bigchalk.com
(ب) www.britanica.com
(ج) www.classroom.com
(د) www.studyeweb.com
(ہ) www.math.com
(و) www.microsoft.com/education

۲۔ انٹرنیٹ پر کالج گائیڈ:

انٹرنیٹ پر مختلف کالجوں کی معلومات، ان کے نصاب کی تفصیلات، داخلہ کا طریقہ کار و فارم، درسیات کی تفصیل، اسکالرشپ کی معلومات وغیرہ موجود ہیں۔ جن میں قابل ذکر پتہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) www.collegenet.com
(ب) www.campusmatters.com
(ج) www.daycourses.com

(د) www.educationtimes.com
(ھ) www.educationcare.com
(و) www.admissionguru.com
(ز) www.campusabroad.com
(ح) www.vidyarthi.com
(ط) www.studentsguide.com

۳- انٹرنیٹ پر کیریر گائیڈنس سے متعلق معلومات:

طلباء عموماً میٹرک یا 2+ پاس کرنے کے بعد یہ فیصلہ نہیں لے پاتے ہیں کہ ان کو مستقبل کے لئے کون سا کیریر چننا چاہیے۔ تعلیم، روزگار اور کیریر کے نئے نئے مواقع انٹرنیٹ کے مختلف ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ کیریر کاؤنسلنگ اور کیریر پلاننگ سے متعلق کئی ویب سائٹ بھی انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ طلباء کے لئے IQ test، Personality test، آن لائن ٹسٹ اور اس طرح کے کئی سائٹ موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ قابل ذکر سائٹ اس طرح ہیں:

(الف) www.careerperfect.com
(ب) www.careerlauncher.com
(ج) www.careerdowell.com
(د) www.emode.com
(ھ) www.iqtest.com
(و) www.allthetests.com
(ز) www.how-to-study.com
(ح) www.academictips.com
(ط) www.entrenceonline.com

۴- انٹرنیٹ پر فاصلاتی تعلیم سے متعلق معلومات:

انٹرنیٹ کے ذریعہ فاصلاتی تعلیمی نظام (Distance Education System) نے علم کے حصول کو نہایت سستا، آسان، لچکدار اور کہیں سے بھی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بنا دیا ہے۔ انٹرنیٹ پر فاصلاتی نظام تعلیم کے پتے اس طرح ہیں:

(الف) www.ignou.ac.in　　(ب) www.douglas.bc.ca

(ج) www.teleleam.ca (د) www.vlei.com

(ھ) http://ivtual-u.cs.sfu.ca

۵-انٹرنیٹ کے اثرات:

اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ انٹرنیٹ آج کے دور میں علم کے حصول کا ایک اہم ترین ذریعہ بن چکا ہے لیکن انٹرنیٹ کے ذریعہ جہاں ایک طرف دنیا بالکل سمٹ کر آپ کے چھوٹے سے کمپیوٹر میں سما گئی ہے وہیں دوسری طرف مغربی ملکوں اور امریکہ کے سرمایہ دارانہ اور غیر اخلاقی افکار و خیالات کی وجہ سے انٹرنیٹ پر ایک یلغاری ہو گئی ہے۔ انٹرنیٹ نے صارفیت (consumerism) کے تصور کو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ انسان مادیت کی انتہا پر پہنچتا چلا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ میں ایک طرف جہاں علم و معلومات کا بے شمار خزانہ ہے تو دوسری طرف لغو، فحش، عریانیت اور غلاظت سے بھرپور مواد کی بھی کمی نہیں ہے۔ مغربی معاشرہ انٹرنیٹ کے ذریعہ تیزی سے پھیلتے ہوئے ان اخلاقی جراثیم کو روکنے سے قاصر ہے، اور اب یہی جراثیم ہمارے گھروں پر بھی دستک دے رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کا استعمال اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار کو قائم کرنے میں کس طرح موثر ہو تاکہ ہماری نوجوان نسل اخلاق باختگی کی شکار نہ ہو سکے، یہ آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج بن گیا ہے۔ ہمارے اہل نظر، علماء اور دانشور حضرات کو اس امر پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ انٹرنیٹ، سائنس اور ٹکنالوجی کی بالادستی اور ہمہ جہت اقتدار کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آچکا ہے اس کی بنیاد میں کسی فوق الفطرت ہستی کی حاکمیت، روحانیت، خدا پرستی اور للّٰہیت کے لئے کوئی گنجائش اور اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار کے یقین کے لئے کوئی راستہ باقی ہے یا نہیں۔ اس امر کی یقین دہانی نہایت ضروری ہے کہ ہماری نوجوان نسل انٹرنیٹ کے مثبت پہلو سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اور اس کے منفی پہلو سے حتی الامکان اپنے کو بچا کر رکھتے ہوئے ایک صالح معاشرے کی تشکیل میں اہم رول ادا کر سکے۔



حصہ اول :

انٹرنیٹ اور جدید آلات
کا
دینی مقاصد کے لئے استعمال

سوالنامہ:

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

آج مشینری اور سائنس کے انتہائی ترقی یافتہ انقلابی دور نے سارے عالم کی مسافتیں سمیٹ دی ہیں بلکہ نہ کے برابر کردی ہیں کہ آدمی کے تصور سے بھی کہیں کم وقت میں عالم کے ایک کنارے کی خبر دوسرے کنارے تک اور ایک بات دور دراز تک پہنچ جاتی ہے، اس کے لئے جو وسائل ایجاد ہوئے ہیں اور ہوتے جا رہے ہیں، آدمی ان سے اپنی ضروریات میں تو کام لیتا ہی ہے اس سے بڑھ کر آج یہ وسائل وآلات اشخاص وجماعتوں وتحریکات کے نظریات وافکار کے فروغ واشاعت کا بہترین ذریعہ بن چکے ہیں، ان نظریات وافکار کو پھیلانے کے لئے پہلے بھی بہت سے ذرائع اپنائے جاتے تھے مگر آج جو سہولتیں ہوگئی ہیں ان کی وجہ سے ان وسائل کا استعمال صحیح کم اور غلط زیادہ ہو رہا ہے، بلکہ شاید یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ غلط کے مقابلے میں صحیح کے لئے بعض ذرائع کا استعمال صفر کے درجہ میں ہے۔

ریڈیو ٹیپ کے دور دورے کے بعد آج ٹی وی کا دور دورہ ہے، ریڈیو ٹی وی کا استعمال خبروں اور تماشوں کو ادھر سے ادھر پہنچانے کے علاوہ مختلف مذاہب کی ترویج واشاعت کے لئے بھی ہو رہا ہے، اس قسم کا جو نظام حکومتی سطح کا ہے مختلف ممالک کے حالات کے مطابق اس میں بھی مذہبی پروگرام کا حصہ رہتا ہے، اس کے علاوہ ریڈیو ٹی وی اسٹیشنوں کو کرایہ پر لے کر بھی یہ کام ہو رہا ہے، بلکہ اب تو ذاتی اسٹیشن ونظم کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔

ٹی وی کے بعد انٹرنیٹ نے خبروں اور فکروں کے پھیلانے کے کام کو مزید عام اور سہل بھی بنا دیا ہے، اس لئے کہ اس سے کام لینے میں ریڈیو ٹی وی کے جیسا طول عمل اور طویل نظم ونظام کی ضرورت نہیں ہوتی، جس طرح ایک شخص اپنے گھر میں بیٹھ کر ریڈیو سنتا ہے، ٹی وی سے مستفید ہوتا ہے، اسی طرح انٹرنیٹ سے ایک شخص اپنے گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کے نظم میں کسی بھی فکر وخبر کو داخل کر کے پورے عالم میں پھیلا سکتا ہے۔

باطل کا مزاج یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ہمیشہ جلدی اپناتا ہے تاکہ جلد از جلد اور زیادہ سے زیادہ فروغ پائے، ظاہر ہے کہ کتنی بھی روک تھام کی جائے اور بتایا و سمجھایا جائے لیکن عامۃ الناس ایسی چیزوں میں مبتلا ہوہی جاتے ہیں اور ان پر ان چیزوں کا گہرا اثر پڑتا ہے اور نقصان ہوتا ہے، اور بسا اوقات اس کا مناسب و مفید تدارک اس وقت ہوسکتا ہے جب اسی انداز کی کسی چیز کو ذریعہ و وسیلہ بنایا جائے۔

انہیں سب باتوں کا احساس کرکے ریڈیو کے عام ہونے پر اکابر علماء نے اس میں قباحت محسوس نہیں کی کہ ریڈیو کے ذریعہ قرآن کریم کی تلاوت اور دینی تقریروں اور علمی باتوں کی اشاعت کی جائے، بلکہ اس میں انہوں نے خود عملی طور پر حصہ لیا، جیسا کہ بالخصوص پاکستان کے متعلق ہم کو معلوم ہے، البتہ ماضی میں یہ مسئلہ سرکاری ریڈیو کے ذریعہ نشر و اشاعت کی حد تک رہا اور ہندوپاک وغیرہ میں اب بھی یہی ہے یا غالباً عمومی طور پر یہی نظم چل رہا ہے۔

مگر اب یہ چیزیں نجی زمرے و شکلوں میں آنے لگیں تو سوال بھی پیدا ہونے لگا کہ غیر مسلم ممالک میں مسلمان خود اپنا کوئی ایسا نظم قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ سوال اس پس منظر میں پیدا ہوا کہ دوسرے مذاہب و تحریکات کے لوگ بھی اس سے بہت کام لے رہے ہیں۔

مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں اس کا استعمال بہت ہے اور ریڈیو سے آگے بڑھ کر ٹی وی کے پرائیوٹ چینل و نظم بہت ہوگئے ہیں جو مخرب اخلاق پروگرام کے علاوہ دین و مذہب کو خراب کرنے والے اور دین حق سے بدگمان و برگشتہ کرنے والے پروگرام چلاتے رہتے ہیں، اور ٹی وی کے اس قسم کے کیسٹ تیار کرکے عمومی طور پر ان کو پھیلاتے ہیں، اور وہاں کے عوام کو نہ صرف ان چیزوں سے بہت دلچسپی ہے بلکہ ان کے نزدیک ان چیزوں کی بڑی اہمیت ہے، اور یہی ذرائع ان کے نزدیک اب مقبولیت و سنجیدگی کا معیار ہیں، اور ارباب دین کے لئے فکر مند و دردمند افراد و ادارے یہ سوچنے پر مجبور ہورہے ہیں کہ حدود کے اندر رہ کر ہم بھی اپنے مقصد و کاز کے لئے اس ذریعہ کو اپنائیں۔

انٹرنیٹ کا تذکرہ آچکا ہے، وہ ریڈیو اور ٹی وی دونوں کا کام کرتا ہے، اور جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اس کے ذریعہ کسی بات کا عام کرنا اور پھیلانا بہت آسان ہے، اور بہت تیزی سے اس کا مزاج و چلن بڑھ رہا ہے۔ نہ صرف مغربی ممالک وغیرہ میں بلکہ ہمارے یہاں بھی، اور چونکہ اس کا استعمال شخصی طور پر بھی بہت آسانی سے ہوجاتا ہے، کسی لمبے نظم و نظام کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے اس کا غلط استعمال کچھ زیادہ ہی ہورہا ہے، اسلام کے تعارف کے عنوان سے باطل فرقوں نے اپنے نام و مقاصد کا تعارف اس سسٹم میں ڈال رکھا ہے، اور بہت سی الٹی سیدھی باتیں اس کے ذریعہ پھیلاتے ہیں، اس نظم میں طرح طرح کے اخبارات و رسالے اور کتابیں بھی شامل کردی گئی ہیں، اور ریڈیو ٹی وی پر تو کچھ پابندی بھی لگ سکتی ہے اس پر کوئی

پابندی ممکن نہیں ہے، اس لئے اس سے دلچسپی رکھنے والے بڑی گمراہیوں کا شکار ہو رہے ہیں، یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے، اس لئے بہت سی مسلم تنظیمیں اور افراد اس بات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ وہ انٹرنیٹ کے ذریعہ حق کا علم بلند کریں اور اس کے واسطے سے صحیح باتیں لوگوں تک پہنچائیں۔

انٹرنیٹ کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سوال وجواب بھی ہو سکتا ہے، کسی پروگرام میں ایک مستفید ہونے والا ضرورت محسوس کر کے اپنا کوئی سوال انٹرنیٹ کے سپرد کر دیتا ہے اور جواب کا طالب ہوتا ہے، اب خواہ جواب درست ملے یا غلط، اور اصل اور متعلقہ شخص سے ملے یا کسی اور دوسرے سے، اس لئے انٹرنیٹ کو ممتاز علمی اور تعلیمی ادارے اپنی تعلیمی اور تربیتی جدوجہد کی افادیت کو عام کرنے اور صحیح فکر وعقیدہ کی اشاعت کے لئے بآسانی استعمال کر سکتے ہیں اور اس سے ملت وامت کو کافی مستفید کر سکتے ہیں۔

اس انتقالی صورت میں خواہ ٹی وی اور وی سی آر کی شکل میں ہو یا انٹرنیٹ یا اس جیسی کسی دوسری شکل میں، سوال پیدا ہوتا ہے، اور ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور وقتاً سوالات آرہے ہیں کہ کیا کیا جائے، آیا امت کو اپنے حال اور اپنے اختیار پر چھوڑ دیا جائے اور بس وعظ ونصیحت پر اکتفا کیا جائے، یا ان چیزوں سے دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اور ان کے واسطے سے آنے والی مضرت کو دیکھتے ہوئے، اس قسم کے اقدامات کو اختیار کیا جائے اور اس کی اجازت دی جائے۔

بیشک یہ چیزیں سلف کے عہد میں نہیں تھیں، اور ٹی وی و وی سی آر کی مضرت بہت بڑھی ہوئی ہے، مگر جو معاشرہ اس کے واسطے سے کچھ سننے سے دلچسپی رکھتا ہے اور اس کے لئے وقت نکالتا ہے اور نکال سکتا ہے، اور جو نظم رائج وموجود ہے وہ انتہائی خطرناک، گمراہ کن اور ہلاکت خیز ہے، دین ودنیا دونوں کے اعتبار سے، تو کیا اس معاشرہ کے دین وایمان کو بچانے کے لئے اور ان کو صحیح راہ پر لانے کے لئے اور دین حق کی طرف ان کو دعوت دینے کے لئے ان ذرائع کو استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

اور مغربی ممالک میں نیز مسلم ممالک میں، اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے اس قسم کے نظم ونظام کی کافی افادیت محسوس کی جارہی ہے، بلکہ اس کے مطالبے ہو رہے ہیں، اس لئے کہ ریڈیو ٹی وی وغیرہ سے سب کی دلچسپی گانے اور تماشوں وغیرہ کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کا حل اور روحانی علاج بھی چاہتے ہیں، ایسے لوگ ان ذرائع کے واسطے سے نشر کی جانے والی اسلامی تعلیمات سے اسلام کی سچائی تک پہنچ سکتے ہیں اور پہنچتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ کمپیوٹر نیٹ ورک، ٹیلی ویژن، ویڈیو کیسٹ، اور انٹرنیٹ کا استعمال تدریس وتعلیم کے لئے بڑے

پیمانے پر ہو رہا ہے، اور اب تو یہ کہا جانے لگا ہے کہ بچوں کو اسکول جانے کی ضرورت نہیں ہے ان وسائل کے ذریعہ پورے ہندوستان میں بیک وقت تعلیم دی جاسکتی ہے۔

اس تمہید کو مدنظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات جواب کے محتاج ہیں:

سوالات:

۱- مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا کیا حکم ہے؟ جس کا مقصد حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید اور اس سے بڑھ کر ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام ہے۔

۲- مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں ٹی وی اور اس سے اشتغال واستفادہ عام ہے اور اس کو مختلف تحریکات وتنظیموں نے اپنے مقاصد ونظریات کی اشاعت کے لئے آلۂ کار بنا رکھا ہے، وہاں مذکورہ بالا مقصد اور نظام کے تحت ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی نظم بنانا، کیا اس کی اجازت ہوگی؟

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا، خواہ وہ ٹیپ ریکارڈ ہوں یا ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی، نیز سافٹ ویر وغیرہ۔ اس کا کیا حکم ہے جب کہ آج کی علمی دنیا میں ان کی اہمیت وافادیت بہت زیادہ محسوس کی جارہی ہے، اور ان کا استعمال بڑھتا جارہا ہے؟

۴- انٹرنیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو، اس کو دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانے اور اس کے لئے فکرمندی ونظم کا کیا حکم ہوگا؟

فیصلے:

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

اس موضوع پر گفتگو اور بحث وتمحیص کے بعد باتفاق شرکاء سمینار درج ذیل فیصلے کئے گئے:

۱- اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی حفاظت وبقا کے لئے ہر ممکن جد وجہد وسعی امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔

۲- "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" کے مطابق اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے جدید وقدیم ہر ممکن جائز ذریعہ ووسیلہ کا استعمال کرنا درست ہے، بلکہ ضرورت وحالات کے مطابق مفید وموثر وسیلہ کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

۳- ابلاغ وترسیل کے جدید ذرائع میں ریڈیو کا استعمال دینی مقاصد کے لئے کوئی قباحت نہیں رکھتا، خواہ یہ استعمال اس کے پروگرام سے استفادہ کی صورت میں ہو، یا پروگرام میں عملاً شرکت کر کے ہو، یا یہ کہ خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کر کے۔

۴- بنیادی طور پر انٹرنیٹ آج کے زمانے کا سب سے اہم ذریعہ ابلاغ ہے، اس کی حیثیت اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لئے ایک ذریعہ اور وسیلہ کی ہے، اور ذرائع کا حکم شرعی متعین کرتے وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ ان ذرائع کا استعمال کن مقاصد کے لئے ہو رہا ہے، ذرائع ووسائل کا استعمال جائز مقاصد کے لئے شرعاً جائز اور ناجائز مقاصد کے لئے ناجائز ہے، پھر ان کا شرعی حکم اس طرح متعین ہوگا کہ ان مقاصد کا حصول فرض وواجب ہے یا مستحب ہے یا مباح ہے۔ اور ان وسائل کا استعمال مکمل طور پر ان مقاصد کے حصول کے لئے جس حد تک ضروری ہو اسی کے بقدر ان وسائل کا استعمال فرض یا مستحب یا جائز ہوگا۔

ان اصولوں کی روشنی میں شرکاء سمینار کی رائے ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال ایک شرعی، دینی، دعوتی، اجتماعی فلاح کے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت سے جائز اور بعض دفعہ ضروری ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ عرض اور پیشکش کے طریقے میں منکرات اور محرمات شرعیہ سے بچا جائے۔

۵- ٹیلی ویژن ایک ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جس کے ذریعہ نہ صرف آواز بلکہ بولنے والوں کی صورتیں بھی سامعین وناظرین کے سامنے پیش ہو جاتی ہیں، کبھی نقل نشر مباشر (براہ راست) کے ذریعہ چلتی پھرتی صورتیں منتقل کی جاتی ہیں، اور کبھی کسی مجلس، کسی عمل، کسی کھیل یا کسی تقریب کو ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا جاتا ہے اور بعد میں اس کو نشر کیا جاتا ہے۔

ٹیلی ویژن کے مسئلہ میں ایک دشواری تو یہ ہے کہ اس میں جو صورتیں ناظرین تک منتقل ہوتی ہیں آیا وہ اس تصویر کشی کا محل اور مورد ہیں جن کے ممنوع ہونے کی صراحت حدیث نبوی میں آئی ہے یا نہیں؟ عام طور پر علماء ہند اس طرح کے عکس ریز کیمروں سے لی گئی تصویر کو بھی اس تصویر کشی کا حصہ مانتے ہیں۔ ممالک عربیہ کے بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ فوٹو گرافی ممنوع تصویر سازی کا محل نہیں۔

ٹیلی ویژن کے ساتھ دوسری دشواری اس کے استعمال کی ہے، تفریحات (Entertainment)، تجارتی اشتہارات کے ذریعہ عورتوں کی عریاں تصویروں کی اشاعت، بے حیائی وفحاشی کو عام کرنا، ایسی فحش فلموں کا نشر کیا جانا جس کو باپ بیٹا، ماں بیٹی ایک ساتھ دیکھ نہیں سکتے، پھر بچوں کو اس طرح اپنے سحر میں گرفتار کر لینا کہ ان کی تعلیمی دلچسپی ختم ہو جائے۔ یہ وہ برائیاں ہیں جن کی وجہ سے ٹیلی ویژن موجودہ سماج کے لئے ایک بڑا ناسور بن گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ کچھ مفید کام لئے جاسکتے ہیں اور لئے جاتے ہیں، لیکن معاشرے کو پہنچنے والا ضرر اس سے حاصل ہونے والے نفع سے کہیں زائد ہے "وإثمهما أكبر من نفعهما"۔

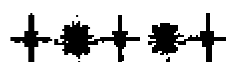
ان حالات میں شرکاء سمینار ٹیلی ویژن کے استعمال اور اس کے ذریعہ ان منکرات وفواحش کی اشاعت کو ناجائز اور معاشرے کے لئے تباہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں۔

٦- ایک اہم سوال ان چینلس کے حکم شرعی کا ہے جو خالص دینی ودعوتی مقاصد کے لئے قائم کئے گئے ہیں اور قائم کئے جارہے ہیں، اور ہر طرح کی فحاشی، عریانی سے پاک اور خالی ہیں، کیا ایسے چینلس (Channels) کا قائم کرنا اور ان سے استفادہ کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

تمام شرکاء سمینار اس کو جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض حضرات ان حالات میں بھی اجازت نہیں دیتے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

١- مولانا عبد اللطیف پالنپوری صاحب	٢- مولانا عبد القیوم پالنپوری صاحب
٣- مولانا عبد الرحمن پالنپوری صاحب	٤- مولانا محمد حمزہ گورکھپوری صاحب
٥- مولانا مفتی محمد زید صاحب	٦- مولانا نذیر احمد صاحب مظاہر علوم

مولانا برہان الدین سنبھلی اور مولانا ارشد قاسمی فاروقی کی رائے یہ ہے کہ اگر براہ راست نشر (Live) ہو تو جائز ہوگا، اور اگر محفوظ کیا ہوا پروگرام (Recorded Programme) نشر کیا جائے تو جائز نہیں ہوگا۔



تلخیص آراء:

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد فہیم اختر ندوی

سائنس اور مشینری کے موجودہ انتہائی ترقی یافتہ دور میں جدید آلات اور ذرائع ابلاغ کے مختلف النوع تعمیری وتخریبی مقاصد کے لئے بڑے پیمانہ پر استعمال اور ان کی تیز رفتار اثر انگیزی کے موضوع پر زیر بحث سوالنامہ میں بھرپور روشنی ڈالنے کے بعد چار سوالات قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں پہلا سوال پرائیوٹ ریڈیو اسٹیشن، اور دوسرا سوال پرائیوٹ ٹی وی اسٹیشن کے قیام کی شرعی حیثیت سے متعلق ہے، تیسرے سوال میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور سی ڈی وسافٹ ویئر وغیرہ کی تیاری کا حکم معلوم کیا گیا ہے، اور چوتھا سوال انٹرنیٹ وغیرہ کے استعمال سے تعلق رکھتا ہے۔

اس سوالنامہ پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے دفتر کو ملک کے مختلف اداروں اور حلقوں سے ۳۶ حضرات علماء کرام کے جوابات موصول ہوئے۔ چاروں سوالات سے متعلق مقالہ نگار علماء کرام کے جوابات اور ان کے دلائل کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

ریڈیو اسٹیشن کا قیام:

پہلا سوال ہے:

۱۔ مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا کیا حکم ہے، جس کا مقصد حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید اور اس سے بڑھ کر ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام ہے؟

اس سوال کا جواب دینے والے تمام علماء کرام اس بات پر فی الجملہ متفق ہیں کہ سوال میں مذکور مقاصد یعنی حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید نیز ان کی مساعی کی کاٹ وروک تھام کے لئے خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہے۔

جواز کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے متعدد حضرات نے بعض شرائط کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا یعقوب قاسمی بارہ بنکی اور مولانا اختر امام عادل صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا غیر شرعی چیزوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ مولانا عبداللطیف پالنپوری اور مولانا عبدالقیوم پالنپوری صاحبان اس شرط کی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ ریڈیو اسٹیشن کو اسلامی قوانین کے مطابق چلایا جائے، یعنی جائز پروگرام نشر کیا جائے، اشتہارات میں مرد ہی مقرر ہوں، حقیقت پر مبنی بات کہی جائے، عورت کی آواز اور فلمی گیتوں اور ناجائز امور سے مکمل اجتناب رکھا جائے اور موسیقی سے پرہیز کیا جائے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی نے اس کا پورا انتظام علماء کے ہاتھ میں ہونے، مولانا ظفر الاسلام صاحب نے خبر دینے والوں کے لئے محتاط و دیندار ہونے، مفتی محبوب علی وجیہی نے اس پر دینی جماعتوں کا کنٹرول ہونے اور مولانا اختر امام عادل نے صالح و محتاط لوگوں کا کنٹرول ہونے کی شرط ذکر کی ہے۔

اس کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے مولانا شفیق الرحمن ندوی، مولانا ریاض احمد سلفی، قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا ابوالقاسم، مولانا امجد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، مولانا محمد قاسم مظفرپوری، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا اختر امام عادل اور مولانا مصطفیٰ قاسمی صاحبان نے جن دلائل کا ذکر فرمایا ہے ان سب کا حاصل درج ذیل ہے:

جواز کے دلائل:

☆ ریڈیو کی حیثیت محض ایک آلہ اور وسیلہ کی ہے، ان کے استعمال سے صرف نظر کر کے ان کی حلت یا حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

☆ نیت صحیح، مقصد صحیح اور آلہ صحیح ہے، کیونکہ اس مقصد کے لئے جو اسٹیشن قائم ہوگا وہ لہو ولعب کی اشاعت سے دور ہوگا۔

☆ یہ "مالا تقوم المعصیة بعینه" کے قبیل سے ہے، جن اشیاء کے عین و نفس میں قباحت نہ ہو بلکہ قباحت خارج سے پائی جاتی ہو ان کا استعمال خارجی معصیت کے ارتکاب کے بغیر جائز ہے۔

☆ فقہی اصول وقواعد: الأصل في الأشياء الإباحة، الأمور بمقاصدها، مالا يعلم فيه تحريم يجرى على حكم الحل سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

☆ آیات قرآنی: "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة"، "ولا تلبسوا الحق بالباطل"، "ولله ما في السموات وما في الأرض" الخ، اور احادیث: "من استطاع منكم أن ينفع أخاه

فلیفعل"(مسلم ۲/۲۲۳ مختار اینڈ کمپنی، دیوبند) "تفکروا فی الخلق"، "تفکروا فی آلاء الله" (کنز العمال ۳/۱۰۶ موسسۃ الرسالہ بیروت) کے حکم وتشریح میں ان جدید آلات کا استعمال بھی داخل ہے۔

☆ بحیثیت خیر امت ان آلات جدیدہ کے استعمال میں سدھار اور ان کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

☆ حضور ﷺ نے دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے اختیار فرمائے، نیز فقہاء نے نیک مقاصد کے لئے لہو کے خالص آلات تک استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، صاحب درمختار لکھتے ہیں: "ومن ذلک ضرب النوبة للطاعر، فلو للتبیه فلا باس به"۔ اور شامی لکھتے ہیں: "اللهو لیست محرمة لعینها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها، وبه تشعر الاضافة، ألاتری أن ضرب تلک الآلة بعینها حل تارة وحرم أخری باختلاف النیة بسماعها" (الدر المختار ۵/۲۴۷ کتاب الحظر والاباحہ)۔

☆ حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نیک مقاصد کے لئے گراموفون کو جائز قرار دیا تھا (امداد الفتاوی ۴/۲۳۶)۔

مذکورہ بالا استدلالات نیز استعمال کے پیش نظر رہنے والے عظیم مقاصد کی وجہ سے نہ صرف تمام مقالہ نگار حضرات نے ریڈیو اسٹیشن کے قیام کو درست قرار دیا، بلکہ متعدد حضرات نے موجودہ دور میں اسے بہت بڑی ضرورت اور فریضہ بتایا ہے، مثلاً مولانا ظفر عالم ندوی نے اسے ملی فریضہ بتایا ہے، مولانا عبد العظیم اصلاحی نے اسے فرض کفایہ قرار دیا، مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب اور مولانا زبیر احمد قاسمی وغیرہ متعدد حضرات نے اسے مستحسن اقدام کہا ہے۔

ٹی وی اسٹیشن کا قیام:

۲- اس سوالنامہ میں دوسرا سوال ہے:

مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں ٹی وی اور اس سے اشتغال واستفادہ عام ہے اور اس کو مختلف تحریکات وتنظیموں نے اپنے مقاصد ونظریات کی اشاعت کے لئے آلہ کار بنا رکھا ہے، وہاں مذکورہ بالا مقصد اور نظام کے تحت ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی نظم بنانا، کیا اس کی اجازت ہوگی؟

اس سوال کے جواب میں علماء کرام کی رایوں میں اختلاف ہے، جس کی بنیادی وجہ ٹی وی میں استعمال ہونے والی تصاویر کا وجود ہے۔

یہ آراء بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں: ایک رائے تصاویر کے ساتھ ٹی وی کے استعمال کو درست قرار دیتی ہے، گرچہ اس رائے کے قائلین نے جواز کی بنیادیں اور وجوہات علاحدہ علاحدہ ذکر کی ہیں، لیکن نتیجہ جواز پر یہ سب متفق ہیں، لہذا ان کے نزدیک سوالنامہ میں مذکور مقاصد کے لئے ٹی وی اسٹیشن کا قیام درست ہے۔

دوسری رائے تصاویر کی حرمت کو اساس بناتے ہوئے ٹی وی کو اس کے تصویری پہلو کے ساتھ نادرست بتاتی ہے، اس رائے کے اختیار کرنے والوں میں سے بعض نے تصویر کی بعض مخصوص شکلوں کا استثناء کیا ہے۔

ذیل میں ان دونوں قسم کی آراء اور ان کی تفصیلات نیز ان کے مستدلات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ٹی وی کا استعمال درست ہے:

تصاویر کا جواز:

ٹی وی کو تصویری پہلو کے ساتھ درست قرار دینے والے حضرات کی آراء اور ان کے مستدلات مندرجہ ذیل ہیں:

ابتداءً تصویر کی شرعی حیثیت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے مولانا راشد حسین ندوی نے لکھا ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانے اور رکھنے کی ممانعت پر مسلم شریف کتاب اللباس وغیرہ میں متعدد احادیث مروی ہیں، جن کی بنیاد پر جمہور علماء کے نزدیک یہ دونوں عمل حرام ہیں، خواہ تصویر سایہ دار ہو یا مسطح، علامہ نووی فرماتے ہیں: "وهذه الأحاديث صريحة في تحريم تصوير الحيوان وانه غليظ التحريم..... وهذا مذهب العلماء كافة (شرح نووی لمسلم ۲/۲۰۱)۔

لیکن امام مالک کا مسلک الموسوعۃ الفقہیہ میں نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک صرف سایہ دار تصاویر حرام ہیں، مسطح تصویر حرام نہیں ہے (الموسوعۃ الفقہیہ، اصطلاح تصویر ۱۲/۱۰۱)، جمہور علماء کے نزدیک حرمت تصویر تو عام ہے، البتہ چند چیزوں کو انہوں نے مستثنیٰ قرار دیا ہے جن کا تعلق رکھنے اور استعمال سے ہے، تصویر بنانے کی حرمت سے کوئی استثناء نہیں۔

علماء عرب نے مالکیہ کا قول اختیار کرتے ہوئے تمام غیر مجسمہ تصاویر بشمول کیمرہ کی تصویر کو جائز قرار دیا ہے۔

سید سابق صاحب فقہ السنۃ میں لکھتے ہیں: "كل ما سبق ذكره خاص بالصور المجسدة التي لها ظل، أما الصور التي لا ظل لها كالنقوش في الحوائط وعلى الورق، والصور التي توجد في الملابس والستور، والصور الفوتوغرافية، فهذه كلها جائزة (۲/۵۸)۔

اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب لکھتے ہیں: وأما تصوير اللوحات و تصوير الفوتوغ: في فقد قدمنا

أن الأقرب إلى روح الشريعة فيهما هو الإباحة أو على الأكثر الكراهة، وهذا مالم يشمل موضوع الصورة نفسها على محرم في الإسلام (الحلال والحرام فی الاسلام، صفحہ ۱۴)۔

علماء ہندو پاک تو جمہور ہی کے مسلک پر کاربند ہیں، لیکن وہ پاسپورٹ، لائسنس اور شناختی کارڈ وغیرہ جیسی ضروریات کے لئے "المشقة تجلب التيسير" کے تحت فوٹو کھنچوانے کی اجازت دیتے ہیں (دیکھئے: کفایت المفتی ۹ر ۲۳۴، حلال وحرام، صفحہ ۲۲۹)۔

مولانا راشد صاحب ندوی اس تفصیل کے بعد اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سوالنامہ میں مذکور مقاصد کے تحت ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے اور اس کے رکھنے اور دیکھنے کی تین وجوں سے گنجائش ہوسکتی ہے:

اول: دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکیدات کے پیش نظر امام مالکؒ کا مسلک اختیار کرلیا جائے، کیونکہ دعوت فرض کفایہ ہے، اور مغربی ممالک میں آج کی معروف ترین زندگی میں اس فرض کی ادائیگی دشوار ہو جاتی ہے، تو جہاں بہت سے مواقع پر "المشقة تجلب التيسير" کے تحت امام مالک کا مسلک اختیار کیا گیا، یہاں پر بھی "الحرج مدفوع شرعا" کے پیش نظر مالکی مسلک اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

دوم: حرمت تصویر کے قائلین نے "الضرورات تبيح المحظورات" اور "المشقة تجلب التيسير" کو بنیاد بنا کر جان ومال کی ضرورت کے تحت پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو کی اجازت دی ہے، تو حفاظت دین کی ضرورت کے تحت بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس کی اجازت دینے میں ایک حرام کے ارتکاب کا مفسدہ ہے لیکن اس کی ممانعت میں بہت بڑے طبقہ کے دینی دعوت سے محروم ہوجانے کا بڑا اور عام مفسدہ ہے، لہذا "أهون البليتين" کو اختیار کرتے ہوئے جواز کو ترجیح دی جاسکتی ہے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ جواز کی اجازت سے پیدا ہونے والا مفسدہ امام مالک کے اختلاف کی وجہ سے اس کے مجتہد فیہ ہوجانے، نیز بہت سے علماء عرب کی جانب سے تائید پالینے کے بعد ہلکا ہو چکا ہے۔

سوم: حدیث میں آگ کے ذریعہ سزا دینے سے منع کیا گیا ہے: "فإنه لا يعذب بالنار إلا رب النار" (ابوداؤد ۳ر ۱۲۴)، اس کے باوجود فقہاء نے حالت جنگ میں کفار کو جلا ڈالنے کی اجازت دی ہے (دیکھئے: رد المحتار ۳ر ۲۲۴، منجنیق کے استعمال کی اجازت، نیز آیت کریمہ "واعدوا لهم ما استطعتم...." کی تفسیر میں علامہ آلوسی کی تشریح، روح المعانی ۱۹ر ۲۵)۔ اور حالات پر نظر رکھنے والوں سے مخفی نہیں کہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا عصر حاضر میں سرد جنگ کا سب سے مؤثر ہتھیار بن چکے ہیں، لہذا جس طرح معرکہ سیف وسنان کے وقت ضرورت کے پیش نظر اصلاً ممنوع امور کی اجازت دی گئی، اسی طرح معرکہ قرطاس وقلم کے وقت بھی ضرورت ہی کے تحت بعض ان چیزوں کی اجازت دی جاسکتی ہے جو عام حالات میں جائز نہیں، کہ اس معرکہ کی سنگینی کسی طرح بھی پہلے معرکہ سے کم نہیں۔

ان تینوں وجوہات کی بنیاد پر موصوف کے نزدیک ٹی وی مرکز قائم کرنا درست ہوگا، بشرطیکہ ان تمام محرمات سے پرہیز کیا جائے، جو فی ذاتہ حرام ہیں، مثلاً اس میں باجہ کا استعمال، اور عورتوں کے ذریعہ پروگرام کو ترتیب دینا وغیرہ۔

مولانا محمد قاسم مظفر پوری صاحب کی بھی تقریباً یہی رائے ہے، وہ بالا ختصار اپنی رائے ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں کہ ٹی وی کی موجودہ شکل میں تصویر کی مدد سے پروگرام انجام پاتا ہے، مذکورہ مقاصد عالیہ کے پیش نظر اسے ایک ضرورت شرعیہ کے تحت گوارا کرلیا جانا چاہئے، اور" اخف الضررین " کے اصول کو سامنے رکھنا چاہئے، جس طرح ملکی قوانین اور پاسپورٹ وغیرہ کے موقع کے لئے تصویروں کو مجبوراً رکھا جاتا ہے۔

مولانا مفتی انور علی اعظمی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی صاحبان بھی ٹی وی اسٹیشن کے قیام کے جواز سے اتفاق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسی تصویر جو ٹی وی سے ہٹ کر دیکھی جاسکتی ہے، اور شریعت میں اس کی اجازت ہے، ٹی وی پر اسی حد تک اجازت ہوگی، ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے اور چینل لینے والے علماء کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان حدود کی رعایت کریں۔

مولانا عزیر قاسمی صاحب کی رائے میں جب اچھے مقاصد کے لئے ٹی وی کا استعمال ہوگا تو علت لہو ولعب نہیں پائی جائے گی، نیز یہ " مالا تقوم المعصیة بعینه" کے قبیل سے ہے، اور جو تصاویر نشر ہوں گی وہ مقصود نہیں ہوں گی، اور مستورات کی تصویریں وعریاں تصویریں بھی نہیں ہوں گی اس لئے ٹی وی اسٹیشن کا قیام درست ہے۔

ٹی وی کی تصویر عکس ہے:

مولانا عطاء الرحمٰن مدنی صاحب کی رائے میں ٹی وی پر انسان کی نظر آنے والی شکل اس تصویر جیسی نہیں ہے جسے کوئی آرٹسٹ بناتا ہے، جو اپنے ہاتھوں سے تصویر کا جسم اور اس کا چہرہ مہرا بنا کر خلق خدا سے مشابہت پیدا کرتا ہے، ایسے آرٹسٹوں ومصوروں کے لئے حدیث میں وعید آئی ہے، ٹی وی کی یہ شکل اس عکسی تصویر جیسی ہے جو کسی شیشے پر نظر آتی ہے، جس کی تصویر میں انسان کے ہاتھوں سے بنائی ہوئی کوئی بھی چیز نہیں ہوتی ہے، دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ کسی چیز کی شکل کا جو عکس کیمرے پر پڑتا ہے اسے کیمرا کرنٹ کی چھوٹی چھوٹی لہر کی شکل میں محفوظ کر کے اسی کرنٹ کی لہر کو ٹی وی میں بھیجتا ہے جو اسکرین پر اصل شکل وصورت کی طرح نظر آتی ہے، لہذا منکرات سے بچتے ہوئے ٹی وی کے مفید پروگرام دیکھنا درست ہے، اور خبر کی اشاعت کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا اسلام ومسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہے۔

بقدر ضرورت تصاویر کا استعمال:

مولانا عبدالرشید قاسمی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ٹی وی پر صرف ضرورت کے وقت تصویر نشر کی جائے جو پاسپورٹ

سائز کی ہو یا سرکٹی ہوئی تصویر ہو، اور صرف ایک مرتبہ دکھادی جائے، بلاضرورت شدیدہ تصویر نہ دکھائی جائے۔

جواز کی رائے سے اتفاق کرنے والوں میں قاضی عبدالجلیل صاحب، مولانا ریاض احمد سلفی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولانا عزیز الرحمن، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی وسیم احمد، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا امجد ندوی، مولانا شفیق الرحمن ندوی، مفتی صباح الدین ملک فلاحی، مولانا مصطفیٰ قاسمی صاحبان کے اسماء گرامی بھی ہیں، ان حضرات نے دین کی نشر واشاعت وحفاظت اور عقیدہ وعمل کی اصلاح کے لئے ٹی وی اسٹیشن کے قیام کو مجموعی طور پر جائز، مستحسن اور واجب قرار دیا ہے، اور بعض نے منکرات سے خالی ہونے کی شرط لگائی ہے۔

مغربی ممالک کے لئے جواز :

چند حضرات نے ٹی وی اسٹیشن کے قیام کو صرف ان مغربی وترقی یافتہ ممالک کے لئے جائز قرار دیا ہے جہاں اس سے اشتغال واستفادہ عام ہے، یہ رائے مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا یعقوب قاسمی زید پور، مولانا نعیم اختر اور مفتی جمیل احمد نذیری صاحبان کی ہے، مولانا نعیم اختر صاحب نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ پروگرام پیش کرنے والا مرد ہو عورت کی تصویر نہ ہو، اور دینی پروگرام ہو، جبکہ مفتی جمیل احمد نذیری صاحب نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ جواز اس لئے نہیں ہے کہ فی نفسہ ٹی وی یا تصویر کشی جائز ہے بلکہ ابتلاء عام اور عموم بلوی گنجائش وتخفیف کا سبب ہوتا ہے، نیز کسی مسئلہ میں علماء حق کی آراء مختلف ہوں اور مسئلہ مجتہد فیہ ہو تو بھی مذکورہ فی السوال حالات گنجائش پیدا کر دیتے ہیں۔

ٹی وی کا استعمال درست نہیں :

دوسری رائے ٹی وی کے استعمال کو اس بنیاد پر نادرست قرار دیتی ہے کہ اس میں تصویر کا استعمال لازمی ہے، اور تصویر ہر شکل میں حرام ہے خواہ قلم سے بنائی جائے یا فوٹوگرافی کی جائے یا طباعت کے ذریعہ تیار کی جائے، نیز تصاویر کا بنانا جس طرح حرام ہے تصاویر کا رکھنا اور ان کا دیکھنا بھی حرام ہے، رکھنے کی بعض صورتیں تو جائز ہیں لیکن تصویر سازی کسی حال میں درست نہیں، جن مواضع ضرورت کو حرمت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، ٹی وی میں اس درجہ کی ضرورت نہیں پائی جاتی، لہذا ٹی وی اسٹیشن کا قیام جائز نہیں۔

عدم جواز کی رائے اپنانے والوں کا مجموعی نقطۂ نظر تو یہی ہے جو ابھی مذکور ہوا، لیکن ان کی علاحدہ علاحدہ آراء اور مستدلات مندرجہ ذیل ہیں:

تصاویر حرام ہیں:

مولانا اختر امام عادل اور کئی حضرات نے تصویر کی حرمت پر متعدد احادیث نقل کی ہیں، بخاری شریف میں ہے: "إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون" (فتح الباری ۱۰/ ۳۱۴)، حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم (بخاری مع الفتح کتاب اللباس ۱۰/ ۳۱۶) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فمن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا حبة وليخلقوا ذرة" (بخاری مع الفتح ۱۰/ ۳۱۶) مسند احمد میں حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من عاد إلى صنعة شيء من هذا فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ، قال الحافظ المنذري اسناده جيد" (بلوغ القصد والمرام/ ۲۲)۔

صاحب عمدۃ القاری لکھتے ہیں: "وفي التوضيح قال أصحابنا وغيرهم تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم وهو من الكبائر سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال، لأن فيه مضاهات بخلق الله، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط، وأما ماليس فيه صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام، وسواء كان في هذا كله ما له ظل و ما لا ظل له، وبمعناه قال جماعة العلماء مالك والثوري وأبو حنيفة وغيرهم (۲۲/ ۷۰ مطبوعہ مصر)۔

مولانا اختر امام عادل صاحب نے تصویر سازی سے متعلق مذکورہ احادیث اور ذی روح کی تصویر سازی کی حرمت پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ تصویر کے باب بالخصوص جدید فوٹوگرافی کے معاملہ میں بعض ہندوستانی علماء کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ توسع کے قائل تھے، ان کے نزدیک حرمت تصویر کی علت شائبہ شرک سے حفاظت تھی، اس لئے جن صورتوں میں اس کا اندیشہ نہ ہو ان میں تصویر کی گنجائش ہے، اس سلسلہ میں دو بزرگوں حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا نام لیا جاتا ہے، مگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر کے جمہور امت کا موقف اختیار کر لیا تھا۔ "جواہر الفقہ" کے حوالہ سے انہوں نے جنوری ۱۹۴۳ء کے معارف میں شائع علامہ سید سلیمان ندوی کے رجوع اور رانچی جیل سے لکھے گئے خط میں مولانا ابوالکلام آزاد کے رجوع کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

مولانا اختر امام عادل صاحب مزید لکھتے ہیں کہ تصویر بنانے، تصویر رکھنے اور اسے دیکھ کر لطف اندوز ہونے کے تینوں مراحل کو فقہاء نے معصیت میں شمار کیا ہے، ذی روح کی تصویر سازی کسی صورت میں اور کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم (نووی مع مسلم ۲/ ۱۹۹)۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقا (ردالمحتار ۱/ ۶۷۷)۔ذی روح کی سرکٹی ہوئی تصاویر میں فقہاء نے مضائقہ نہیں سمجھا ہے کہ یہ تصویر نہیں محض نقوش ہیں۔شیخ علی متقی لکھتے ہیں:فاذا قطع الراس فلا صورة (کنزالعمال ر ۴۰)۔ شرح معانی الآ ثار للطحاوی (۲/ ۳۶۶) میں ہے:فكل شيء ليس له راس فليس بصورة.

جہاں تک تصویر رکھنے کا تعلق ہے، بالکل چھوٹی اور ایسے ہی پامال وذلیل سمجھی جانے والی تصویروں کا رکھنا جائز ہے، لیکن ان کا بھی بنانا ناجائز ہے۔

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:ثم التمثال إذا كان على وسادة لا بأس باستعمالها وإن كان يكره اتخاذها (۱/ ۵۸)،اور بدائع الصنائع میں ہے:وإن كان الصورة على البسط والوسائد الصغار وهي تداس بالأرجل لاتكره لما فيه من إهانتها (۱/ ۱۱۶)۔

اور تصویر سازی حرام ہے تو حرام کو دیکھنا اور اس کو کسی مصرف میں استعمال کرنا بھی حرام ہے،لہٰذا حاصل یہ ہے کہ ٹی وی فحشاء ومنکرات کی اشاعت سے کتنا ہی پاک ہو،اس میں کوئی غیر شرعی عمل نہ ہو اور سارا اختیار محتاط ومتدین طبقہ کے ہاتھوں میں ہو لیکن تصویر سازی،تصویر نمائی اور تصویر بینی کے مراحل سے گذرے بغیر چارہ نہیں،اور تصویر رکھنے اور دیکھنے کی بعض جائز صورتیں تو ممکن ہیں لیکن تصویر سازی کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب تصویر سازی کی حرمت سے اتفاق کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر ٹی وی میں تصویر نہ لینی پڑے،نہ عورتوں کو شامل کیا جائے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور خلاف شرع چیز کا ارتکاب کرنا پڑے تو اس سے دعوت کا کام لینا شرعاً جائز ہوگا۔

براہ راست پروگرام نشر کیا جائے:

حرمت تصویر کے بعض قائلین ٹی وی کے استعمال کی اس صورت کو درست قرار دیتے ہیں جس میں براہ راست پروگرام نشر کیا جارہا ہو،کیونکہ یہ آئینہ پر عکس کی مانند ہے،یہ رائے مولانا برہان الدین سنبھلی،مولانا زبیر احمد قاسمی،مولانا ابرار خاں ندوی،مولانا تنویر عالم قاسمی اور مولانا ابوالقاسم صاحبان کی ہے۔

دیگر آراء:

مولانا ظفرالاسلام صاحب بھی تصویر سے خالی ہونے کی صورت میں درست کہتے ہیں۔

مولانا عبدالقیوم پالنپوری صاحب بھی غیر شرعی امور سے اجتناب،موسیقی،عورت،فلم،اس کے گیت اور تصویر سازی سے دور رہتے ہوئے ٹی وی اسٹیشن کے قیام کو درست سمجھتے ہیں۔

لیکن مولانا عبداللطیف پالنپوری صاحب تصویر سازی کی ہر شکل کو ناجائز بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ٹی وی اسٹیشن کا قیام جا ہے کتنے ہی نیک مقاصد سے ہو اس میں تصویر کشی لابدی اور جزو لاینفک ہے، نیز ہزاروں لوگ تصویر دیکھنے کے گناہ میں مبتلا ہوں گے جس کا سبب ہم بنیں گے، کیونکہ جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور مقصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

مولانا ارشاد قاسمی صاحب کی رائے میں بھی ٹی وی سے حاصل فوائد کے مقابلہ میں شرعی منکرات زیادہ ہیں جن کا احتمال ہی نہیں بلکہ تجربات ہیں، اس لئے ناجائز ہے، مولانا موصوف مزید لکھتے ہیں کہ شرعی منکرات سے احتراز کرتے ہوئے متقی و پرہیزگار لوگ دعوت و تبلیغ اور اشاعت دین کا پروگرام ٹی وی سے نشر کر سکتے ہیں، لیکن آج کے پرفتن دور میں یہ مشکل نظر آتا ہے۔

مولانا ابوالقاسم اور مولانا تنویر عالم قاسمی صاحبان نے تصویر کے مسئلہ میں اختلاف آراء علماء کا حوالہ دیتے ہوئے اس پر غور کرنے کی دعوت دی ہے، کہ ان کے خیال میں ٹی وی کا جواز یا عدم جواز تصویر کی بابت حکم شرعی متعین ہونے پر موقوف ہے۔

مولانا زبیر احمد قاسمی اور مولانا اختر امام عادل صاحبان کے نزدیک ٹی وی میں اس درجہ کی ضرورت کا تحقق ابھی نہیں ہوا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے اس کے جواز کی گنجائش ہو سکے۔

۳- اس سوالنامہ کا تیسرا سوال ہے:

تعلیمی و تربیتی مقاصد کے تحت محض علمی و فنی معلومات اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا، خواہ وہ ٹیپ ریکارڈ ہو، یا ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی، نیز سافٹ ویئر وغیرہ، اس کا کیا حکم ہے، جبکہ آج کی علمی دنیا میں ان کی اہمیت و افادیت بہت زیادہ محسوس کی جا رہی ہے اور ان کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے؟

اس سوال کے بنیادی طور پر دو حصے ہیں: پہلا حصہ ایسی کیسٹس کی تیاری سے متعلق ہے جن میں صرف الفاظ و حروف یا آوازیں محفوظ کی جاتی ہیں، جیسے ٹیپ ریکارڈ کے کیسٹس، دوسرے حصہ میں ایسی کیسٹس کا ذکر ہے جن میں آواز یا حروف کے ساتھ تصاویر بھی ہوتی ہیں، جیسے ویڈیو کیسٹس اور سی ڈی و سافٹ ویئر میں تصویری حصہ۔

آڈیو کیسٹ:

پہلے حصہ یعنی صرف آواز و حروف کو محفوظ کرنے کے لئے کیسٹس جیسے ٹیپ ریکارڈ کے کیسٹس کی تیاری سے متعلق تقریباً تمام علماء کرام کی رائے اس پر متفق ہے کہ سوالنامہ میں مذکور مقاصد کے لئے ایسی کیسٹس کی تیاری درست ہے، بعض

حضرات نے اسے مستحسن اور بعض نے واجب وضروری بھی بتایا ہے، کچھ حضرات نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس میں منکرات اور غیر شرعی موسیقی سے اجتناب کیا گیا ہو۔

ویڈیو کیسٹ :

سوال کا دوسرا حصہ چونکہ تصاویر سے متعلق ہے، اور تصویر سے متعلق علماء کرام کی آراء تفصیل کے ساتھ اس سوالنامہ کے دوسرے سوال کے ضمن میں آچکی ہیں، تقریباً وہی اختلاف آراء زیر بحث سوال کے تصویری حصہ سے متعلق بھی ہے۔

چنانچہ علماء کرام کی ایک جماعت نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر مذکورہ فی السوال مقاصد کے لئے اسے درست قرار دیا ہے، جن میں مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ریاض احمد سلفی، قاضی عبد الجلیل قاسمی، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، مولانا ظفر عالم ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا صباح الدین ملک فلاحی، مولانا یعقوب قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی اور مفتی عزیز الرحمن بجنوری کے اسمائے گرامی ہیں۔

مولانا عزیر اختر قاسمی صاحب نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے کہ وہ بذات خود معصیت نہیں ہے، اور اس کی تصویر عکس کی مانند ہے کہ جب تک وہ مشین میں ہے تصویر نظر آئے گی اور مشین سے نکال دینے پر تصویر نظر نہیں آئے گی۔

مولانا راشد ندوی صاحب نے بھی امام مالک کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے یا ضرورت دینی کے تحت جواز کی رائے اپنائی ہے، اور مولانا تنویر عالم قاسمی ومولانا ابوالقاسم نے اس کے جواز یا عدم جواز کو تصویر کے جواز یا عدم جواز پر منحصر بتاتے ہوئے اس پر غور کرنے کی دعوت دی ہے، مفتی جمیل احمد نذیری صاحب نے مذکورہ حالات ومقاصد کے تحت ویڈیو کیسٹ کے جواز کی گنجائش بتائی ہے، لیکن سی ڈی وسافٹ ویئر کو نہ سمجھ سکنے کا ذکر کیا ہے۔

دوسری جانب کچھ حضرات نے تصاویر کی حرمت کو بنیاد بناتے ہوئے ویڈیو کیسٹ نیز سی ڈی وسافٹ ویئر کے تصویری پہلو کو ناجائز بتایا ہے۔

عدم جواز کی رائے اپنانے والوں میں مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا ارشاد قاسمی، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد قاسم مظفر پوری اور مولانا عبد القیوم پالنپوری کے اسمائے گرامی ہیں۔

مولانا ظفر الاسلام قاسمی نے سی ڈی وسافٹ ویئر کو درست بتایا ہے۔

۴-سوالنامہ کا آخری سوال ہے :

انٹرنیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو، اس کو دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانے اور اس کے لئے فکر مندی ونظم کا کیا حکم ہوگا؟

انٹرنیٹ کا استعمال درست ہے:

بیشتر علماء کرام نے اس سوال کا جواب بالاختصار دیتے ہوئے دینی تعلیمات کی نشر واشاعت، دین کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ، اور تحفظ دین کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال کو درست قرار دیا ہے، ان کے مستدلات کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کے ان جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال حکم قرآنی "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة" کی تشریح میں داخل ہے، دعوت وتبلیغ اور حفاظت اسلام کے لئے ہر جائز ذریعہ کا استعمال کیا جانا چاہئے، انٹرنیٹ وغیرہ کی حیثیت آلہ کی ہے، نیک مقاصد کے لئے ان کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

اس رائے کے قائلین ہیں: مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا شفیق الرحمن ندوی، مولانا عطاء الرحمن مدنی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عزیز الرحمن بجنوری، مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا ریاض احمد سلفی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، قاضی عبدالجلیل قاسمی، مولانا ابرار خاں ندوی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مفتی وسیم احمد قاسمی، قاری ظفر الاسلام، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا امجد ندوی، مولانا ظفر عالم ندوی، مولانا صباح الدین ملک فلاحی، مولانا یعقوب قاسمی، حکیم ظل الرحمن اور مولانا نعیم اختر قاسمی۔

بعض حضرات نے چند شرائط کے ساتھ جواز کی رائے دی ہے، چنانچہ مفتی محبوب علی وجیہی صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر پورا پورا کنٹرول متعلقہ جماعت کا ہو تو درست ہے، مولانا ابوالقاسم صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے اسباب اور طریقہ کار اسلامی اصول وآداب کے مطابق ہوں، مولانا عزیر قاسمی صاحب کا خیال ہے کہ مسلمان جماعت جب اس کا نظم واہتمام کرے گی تو وہ لازماً منہیات سے گریز کرے گی لہٰذا اسے جائز ہونا چاہئے۔

مولانا محمد قاسم مظفر پوری صاحب انٹرنیٹ کی پوری حقیقت سے اپنی عدم واقفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر دینی مفسدہ ومعرہ پیدا نہیں ہوتا تو اسے نشریات اسلام کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ مفتی جمیل احمد نذیری صاحب لکھتے ہیں کہ انٹرنیٹ تو جواز کے دائرہ میں آئے گا لیکن کسی دوسرے ترقی یافتہ نظم کے بارے میں جب تک پوری معلومات نہ ہو اس کے بارے میں رائے نہیں دی جاسکتی۔ مولانا راشد ندوی صاحب نے مذکورہ مقاصد کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال کو نہ صرف درست بلکہ دعوت کے وجوب کی وجہ سے اس کو مستحب بتایا ہے، وہ مزید لکھتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب تصویر کا استعمال نہ ہو، اگر تصویر کا بھی استعمال ہو تو اس کا جواب بھی دوسرے سوال کے جواب کے مطابق ہوگا۔

خواص کے لئے اجازت ہے:

مولانا زبیر احمد قاسمی اور مولانا تنویر عالم قاسمی صاحبان کی رائے یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر عریاں تصاویر اور فحاشی کے امور بھی

آتے ہیں، اگر ہر کس و نا کس کو اس کے استعمال کی اجازت دی گئی تو ہر گھر عیاشی و فحاشی اور ننگے ناچ کا تماشا گاہ بن جائے گا، اس لئے "سداً لباب الفتنۃ" عوام کے حق میں اسے ناجائز ہی کہا جائے گا، البتہ احقاق حق اور ابطال باطل اور اس طرح کے دیگر مقاصد حسنہ کی خاطر دیانت و فکر آخرت رکھنے اور حلال و حرام کے حدود کی رعایت کرنے والے خاص اشخاص و افراد یا تنظیم کو اس کی اجازت دی جا سکتی ہے، اور عوام و خواص کے اعتبار سے احکام شرعیہ میں فرق و اختلاف ایک معروف بات ہے جس کے نظائر کتب فقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید قاسمی صاحب کی رائے میں جاندار کی تصویر کم سے کم ہونے کی شرط کے ساتھ درست ہے۔

تصاویر کے ساتھ درست نہیں:

مولانا عبدالقیوم پالنپوری اور مولانا عبداللطیف پالنپوری صاحبان نے ذی روح کی تصاویر کے ساتھ انٹرنیٹ کے عدم جواز کی رائے دی ہے، اگر تصویر نہ ہو تو ان کے نزدیک درست ہے۔ مولانا اختر امام عادل صاحب نے انٹرنیٹ سے عدم واقفیت کا اظہار کیا ہے، ساتھ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انٹرنیٹ میں ٹی وی والی صورت درست نہیں ہے، ہاں اگر تصاویر اور غیر شرعی چیزوں سے پاک ہو تو درست ہوگا۔



عرض مسئلہ:

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد عبید اللہ اسعدی
جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

آج مشینری اور سائنس کے انقلابی دور نے عالم کی مسافتیں سمیٹ دی ہیں کہ آدمی کے تصور سے بھی کم وقت میں عالم کے ایک کنارے کی خبر دوسرے کنارے تک پہنچ جاتی ہے،اس کے لئے جو وسائل ایجاد ہوئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں انسان ان سے اپنی ضروریات میں تو کام لیتا ہی ہے تفریح طبع کے لئے بھی ان کو استعمال کرتا ہے۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آج یہ وسائل و آلات اشخاص اور مذاہب و تحریکات کے نظریات و افکار کے فروغ واشاعت کا بہترین ذریعہ بن چکے ہیں، ریڈیو ٹیپ کے بعد ٹی وی اور وی سی آر کیسٹ یہ سارا کام کررہے ہیں اور پھر انٹرنیٹ نے خبروں اور فکروں کے پھیلانے کے کام کو مزید عام کردیا ہے اور سہل بنادیا ہے۔ پہلے یہ چیزیں حکومتی سطح پر ہوتی تھیں تو حکومتوں کے نظم و مزاج کی رعایت کے ساتھ کام ہوتا تھا مگر اب یہ چیزیں نجی و اختیاری زمرے و شکل میں آنے لگیں۔ خواہ حکومتی نظم میں داخل ہوکر یا کرایہ پر ذرائع کو حاصل کرکے یا مستقل اپنا نظم قائم کرکے۔ اس کے نتیجے میں ان کے استعمال میں بے انتہا آزادی آگئی اور کوئی پابندی نہیں رہ گئی۔

باطل کا مزاج یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو ہمیشہ جلدی اپناتا ہے تاکہ جلد از جلد اور زائد سے زائد فروغ پائے۔ ظاہر ہے کہ کتنی بھی روک تھام کی جائے اور بتایا و سمجھایا جائے عوام ایسی چیزوں میں مبتلا ہو ہی جاتے ہیں بالخصوص اس لئے کہ ایسی چیزیں عام اور سہل الحصول ہوتی ہیں، بغیر کسی روک ٹوک کے حصول و استعمال ممکن ہوتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ استعمال کے بعد ان چیزوں کا گہرا اثر پڑتا ہے اور اکثر نقصان ہی ہوتا ہے۔ مغربی ممالک میں اور ترقی یافتہ ممالک میں یہ سب بہت ہورہا ہے۔ اور اس کا سلسلہ ہر ملک و خطے میں پایا جاتا ہے بلکہ ایسا ایک طبقہ اب ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ ہند ہو یا پاک۔ جو انہیں چیزوں کا گرویدہ و دلدادہ ہے، اس لئے ایسا ماحول و معاشرہ ہند و پاک میں بھی فی الجملہ موجود ہے۔ ان ذرائع سے جو پروگرام نشر ہوتے اور پھیلائے جاتے ہیں وہ اخلاق کو تو خراب کرتے ہی ہیں بلکہ ان

ذرائع سے کام لینے والے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ حتی الامکان دین حق کو مسخ کیا جائے اور حق وصحیح بات سے عوام کو واقف ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

انٹرنیٹ کا ایک اہم استعمال یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سوال و جواب بھی ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی ضرورت محسوس کرکے اپنا کوئی سوال انٹرنیٹ کے سپرد کر دیتا ہے، اب جواب خواہ درست ملے یا غلط اور متعلقہ شخص سے ملے یا کسی اور سے۔ اس لئے انٹرنیٹ کو ممتاز علمی و تعلیمی ادارے اپنی تعلیمی و تربیتی جد و جہد کو عام کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسی لئے مغربی ممالک اور بہت سے مسلم ممالک میں بھی اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے لئے اس قسم کے نظم و نظام کی کافی اہمیت وافادیت محسوس کی جارہی ہے، بلکہ اس کے مطالبے ہو رہے ہیں، اور پھر ٹی وی وغیرہ سے سب کی دلچسپی صرف تماشوں اور تفریحی پروگراموں وغیرہ کی وجہ سے ہی نہیں ہوئی بلکہ بہت سے سلیم الفطرت لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کا حل اور روحانی علاج بھی چاہتے ہیں، تو ان ذرائع سے نشر کی جانے والی مذہبی وفکری تعلیمات سے ان کو دلچسپی ہوتی ہے، اور اس طرح وہ اسلامی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرکے اسلام کی سچائی تک پہنچ سکتے ہیں اور پہنچتے ہیں۔

بے شک یہ سب چیزیں سلف کے عہد میں نہیں تھیں اور ٹی وی وغیرہ کی معترتیں بھی کھلی ہوئی ہیں، لیکن اس ابتلائی صورت حال میں اور جو معاشرہ اسی کے واسطے سے کچھ سننے اور جاننے سے دلچسپی رکھتا ہے اور وقت نکال سکتا ہے اس لئے کہ اب یہی ذرائع ان کے نزدیک مقبولیت و سنجیدگی کا معیار اور علم وفکر کے استفادہ کا ایک عام و معتمد ذریعہ ہیں۔ کیا کیا جائے؟ آیا امت کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور بس صرف وعظ و نصیحت پر اکتفاء کیا جائے۔ یا گمراہ و پریشان حال معاشرہ کے دین وایمان کو بچانے کے لئے اور راہ حق کی دعوت و رہنمائی کے لئے ان ذرائع کو استعمال کیا جائے؟

جبکہ فکر مند و دردمند حضرات نے مختلف انداز میں اس قسم کے سلسلے شروع کر دیے ہیں۔ بعض مسلم ممالک میں اسلامیات و دینیات کے مستقل ریڈیو ٹی وی چینل وغیرہ ہیں اور انٹرنیٹ کی اہمیت کی وجہ سے منظم طور پر اس کے استعمال اور اس سے کام لینے کی طرف توجہ کی جارہی ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جو عمومی وابتلائی صورت حال ہے ایک باخبر آدمی اس سے صرف نظر بھی نہیں کر سکتا۔

بخوبی معلوم ہے کہ ریڈیو ٹیپ کے عام ہونے پر ہند و پاک کے ممتاز علماء نے ان سے استفادہ کی اجازت دی بلکہ عملاً ان کو استعمال کیا اور کرایا، بلکہ اس موضوع سے متعلق مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ کا ایک معرکۃ الاراء رسالہ بھی موجود ہے۔ موجودہ ارباب افتاء میں مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (احسن الفتاوی ۸/۳۰۴) نے تو کچھ قیود کے ساتھ ٹی وی کے استعمال اور جواز کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

اکیڈمی نے یہ موضوع اسی پس منظر میں اختیار کیا اور شرکاء سیمینار نے صورت حال کے مطابق اس موضوع سے دلچسپی لی، چنانچہ اس موضوع کے سوالنامے کے جواب میں اکیڈمی کو مختصر و مفصل جو تحریریں موصول ہوئیں ان کی تعداد ۳۴ ہے۔

مقالہ نگاروں میں معروف نام حضرات ذیل کے ہیں: مفتی عزیز الرحمن بجنوری، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا محمد قاسم (سپول، بہار)، مولانا ارشاد احمد (گوریلی)، مفتی محبوب علی وجیہی (رامپور)، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی انور علی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا ظفر الاسلام (مئو)، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد زبیر احمد قاسمی (بہار)، مولانا سلطان احمد اصلاحی و مولانا عبد العظیم اصلاحی (علی گڑھ)، مولانا عطاء الرحمن مدنی (دہلی)، مولانا راشد حسین ندوی (رائے بریلی)۔

ان حضرات کی تحریروں کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ سارے حضرات سوالنامے میں پیش کردہ نکات پر متفق ہیں، اور سوالنامے میں چار شقوں پر مشتمل استفسار کے جواب پر بھی فی الجملہ متفق ہیں کہ ان ذرائع کو جب اسلام دشمن اور اخلاق دشمن پروگراموں میں استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کا توڑ اس طرح ممکن ہے کہ ان آلات کے ذریعہ صحیح بات سامنے لائی جائے تو احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اور حق کی حفاظت اور نشر و اشاعت کے لئے مقصد کے حصول میں معین و مفید صورتوں و پروگراموں کے ساتھ ان آلات کا استعمال نہ صرف جائز و مستحسن بلکہ فی الجملہ ضروری ہے۔

البتہ بعض حضرات نے ٹی وی، یا ٹی وی جیسی کسی شکل کے جواز سے مطلقاً انکار کیا ہے یا جواز کو مقید کیا ہے۔ اس بناء پر کہ جاندار کی تصویر کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اور ٹی وی میں تصویروں سے مفر نہیں، اور یہ تصویریں عام طور سے جانداروں کی ہوتی ہیں اس لئے اس کے جواز کا سوال پیدا نہیں ہوتا الا یہ کہ جاندار کی تصویروں سے احتراز کیا جائے، اور عورتوں سے کام لینے سے۔ یہ رائے حسب ذیل حضرات کی ہے: مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبد اللطیف پالنپوری، مولانا عبد القیوم پالنپوری، مولانا ارشاد احمد (گوریلی)، مولانا برہان الدین سنبھلی، مفتی انور علی صاحب نے بھی کچھ قید لگائی ہے۔

واضح ہو کہ مفصل مقالات میں تین حضرات کے مقالے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں: مولانا اختر امام عادل جنہوں نے تصویر کے احکام کی کافی تفصیل کی ہے، دوسرے مولانا ابرار خاں ندوی جنہوں نے بلاد عرب کے بعض معروف علماء اور جدید حوالوں سے کافی استفادہ کیا ہے، اور مولانا راشد حسین ندوی جنہوں نے تصویر کے حکم کی بحث کے ساتھ مالکیہ وغیرہ کے مذہب پر رخصت کی گفتگو کی ہے۔

ان حضرات کے پیش نظر جو چیز ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر سوال کا جو پس منظر ہے اس سے پوری واقفیت اور اس کی رعایت کے بعد احقر یہ سمجھتا ہے کہ یہ حضرات جیسے فی الجملہ ایسی ضرورت کے احساس پر اور گنجائش و جواز پر متفق ہیں اسی طرح یہ حضرات اس مقصد کے تحت جہاں ضرورت کا تقاضا ہے، تصویروں والے پروگرام کی بھی اجازت دیں گے۔

اس لئے کہ سوال کا پس منظر وہ ماحول ہے جو ٹی وی اور ان جیسی چیزوں میں بری طرح ملوث ہے، اور ٹی وی سے چونکہ خبر وغیرہ سب مقاصد پورے ہو ہی جاتے ہیں اس لئے ریڈیو سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، اور استعمال کرنے والے چاہیں یا نہ چاہیں بہر صورت پروگراموں میں ہر قسم کی چیزیں سامنے آتی رہتی ہیں جن سے استعمال کرنے والے کچھ نہ کچھ مستفید ہی ہوتے ہیں، اور مستقل و باقاعدہ جو پروگرام آتے ہیں ایسے لوگ ان کے باہر بھی اگر دلچسپی رکھتے ہیں تو اس کے واسطے سے اور اسی قسم کے کیسٹ وغیرہ سے خواہ ویڈیو کیسٹ ہو، یا سی ڈی وسافٹ ویئر وغیرہ، یہ لوگ صرف انہیں آلات واسباب کے ذریعہ دنیا کے حالات اور خبروں و مسائل اور قوموں و تحریکوں کے نظریات و افکار سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو کسی بھی دعوت و تحریک اور قول و فکر سے روشناس کرانے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ انہیں چیزوں کو اس کا ذریعہ بنایا جائے، باطل پرستوں نے ان ذرائع کی اہمیت و افادیت کو محسوس کرکے پہل کی اور فضا کو بے انتہاء مسموم کردیا۔

تو اب معصیت کا معصیت سے علاج، اور معصیت کا ارتکاب بنیت خیر بلکہ معاملہ فضا کی سمیت کو ختم کرنے اور کم کرنے کے لئے ایک مؤثر و قوی تدبیر کے اختیار کرنے کا ہے۔

جہاں تک سوال تصاویر کا ہے تو گفتگو ٹی وی وغیرہ کے عمومی جواز و استعمال کی نہیں بلکہ اس سے اخلاقی و مذہبی اور فکری و دعوتی نیز علمی پروگراموں کی ہے، جن میں تصاویر کی حیثیت ضمنی ہوتی ہے، ان کی طرف بسا اوقات توجہ بھی نہیں ہوتی، یا وہ خود مقصود نہیں ہوتیں اور نہ آدمی ان سے حظ اندوز ہوتا ہے۔

اور ثانیاً اس بابت بعض مقالہ نگار حضرات (راشد حسین ندوی) کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ ذی روح کی تصویر کی حرمت اگرچہ علماء محققین کے نزدیک متفق علیہ ہے، قدماء کے یہاں بھی اور اس عہد کے محتاط و با تحقیق علماء و ارباب افتاء کے نزدیک بھی، خواہ وہ برصغیر کے ہوں یا بلاد عرب کے، لیکن اس کے ساتھ قرون اولی سے یہ اختلاف معروف رہا ہے کہ ایک طبقہ نے صرف ان تصاویر کو حرام قرار دیا ہے جو بشکل مجسمہ وغیرہ ہوں نہ کہ بصورت نقش۔ کاغذ و کپڑے وغیرہ پر۔ تو جب ایک عظیم مقصد تک رسائی اور اس کا حصول اس انداز کی تدبیر پر موقوف ہے اور جبکہ اس میں مضمون مقصود ہوتا ہے، تصویر نہیں تو کیوں نہ ان حضرات کی رائے سے اس ابتلاء اور شدید ضرورت میں فائدہ اٹھایا جائے (جن حضرات کا یہ مذہب ہے ان میں مالکیہ بھی شامل ہیں، ملاحظہ ہو: الموسوعۃ الفقہیہ ج ۱۲، ص ۱۰۱ وغیرہ)۔

اس کی نظیر میں ان جزئیات کو مدنظر رکھا جائے جن میں جواز و عدم جواز کا حکم آدمی کے قصد و ارادے پر موقوف ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت سی جزئیات ملتی ہیں، جیسے عصری چیزوں میں تصویر کا کھنچوانا اور پاسپورٹ وغیرہ جیسی تصویری چیزوں کا رکھنا یا تصاویر پر مشتمل کتب و اخبارات وغیرہ کا خریدنا و دیکھنا ہے کہ مقصود جب اخبارات کا مضمون اور وہ ضرورت ہو جو تصویر

کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی ہو تو عدم جواز کا حکم نہیں ہوگا، ورنہ تصویر کھینچنے، رکھنے، کھنچانے اور تصویر کی چیزوں کے خریدنے سب سے منع کیا جائے گا۔

اور انٹرنیٹ وغیرہ جیسے وسائل کی بابت اکابر علماء ہند میں بالخصوص مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحب کی وہ تحقیقات ہمارے لئے چشم کشا ہیں جو ان کے فتاوی و تحریرات میں ریڈیو، فونوگراف اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ سے متعلق آئی ہیں، استعمال تو ریڈیو ٹیپ کا بھی غلط خوب ہوتا ہے مگر اس کی اصل وضع کی ہی رعایت کی گئی ہے، اور احقر سمجھتا ہے کہ انٹرنیٹ کو انہیں دونوں چیزوں سے مناسبت ہے کہ جیسے ان دونوں کی اصل وضع لہو ولعب کے لئے نہیں ہے، اسی طرح اس کا معاملہ ہے۔

البتہ ٹی وی کو فونوگراف کی مانند قرار دیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ اصل کے اعتبار سے یہ دونوں بھی مفید آلات ہیں بلکہ ٹی وی کی افادیت (تصویر سے قطع نظر) بہت زیادہ ہے۔ مگر کثرت استعمال نے جیسے فونوگراف کو آلۂ لہو ولعب بنا دیا اسی طرح ٹی وی کا عمومی معاملہ ایسا ہی ہے۔ اس کے باوجود فونوگراف میں محفوظ چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان حضرات نے فرمایا ہے کہ اصلاً حکم محفوظ چیز کے پیش نظر اور اس کے استعمال کے جذبہ کے مطابق ہوگا۔ لہو ولعب کے طور پر اس میں محفوظ اچھے مضمون کا استعمال بھی جواز کو متاثر کرے گا، اس تفصیل کے پیش نظر احقر یہ سمجھتا ہے کہ ابتدائی سطور میں جو تفصیل و تمہید آئی ہے اور اس بحث کا جو مقصد ہے اس کے مدنظر تبلیغی و دعوتی جدوجہد اور علمی و فکری تحقیقات سے روشناس کرانے کے لئے ٹی وی اور اس جیسی چیز کا استعمال بربناء ضرورت اور دفع مضرت کی غرض سے بالخصوص اس میں مبتلا ماحول و معاشرہ اور ملک و افراد کے لئے درست ہے (باوجودیکہ بالخصوص ٹی وی کی مضرتوں اور قباحتوں سے انکار نہیں ہے)۔

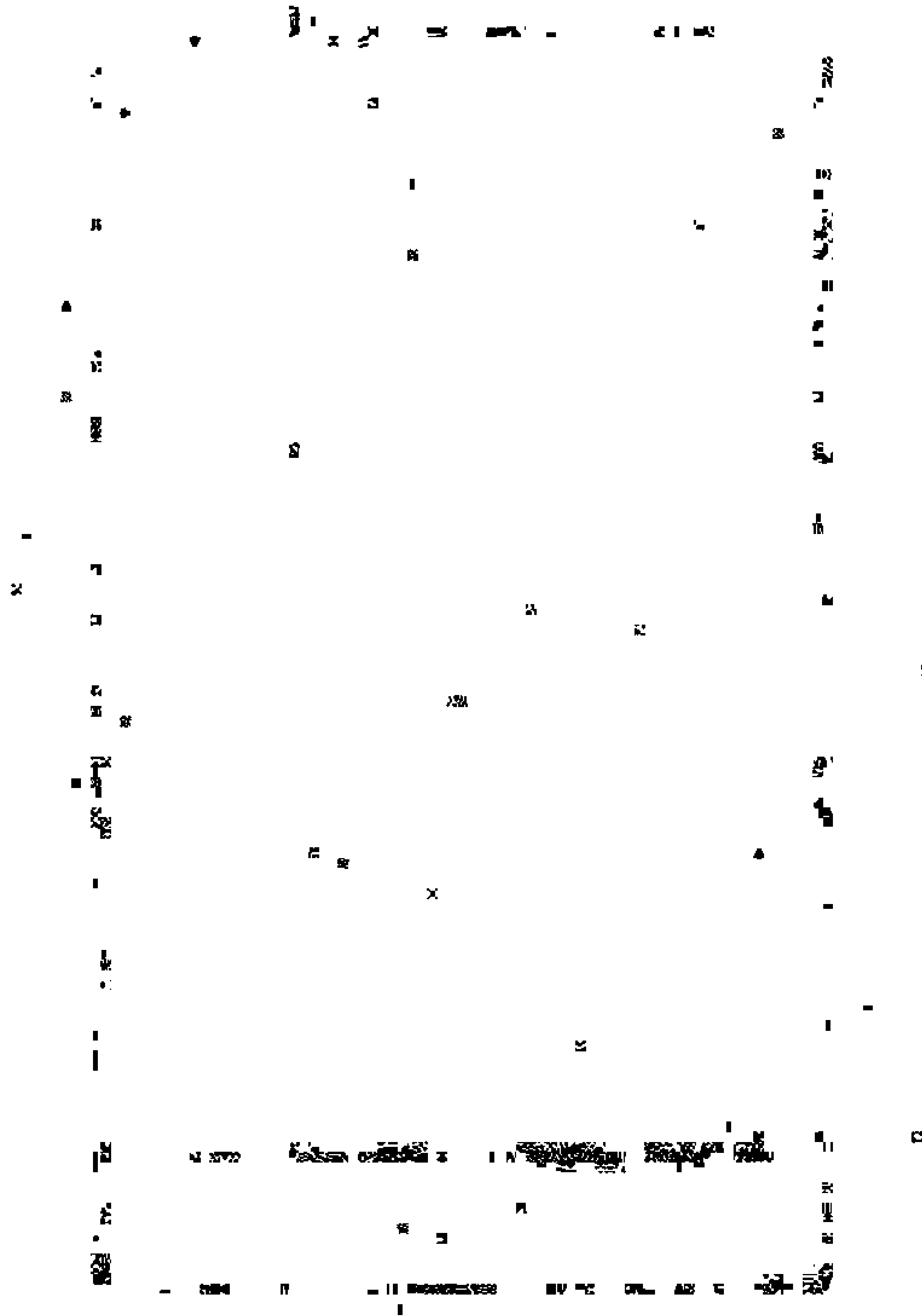
لہٰذا مسلمانوں کے لئے اپنے مخصوص ریڈیو اسٹیشن، ٹی وی چینل، انٹرنیٹ سسٹم اور مختلف قسم کے کیسٹ جو مذکورہ مقصد کو پورا کر سکیں، ان سب کا اپنانا اور ان کا نظام بنانا اس وقت جواز سے آگے بڑھ کر ایک ضرورت کے درجہ میں ہے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم۔

(حضرت تھانویؒ اور مفتی شفیع صاحبؒ کی تحقیقات و آراء کے لئے ملاحظہ ہو: آلات جدیدہ کے شرعی احکام اور امداد الفتاوی جلد چہارم)۔

احقر اپنی عرض کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ کے چشم کشا و بصیرت افروز ارشاد پر ختم کرتا ہے:

اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے تو وہاں بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جائے جیسے مروجہ میلاد شریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانے سے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات سن تو لیتے ہیں، تو اچھا ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے (انفاس عیسی ص ۳۶۸)۔

مفصل مقالات



دعوتی وتبلیغی مقاصد کے لئے الیکٹرانک ذرائع ابلاغ کا استعمال

مولانا راشد حسین ندوی
مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی

۱- اسلام میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت:

سوال کا تعلق چونکہ ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیدی طور پر مختصراً خود اسلام میں دعوت وتبلیغ کے فریضہ کی اہمیت کے بارے میں کچھ عرض کردیا جائے تاکہ اصل سوالات کا جواب دینا آسان ہوجائے۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو امت داعیہ کے طور پر مبعوث فرمایا ہے، دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کا جو کام پہلے انبیاء کے ذریعہ انجام پاتا تھا، نبی آخر الزماں ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد وہ کام خود امت مسلمہ اور خاص طور سے علماء کے کندھوں پر ڈال دیا گیا، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" (سورہ آل عمران: ۱۱۰) (تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں، حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (سورہ آل عمران: ۱۰۴)

(اور چاہئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا)۔

اور مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:

"والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (سورہ توبہ: ۷۱)

(اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے)۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن أبي سعيد قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من رأى منكم منكرا فإن استطاع أن يغيره بيده فليفعل وقال مرةً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان" (مسلم شریف ا/۵۱، مسند امام احمد ابن حنبل ۳/۱۰، واللفظ لہ) (حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھئے تو اگر اسے ہاتھ سے بدل سکتا ہو تو بدل دے (راوی نے ایک مرتبہ کہا) تو اسے ہاتھ سے بدل دے، اور استطاعت نہ ہو تو زبان سے (بدل دے) اور اگر استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے)، اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وعن ابی بکر الصدیق قال: یا أیها الناس إنکم تقرء ون هذه الآیة: یا أیها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل إذا اهتدیتم" وإني سمعت رسول الله ﷺ یقول: إن الناس إذا رأوا منکرا فلم یغیروه یوشک أن یعمهم الله بعقاب" (رواه ابن ماجه والترمذی وصححه (مشکوۃ ۲/۴۳۶، نیز دیکھئے: ترمذی، کتاب التفسیر (ومن المائدہ) ۲/۱۳۶) (حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے، فرمایا: لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: "یا أیها الذین" الایۃ (اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کی، تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جبکہ تم ہوئے راہ پر) اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کوئی برائی دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو ہوسکتا ہے کہ اللہ ان پر عذاب کو عام کردے)۔

یہ صرف چند آیات اور احادیث ہیں، ورنہ کتاب وسنت کے طالب علم کو اس معنی پر دلالت کرنے والی بے شمار آیات اور احادیث نظر آتی ہیں، اسی وجہ سے علماء لکھتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرائض کفایہ میں سے ہے، صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

"إن العلماء اتفقوا علی أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر من فروض الکفایة" (روح المعانی ۴/۲۱) (اس پر علماء متفق ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرائض کفایہ میں سے ہے)۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا طریقہ اور اس کے ذرائع:

کتاب وسنت، نبی کریم ودوسرے انبیاء کرام، نیز صحابہ، تابعین اور اسلاف کے طریقہ دعوت وتبلیغ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لئے کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا گیا، البتہ اس کے لئے کچھ اصولی باتیں ضرور سمجھائی گئیں کہ داعی کو ہمیشہ حکمت وموعظت کا پہلو پیش نظر رکھنا چاہئے، اور دعوت دینے میں الا ہم فالا ہم کی ترتیب ملحوظ رکھنی چاہئے، نیز بات مخاطب کی فہم اور مستوی کے مطابق ہی بات پیش کرنی چاہئے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن" (سورہ نحل:۱۲۵)
(آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایئے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کیجئے پسندیدہ طریقے سے)۔

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی:

"عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ لمعاذ بن جبل حین بعثه إلی الیمن: انک ستأتی قوماً من أھل الکتاب فاذا جئتھم فادعھم الی أن یشھدوا أن لا إلٰه إلا اللہ وأن محمدا رسول اللہ فإن ھم أطاعوا لک بذلک فاخبرھم أن اللہ قد فرض علیکم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة....." (بخاری کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن قبل حجة الوداع ۲/ ۶۲۳) (حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ ابن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جارہے ہو، لہذا جب ان کے پاس جاؤ تو ان کو اس بات کی دعوت دو کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، تو اگر وہ اس پر تمہاری اطاعت کرلیں تو انہیں بتاؤ کہ ہر دن رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض ہیں.....)۔

پھر ترتیب وار دوسری چیزوں کا بھی ذکر فرمایا۔

اور حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت یہ نصیحت بھی فرمائی:

"یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا" (ایضاً ص ۶۲۲) (آسانی کرنا سختی نہ کرنا، خوشخبری دینا نفرت نہ دلانا)۔

اور آپ ﷺ نے دعوت وتبلیغ میں مختلف طریقے اختیار کئے، کوہ صفا پر چڑھ کر دعوت دی، طائف کا سفر فرمایا، کفار کی مجالس میں شرکت کی، دعاۃ بھیجے، بادشاہوں کو خطوط روانہ فرمائے، الغرض اس زمانہ کے ہر جائز ممکن طریقہ کو اختیار فرمایا، اور ہمارے علماء نے بھی ہر دور میں تقریر وتحریر جیسے جائز وسائل کو اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے استعمال فرمایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا طریقہ ہو جس کے ذریعہ ہم بطریق احسن اس فرض سے سبکدوش ہوسکتے ہوں، اور وہ طریقہ بذات خود ممنوع نہ ہو تو اس طریقہ سے کار دعوت انجام دینے میں ذرہ برابر بھی حرج نہ ہوگا، بلکہ اگر کہیں صورت حال ایسی بن گئی ہو کہ دوسرے اسلوبوں اور طریقوں کے بہ نسبت اس کی طرف لوگ زیادہ متوجہ ہوتے ہوں تو اس کا استعمال مندوب ومستحسن ہوگا۔

ریڈیو اسٹیشن کا قیام:

راقم کے نزدیک موجودہ زمانہ میں ریڈیو اسٹیشن کی یہی حیثیت ہے، وہ صرف ایک مشین اور نشر واعلام کا آلہ ہے، جس کا استعمال برائی کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور بھلائی کے لئے بھی، جو چیزیں باہر حرام ہیں (جیسے ناچ گانا اور دوسری

فواحش) ان کا اس میں پیش کرنا بھی حرام ہوگا، اور اگر اس کے ذریعہ اسلامی دعوت، اسلاف کی سیرت، انبیاء کی مبارک زندگی، اسلام کی حقانیت وغیرہ پر مشتمل دینی پروگرام پیش کئے جائیں اور اس کے ذریعہ دلوں کو ایمانی حرارت سے لبریز کرنے، اسلاف کی اقتداء کا صور پھونکنے، ملی غیرت بیدار کرنے، اور صالح و مثبت فکر کی تعمیر کرنے، نیز نوجوانان اسلام کے اندر اسلامی بیداری پیدا کرنے اور باطل تحریکات، اسلام مخالف فتنوں اور سرگرمیوں سے مطلع کر کے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، تو ان شاء اللہ نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا بلکہ ایسے پروگرام کا پیش کرنا اور سننا نیز ایسے مقاصد کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا مستحب اور مستحسن امر ہوگا۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے نیک مقاصد کے لئے لہو کے خالص آلات تک استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ صاحب "الدر المختار" لکھتے ہیں:

"ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر، فلو للتنبیہ فلا بأس بہ" (محرمات ہی میں سے تفاخر کے طور پر نوبت (ڈھول) بجانا بھی ہے، اور اگر متنبہ کرنے کے لئے ہو تو کوئی حرج نہیں ہوگا)۔

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

"وھذا یفید أن آلۃ اللھو لیست محرمۃ لعینھا بل لقصد اللھو منھا اما من سامعھا أو من المشتغل بھا وبہ تشعر الاضافۃ ألاتری إن ضرب تلک الآلۃ بعینھا حلّ تارۃ وحرم اخری باختلاف النیۃ بسماعھا والامور بمقاصدھا" (الدر المختار ورد المحتار ۵/ ۲۲۲، کتاب الحظر والاباحۃ، قبیل فصل فی اللبس) (یہ تفصیل اس بات کا فائدہ دے رہی ہے کہ آلہ لہو حرام لعینہ نہیں ہے بلکہ اس سے لہو کے قصد سے (حرام ہے) یا اس کے سامع کی جانب سے یا اس سے اشتغال رکھنے والے کی جانب سے، اور اضافت اسی کا احساس دلا رہی ہے، دیکھتے نہیں کہ خود اسی آلے کا بجانا اس کے سامع کی نیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے کبھی حلال ہے اور کبھی حرام، اور امور کا مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے)۔

علامہ ابن نجیم نے "الاشباہ والنظائر" میں قاعدہ "الأمور بمقاصدھا" کے تحت بہت سی فروعات کا ذکر کیا ہے، جن کا حکم نیت سے بدل جاتا ہے، یعنی نیت اچھی ہو تو وہ جائز ہوتی ہیں خراب ہو تو ناجائز، مثلاً لکھتے ہیں:

"وذکر قاضی خان فی فتاواہ ان بیع العصیر ممن یتخذہ خمرا إن قصد بہ التجارۃ فلا یحرم وإن قصد بہ لأجل التخمر حرم" (الاشباہ مع شرح الحموی ۱/ ۹۷) (قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرہ بیچنا جو اسے شراب بنالے گا، اگر تجارت کی نیت ہو تو حرام نہیں ہوگا، اور اگر شراب بنانے کے لئے بیچا تو حرام ہوگا)۔

اور گراموفون کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں:

"احکام کبھی شئی کی ذات پر نظر کر کے مرتب ہوتے ہیں، اور کبھی عوارض پر نظر کر کے، اور ان دونوں قسم کے احکام کبھی مختلف بھی ہو جاتے ہیں، پس اگر اس آلہ من حیث الآلہ کی ذات پر نظر کی جائے تو حقیقت اس کی باجہ نہیں، چنانچہ ضرب یا قرع یا غمز سے نہیں بجتا، اور نہ اس میں کوئی خاص صوت ہے، بلکہ یہ حکایت ہے اصوات کی، جیسے گنبد میں صدا، یعنی آواز بازگشت کی پیدا ہو جاتی ہے اس کو کوئی باجہ نہیں کہتا، پس وہ صوت میں تابع ہوگی صوت محکی عنہ کے، اگر صوت معازف و مزامیر کی ہے، اس کے حکم میں ہے، اگر وہ مشروع ہے یہ بھی مشروع، اگر وہ غیر مشروع ہے یہ بھی غیر مشروع" (امداد الفتاوی ۲۴۶/۴)۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ سوال میں مندرج مقاصد کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا، بشرطیکہ پوری سختی کے ساتھ کسی ممنوع کے ارتکاب سے احتراز کیا جائے، اس لئے کہ جب نیک مقاصد کے تحت بعض آلات لہو جائز قرار دیے گئے، اور گراموفون جیسی چیز جائز قرار دی گئی جس کا زیادہ تر استعمال لہو کے لئے ہی ہوتا تھا تو ریڈیو کا استعمال کرنا اور اس کا اسٹیشن قائم کرنا تو بدرجہ اولی جائز ہوگا، اس لئے کہ نہ تو وہ آلہ لہو ہے نہ ہی اب اس کا اکثری استعمال لہو کے لئے ہوتا ہے۔

اس لئے احقر کی رائے ہے کہ سوال میں درج مقاصد کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہوگا، بلکہ یہ فعل مستحسن اور مستحب ہوگا، اور اگر کوئی ایسا علاقہ فرض کر لیا جائے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام اس کے قیام کے بغیر ممکن نہ ہو تو دعوت کے وجوب کفایہ ہونے کے پیش نظر اس کا قائم کرنا واجب کفائی ہوگا۔

اخیر میں ہم ریڈیو سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا عبد الرحیم صاحب لاجپوری کا ایک فتوی نقل کرتے ہیں، جس سے اس موضوع میں ہماری رہنمائی ہوتی ہے:

"ریڈیو خبریں اور تقاریر سننے کے لئے وضع ہوا ہے، لیکن اب زیادہ تر گانے، بجانے اور لہو و لعب میں استعمال ہونے لگا ہے، اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو خبریں، تقریریں اور بیانات وغیرہ جائز چیزوں کے سننے میں اس کا استعمال کرتے ہیں، لہذا اس کو آلات لہو و طرب میں داخل نہیں کیا جائے گا، ناجائز طریقہ پر استعمال کرنے کا جرم ان پر عائد ہوگا جو اس کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہیں، لہذا اس کا بنانا فروخت کرنا، جائز طریقہ سے استعمال کی نیت سے خریدنا اور اس کی مرمت کرنا وملازمت کرنا فی نفسہ مباح ہے، مگر تقوی اور احتیاط بچنے میں ہے" (فتاوی رحیمیہ ۲۶۹/۶)۔

۲- دعوتی مقاصد کے تحت ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کرنا:

ٹی وی اور ریڈیو میں کئی چیزوں میں مماثلت ہے، لیکن دونوں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ ریڈیو کے پروگرام بغیر تصویر کے ہوتے ہیں اور ٹی وی میں تصویر بھی آتی ہے، لہذا ریڈیو اسٹیشن کے قیام کے متعلق بحث کر لینے کے بعد اس سوال

کا جواب دینے کے لئے صرف اتنا کافی ہوگا کہ اس پر آنے والی تصاویر کا حکم بیان کر دیا جائے۔

تصویر کا حکم:

جہاں تک تعلق ہے ذی روح کی مطلق تصویر کا تو اس کو بنانے اور رکھنے کی ممانعت پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً ارشاد ہے:

"إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون" (مسلم کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم صورۃ الانسان ۲۰۱/۲) (قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں مصور ہوں گے)۔

نیز ارشاد ہے:

"كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفس فتعذبه في جهنم" (ایضاً ص ۲۰۲) (ہر مصور جہنم میں ہوگا، اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک جان پیدا کر دی جائے گی، اور وہ اس کو جہنم میں عذاب دے گی)۔

نیز ارشاد ہے:

"لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة" (ایضاً ص ۲۰۰) (فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو)۔

انہیں جیسی احادیث کی بنیاد پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا اور رکھنا حرام ہے، چاہے وہ سایہ دار ہو یا مسطح ہو۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"وهذه الأحاديث صريحة في تحريم تصوير الحيوان وانه غليظ التحريم ..... وهذا مذهب العلماء كافة" (شرح نووی لمسلم ۲۰۱/۲، ۲۰۲) (یہ حدیثیں حیوان کی تصویر بنانے کی حرمت اور اس کی شدت کے سلسلہ میں صریح ہیں، ..... یہ تمام علماء کا مسلک ہے)۔

البتہ "الموسوعۃ الفقہیہ" میں امام مالک کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حرمت صرف ان ذی روح تصاویر سے متعلق ہے جو ذی جسم یا سایہ دار ہوں، مسطح تصویر حرام نہیں ہوگی:

"القول الثاني وهو مذهب المالكية وبعض السلف ووافقهم ابن حمدان من الحنابلة انه لا يحرم من التصاوير إلا ما جمع الشروط الآتية: الشرط الأول: أن تكون صورة الانسان أو الحيوان مما له ظل، اى تكون تمثالا مجسدا، فان كانت مسطحة لم يحرم عملها، وذلک کاالمنقوش في

جدار او ورق أو قماش بل يكون مكروها" (اصلاح تصویر ف ۲۲، ۱۲/ ۱۰۱) (دوسرا قول جو کہ مالکیہ اور بعض سلف کا مسلک ہے اور حنابلہ میں سے ابن حمدان نے ان کی موافقت کی ہے یہ ہے کہ وہی تصاویر حرام ہوں گی جن میں مندرجہ ذیل شرطیں اکٹھا ہوں: پہلی شرط یہ ہے کہ انسان یا حیوان کی تصویر سایہ والی ہو، یعنی جسم رکھنے والا مجسمہ ہو، چنانچہ اگر مسطح ہو تو اس کا بنانا حرام نہیں ہوگا، جیسے وہ تصویر جو دیوار، ورق یا کسی سامان پر منقوش ہو، بلکہ مکروہ ہوگا)۔

غالباً اسی قول کو بعض علماء عرب نے بھی اختیار کرلیا ہے، چنانچہ سید سابق اپنی کتاب "فقہ السنہ" میں لکھتے ہیں:

"كل ما سبق ذكره خاص بالصور المجسمة التي لها ظل، أما الصور التي لا ظل لها كالنقوش في الحوائط وعلى الورق، والصور التي توجد في الملابس والستور والصور الفوتوغرافية فهذه كلها جائزة" (۲/ ۵۸ طبع شرکۃ دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ) (جن کا ذکر ہوا ہے یہ سب ان جسم والی تصویروں کے ساتھ مخصوص ہے جن کے سایہ ہوتا ہے، رہیں وہ تصاویر جن کے سایہ نہیں ہوتا جیسے دیوار اور ورق پر نقش تصویر، اور وہ تصویریں جو ملبوسات اور پردوں میں پائی جاتی ہیں اور فوٹوگراف کی تصویریں تو یہ سب جائز ہیں)۔

اور علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"اما تصوير اللوحات وتصوير الفوتوغرافي فقد قدمنا أن الأقرب إلى روح الشريعة فيهما هو الإباحة او على الأكثر الكراهة، وهذا مالم يشتمل موضوع الصورة نفسها على محرم في الإسلام" (الحلال والحرام فی الاسلام، ص ۱۱۳) (جہاں تک تعلق ہے تختہ کی تصویر کا، اور فوٹوگرافی کی تصویر کا تو ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں کہ ان میں روح شریعت سے اقرب اباحت کا ہونا ہے، یا زیادہ سے زیادہ کراہت ہے، اور یہ اس وقت تک ہے جب خود تصویر کا موضوع ہی اسلام میں حرام کردہ کسی چیز پر مشتمل نہ ہو)۔

جہاں تک مالکیہ علماء کے علاوہ جمہور علماء کا تعلق ہے، تو انہوں نے حرمت مجسمہ اور غیر مجسمہ میں عام رکھی ہے، البتہ مختلف دلائل کی بنیاد پر چند چیزوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا ہے، چنانچہ احناف کے نزدیک مستثنیات بقول صاحب "الدرالمختار" مندرجہ ذیل ہیں:

"ولا يكره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة (قال) أو على خاتمه بنقش غير مستبين (قال) او كانت صغيرة لا تبين تفاصيل اعضائها للناظر قائما وهي على الأرض او مقطوعة الرأس او الوجه أو ممحوة عضو لاتعيش بدونه او لغير ذی روح لا يكره" (الدر المختار علی ہامش رد المحتار، ۱/ ۷۹-۸۰، مطبوعہ مکتبہ فیض القرآن دیوبند) (اور تصویر اگر اس کے پیروں کے نیچے یا محل جلوس میں ہو تو مکروہ نہیں ہوگی، اس لئے کہ وہ قابل تحقیر ہے (فرمایا) یا غیر واضح نقش کے ساتھ اس کی انگوٹھی پر ہو (فرمایا) یا اتنی چھوٹی ہو کہ اس کے اعضاء کی تفصیل جب وہ

زمین میں ہو کھڑے ہو کر اس کی طرف دیکھنے والے پر ظاہر نہ ہو یا اس کا سر یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، یا غیر ذی روح کی ہو تو مکروہ نہیں ہے)۔

لیکن یہ استثناء صرف اس طرح کی تصاویر کے رکھنے اور استعمال کرنے میں ہے، رہا ان کا بنانا تو اس میں ان تصاویر کا بھی استثناء نہیں ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"هذا كله في اقتناء الصور، واما فعل التصاوير فهو غير جائز مطلقا لانه مضاهاة لخلق الله تعالى" (ردالمحتار ۱/۴۸۰، مطبوعہ فیض القرآن) (یہ تمام تفصیلات تصویروں کے رکھنے سے متعلق ہے، رہا تصاویر کا بنانا تو وہ مطلقاً ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ اللہ کی صفت خلق سے مضاہاۃ (مشابہت کرنا) ہے)۔

کیمرہ کی تصویر کا حکم:

اوپر گزر چکا ہے کہ علماء عرب نے مالکیہ کا قول اختیار کرتے ہوئے تمام غیر مجسمہ تصاویر (بشمول کیمرہ کی تصویر کے) تصویر کو جائز قرار دیا ہے، لیکن علماء ہند جمہور ہی کے مسلک پر کاربند ہیں، اسی لئے انہوں نے کیمرہ کے فوٹو کو بھی تصویر کی عام حرمت میں شامل رکھا ہے، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ "کشف السجاف" (مندرجہ جواہر الفقہ ۳/۱۸۵، ۲۴۷) میں تفصیل سے اس کو ثابت کیا ہے، اور اس پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

"تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ناجائز ہے، خواہ دستی ہو یا عکسی، دونوں تصویریں ہیں اور تصویر کا حکم رکھتی ہیں" (کفایت المفتی ۹/۲۳۴)۔

لیکن علماء نے پاسپورٹ، لائسنس اور شناختی کارڈ جیسی ضروریات کے لئے فوٹو کھنچوانے کی اجازت دی ہے، مثلاً کفایت المفتی کا ایک سوال جواب ملاحظہ ہو:

سوال: ۱- تجارت کرنے کی غرض سے یا کوئی علم حاصل کرنے کی غرض سے سمندر پار کسی غیر ملک مثلاً جرمنی، مصر یا ولایت میں جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲- اگر غیر ممالک میں جانا درست ہو تو وہاں جانے کے لئے پاسپورٹ بھی لینا پڑتا ہے جس کے لئے اپنی تصویر کھنچوانی پڑتی ہے کیا وہ تصویر کھنچوانی جائز ہے؟

جواب: ۱- جائز ہے، ۲- اگر سفر ضروری ہو تو تصویر کھنچوانی بھی مباح ہوگی ورنہ نہیں (ایضاً ۹/۲۴۵)۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں ہے:

"قلم سے یا کسی دوسرے طریقے سے تصویر بنانا یا بنوانا ہرگز جائز نہیں، لیکن سخت ضرورت یا قانونی مجبوری کے وقت جائز ہوگا، کیونکہ شریعت کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے: "الضرورات تبیح المحظورات" (کفایت المفتی ۹، ۲۴۴)۔

لائسنس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "کسب معاش کی ضرورت اور مجبوری سے فوٹو کھنچوانا مباح ہے......" (ایضاً: ۲۴۳)۔

اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

"ضرورت مثلاً پاسپورٹ، شناختی کارڈ، بس وریلوے پاس، مجرموں کی شناخت کے لئے تصویروں کی حفاظت یا کسی بڑی قومی مصلحت کے تحت تصویر کشی جائز ہوگی کہ دشواریوں کی وجہ سے احکام شرع میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے "المشقة تجلب التيسير" (حلال وحرام ص ۲۲۹)۔

ٹی وی میں آنے والی تصاویر کا حکم:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: اہل علم کے درمیان ابھی یہ موضوع زیر بحث ہے کہ ٹی وی کی حیثیت تصویر کی ہے یا عکس کی، اور وہ فی نفسہ جائز ہے یا ناجائز (حلال وحرام ۲۱۹)۔

احقر کو ٹی وی پر آنے والی تصاویر کو عکس قرار دینے والے علماء کے دلائل دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا، لیکن غور کرنے سے یہ بات ضرور سامنے آئی کہ اگر وہ حضرات اس کی تصویر کو آئینہ پر قیاس کرتے ہوں، کہ جیسے آدمی جب آئینہ کے سامنے آتا ہے تو اس کا عکس آئینہ پر پڑ جاتا ہے، اور آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو عکس بھی زائل ہو جاتا ہے، اسی طرح آدمی جب مشین کے سامنے آتا ہے تو اس کا عکس تمام ٹی وی سیٹوں پر آ جاتا ہے، اور مشین کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو اس کا عکس بھی زائل ہو جاتا ہے۔

تو اس میں اول تو یہی بات محل نظر ہے کہ مشین شخص کا عکس ڈائرکٹ تمام ٹی وی سیٹوں کی طرف ریلے کر دیتی ہے یا پہلے کیمرہ فوٹو کھینچتا ہے پھر کیمرہ کی ریل مشین میں جاتی ہے اور اس کے بعد اس ریل کا عکس مشین تمام سیٹوں کی طرف ارسال کر دیتی ہے۔

اگر پہلی شکل ہوتی بھی ہو تو یہ کلی نہیں ہوگی، اس لئے کہ بہت سے پروگرام پہلے ہی ترتیب دے لئے جاتے ہیں، اور تصاویر کی ریل بھی تیار کر لی جاتی ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ جن پروگراموں کو ڈائرکٹ نشر کیا جاتا ہے ان میں بھی پہلے کیمرہ فوٹو لیتا ہے، اور فوٹو کی ریل مشین کے ذریعہ نشر کر دی جاتی ہے، اس لئے کہ جن پروگراموں کو براہ راست نشر کیا جاتا ہے ان میں سے بعض مثلاً کھیلوں کے نشر کرتے وقت کبھی کبھی خاص مقصد کے تحت پہلے دکھائے ہوئے پروگرام کو سست رفتار سے دوبارہ بھی

دکھایا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ پروگرام اصلاً ریل کے واسطہ سے دکھایا جارہا تھا۔

بہر حال اس امر کا فیصلہ تو ماہرین ہی کریں گے کہ ٹی وی میں دکھائے جانے والے پروگرام عکس کی حیثیت رکھتے ہیں یا دراصل اس میں فوٹو کا فوٹو دکھایا جاتا ہے، اگر پہلی صورت فرض کرلی جائے تب تو ٹی وی میں پروگرام پیش کرنے اور دیکھنے میں وہی تفصیل ہوگی جو ریڈیو کے سلسلہ میں پہلے گزر چکی ہے، یعنی اس کی حرمت وحلت کا مدار خود پروگرام کی نوعیت پر ہوگا، اس لئے کہ شکل اول تسلیم کرلینے پر ٹی وی میں نظر آنے والا فوٹو تصویر نہیں بلکہ آئینہ، پانی اور تیل وغیرہ پر نظر آنے والے عکس کی طرح ہوگا۔

اور دوسری شکل فرض کرنے پر اس کی حیثیت قریب قریب " صور الخیال "(خیال کی تصویر) جیسی ہوگی جس کا تعارف "موسوعہ فقہیہ" میں اس طرح کرایا گیا ہے:

"فانهم كانوا يقطعون من الورق صورا للأشخاص ثم يمسكونها بعصي صغيرة ويحركونها أمام السراج فتنطبع ظلالها على شاشة بيضاء يقف خلفها المتفرجون فيرون ما هو في الحقيقة صورة الصورة"(الموسوعۃ الفقہیہ (تصویر، فقرہ ۲) ۱۲/ ۹۳)۔

(اس لئے کہ وہ ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے، پھر اس کو چھوٹے ڈنڈے کے ذریعہ روک لیتے تھے اور چراغ کے سامنے اس کو حرکت دیتے تھے، تو اس کا سایہ سفید پردہ پر ڈھل جاتا تھا جس کے پیچھے تماشائی کھڑے ہوتے تھے اور وہ چیز دیکھتے تھے جو درحقیقت تصویر کی تصویر تھی)۔

احقر کے فہم ناقص میں سینما یا ٹیلی ویژن کی تصاویر بھی اسی طرح دکھائی جاتی ہیں، فرق یہ ہے کہ صور الخیال میں انداز بالکل سادہ تھا اور آج جدید ترین الیکٹرانک مشینوں کے ذریعہ یہ ممکن ہوگیا ہے کہ پہلے جس کو صرف ایک پردہ پر دکھایا جاتا تھا وہ آج بیک وقت لاکھوں پردوں پر شعاعوں کے ذریعہ منتقل کردیا جاتا ہے، اسی لئے صور خیال کی طرح ہی ٹی وی کی تصویر بھی ناجائز ہونی چاہئے۔

صور خیال کے متعلق علامہ شامی فرماتے ہیں:

"كمثل صور الخيال التي يلعب بها، لأنها تبقى معه صورة تامة"(ردالمحتار ۱/ ۴۸۰، مکتبہ فیض القرآن)

(جیسے خیال کی وہ تصویریں جن سے کھیلا جاتا ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے (لہٰذا ناجائز ہے))۔

اور اس دوسری شکل کے تسلیم کرلینے کے بعد اس کا معاملہ سینما جیسا ہوجاتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ علماء نے سینما پر قلم اٹھاتے وقت اس کی تصویروں کو بھی حرمت کا ایک سبب قرار دیا ہے (دیکھئے: امداد الفتاوی ۴/ ۲۵۷، نیز جواہر الفقہ ۵/ ۳۸۱)۔

لیکن احقر کے نزدیک سوال میں درج کردہ مقاصد کے تحت ٹی وی مرکز قائم کرنے اور اس کے رکھنے اور دیکھنے کی تین وجوں سے گنجائش ہو سکتی ہے:

۱-ایک تو یہ کہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکیدات کے پیش نظر تصویر کے متعلق امام مالک کا مسلک اختیار کرلیا جائے، اس لئے کہ جیسا کہ گذر چکا ہے دعوت وتبلیغ امت اسلامیہ پر فرض کفایہ ہے، اور جن علاقوں کی سوال میں بات کی گئی ہے وہاں اتنی مصروف زندگی ہوتی ہے کہ لوگوں کو بات کرنے یا سننے کی بھی فرصت نہیں مل پاتی جس کی وجہ سے اس فرض کی ادائگی میں دشواری ہوتی ہے، نیز وہاں پر ٹی وی وغیرہ کا چلن عام ہونے کے سبب اس کو اہمیت بھی دی جاتی ہوگی، عام انداز میں بات پیش کرنے سے نسبۃً کم فائدہ ہوتا ہوگا، اس لئے جہاں بہت سے مواقع پر قاعدہ "المشقة تجلب التيسير" کے تحت امام مالک کا مسلک اختیار کیا گیا، یہاں پر بھی "الحرج مدفوع شرعاً" کے پیش نظر مالکیہ کا مسلک اختیار کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

۲-اوپر گزر چکا ہے کہ پاسپورٹ جیسے مقاصد کے تحت "الضرورات تبيح المحظورات" اور "المشقة تجلب التيسير" جیسے قواعد فقہیہ کو بنیاد بنا کر ان علماء نے بھی فوٹو کھینچوانے کی اجازت دی ہے جو فوٹو کے مطلقاً حرام ہونے کے قائل ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ انسان کی ضرورت یا حاجت ہی کے پیش نظر ہے، اور یہ بات مسلمہ ہے کہ انسان کی ضرورت جس طرح جان ومال سے متعلق ہے، اسی طرح دین سے متعلق ہے، چنانچہ عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

"الأمور الضرورية للناس ترجع إلى خمسة أشياء: الدين والنفس والعقل والعرض والمال" (علم اصول الفقہ ص ۲۰۰)۔

(لوگوں کے ضروری امور پانچ چیزوں کی طرف راجع ہیں: دین، جان، عقل، آبرو، اور مال)۔

لہذا جس طرح جان ومال کی حاجت سے فوٹو کی اجازت دی گئی ہے، دین کی حفاظت کے لئے بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے، اس لئے کہ مفسدہ اس کی اجازت دینے میں بھی ہے کہ ایک حرام کا ارتکاب لازم آئے گا، اور اس کی ممانعت میں بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بہت بڑا طبقہ دینی دعوت سے محروم ہو جائے گا، لہذا اہون البلیتین کو اختیار کرتے ہوئے جواز کو ترجیح دی جاسکتی ہے، اس لئے کہ عدم جواز کی وجہ سے پیدا ہونے والا مفسدہ زیادہ عام اور زیادہ باعث ضرر ہے کہ اس کی وجہ سے ایک بڑے طبقہ کے دین حنیف سے محروم رہ جانے اور بہت سے علاقوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ غصب ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اور اشباہ میں فرماتے ہیں:

"إذا تعارضت مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما" (الاشباہ والنظائر للسیوطی مع شرح الحموی ۱/۲۸۶)۔

(جب دو مفاسد میں تعارض ہو جائے تو دونوں میں اخف کا ارتکاب کر کے ضرر میں زیادہ بڑے مفسدہ کی رعایت کی جائے گی)۔

اور یہاں پر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا زیادہ مفسدہ عدم جواز کا حکم لگانے میں ہے، اس لئے کہ جواز کا حکم لگانے میں جو مفسدہ ہو سکتا تھا، وہ امام مالکؒ کے اختلاف کے پیش نظر اس کے مجتہد فیہ ہو جانے، نیز بہت سے علماء عرب کی جانب سے تائید پالینے کے بعد ہلکا ہو چکا ہے، جبکہ عدم جواز کی بنیاد پر پیدا ہونے والا مفسدہ علی حالہ قائم ہے۔

۳-حدیث شریف میں آگ کے ذریعہ سزا دینے سے منع فرمایا گیا ہے: "فانه لا يعذب بالنار إلا رب النار" (ابوداؤد ۳ر ۱۲۴، طبع عزت عبید دعاس، الرقم ۲۶۷۳، کتاب الجہاد، باب حرق العدو بالنار) (اس لئے کہ آگ سے عذاب صرف آگ کا رب ہی دے گا)۔

اس کے باوجود فقہاء نے جنگ کی حالت میں کفار کو جلا ڈالنے کی اجازت دی ہے۔

"ونحاربهم بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم (رد المحتار علی الدر المختار ۳ر ۲۲۳، طبع فیض القرآن) (وحرقهم) الظاهر ان المراد حرق ذاتهم" (ہم ان سے منجنیق نصب کر کے اور جلا کر اور ڈبو کر جنگ کریں گے، اور ظاہر یہ ہے کہ جلانے سے مراد خود ان کا جلانا ہے)۔

اور آیت کریمہ: "وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدو كم" (سورۂ انفال: ۶۰) (اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر) کے تحت صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

"وأنت تعلم أن الرمي بالنبال لا يصيب هدف القصد من العدو، لأنهم استعملوا الرمي بالبندق والمدافع ولا يكاد ينفع معها نبل، وإذا لم يقابلوا بالمثل عم الداء العضال (قال) فالذى أراه والعلم عند الله تعالى تعيين تلك المقابلة على أئمة المسلمين و حماة الدين ولعل فضل ذلك الرمي يثبت لهذا الرمي لقيامه مقامه في الذب عن بيضة الاسلام ولا أرى ما فيه من النار للضرورة الداعية إليه إلا سببا للفوز بالجنة" (روح المعانی ۱۰ر ۲۵)۔

(اور تم جانتے ہو کہ تیر اندازی دشمن سے جو مقصود ہے اس کی غایت نہیں پا سکے گی، اس لئے کہ وہ بندوق اور توپ کے ذریعہ گولے پھینکتے ہیں اور اس کے ساتھ تیر مشکل ہی سے مفید ہوں گے اور جب ان کا ترکی بہ ترکی مقابلہ نہ کیا جائے تو مہلک مرض عام ہو جائے گا (فرمایا) تو میری رائے یہ ہے، اور علم تو صرف اللہ کے پاس ہے کہ مسلمانوں کے ائمہ اور حامیان دین پر یہ مقابلہ متعین ہے، اور شاید اس رمی (گولی وغیرہ چلانے) کی فضیلت اس رمی (تیر اندازی) کی وجہ سے ثابت

ہو جائے گی، اس لئے کہ اسلام کی آبرو کی طرف سے دفاع کرنے میں یہ اسی کے قائم مقام ہے، اور اس میں جو آگ ہے اس کی دائمی ضرورت کی وجہ سے میں اسے جنت پر کامیابی ہی کا ذریعہ سمجھتا ہوں)۔

اور حالات پر نظر رکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا عصر حاضر میں سرد جنگ کا سب سے مؤثر ہتھیار بن چکے ہیں، لہذا باطل سے نبرد آزما ہونے کے لئے اس دور میں ان کا استعمال کرنا ناگزیر ہو چکا ہے، لہذا جس طرح معرکہ سیف وسنان کے وقت "ضرورت" کے پیش نظر بعض امور کی اجازت دی گئی جو اپنی اصل کے اعتبار سے ممنوع ہیں، اسی طرح اس معرکہ "قرطاس وقلم" کے وقت بھی "ضرورت" ہی کے تحت بعض ان چیزوں کی اجازت دی جاسکتی ہے جو عام حالات میں جائز نہیں ہیں، اس لئے کہ اس معرکہ کی سنگینی کسی طرح بھی پہلے معرکہ سے کم نہیں ہے، اس کی شدت کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ الیکٹرانک میڈیا پر قابض ہونے کی وجہ سے انگلیوں پر گنے جانے والے یہودی آج جس کو چاہتے ہیں اوج ثریا پر پہنچا دیتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں رسوائیوں کے دلدل میں گرا دیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ تصویر کے ساتھ لزوم کی وجہ سے ٹیلی ویژن پر پروگرام پیش کرنا اصلاً درست نہیں ہے، لیکن اگر ضرورت کے پیش نظر امام مالک کا مسلک اختیار کرلیا جائے، یا اس کو بھی اسی طرح کی ضرورت اور حاجت قرار دیا جائے جن کی بنیاد پر پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو کھنچوانے کی اجازت ہوتی ہے، یا الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ یلغار کو معرکہ حق و باطل قرار دیا جائے تو مندرجہ فی السوال مقاصد کے تحت احقر کے نزدیک ٹیلی ویژن مرکز قائم کرنا درست ہوگا، بشرطیکہ ان تمام محرمات سے احتراز کیا جائے جو فی ذاتہ حرام ہیں (مثلاً: اس میں باجہ کا استعمال اور عورتوں کے ذریعہ پروگرام کو ترتیب دینا وغیرہ)۔

۳- کیسٹ تیار کرنے کا حکم:

الف- جہاں تک ٹیپ ریکارڈ کے لئے کیسٹ تیار کرنے کا تعلق ہے تو احقر کے نزدیک مذکورہ مقاصد کے لئے ان کا تیار کرنا جائز بلکہ دعوت وتبلیغ کے دوسرے ذرائع کی طرح ایک ذریعہ ہونے کی وجہ سے بہتر اور مستحسن ہے، اس کی تفصیلات سوال نمبر ا میں گزر چکی ہیں، اس لئے الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

ب- جہاں تک ویڈیو کیسٹ تیار کرنے کا تعلق ہے تو اس میں چونکہ تصاویر کا آنا لازم ہے، لہذا جمہور فقہاء کے نزدیک اس کا تیار کرنا درست نہیں ہوگا، البتہ امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق اس کی گنجائش ہوگی۔

احقر کے نزدیک دعوتی ضروریات کے پیش نظر امام مالک کا مسلک اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

یا جس طرح معاشی اور دنیاوی ضروریات وحاجات کے پیش نظر پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو کھنچوانے کی اجازت ہے، اسی طرح دینی ضروریات کے تحت فوٹو کھینچنے اور کیسٹ تیار کرنے کی اجازت دی جائے اور عام حکم سے اس کو مخصوص کرلیا جائے۔

یا ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عصر حاضر میں حق وباطل کے درمیان معرکہ آرائی کو معرکہ سیف وسنان پر قیاس کرلیا جائے اور جس طرح آگ کے ذریعہ عذاب دینے کی ممانعت کے باوجود منجنیق سے آگ پھینکنے، گولہ باری کرنے اور توپ چلانے کو خاص ضروریات کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، اسی طرح ان ذرائع کو جائز قرار دیا جائے، کہ موجودہ زمانہ میں بغیر ان ذرائع کو اپنائے ہوئے اس میدان مین اہل باطل کا مقابلہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے (تصویر سے متعلق تفصیلی بحث سوال ۲ کے تحت ملاحظہ ہو)۔

ج،د،ذ: جہاں تک سی ڈی اور سافٹ ویئر وغیرہ کا تعلق ہے تو جہاں تک میری معلومات میں ہے ان میں جو عبارات اور مواد بھر دیا جاتا ہے وہی آتا ہے، سادی عبارت بھی اس میں بھری جاسکتی ہے اور تصاویر بھی شامل کی جاسکتی ہیں، تو جہاں تک سادہ عبارات کا تعلق ہے، تو ان کے استعمال میں احقر کو کوئی قباحت نظر نہیں آتی، نہ ہی سی ڈی وغیرہ تیار کروانے یا کرنے میں کوئی قباحت نظر آتی ہے، بلکہ میرے خیال میں تو ان ذرائع سے اسلامی فکر کو عام کرنا، اور امہات کتب سے استفادہ وافادہ زیادہ آسان اور سہل ہوگیا ہے۔

اور صرف اس خیال سے اسے ممنوع قرار دینا کہ ان کا استعمال زیادہ تر غلط مقاصد کے لئے ہورہا ہے، احقر کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس منطق کی رو سے تو بہت سی ایسی چیزوں کو ممنوع قرار دینا پڑے گا جن کے جواز پر علماء امصار متفق نظر آتے ہیں۔

اور اگر اس میں تصاویر بھی استعمال کی جائیں تو اس کی تفصیل سوال ۲ کے جواب کے مطابق ہوگی۔

۴-انٹرنیٹ کا دعوتی مقاصد کے لئے استعمال:

انٹرنیٹ بھی احقر کے نزدیک صرف اپنے خیالات کو پھیلانے اور مختلف مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا ایک آلہ ہے، اس پر باطل اقوام کی اجارہ داری قائم ہوجانے کی وجہ سے اس کے اکثر پروگرام اسلام مخالف نظر آتے ہیں، لیکن صرف اسی بنیاد پر اسے شجر ممنوعہ قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، ہم کو چاہئے کہ ہم بھی اپنے صحیح پروگرام سے اس کو مزین کریں، اور اس کے ذریعہ متلاشیان حق کو صحیح غذا پہنچانے کا بندوبست کریں۔

لہذا احقر کے نزدیک اس کا استعمال نہ صرف یہ کہ درست ہے، بلکہ (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے) دعوت کے وجوب کی وجہ سے اس کا استعمال (مندرجہ فی السوال مقاصد کے تحت) مستحسن اور مستحب ہوگا، اس لئے کہ یہ دعوت وتبلیغ کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

اور اگر اس میں فوٹو کے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو اس کا حکم ۲ کے مطابق ہوگا۔

جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کا شرعی حکم

مولانا اختر امام عادل
جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یا اس قسم کے دیگر جدید آلات آج کے سائنسی دور کے اعلیٰ ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ ہیں، ان کا استعمال آج چاہے منکرات وخرافات اور لہو ولعب کی اشاعت کے لئے کتنا بھی ہو رہا ہو لیکن ان کے ایجاد کے پس منظر میں صرف ابلاغ وترسیل کا جذبہ کارفرما تھا۔ یہ بگڑے ہوئے سماج کی دین ہے یا ان ذرائع کو استعمال کرنے والے ہاتھوں کا قصور کہ آج ان کا استعمال اچھی اور تعمیری چیزوں کی ترسیل سے زیادہ غلط اور تخریبی چیزوں کی ترسیل میں ہو رہا ہے، مگر کسی چیز کا غلط استعمال اس کو غلط نہیں بناتا، اصل چیز صحیح استعمال ہے۔

آلات لہو ولعب کا حکم:

کتب فقہیہ میں بعض ان آلات کا ذکر آتا ہے جن کا استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا تھا، اور کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہو ولعب کہا جاتا تھا، ان کے بارے میں فقہاء کی رائے یہی ہے کہ جواز وعدم جواز کا مدار صحیح مقصد اور صحیح استعمال پر ہے، یعنی حدود میں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں، ورنہ جائز نہیں۔

علامہ شامی مختلف آلات لہو پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "هذا يفيد أن آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها ...... ألا ترى إن ضرب تلك الآلة لعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية والأمور بمقاصدها" (شامی کتاب الحظر والاباحۃ، امداد الفتاوی ج ۴/ ۲۵۱) (اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ آلۂ لہو بذات خود حرام نہیں ہے بلکہ ارادۂ لہو کی بنا پر اس میں حرمت آتی ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ بعینہ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، کیونکہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے)۔

کتب فقہیہ میں اس کی کئی مثالیں آئی ہیں، مثلاً ڈنکا بجانا (ضرب النوبہ) اظہار تفاخر کی نیت سے حرام ہے، اور

لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے جائز، مثلاً کوئی تین اوقات میں ڈنکا اس لئے بجائے تاکہ نفخات کی تذکیر ہو یعنی عصر کے بعد نفخۂ فزع کی، عشاء کے بعد نفخۂ موت کی اور نصف شب کے بعد نفخۂ بعث کی یاد دہانی ہو۔

اسی طرح ڈھول آلۂ لہو ہے، لیکن رمضان میں سحری کے لئے جگانے کی غرض سے اس کی گنجائش ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر بغرض اعلان واشتہار دف کا استعمال مباح ہے، بشرطیکہ دف میں گھونگھرو، گھنٹی یا سُر کی آواز نہ ہوتی ہو، اور باجا کے طور پر اس کا استعمال نہ ہو۔

حمام کا بگل بھی اسی بنیاد پر جائز ہے۔

صوفیاء کے سماع کو بھی اسی طور پر لیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ان پر تنقید واعتراض سے روکا گیا ہے۔

"ومن ذلک (أي من الملاهي) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلا بأس به كما إذا ضرب في ثلاث أوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور لمناسبة بينهما فبعد العصر للإشارة إلى نفخة الفزع وبعد العشاء إلى نفخة الموت وبعد نصف الليل إلى نفخة البعث وتمامه فيما علقته على الملتقى ...... وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها أمورا هم أعلم بهم فلا يبادر المعترض بالإنكار كي لا يحرم بركتهم فإنهم السادة الأخيار ...... وينبغي أن يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة وعن الحسن لا بالدف في العرس ليشتهر وفي السراجية هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب ...... أقول وينبغي أن يكون طبل للسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل (شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، امداد الفتاوی ۴/ ۲۵۱)۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ آلات لہو جو لہو ولعب اور تفریحی خرافات ہی کے لئے عموماً بنائے جاتے ہیں، جب ان میں اتنی گنجائش ہے تو وہ جدید سائنسی آلات جن کی ایجاد کے پیچھے لہو ولعب سے زیادہ ابلاغ وترسیل اور اعلان وتشہیر کے مقاصد کارفرما تھے، ان میں بدرجۂ اولیٰ گنجائش ہوگی کہ حدود میں رہتے ہوئے صحیح قصد سے اور صحیح طرز پر ان کا استعمال ہو تو مباح ہو، بشرطیکہ ان کے استعمال سے کوئی محظور شرعی نہ لازم آتا ہو۔

اس سلسلہ میں کسی آخری نتیجے تک پہنچنے کے لئے چند بنیادی اصول کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اعتبار مقاصد کا ہے:

معاملات وامور میں اعتبار مقاصد کا ہے، ارشاد نبوی ہے: "إنما الأعمال بالنيات" (مشکوۃ شریف) (اعمال کا دار نیتوں پر ہے)، مشہور فقہی ضابطہ ہے: الأمور بمقاصدها (الاشباہ والنظائر ۱/ ۵۳ مطبوعہ دارالعلوم دیوبند)۔

نفع ونقصان کا موازنہ:

کسی چیز کے خیر وشر کے فیصلے کے لئے اس کے نفع ونقصان کا موازنہ کرنا ضروری ہے، نفع ونقصان میں جس کی شرح غالب یا تاثیر قوی ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، محض کسی چیز کے فوائد کی بنیاد پر یکطرفہ طور پر اس کے خیر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ورنہ دنیا کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جس میں کچھ نہ کچھ فائدہ موجود نہ ہو، قرآن نے احکام خمر ومیسر کے ذیل میں اس اصول کی طرف اشارہ کیا ہے:

"یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمھما أکبر من نفعھما" (سورۂ بقرہ ۲۱۹) (لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے)۔

دینی مصلحت کے لئے معصیت کی اجازت نہیں:

دینی یا دنیوی مصالح کے لئے ارتکاب معصیت کی اجازت نہیں، اللہ اور رسول کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے، تمام مصالح اس پر قربان کردیے جائیں گے، مثلاً کوئی شخص سینما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم حاصل کرے تا کہ اس سے دینی مدارس چلائے، یا اس نیت سے رقص وسرود کی محفل گرم کرے کہ لوگ جمع ہو جائیں تو ان کو وعظ کیا جائے، یہ ہرگز جائز نہیں، ایسا کرنا سخت گناہ اور خطرناک گمراہی ہے (احسن الفتاوی ۶/ ۳۷)۔

البتہ دینی مصلحت کے لئے ترک مباحات ومستحبات کی اجازت دی جاسکتی ہے، ترک فرائض وواجبات یا ارتکاب محرمات کی نہیں، مثلاً تراویح میں لوگوں کے تکان وملال کی رعایت میں درود میں اختصار اور دعاؤں کے ترک کی اجازت دی گئی ہے، علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"ویزید الإمام علی التشھد إلا أن یمل القوم فیأتي بالصلوات ویکتفي باللھم صل علی محمد لأنہ الفرض عند الشافعي ویترک الدعوات" (رد المحتار ۱/ ۶۳)۔

ایک دینی مصلحت کی بنیاد پر کعبہ کی تعمیر تو ترک کردی گئی:

اور غالباً اسی ذیل میں عہد نبوی کا یہ واقعہ بھی داخل ہے کہ حضور ﷺ خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنا چاہتے تھے اور حطیم کو کعبہ میں داخل کرنے اور باب کعبہ کو نیچے کر کے دو دروازے بنوانے کے خواہشمند تھے، جو ایک پسندیدہ امر تھا، لیکن ایک بڑی دینی مصلحت (یعنی فتنہ کے خوف) کی وجہ سے آپ نے یہ کام چھوڑ دیا۔

امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا:

"باب من ترک بعض الاختیار مخافة أن يقصر فهم بعض الناس فيقعوا في أشد منه" (بخاری مع فتح الباری ۱/۱۹۹)۔

یعنی بعض افضل و بہتر کام اس اندیشہ سے چھوڑ دینا کہ لوگ کم فہمی کی وجہ سے کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

حافظ ابن حجر نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "وإن الإمام يسوس رعيته بما فيه إصلاحه ولو كان مفضولاً ما لم يكن محرماً" (فتح الباری ۱/۱۹۹)۔

یعنی امام اپنی رعایا کی اصلاح کے لئے بعض ایسی پالیسیاں اختیار کرسکتا ہے جو فی الواقع زیادہ فضیلت کی حامل نہ ہوں، بشرطیکہ کسی حرام کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔

اگر کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرنا فرض یا واجب ہوتا تو حضور ﷺ ہرگز کسی کی پرواہ نہ فرماتے، اس لئے کہ آپ کو تو ہدایت کی گئی تھی "وتخشى الناس والله أحق أن تخشاه" (سورۂ احزاب/۳۷) (آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے ہیں حالانکہ اللہ کا خوف سب سے مقدم ہے)۔

البتہ بوجہ مصلحت ترک مباح یا ترک مستحب میں یہ شرط ملحوظ ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو، مثلاً کسی امر مستحب یا مباح کو اعتقادی یا عملی طور پر حرام سمجھا جانے لگے، یا یہ کہ اس کی ممانعت کا قانون بنا دیا جائے (احسن الفتاوی ۶/۳۸)۔

ریڈیو کا استعمال شرعی اصولوں پر ممکن:

مذکورہ اصول وضوابط کی روشنی میں عہد حاضر کے ذرائع ابلاغ کا جائزہ لیا جائے تو ریڈیو نشریات میں محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی گنجائش ہے، وہ اس طرح کہ اس کو ناجائز موسیقی، عورتوں کی آواز اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق باتوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور حدود کی رعایت کرتے ہوئے اس کو اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام ومسائل کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اس بنا پر اگر مسلمان اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں جس کا مقصد حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور اسلام کے خلاف ہونے والی مساعی کا مقابلہ ہو اور حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کا استعمال کریں تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہوگا بلکہ ایک امر مستحسن ہوگا۔

فقیہ العصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی قاضی القضاۃ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ نے اپنے ایک فتوی میں اس پر اصولی روشنی ڈالی ہے، چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"اس حقیر کے نزدیک ریڈیو کی حقیقت ذریعۂ ابلاغ اور ایک آلہ کی ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دور دور تک پہنچا سکتے ہیں، اور ریڈیو کا آج جو بے جا استعمال ہو رہا ہے، یہ ایک ذریعۂ ابلاغ کا غلط استعمال ہے، جہاں تک نفس ریڈیو کے ذریعہ اپنی بات دور تک پہنچانے کا سوال ہے، اس میں کوئی عیب نہیں، اس لئے فقہاء کی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ ریڈیو "مما لا تقوم المعصیۃ بعینہ" کی قبیل سے ہے، یعنی اصل شئی میں کوئی معصیت نہیں ہے، معصیت باہر سے آتی ہے، اور وہ اشیاء جن کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو بلکہ معصیت خارج سے آتی ہو ان کا استعمال اس خارجی معصیت کا ارتکاب کئے بغیر جائز ہے، علاوہ شریعت کا اصول "سد ذریعہ" بھی ہے اور فتح ذریعہ بھی ہے، اگر ریڈیو کا استعمال مقاصد خیر کے لئے کرنا مقصود ہے تو جائز ہوگا اور اگر اس کا استعمال معصیت کے لئے ہو تو اگرچہ نفس ریڈیو میں کوئی عیب نہیں لیکن معصیت کا دروازہ روکنے کے لئے اس کا استعمال ممنوع ہوگا"۔

دوسری طرف یہ واقعہ ہے کہ الکٹرونک میڈیا انسانی ذہن وفکر کی تبدیلی میں غیر معمولی طور پر مؤثر ہے، کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طاقتور اور مؤثر ذریعہ کو اشاعت حق کے لئے استعمال نہ کریں (اگر ایسا کرنا اور شر سے محفوظ رکھنا ممکن ہو)۔

یہ کہنا کہ اس کی ضرورت نہیں، صحیح نہیں ہے، مسلمانوں کو مسائل واحکام سے واقف کرانے کے لئے، غیر مسلموں تک سیرت نبوی اور صحابہ کرام اور دیگر علماء وصالحین کے واقعات مؤثر طور پر پیش کرنے اور جو ہماری مجلسوں میں نہیں آسکتے ان کے گھر گھر میں حق کی آواز پہنچانے کی ضرورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اس حقیر کے نزدیک:

۱۔ ریڈیو کے ذریعہ دینی پروگرام شائع کرنا جائز ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی اشاعت کی خاطر مسلمانوں کو ان مخصوص مقاصد کے لئے اپنا ذاتی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا (جو اشاعت فحشاء ومنکرات سے پاک ہو) جائز ہے۔

۳۔ ریڈیو پر تلاوت، تفسیر، احادیث وغیرہ کی اشاعت کا عمل شرعاً جائز ہے (سہ ماہی بحث ونظر پٹنہ ص ۱۰۴، ۱۰۶، شمارہ ۲۸، جلد ۷)۔

ایک دوسرا رخ:

البتہ سرکاری ریڈیو یا وہ ریڈیو جس سے دینی اور غیر دینی ہر طرح کے پروگرام نشر ہوتے ہوں، اس سے تلاوت قرآن، درس حدیث، یا کوئی بھی دینی پروگرام نشر کرنے میں ایک قباحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ عمل خلاف ادب ہے، اس لئے کہ مسلسل غیر دینی یا فحش پروگراموں کے درمیان کوئی دینی پروگرام ایسا لگتا ہے جیسے کہ کسی ناچ گانے کی محفل میں کوئی وعظ کہنا

شروع کردے یا سینما ہال میں تلاوت قرآن کرنے لگے، یہ بے ادبی محسوس ہوتی ہے، نیز اس طرح کے پروگرام تاثیر سے بھی خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ جن سامعین کا دل ودماغ گندی اور ناپاک چیزوں سے مسلسل بھرا جارہا ہو، وہ درمیان کے کسی پاکیزہ پروگرام سے یکلخت پاک نہیں ہوسکتے، اور نہ وہ دنیوی آزادانہ لذتوں کے مقابلے میں محتاط دینی زندگی گذارنا گوارا کرسکتے ہیں۔

استدلال:

اس سلسلہ میں حضرت ربیع بنت معوذ کی اس حدیث سے رہنمائی ملتی ہے جس کو بخاری نے روایت کیا ہے: "عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت: جاء النبي صلى الله عليه وسلم فدخل حين بني علي فجلس على فراشي كمجلسک مني و جعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي يوم بدر إذ قالت إحداهن وفينا نبي يعلم ما في غد فقال: دعي هذه وقولي بالذي كنت تقولين" (رواہ البخاری، مشکوۃ مع المرقاۃ، باب اعلان النکاح ۶/۲۱۰) (حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس اس وقت تشریف لائے جب مجھے عروس کے طور پر تیار کیا گیا تو میرے بستر پر اسی طرح بیٹھے جیسے کہ میری اور تمہاری مجلس ہے، اور بچیاں دف بجانے لگیں اور جنگ بدر میں مقتول ہمارے بزرگوں کا مرثیہ گانے لگیں کہ ان میں سے ایک لڑکی نے گاتے ہوئے پڑھا کہ "ہمارے اندر ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کل کی بات جانتے ہیں"۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی)۔

حضور اکرم ﷺ نے اس لڑکی کو منع فرمایا، محدثین نے احتمالی طور پر اس کے دو اسباب بیان کئے ہیں، ملا علی القاری الحنفی تحریر فرماتے ہیں: "وإنما منع القائلة مقولها وفينا نبي الخ لكراهة نسبة علم الغيب إليه لأنه لا يعلم الغيب إلا الله وإنما يعلم الرسول من الغيب ما أخبره أو لكراهة أن يذكر في أثناء ضرب الدف وأثناء مرثية القتلى لعلو منصبه عن ذلک" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۶/۲۱۰) (حضور اکرم ﷺ نے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کو اپنی طرف علم غیب کی نسبت پسند نہ تھی کیونکہ غیب کا علم صرف خدا کے پاس ہے اور رسول صرف اتنا ہی غیب جانتے ہیں جتنا اللہ نے ان کو بتادیا ہے، یا یہ بات تھی کہ دف کی تھاپ اور مُردوں کے مرثیوں کے دوران آپ نے اپنا ذکر پسند نہیں فرمایا، اس لئے کہ آپ کا مقام اس سے بلند ہے)۔

یہی توجیہ شارح مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے یہاں بھی آئی ہے، اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں: "وگفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت لعب کہ دروے اسناد علم غیب است بآنحضرت، پس آنحضرت ﷺ رانا خوش

آمد، وبعضے گویند بجہت آنست کہ ذکر شرف وے درانثائے لہو مناسب نہ باشد" (اشعۃ اللمعات بحوالہ جواہر الفقہ ص ۸۳)۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: "میں کہتا ہوں گو اس حدیث کی توجیہ میں دونوں احتمال ہیں اور غور کرنے سے توجیہ ثانی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ احتمال اول اگر اس کی بنا ہوتی تو ممانعت شدید زجر کے صیغہ سے ہوتی لیکن اس ترجیح سے قطع نظر کر کے بھی علماء امت کا دونوں کا تجویز کرنا واضح دلیل ہے، دونوں بناؤں کے فی نفسہ صحیح ہونے کی گو یہاں تحقق ایک ہی ہو (جواہر الفقہ ص ۸۳، منقول از امداد المفتین)۔

ان تفصیلات کی روشنی میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریڈیو کی غیر دینی یا فحش نشریات کے دوران کسی دینی پروگرام کے نشر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

کراہت بمقابلہ ضرورت:

لیکن یہ قباحت زیادہ سے زیادہ کراہت کے درجے کی چیز ہے، اسی لئے حضورؐ نے زجر شدید نہیں فرمایا ورنہ اگر یہ بالکلیہ ناجائز ہوتا تو حضور سختی کے ساتھ اس سے منع فرما دیتے، اس لئے اگر واقعی ایسی دینی ضرورت متقاضی ہو کہ ریڈیو کے سوا کوئی دوسرا جائز متبادل عالمی ذریعہ ابلاغ میسر نہ ہو اور نہ کوئی ایسا ریڈیو اسٹیشن ہو جہاں صرف دینی و تعمیری پروگراموں کی اشاعت کا اہتمام ہو تو ایسی حالت میں کراہت کو نظر انداز کر کے ریڈیو کو اسلامی پیغامات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے، اس لئے کہ کراہت کے مقابلہ میں ضرورت کی اہمیت زیادہ ہے۔

بلکہ آج ضرورت اس معنی میں دو چند ہے کہ ایک طرف باطل طاقتیں موجودہ عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اپنے افکار و خیالات اور منکرات و خرافات کی اشاعت پر زور صرف کر رہی ہیں تو دوسری طرف اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اس کے احکام و نظریات کی غلط تصویر پیش کی جا رہی ہے، اور اسلام کی طرف سے ذہنی و فکری ارتداد پھیلانے کی کوششیں جاری ہیں، اگر آج ان کا مقابلہ نہ کیا گیا اور محض کراہت، خلاف ادب اور خلاف تقویٰ کو بنیاد بنا کر ریڈیو جیسے عالمی ذریعۂ ابلاغ کا استعمال ترک کیا گیا تو دین بیزاری، اور ارتداد کی خطرناک وبا پھیل جائے گی۔ غیر اسلامی میڈیا بھی اپنا کوئی مد مقابل میدان میں نہ پا کر اور آزاد ہو جائے گا اور پھر اسلام اور مسلمانوں کی یکطرفہ طور پر جو شبیہ ابھر کر سامنے آئے گی وہ انتہائی جھوٹی، گھناؤنی اور قابل نفرت ہوگی، اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آج کراہت کو گوارا کر کے اسلامی حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کا مقابلہ کیا جائے۔ اس موقع پر نفع و نقصان کے موازنہ کے اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا اور ایک عظیم دینی مصلحت کے لئے کراہت یا ترک اولیٰ کی اجازت دینی ہوگی۔

اور اگر وسائل ہوں تو چاہئے کہ مسلمان خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کو چلائیں اور اسی پلیٹ فارم سے دنیا کی تمام غیر اسلامی تحریکات کا مقابلہ کریں۔

۲- ٹی وی کی بنیاد معصیت پر:

جہاں تک ٹی وی کا مسئلہ ہے تو اس کی مشروعیت یا اس کے لئے ذاتی اسٹیشن کے قیام کا جواز حد درجہ مشکل ہے، اس لئے کہ فوائد و نقصانات اپنی جگہ، اس کی اساس ہی ایک بڑی معصیت پر قائم ہے، جس پر احادیث میں سخت وعید آئی ہے، وہ ہے تصویر اور فوٹو گرافی۔ ٹی وی مناظر و اشخاص کی تصویری نمائندگی کرتی ہے، تصویر کے بغیر ٹی وی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

تصویر کی حرمت منصوص ہے:

تصویر پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس کو رحمت الٰہی سے دوری کا سبب بتایا گیا ہے، اس کو صفت تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا مقابلہ قرار دیا گیا ہے، تصویر بنانے والے کو بدترین عذاب کا مستحق کہا گیا ہے اور اس پر حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، اس سلسلہ میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں، علماء نے مستقل اس پر رسالے لکھے ہیں، یہاں بطور نمونہ چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون" (بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۳۱۴) (قیامت کے دن سب سے بدترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا)۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم" (بخاری مع الفتح، کتاب اللباس ۱۰/ ۳۱۶) (جو لوگ یہ تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے بنائی ہے اس میں جان بھی ڈالو)۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویر کے بارے میں فرمایا: "ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا حبة وليخلقوا ذرة" (بخاری مع الفتح ۱۰/ ۳۱۶) (اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح یعنی اللہ کی طرح تخلیق کرنے لگے (وہ کسی جاندار کی تخلیق تو کیا کر سکتا ہے) ایک دانہ ایک ذرہ تو بنا کر دکھائے)۔

(۴) مسند احمد میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من عاد إلى صنعة شيء من هذا فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ قال الحافظ المنذري اسناده جيد" (بلوغ الامانی ۱۷/ ۲۲) (جس شخص نے ان چیزوں (یعنی تصاویر) میں سے کوئی چیز پھر بنائی (گویا) اس نے اس وحی کا انکار کر دیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی)۔

تصویر کی حرمت پر جمہور کا اجماع:

جمہور امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب بھی یہ ہے کہ کسی ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے۔

صاحب عمدۃ القاری لکھتے ہیں: "وفي التوضيح قال أصحابنا وغيرهم تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم وهو من الكبائر سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال لأن فيه مضاهات بخلق الله وسواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط وأما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام وسواء كان في هذا كله ما له ظل وما لا ظل له وبمعناه قال جماعة العلماء مالك والثوري وأبو حنيفة وغيرهم" (عمدۃ القاری ۲۲/۷۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر) (توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاء وغیرہ نے فرمایا کہ کسی ذی روح کی تصویر سازی سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادۃً ذلیل رکھا جاتا ہو یا ایسی نہ ہوں وہ ہر حال میں حرام ہیں، اس لئے کہ اس میں تخلیق الٰہی سے مشابہت پائی جاتی ہے، چاہے وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں، دینار و درہم اور سکوں میں ہو یا برتنوں اور دیواروں میں، اور سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار، البتہ غیر ذی روح مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر حرام نہیں ہے، علماء کی جماعت یعنی امام مالک، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے)۔

تصویر کے قائل بعض علماء کا رجوع:

بعض ہندوستانی علماء کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تصویر کے باب میں توسع کے قائل تھے بالخصوص جدید فوٹوگرافی کے معاملہ میں، ان کے نزدیک تصویر کی حرمت کی علت شائبہ شرک سے حفاظت تھی، اس لئے جن صورتوں میں شرک یا شائبہ شرک کا اندیشہ نہ ہو، ان صورتوں میں تصویر کی گنجائش ہے، ان کے پاس ان کے خیال کے مطابق اس سلسلہ کی مستدلات بھی موجود تھیں۔ مگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے اس موقف سے رجوع کر کے جمہور امت کا موقف اختیار کر لیا تھا، عام طور پر اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا نام لیا جاتا ہے، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ یہ دونوں بزرگ دلائل کے ساتھ مذکورہ موقف کے حامل تھے، مگر دونوں نے ہی بعد میں اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا، اور اس کا اعلان بھی کر دیا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے محرم ۱۳۶۲ھ مطابق جنوری ۱۹۴۳ء کے "معارف" اعظم گڈھ میں اپنا رجوع ان الفاظ میں شائع فرمایا:

"مسئلہ تصویر کے متعلق [illegible] میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں (۱) ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر

کشی اور خصوصاً (۲) نصف حصۂ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا، اس سلسلہ میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں اور بعض میرے مخالف، لیکن بہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں، اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے کہ صحیح یہی ہے کہ امر اول دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے، اور امر ثانی کا کھینچنا جائز اور کھنچوانا باضطرار جائز، اور دھڑ کا بغیر سر اور چہرہ کے دونوں جائز ہیں، پوری تفصیل آئندہ لکھی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ (تذکرۂ سلیمان ص ۱۴۶، بحوالہ جواہر الفقہ ۳/ ۱۷۰، ۱۷۱)۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدت دراز تک اپنا مشہور اخبار "الہلال" باتصویر شائع کرتے رہے، بعد میں جب وہ رانچی جیل میں تھے، ان کے بعض متعلقین نے ان کی سوانح وحالات کا مجموعہ "تذکرہ" کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ کیا تو جدید مصنفین کی رسم کے مطابق انہوں نے رانچی جیل میں مولانا آزاد کو خط لکھا کہ ہمیں اپنا فوٹو عنایت کریں جس کو اس کتاب میں شامل کیا جائے، اس پر مولانا آزاد نے جو جواب تحریر فرمایا وہ خود اسی تذکرہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے:

"تصویر کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور "الہلال" کو باتصویر نکالا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو ان کی تشہیر کرنا چاہئے (جواہر الفقہ ۳/ ۱۷۱)۔

یہ تفصیل اس لئے ذکر کر دی گئی تا کہ تصویر کی حرمت کا مسئلہ صاف ہو جائے، بعض حضرات نظری یا عملی طور پر اس معاملے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور اس کے لئے علماء کے اختلاف کو بنیاد بناتے ہیں، انہیں یہ حقیقت اپنے سامنے رکھنی چاہئے کہ فوٹوگرافی کے معاملہ میں کم از کم برصغیر کی حد تک علماء حق کا کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

ٹی وی میں تصویری استعمال کا جائزہ:

تصویر کی حرمت کا مسئلہ ضروری حد تک صاف ہو جانے کے بعد دیکھنا چاہئے کہ ٹی وی میں تصویر کا استعمال کن مراحل میں ہوتا ہے، دیکھنے سے معلوم پڑتا ہے کہ کم از کم تین مراحل ضرور ہیں جن میں تصویر کا استعمال ہوتا ہے:

۱- بنیادی مرحلہ تصویر سازی کا ہے، سب سے پہلے اشخاص واشیاء اور مناظر کی تصویر کشی ہوتی ہے جس میں ذی روح اور بے روح دونوں کی تصویریں ہوتی ہیں، پھر ان کو ٹی وی پر پیش کیا جاتا ہے۔

۲- دوسرا مرحلہ تصویر رکھنے کا ہے، تصاویر تیار ہو جانے کے بعد ٹی وی اسٹیشن میں محفوظ رکھی جاتی ہیں، یا پھر ٹی وی جاری رہنے کی صورت میں تصاویر ٹی وی سیٹ میں مسلسل موجود اور متحرک رہتی ہیں۔

۳- تیسرا مرحلہ ہے تصویر کو دیکھنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کا۔

پہلا مرحلہ خاص ٹی وی پروگرام بنانے والوں سے متعلق ہے جبکہ دوسرے اور تیسرے مرحلہ کا تعلق پروگرام بنانے والے اور دیکھنے والے دونوں سے ہے۔

تصویر سازی:

ا۔فقہاء نے مذکورہ تینوں مرحلوں کو معصیت میں شمار کیا ہے،اور جہاں تک ذی روح کی تصویر سازی کا معاملہ ہے وہ کسی کے لئے کسی صورت میں کسی کے نزدیک جائز نہیں، چھوٹی بڑی واضح وغیر واضح، ذلیل وعزیز کسی بھی قسم کی تصویر سازی بلا تخصیص حرام ہے،اس میں کسی عالم وفقیہ کا اختلاف نہیں ہے،علامہ نووی رقمطراز ہیں:

"قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهات بخلق الله تعالىٰ وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام هذا حكم نفس التصوير" (نووی مع مسلم ۲/۱۹۹)(ہمارے علماء اور دیگر فقہاء نے فرمایا ہے کہ جاندار کی تصویر سازی سخت حرام ہے،اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے،اس لئے کہ اس پر احادیث میں شدید وعید وارد ہوئی ہے،خواہ ایسی چیز کی تصویر بنائی جائے جو عادۃً ذلیل اور پامال رکھی جاتی ہو یا کسی اور چیز کی،ہر حال میں اس کا بنانا حرام ہے،اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفت خلق کی نقل اتارنا ہے،اور چاہے تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں اور درہم ودینار یا پیسہ میں ہو یا برتن اور دیوار وغیرہ میں،لیکن درختوں،اونٹ کے کجاوے وغیرہ بے روح چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے،یہ تصویر بنانے کا حکم ہے)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

"فإن ظاهره أن ما لا يؤثر كراهة في الصلوٰة لا يكره إبقاء ه...... وأما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً" (ردالمحتار ۱/۶۴۷،۶۴۹)(ظاہر یہ ہے کہ جو تصویر کراہت نماز میں مؤثر نہیں اس کو باقی رکھنے میں کراہت نہیں ......رہا تصویر بنانے کا عمل تو وہ کسی صورت میں جائز نہیں)۔

غیر ذی روح میں ان چیزوں کی تصویر سازی جن کی پرستش کی جاتی ہو حرام قرار دی گئی ہے،ملا علی القاری الحنفی رقمطراز ہیں:

"وأما ما عبد من دون الله ولو كان من الجمادات كالشمس والقمر فينبغي أن يحرم

تصویرہ" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۸/۲۸۶) (غیر اللہ میں جن چیزوں کی پرستش کی جاتی ہو چاہے وہ جمادات ہی سے ہو، مثلاً شمس وقمر، اس کی تصویر سازی بھی حرام ہونی چاہئے)۔

البتہ ذی روح کی سرکٹی ہوئی تصاویر میں فقہاء نے مضائقہ نہیں سمجھا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک سرکٹی ہوئی تصویر دراصل تصویر ہے ہی نہیں وہ محض نقوش ہیں۔

شیخ علی تقی ہندی حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرتے ہیں: "الصورۃ الرأس فإذا قطع الرأس فلا صورۃ" (کنز العمال ۸/۴۰) (صورت تو سر ہے، سر کٹ جانے کے بعد صورت نہیں رہتی)۔

امام طحاوی حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں: "الصورۃ الرأس فکل شيء لیس له رأس فلیس بصورۃ" (شرح معانی الآثار للطحاوی ۲/۳۶۶)۔

احمد ابن حجاج بیان کرتے ہیں: "قلت لأبي عبد اللہ الیس الصورۃ ذا ید أو رجل فقال عکرمۃ کل شيء له رأس فهو صورۃ" (اتحاف السادۃ ۷/۵۹) (میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا ہاتھ پاؤں والی چیز تصویر نہیں ہے تو عکرمہ نے کہا جس چیز کا سر موجود ہو وہ تصویر ہے)۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "فلا بأس بالصلوۃ فیها لأنها بالقطع خرجت من ان تکون تماثیل والتحقت بالنقوش والدلیل علیها ما روي من محو وجه الطیر الذي کان في ترسه علیه السلام" (بدائع: مکروہات الصلوۃ ۱/۱۱۶)۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ سر والی ذی روح چیز کی تصویر بنانا بالاتفاق حرام ہے اور منصوص وعیدوں کا پہلا مصداق بھی ہے۔

تصویر رکھنا:

۲- دوسرا مرحلہ تصویر اپنے پاس رکھنے کا ہے، خواہ ٹی وی سیٹ کے اندر متحرک صورت میں ہو یا الماری یا دیواروں کی زینت بن کر، فقہاء نے اس سلسلہ میں کچھ تفصیل کی ہے۔

چھوٹی تصویریں:

ا۔ اس قدر چھوٹی تصویر کہ اگر وہ زمین پر رکھ دی جائے اور کوئی متوسط بینائی والا شخص کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء جداگانہ طور پر صاف دکھائی نہ دیں، ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا جائز ہے، اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے، چھوٹی تصویر کی

تحدید میں کئی اقوال ہیں، لیکن مذکورہ تعریف سب سے جامع ہے اور اس کے مطابق تعیین وتحدید زیادہ آسان ہے، علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں: "أو كانت صغيرة لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائما وهي على الأرض ذكره الحلبي وقال الشامي هذا أضبط لما في القهستاني ...... لكن في الخزانة إن كانت الصورة مقدار طير يكره وإن كان أصغر فلا يكره" (ردالمحتار: کروہات الصلاۃ ۱/۶۰۷)۔

خزانہ میں اس کی حد چڑیا بتائی گئی ہے کہ "چڑیا" سے چھوٹی مکروہ نہیں ہے اور اس سے بڑی مکروہ ہے، لیکن شامی نے پہلی تعریف کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔

روایات سے بعض صحابہ کے بٹنوں اور بعض کی انگوٹھیوں پر تصویر کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عروہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں (طبقات ابن سعد: ج۵ تابعین ص ۳۰)۔

حضرت ابوہریرہ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویر بنی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیال نبی کی انگوٹھی ہے، اور اس کے نگینہ میں ایک مرقع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں کھڑے تھے، بیچ میں ایک لڑکا تھا، حضرت عمر نے یہ انگوٹھی حضرت ابوموسیٰ اشعری کو عنایت فرمائی (جواہر الفقہ ۳/۱۹۸)۔

پامال تصویریں:

عادۃً پامال اور ذلیل وحقیر سمجھی جانے والی تصاویر رکھنا جائز ہے، اگرچہ بنانا اس کا بھی جائز نہیں، خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

"لو التمثال إذا كان على وسادة لا بأس باستعمالها وإن كان يكره اتخاذها" (خلاصہ ۱/۵۸)۔

تصویر اگر تکیہ پر ہو تو استعمال میں مضائقہ نہیں اگرچہ بنانا مکروہ ہے۔ بدائع میں ہے:

"وإن كان الصورة على البسط والوسائد الصغار وهي تداس بالأرجل لا تكره لما فيه من اهانتها" (بدائع الصنائع: کروہات الصلاۃ ۱/۱۱۶)۔

مسند احمد میں حضرت لیثؒ سے منقول ہے، فرماتے ہیں: "دخلت على سالم بن عبد الله وهو متكئ على وسادة فيها تماثيل طير ووحش فقلت أليس يكره هذا؟ قال: لا، إنما يكره ما نصب نصبا" (مسند احمد مع الفتح الربانی ۱۷/۲۷۷)(میں حضرت سالم بن عبداللہ کے گھر گیا تو وہ ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، جس میں پرندوں اور

وحشی جانوروں کی تصویریں تھیں، میں نے عرض کیا کہ کیا ان کا استعمال ناپسندہ نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ ناجائز وہ تصویریں ہیں جو کھڑی ہوں)۔

اس طرح کی چند استثنائی صورتوں (جن میں تصویر رکھنے کی اجازت ہے) کے علاوہ باقی کسی صورت میں تصویر رکھنا درست نہیں۔

نمازی کے پیچھے یا اس کے زیر قدم اگر تصویر ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی، لیکن گھر میں اس کا رکھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ ملائکہ رحمت ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا موجود ہو، النہر الفائق میں ہے:

"ولو كانت خلفه أو تحت رجليه لا يكره الصلوة لكن يكره كراهة جعل الصورة في البيت لخبر أن الملائكة لا تدخل بيتا فيه كلب ولا صورة" (النہر الفائق شرح کنز الدقائق (قلمی): باب مفسدات الصلوۃ، ص ۹۰، بحوالہ جواہر الفقہ ۳/ ۵۵)۔

بلکہ فقہاء نے کسی ایسے مکان میں بلاضرورت داخل ہونے کو بھی مکروہ کہا ہے جہاں تصاویر موجود ہوں:

"يكره الدخول إلى بيت فيه صور على سقفه أو حيط على الستور والأزر والوسائط العظام" (شامی: مکروہات الصلوۃ، جواہر الفقہ ۳/ ۲۲۰)۔

تصویریں دیکھنا:

۲- تیسرا مرحلہ ہے تصاویر کو دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کا، فقہاء نے اصولی طور پر اس کی وضاحت کی ہے کہ تصویر سازی حرام ہے، اس لئے حرام کو دیکھنا اور کسی مصرف میں استعمال کرنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ جب تک دیکھنا اور استعمال کرنا موقوف نہ ہوگا اس عمل کی حوصلہ شکنی نہیں ہوگی، مثال کے طور پر شراب حرام ہے، تو اس سے کسی قسم کا انتفاع یا برائے تفریح وتلذذ اس کو دیکھنا بھی حرام ہے، درمختار میں ہے:

"وحرم الانتفاع بها (أي بالخمر) ولو لسقي دواب أو لطين أو نظر للتلهي" (درمختار: کتاب الاشربہ، بحوالہ امداد الفتاوی ۴/ ۲۵۸) (شراب سے انتفاع حرام ہے، چاہے جانوروں کو سیراب کرنے یا کیچڑ کے لئے یا بطور تفریح دیکھنے ہی کے لئے ہو)۔

بلوغ القصد والمرام میں مالکیہ کے حوالہ سے ہے: "يحرم تصوير حيوان عاقل أو غيره ...... يحرم النظر إليه إذا النظر إلى المحرم لحرام" (جواہر الفقہ ۳/ ۲۲۴) (عاقل یا غیر عاقل جاندار کی تصویر حرام ہے...... اس کو دیکھنا حرام ہے، اس لئے کہ حرام کو دیکھنا بالیقین حرام ہے)۔

اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کی رو سے ٹی وی دیکھنے یا ٹی وی اسٹیشن کے قیام کی کوئی صورت نہیں ہے، اس لئے کہ ٹی وی لغفاء و منکرات کی اشاعت سے خواہ کتنا ہی پاک ہو، اس میں کوئی غیر شرعی عمل نہ ہو، اور سارا اختیار محتاط اور متدین طبقہ کے ہاتھوں میں ہو۔ لیکن تصویر سازی، تصویر نمائی، اور تصویر بینی کے مراحل سے گذرے بغیر چارہ نہیں، اور تصویر رکھنے اور دیکھنے کی بعض جائز صورتیں تو ممکن ہیں لیکن تصویر سازی کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔ صرف مواقع ضرورت کا استثناء کیا گیا ہے:

"ویستثنی منها مواضع الضرورۃ" (الاختیارات الفقہیہ لابن تیمیہ، ص ۲۵)۔

شرح السیر الکبیر میں ہے: "وإن تحققت الحاجة إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله لأن موضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة" (جواہر الفقہ ۳؍۲۲۲) (اگر ایسا ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جائے جس میں تصویر ہو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ مواقع ضرورت حرمت سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ میتہ کے استعمال کا حکم ہے)۔

ٹی وی میں مطلوبہ درجہ کی ضرورت نہیں ہے:

غور طلب یہ ہے کہ کیا تبلیغ اسلام اور اشاعت حق کے لئے ٹی وی کے استعمال اور اس کے لئے باقاعدہ اسٹیشن کے قیام کی واقعی اتنی ضرورت ہے کہ اس کی بنیاد پر مستقل تصویر سازی کی اجازت دے دی جائے؟ کیا ٹی وی کے علاوہ دیگر جائز ذرائع ابلاغ سے اشاعت و تبلیغ کے مطلوبہ مقاصد پورے نہیں کئے جاسکتے؟

اپنا خیال تو یہ ہے کہ ابھی اس درجہ کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک منصوص حرمت کے مسلسل اور باقاعدہ ارتکاب کی اجازت دی جائے، وقتی طور پر پاسپورٹ یا دیگر ضروریات کے لئے تصویر کھنچوانا اور بات ہے، اور مسلسل تصویر سازی کے عمل کا محکمہ قائم کرنا دوسری بات، دونوں صورتوں کو ایک درجہ دینا مشکل ہے، البتہ بقول حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی "اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور وہ ٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کردے، ٹی وی میں عورتوں کا گذر نہ ہو، کسی جاندار کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے، اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے، استعمال کے مخصوص حدود و شرائط وقت کے محقق سے طے کرالے تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلۂ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا (احسن الفتاویٰ مع ۸ مسائل ٹی وی کا زہر، ص ۱۸)۔

کیسٹوں کا حکم:

کیسٹوں کی بھی صرف وہی صورت دائرۂ جواز میں آسکتی ہے جس میں تصاویر یا غیر شرعی موسیقی کا استعمال نہ ہو، اس لئے کہ تمام تر اہمیت وافادیت کے باوجود حرمت منصوصہ کا احترام بہرحال ضروری ہے۔

انٹرنیٹ کا حکم:

انٹرنیٹ کی پوری حقیقت مجھے معلوم نہیں لیکن سوالنامے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ریڈیو اور ٹی وی دونوں کا کام کرتا ہے، ٹی وی والی صورت تو جائز نہیں لگتی، البتہ اگر اس کو صرف ریڈیو کے طور پر استعمال کیا جائے اور تصاویر اور غیر شرعی چیزوں سے پاک رکھا جائے تو یہ جائز ہوگا۔

خلاصۂ جوابات:

۱- مسلمانوں کے لئے خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے بشرطیکہ وہ غیر شرعی چیزوں سے پاک ہو اور اس پر صالح اور محتاط لوگوں کا کنٹرول ہو۔

۲- ٹی وی کی بنیاد تصویر پر ہے اور تصویر کا عمل اسلام میں حرام ہے، اس لئے اس بنیاد پر تیار ہونے والی چیز بھی حرام ہوگی، اس لئے باوجود تمام تر اہمیت وافادیت کے از روئے شرع مسلمانوں کے لئے اس ذریعۂ ابلاغ کا استعمال یا اس کے لئے مستقل اسٹیشن کا قیام جائز نہیں۔

۳- جن کیسٹوں میں تصاویر کا استعمال نہ ہوتا ہو اس کا استعمال درست ہے، اور جن کی بنیاد تصویر پر یا اور کسی محظور شرعی پر ہو وہ درست نہیں۔

۴- انٹرنیٹ کا وہ رخ جس میں تصاویر کا استعمال نہ ہوتا ہو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں استعمال کرنا درست ہے، بشرطیکہ تصاویر یا دیگر ممنوعات سے اس کو محفوظ رکھنا ممکن ہو۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد قاسم مظفر پوری
مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ

دور جدید میں جدید آلات ووسائل کا دینی مقاصد کے لئے استعمال ایک حساس موضوع ہے، علی الاطلاق اس سے اجتناب واعراض کوئی معقول نقطۂ نظر نہیں ہوگا، اس سلسلہ میں چند موضوعات کی چند آیات کریمہ کی روشنی میں کچھ باتیں بطور مقدمہ عرض ہیں:

یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات میں بنی نوع انسان کو کرامت وفضیلت سے نوازا، اسے جوہر عقل وادراک سے مزین فرمایا، انسانی کرامت کے اظہار کے لئے کائنات کی ہر چیز کو اس کے تابع اور قابو میں فرمایا، ارشاد ربانی ہے:

"الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة" (سورۂ لقمان: ۲۰) (کیا تم لوگوں کو مشاہدہ ودلائل سے یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو بالواسطہ یا بلا واسطہ تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، جو کچھ آسمانوں میں موجود ہیں اور زمینوں میں موجود ہیں، اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی طور پر پوری کر رکھی ہیں) (معارف القرآن)۔

حدود شرعی میں حواس وعقل کے صحیح استعمال سے ظاہری اور باطنی نعمتوں کے اثرات وثمرات سے پوری انسانیت فیضیاب ہوتی آئی ہے، اس سلسلہ میں جب غور وفکر سے کام لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زندگی کی بقا کے لئے بنیادی ضرورت کھانے پینے کی ہے۔

ماکولات اور مشروبات:

اس بارے میں اللہ پاک نے چند جامع ہدایات سے نوازا ہے، چند آیات تمثیلاً سامنے رکھیں:

"کلوا واشربوا ولا تسرفوا" (سورۂ اعراف: ۳۱) (کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو)۔

"یا ایھا الناس کلوا مما فی الأرض حلالا" (سورۂ بقرہ:۱۶۸) (اے لوگو! زمین کی پاکیزہ اور حلال چیزوں کو کھاؤ)۔

"وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا" (سورۂ نحل:۱۴) (وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ)۔

"إن لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین" (سورۂ نحل:۶۶) (یقیناً چوپائے میں تمہارے لئے بڑی عبرت ہے، ان کے پیٹ میں گوبر اور خون کے درمیان سے جاری کر کے ہم صاف ستھرا خالص دودھ تم کو پلاتے ہیں)۔

"ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون" (سورۂ نحل:۶۷) (کھجور اور انگور کے پھل سے تم اچھی غذا بناتے ہو اور نشہ آور چیز بھی تیار کر لیتے ہو، بے شک اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں)۔

آج جدید آلات اور مشینی ایجادات کے ذریعہ ماکولات و مشروبات کو کتنی شکلوں میں ہمارے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اور ان کو محفوظ رکھنے کے لئے کیسے کیسے ظروف اور استعمال کے لئے کیسے کیسے متنوع سامان ضرورت وراحت تیار ہو کر ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

ملبوسات:

لباس انسان کی ایک ضرورت ہے، قرآن کریم میں اسے تستر، تحفظ اور تزین کا ذریعہ قرار دیا ہے۔
لباس کے تعلق سے ان آیات پر نظر عمیق ڈالی جائے جو اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

"طفقا یخصفان علیھما من ورق الجنة" (سورۂ طہٰ:۱۲۱) (دونوں جنت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے بدن پر چپکانے لگے)۔

"یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا" (سورۂ اعراف:۲۶) (اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہارے پردہ کی جگہ کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے)۔

"والأنعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون" (سورۂ نحل:۵) (چوپائے بھی اس نے تمہارے لئے پیدا کئے جس میں گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے، اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو)۔

"جعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم باسکم" (سورۂ نحل:۸۱) (اللہ نے تمہارے لئے قمیص بنایا جو گرمی سے اور جنگی ضرر سے بچاتے ہیں)۔

"وجعل لكم من جلود الأنعام بيوتا تستخفّونها يوم ظعنكم ويوم إقامتكم ومن أصوافها وأوبارها وأشعارها أثاثا ومتاعا إلى حين"(سورۂ نحل:۸۰)(تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو، اور ان کے اون اور ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت کے لئے اس نے بنا دیئے)۔

"وعلمناه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من بأسكم"(سورۂ انبیاء:۸۰)(ہم نے داؤد علیہ السلام کو جنگی لباس بنانے کا علم و ہنر سکھایا تاکہ تم کو لڑائی میں جسم کے بچاؤ کا سامان ہو)۔

"وألنّا له الحديد أن اعمل سابغات وقدّر في السرد واعملوا صالحا إني بما تعملون بصير"(سورۂ سبا:۱۱)(اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو نرم بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ تم پورے زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور نیک کام کیا کرو میں تم سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں)۔

عہد حاضر میں اون، سوت، بالوں اور کھالوں سے کیسے کیسے لباس ضرورت و زینت مشینوں کی مدد سے وجود میں آرہے ہیں، واٹر پروف، فائر پروف سے لے کر نہ معلوم حربی وردیاں کس کس ڈیزائن کی تیار ہو رہی ہیں اور اس سے ہر طبقہ فائدہ اٹھا رہا ہے، جدید آلات کی ان پیداواروں کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اب ذرا انسانی ضرورت و راحت کے ان سواریوں کو پڑھیں جن کو اللہ جل شانہ نے بیان فرمایا ہے اور جن کے بارے میں آئندہ پیدا کرتے رہنے کا ذکر فرمایا ہے۔

مرکوبات:

ایک مقام سے دوسرے مقام تک آنے جانے اور تجارتی سامانوں کے نقل و حمل کے لئے اللہ تعالی نے کشتیوں سے جانوروں تک کا ذکر فرمایا، اور ایک جامع کلمہ میں تو قیامت تک کی سواریوں کا ذکر فرمایا:

"والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق مالاتعلمون"(سورۂ نحل:۸)(گھوڑے، خچر، گدھے بھی تمہارے کام میں لگا دیئے تاکہ تم سواری کرتے رہو اور تمہارے لئے زینت ہو، اور اللہ تعالی تمہارے لئے ایسی ایسی سواریاں پیدا کرتا ہے جسے تم ابھی نہیں جانتے ہو)۔

ہر دور میں وجود میں آنے والی، بری، بحری اور فضائی سواریوں کی نئی نئی یافت و ایجاد اس آیت کے مدلول میں موجود ہے جن سواریوں کو مختلف اغراض کے لئے استعمال میں انسان لاتا رہے گا۔

تعمیرات:

گھر، مکان ہر ذی روح کی ضرورت ہے، شہد کی مکھی ہو یا چیونٹی سبھی اپنا مکان بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان وتذکر مختلف آیات میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے، چند آیات پر غور فرمائیں:

"والله جعل لكم من بيوتكم سكنا" (سورۂ نحل: ۸۰) (اللہ نے تمہارے لئے بسنے کو تمہیں گھر بنانا سکھایا (جو گھر باعث سکون ہو))۔

"واذكروا إذ جعلكم خلفاء من بعد عاد وبوّأكم في الأرض تتخذون من سهولها قصورا وتنحتون من الجبال بيوتا فاذكروا آلاء الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (سورۂ اعراف: ۷۴) (تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین میں ٹھکانا دیا کہ تم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو، سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ)۔

"وتنحتون من الجبال بيوتا فارهين" (سورۂ شعراء: ۱۴۹) (تم پہاڑوں کو تراش تراش کر فخر کرتے ہوئے مکانات بناتے ہو)۔

عمارتی ترقیات اور عہد جدید کے آلات کے ذریعہ روز بروز اس راحت رسانی سے لے کر جمالیاتی ذوق کا مظاہرہ ہو رہا ہے، مکانوں کے ڈیزائن، اس کے استحکام کے نئے نئے قاعدے، سردی وگرمی میں ان کو مکیفات سے مزین کرنے کے لئے نئے نئے طریقے وجود میں لائے جا رہے ہیں، بجلی کو قابو میں لا کر ہر حصہ بقعۂ نور نظر آتا ہے، آج یہ فن ضرورت وراحت سے لے کر زیبائش وآرائش سے بھی آگے جا چکا ہے۔ ان جدید آسائنوں سے پوری دنیا نفع حاصل کر رہی ہے اور جسم وجان کو سکون پہنچایا جا رہا ہے۔

جدید جنگی آلات ودفاعی اسلحے:

اللہ کی سرزمین میں اللہ کے نافرمانوں اور باغیوں کی سرکوبی اور عالم انسانیت کے مفسد عناصر کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے دفاعی آلات اور اسباب فراہم کرنے کا حکم فرماتے ہوئے چند بنیادی ہدایات دیں جن کو بھی سامنے رکھا جانا چاہئے:

"أعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم" (سورۂ انفال: ۶۰) (تیار کرو ان سے لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو قوت اور پلے ہوئے گھوڑے جس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو مرعوب کر سکو)۔

"وانزلنا الحديد فيه باس شديد ومنافع للناس"(سورۂ حدید:۲۵)(ہم نے اتارا لوہے کو جس میں شدید ہیبت ہے،اس کے علاوہ لوگوں کے لئے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں)۔

مفسرین ومحققین نے ان آیات کے اندر تعمیم کرتے ہوئے تمام جدید جنگی اسلحے اور دفاعی آلات مراد لئے ہیں جن کو شرعی حدود وقیود میں ہی استعمال کرنے کی اجازت ہوگی،کیونکہ اصل کسی شی کا صحیح استعمال ہے۔

طبی ترقیات:

زندگی اللہ کی بڑی نعمت ہے،اس کی بقا کے لئے اللہ تعالی نے نوع بہ نوع کی غذا اور نوع بہ نوع کی دوا کو بھی اپنے لطف وکرم سے پیدا کیا ہے تاکہ اس کی اس امانت کی ناقدری نہ ہو اور اس کی یہ عظیم امانت اس کی مرضیات میں استعمال ہوتی رہے۔

علاج ودوا کے تعلق سے چند نصوص کے اشارات اہل علم کی توجہ کے لئے کافی ہیں:

"يخرج من بطونها شراب مختلف ألوانه فيه شفاء للناس إن في ذلك لآية بقوم يتفكرون"(سورۂ نحل:۶۹)(نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں،اس میں لوگوں کے مرض اچھے ہوتے ہیں،اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو دھیان رکھتے ہیں)۔

"قال عليه السلام:ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء"(بخاری بحوالہ مشکوۃ ۳۸۷)(اللہ تعالی نے جو بیماری پیدا کیا اس کے لئے اس نے دوا بھی اتارا)۔

"ان الله أنزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام"(ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ ص ۳۸۸)(اللہ تعالی نے بیماری اور دوا دونوں ہی کو اتارا اور ہر بیماری کے لئے دوا ہے،لہذا علاج ودوا کراؤ البتہ حرام سے علاج مت کراؤ)۔

حدیث پاک میں کتاب الطب والرقی کے عنوان سے مختلف بوٹیوں اور پھلوں کے خواص اور قدرت کی رکھی ہوئی تاثیرات کا بہ تفصیل بیان ہے۔

دنیائے طب وعلاج میں ہر زمانہ میں عجیب وغریب علاج ومعالجہ کے طریقہ پر کام ہوتا رہا،طب قدیم کے پورے ذخیرہ سے جدید سائنس نے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔

بایں ہمہ عہد جدید میں جو مختلف جہتوں سے نئی دریافت اور محیر العقول تجربات سامنے آرہے ہیں اس سے کس کو انکار ہوگا،تشخیص امراض کے مختلف مشینوں کی ایجاد،فن جراحی کے لئے محیر العقول آلات،برقی وریڈیائی شعاعوں سے مختلف

امراض کے علاج، دوا سازی کی مختلف انواع، یہ وہ روزمرہ کی نئی نئی اشیاء ہیں جن کو ہر کوئی لازمی طور پر استعمال کرتا ہے، اور اس باب میں طبی دنیا اور جدید انکشافات کے درپے ہے، یہ لکل داء دواء کی یہ عملی تصویر ہے۔

ذرائع علم وادراک:

یہ امر مسلم ہے کہ علم کے ذرائع تین ہیں: ایک حواس خمسہ، دوسرے عقل، تیسرے وحی، حواس کا دائرہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں عقل کی رہنمائی ہوتی ہے اور جہاں عقل کا ادراک کام نہیں کرتا وہاں سے وحی کی رہنمائی ہونے لگتی ہے۔

اس لئے جگہ بہ جگہ انسان کو اس قوت سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے: "افلا تعقلون، لعلکم تعقلون، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون"۔ آج انسانی عقلوں کی ایجاد نے طباعت کے نئے نئے سامان تیار کر دیئے ہیں، اخبار کی خبروں کی ترتیب وطباعت کیسی زود کار مشینوں سے ہونے لگی، سائنس کی روشنی میں ٹیلی فون، ٹیلی پرنٹر، ٹیلی گراف، چھاپے خانے، ٹائپ رائٹر، کمپیوٹر سب علم کے پھیلانے کے آلات ہیں۔

آج انسان کو سائنس کے ذریعہ بہت اعلیٰ مواقع ملے ہیں جہاں وہ ان نئی ایجادات سے اپنی ظاہری رہن سہن کو بہتر بنا رہا ہے، زندگی کے مختلف میدانوں میں وہ عمدگی اور بہتری لا رہا ہے، پس اسے "هل أنتم شاكرون ، واعملوا صالحا" کی لحہ لحہ دعوت ملنا چاہئے۔

جدید آلات کے ذریعہ نئے ڈھنگ، نئے رنگ، نئی فکر کی جب پوری دنیا میں اشاعت کی جارہی ہے بلکہ ان ذرائع ابلاغ کو غلط مقاصد کے لئے استعمال کر کے پوری عالم انسانیت کے ذوق وضمیر کو بگاڑا جارہا ہے، تو ایسے حالات میں ان جدید آلات کو اشاعت حق اور دفاع عن الاسلام کے لئے استعمال کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے، اور "جادلهم بالتي هي أحسن" اور "ادفع بالتي هي أحسن" کے مدلول میں وہ شامل ہے۔

جس دین مبین کو ہم حق سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کا صحیح پیغام ہمیں صحیح نہج پر پہنچاتے رہنا ضروری ہے، ساری ایجادات اور تمام سائنسی انکشافات کا استعمال صرف معدہ اور مادہ کے لئے ہے، دین اسلام جو روح کے سکون کا باعث ہے جو آخرت کی ابدی زندگی کی دعوت دیتا ہے کاش ان آلات کا استعمال اس صحیح غرض کے لئے ہوتا۔

اب ان تمہیدی اجزاء کے بعد یہ عرض ہے کہ سوالات مرسلہ کے تعلق سے حسب ذیل باتیں علی الترتیب درج ہیں:

۱۔ حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تلبیسی کارروائی کا بروقت مسکت جواب دینے کے لئے مسلمانوں کو خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، کیونکہ نیت صحیح ہے اور کام صحیح اور اس کی نشریات کا آلہ بھی صحیح۔ کیونکہ اس مقصد کے لئے جو اسٹیشن قائم ہوگا وہ لہو ولعب کی اشاعت سے الگ ہوگا، اور اس کے لئے اسلامی قانون کی رعایت ہوگی۔

قرآن کریم کی تفسیر ابھی ماضی قریب میں فقیہ امت حضرت مولانا مفتی شفیع احمدؒ کی زبانی برصغیر میں خصوصاً بہت اہتمام سے سنا جاتا رہا اور اس سے زبردست فائدہ سننے والوں کو ہوا۔ حضرت تھانویؒ سے فونوگراف کے اندر قرآن شریف اور دیگر وعظ وقصص مباحہ کے محفوظ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر قرآن یا کوئی وعظ یا کلام مباح السماع کو بند کیا گیا ہو تو اس کا سننا جائز اور ناجائز باتوں کا سننا ناجائز۔ پس ریڈیو جو ابلاغ کا ذریعہ ہے کلیۃً آلہ لہو نہیں ہے۔ اگر آلہ لہو بھی ہو لیکن غرض صحیح ہو تو بھی اس کی اجازت ہوگی جیسا کہ طبل کا عندالسحور بجانا جائز ہے۔

۲۔ ٹی وی کی جو شکل موجودہ ہے اس میں تصویر کی مدد سے ہی سارا پروگرام انجام پاتا ہے، مذکورہ بالا مقاصد عالیہ کے پیش نظر اسے ایک ضرورت شرعیہ کے پیش نظر گوارا کرلیا جانا چاہئے اور اخف الضررین کے اصول کو سامنے رکھنا چاہئے، جس طرح ملکی قوانین اور پاسپورٹ وغیرہ کے موقع کے لئے تصویروں کو مجبوراً رکھا جاتا ہے۔

۳۔ مقاصد صالحہ کے پیش نظر فنی معلومات اور اخلاقی مضامین کے کیسٹ تیار کرنا اس حد تک تو گنجائش سمجھ میں آتی ہے، اور ویڈیو کیسٹ جن میں تصویروں کا استعمال ہوتا ہے وہ بالکلیہ سینما کی طرح کی چیز معلوم ہوتی ہے، اور اس پر لہو کی روح غالب معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ انٹرنیٹ کی پوری حقیقت معلوم نہیں، اگر اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے اور کوئی دوسرا دینی مفسدہ و ضرر اس سے پیدا نہیں ہوتا ہے تو اس کو بھی نشریات اسلام کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

نوٹ: اللہ کا دین ہر لحاظ سے ادب، عظمت، خشیت اور خوف آخرت کا متقاضی ہے، وحی ربانی کی ترجمانی خدا پرستوں کے اقوال و افعال سے ہمیشہ ہوتی آئی ہے، لہٰذا ان نشریات کے آلات سے قبل بھی دین اسلام کی صداقت وحقانیت دنیا کے چپے چپے میں پہنچی ہے، اور اگر ذرائع ابلاغ دنیا سے ناپید ہوجائیں جب بھی اللہ کے اس دین کی آواز دنیا کے ہر حصہ و خطہ میں پہنچے گی۔

اشاعت اسلام اور تبلیغ دین جس کے ذریعہ اتمام حجت ہو ان آلات کے نشریات پر موقوف نہیں ہے، ہاں اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے اور معاندین ومخالفین کے غلط پروپگنڈہ کے دفاع کے لئے استعمال کا سوال ہے، جسے "ادفع بالتی ھی احسن" کے ذیل میں آنا چاہئے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد عزیر اختر قاسمی
جامعہ قاسمیہ بالاساتھ، سیتامڑھی

تمہید:

ضرورتیں ایجاد کی ماں ہیں، جب جیسی ضرورت درپیش ہوئی اسی کے مطابق نئی ایجاد رونما ہوئی، گذشتہ زمانہ میں ضرورتیں کم تھیں تو ایجادات کم تھیں، مگر کوئی زمانہ ایجادات سے خالی نہیں، ہر زمانے میں نئی ایجادات کا وافر حصہ رہا ہے، چنانچہ قدیم طریقہ جنگ کو چھوڑ کر خندق کھود کر جنگ کرنا، ہڈی، چمڑے اور پتوں پر لکھنے سے کتابت کا کام پورا نہ ہوا تو کاغذ سازی کا عمل میں آنا اس کی واضح علامت ہے، اسی طرح موم اور تیل وبتی والے چراغ کی روشنی ناکافی ہوئی تو اعلیٰ پیمانہ پر روشنی کا انتظام کیا گیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ شہر قرطبہ میں روشنی کا ایسا اعلیٰ انتظام تھا کہ اسی روشنی سے آٹھ نو میل تک لوگ راستہ طے کر لیتے، اور دوسری کسی روشنی کی ضرورت پیش نہ آتی۔

میدان جہاد میں پرانے طرز کے اسلحے ناکافی سمجھے جانے لگے تو نئے آلات جہاد بنائے گئے اور اس کے علاوہ بہت سی مصنوعات وجود میں آئیں اور سب نے مقام مقبولیت حاصل کیا اور صرف یہ کہہ کر رد نہ کیا گیا کہ نئی چیزوں کا حکم کہیں شریعت میں نہیں ملتا، بلکہ حدیث وقرآن سے اخذ کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں اس قسم کے آلات جدیدہ کے جواز کو مناسب سمجھا گیا، اور بعض سلف صالحین نے استعمال بھی کیا۔

اسلام چونکہ ایک ہمہ گیر اور تا قیامت جاری رہنے والا مذہب ہے کسی خاص زمانہ اور کسی قوم خاص کے ساتھ مخصوص نہیں جیسا کہ گذشتہ مذاہب ایک محدود زمانہ اور محدود و متعین قوموں کے لئے تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ سارے مذاہب نے بطور اصل ایک ہی خدا کی دعوت دی ہے، لہذا وقت کے بدلتے ہوئے حالات اور سماج کے طرز زندگی کا بگاڑ اس کو متاثر نہیں کر سکتا بلکہ یہ مذہب نئی پیدا ہونے والی ہر چیز کا استقبال کرتا ہے اس کا منکر نہیں، اور نہ ہی اس کے استعمال سے یک لخت بلا تدبر کے منع کرتا ہے کیونکہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اور انسان کے فائدہ رسانی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

"خلق لکم ما فی الارض جمیعا" گویا ساری اشیاء خدائی عطیہ ہے اور خدائی عطیہ ممنوع نہیں مباح ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا: "وما کان عطاء ربک محظورا" (القرآن)۔

اب استعمال کرنے والا اس کو جائز انداز میں استعمال کرے تو وہ جائز اور ممنوع طریقے سے استعمال کرے تو وہی شی حرام وممنوع قرار دی جائے گی، تاہم فقہاء شافعیہ اور بعض حنفیہ کا یہ مسلمہ بیان ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں درحقیقت مباح اور جائز ہیں مگر جبکہ کوئی دلیل شرعی اس کی حرمت پر دال ہو، اگرچہ بعض حنفیہ کا خیال اس کے برعکس ہے (الاشباہ والنظائر ص ۱۱۵)۔

ایجادات واختراعات کا یہ لامتناہی سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ سب کے مباح الاستعمال ہونے کا حکم بھی نہیں دیا جاسکتا، اس لئے امت کے فکر مند حضرات کو اس سلسلے میں متنبہ رہنا پڑے گا تاکہ بروقت شریعت کے مقررہ و مسلمہ ضوابط کی روشنی میں اس کا صحیح رخ طے کرکے مسلمانوں کے لئے راہ استعمال واضح کی جاسکے۔

ذیل میں اسی کے متعلق معلومات سلف صالحین کی تصریحات سے استفادہ کرکے حل پیش کرنے کی کوشش کی جاری ہے۔

ریڈیو اسٹیشن:

۱- سوال اول کا حاصل یہ ہے کہ اشاعت حق اور تردید فرق باطلہ کے لئے مسلمانوں کو اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا کیا حکم ہے۔

اس سوال میں دو شق ہیں: الف: اشاعت حق، ب: تردید فرق باطلہ۔

قدرے مشترک ایک دوسرے کو لازم ہے، تو اس کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حق کی اشاعت ہر زمانہ میں اس امت کا ایک اہم فریضہ رہا ہے اور ہے، قرآن کریم کی بے شمار آیتیں اس کو ثابت کررہی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا: "وذکر فان الذکری تنفع المومنین" (یعنی اے محمد ﷺ آپ لوگوں کو سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا)، اور ایک جگہ فرمایا گیا: "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر" (اور تم میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے، کہ خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے)۔

اور حدیث میں فرمایا گیا: "یا أیھا الناس إن اللہ تعالی یقول لکم مروا بالمعروف ونھوا عن المنکر قبل أن تدعوا فلا اجیب لکم وتسألون فلا أعطیکم وتستغفرونی فلا أنصرکم" (ابن ماجہ) (یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو

اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور تمہارا سوال پورا نہ کیا جائے، تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں)، اسی طرح ایک دوسری جگہ فرمایا گیا: "من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان" (مسلم) (یعنی جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے، اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا بہت ہی ادنیٰ درجہ ہے)۔

یہ دو آیتیں اور حدیثیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔

قدرے مشترک تمام آیتوں اور حدیثوں کا مقصد ایک ہی معلوم ہوتا ہے، کہ حق کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام ہونی چاہئے مگر اس کی کیا کیفیت اور کس نوعیت کی ہونی چاہئے؟ میری سمجھ میں یہ آ رہا ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص ذریعہ اور خاص کیفیت محدود و متعین نہیں ہے، البتہ آخر الذکر حدیث سے اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اولاً اپنی طاقت کا استعمال ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو طاقت مرحمت فرمائی ہے وہ دو قسم کی ہیں: ایک جسمانی طاقت خواہ تقریری صلاحیت ہو یا تحریری، فکری استعداد ہو یا سیاسی، بہر حال ہر قسم کی صلاحیت استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسری طاقت مالی طاقت ہے کہ آدمی کو اشاعت حق کے لئے مالی طاقت کے استعمال کا بھی حکم دیا گیا ہے، بہت سی آیتوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے، ایک جگہ فرمایا گیا: "وتجاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم" (یعنی اللہ کے راستے میں تم اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو)، اور اللہ کے راستے میں جہاد ہی ہے کہ حق کی اشاعت کی جائے اور باطل کو ختم کیا جائے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حاصل وخلاصہ ہے۔

ماضی میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اشاعت حق کے لئے حالات اور ضروریات کے مطابق مختلف اسباب وطرق اختیار کئے گئے ہیں، چنانچہ پہلی منادی کا کوہ صفا کی بلندی سے انجام پانا، خود سرکار دو جہاں ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف ہجرت کرنا، کبھی دفاعی اور کبھی اقدامی جنگ کا رونما ہونا اور ترک وطن کرنا وغیرہ سب کا حاصل وخلاصہ اشاعت حق اور ابطال مذاہب باطلہ ہی ہے، ہر زمانہ میں ضرورت کے مطابق اور بتقاضائے احوال ضروری امور کو بروئے کار لایا گیا، یہی وجہ ہے کہ بموقعہ جنگ وجدال جب پرانے قسم کے ہتھیار ناکافی ہوئے تو نئے ہتھیار مثلاً توپ اور بارود کو بروئے کار لایا گیا۔

اور جس طرح اشاعت حق اور ابطال فرق باطلہ کا کام ابتداء اسلام میں ضروری تھا اسی طرح تا قیامت جاری رہے گا، مگر یہ ضروری نہیں کہ جس طرح زمانہ ماضی میں کام کیا گیا اسی طرح آج بھی کام کیا جائے گرچہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ قدیم طریقۂ تبلیغ بھی کارآمد ہیں تاہم ضرورت ایسی لاحق ہوگئی ہے کہ نئے طریقے اور نئے آلات بھی اختیار کئے جائیں

جو اشاعت حق کے ساتھ ابطال فرق باطلہ اور اس کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کا جواب شافی دینے کے لئے بھی موثر ثابت ہو۔

اس مقصد احسن کے حصول کے لئے اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ لوگوں کے سامنے وعظ کر دیا اور خاموش بیٹھ گئے بلکہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے بعض ایسے طریقے بھی اختیار کئے گئے ہیں جو بذات خود اچھے نہیں تھے، مگر مقصد اچھا تھا اس لئے مباح ہی نہیں بلکہ ممدوح و مطلوب قرار دیا گیا، چنانچہ نور الانوار میں لکھا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ بذات خود ممنوع ہونا چاہئے کیونکہ اس سے اللہ کے بندوں کو عذاب دینا اور شہروں کی ویرانی وجود پذیر ہوئی ہے مگر مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے اس لئے یہ عمدہ ہے اور اس کا حکم دیا گیا، اور خود نبی ﷺ کے عہد میں اور آپ کے بعد بہت سی جنگیں ہوئیں اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کا قتل ہوا۔

علیٰ ہذا القیاس اعلاء کلمۃ اللہ اور تردید فرق باطلہ کے لئے ہر اس طریقہ کے استعمال کرنے کی اجازت دی جانی چاہئے جو وقت اور حالات کے اعتبار سے مؤثر طریقہ ہو۔

چنانچہ اس زمانہ میں ریڈیو اسٹیشن کا ایسا نظام ہے کہ اس کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلام کی آواز بآسانی پہنچائی جاسکتی ہے جیسا کہ دوسری عام خبروں کا حال ہے، لہذا مقصد احسن کے لئے مسلمانوں کو اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہوگا تاکہ اشاعت حق اور تردید فرق باطلہ کا کام بآسانی انجام دیا جاسکے، اسلام کی آواز کا پہنچا دینا ہی مطلوب و مامور ہے، قبول کرانا بندوں کی طاقت سے ماوراء ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا: "إنما عليك البلاغ" اور دوسری جگہ فرمایا گیا: "انک لا تهدی من احببت ولكن الله يهدى من يشاء" مگر ریڈیو اسٹیشن میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعہ اور بھی مختلف قسم کے ممنوع پروگرام پیش کئے جاتے ہیں، تو عرض یہ ہے کہ جس اسٹیشن کی بات پیش کی جارہی ہے اس کی حیثیت عام سرکاری اسٹیشنوں کے جیسی معلوم نہیں ہورہی ہے، بلکہ یہ اسٹیشن مسلمان کی نگرانی میں کام کرے گا اس لئے حسن ظن قائم رکھتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ اس کا استعمال جائز کاموں میں کیا جائے گا اس لئے جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ یہ فقہ حنفی کے ایک معروف قاعدہ "الامور بمقاصدها" یعنی وہ چیز جس کا حکم شریعت میں حلال یا حرام ہونا مذکور نہیں تو اس کا حکم اس کے مقصد پر محمول ہوگا کہ "اگر اس کا مقصد ناجائز ہے تو اس کا استعمال ناجائز اور اگر اس کا مقصد اچھا اور جائز ہے تو اس کا استعمال بھی جائز ہوگا" کے تحت داخل ہے کہ اس کا مقصد اشاعت حق اور ابطال مذاہب باطلہ ہے جو محمود و مطلوب ہے، اس لئے اس کا نظم اور انتظام کرنا جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ علامہ ابن نجیم نے الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ بعض حنفیہ مثلاً امام کرخی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ تمام چیزیں جن کا حکم شریعت میں حرام ہونے کا مذکور نہیں اس میں اصل اباحت ہے اور چونکہ زمانہ سابق میں ریڈیو

وغیرہ کا رواج نہیں تھا اس لئے اس کا حکم بھی مذکور نہیں اور اب اس کا کچھ عرصہ سے رواج ہوا ہے لہذا قاعدہ مذکورہ کے تحت یہ چونکہ داخل ہے اس لئے دراصل یہ مباح ہوگا تا آنکہ کوئی وجہ اس کے حرام ہونے کی نہ پائی جائے۔

اور اس وجہ سے بھی کہ اس زمانہ میں شدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے تو الضرورات تبیح المحظورات کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ سلف صالحین نے حالات اور زمانے کے تقاضے کی بنا پر ریڈیو کے ذریعہ خبر اور تلاوت کلام اللہ شریف وغیرہ اچھے قسم کے پروگراموں کے سننے کی اجازت دی ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۶۴) لہذا اچھائی سے یہ چیزیں نشر کی جائیں یعنی اس کا مرکز اور اسٹیشن قائم کرنا بھی جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ حضرت مولانا خورشید حسن صاحب القاسمی نے لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا عیاناً دیکھنا اور سننا جائز ہے تو اس کو کسی آلہ کے ذریعہ دیکھنا یا سننا جائز ہوگا (ٹیلی ویژن وغیرہ شریعت کی نظر میں ص ۸) تو عرض یہ ہے کہ حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید بالمشافہ اور عیاناً کرنا یا سننا جائز ہی نہیں بلکہ مطلوب ہے تو اس کام کو کسی آلہ کے ذریعہ انجام دینا اور اس کے لئے مرکز قائم کرنا یقیناً جائز ہوگا۔

ذرا غور کیا جائے کہ اسلام اور کفر کی جنگ لڑی جارہی ہو، دشمنان اسلام تو آلات جدیدہ کا استعمال کر رہے ہوں اور مسلمان وہی پرانے انداز کا ہتھیار استعمال کریں تو کیا مسلمانوں کو کامیابی ہاتھ آئے گی؟ میرا خیال ہے کہ جواب نفی میں ہوگا اور حکم دیا جائے گا کہ مسلمانوں کو بھی آلات جدیدہ استعمال کرنا چاہئے، علی ہذا القیاس ریڈیو اسٹیشن کا حال ہے۔

اور اس وجہ سے کہ عام طور پر مسلم حضرات بھی ریڈیو سنتے ہیں تو جب اس میں فاسد پروگراموں کی اکثریت ہے تو ریڈیو سننے والوں کی مشغولیت انہی قسم کے پروگراموں کے ساتھ زیادہ ہے اور جب ریڈیو اسٹیشن دیندار لوگوں کے اختیار وتصرف میں ہوگا تو اچھے اور دینی پروگرام زیادہ ہوں گے بلکہ اسی قسم کے ہی پروگرام اس میں نشر ہوں گے تو مسلمانوں کو اس سے زیادہ دلچسپی ہوگی اور برے فاسد قسم کے پروگرام ختم نہیں تو کم ضرور ہوں گے، اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دو قسم کی خرابی میں یقیناً علی سبیل الانفراد ملوث ہورہا ہو تو ان میں سے ایسی صورت اختیار کی جائے گی جس میں خرابی کم ہو، عبارت اس طرح ہے: "من ابتلی ببلیتین وھما متساویان یاخذ بایتھما شاء وان اختلفا یختار أھونھما" (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۵)۔

اور اس وجہ سے بھی کہ ہمارے دیار ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے علماء کرام نے بھی مسلمانوں کے لئے اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کے جواز کا فتوی دیا ہے، لہذا ہمیں بھی ایسے نابغہ روزگار شخصیات کے اقوال سے استفادہ کرنے کا اور فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جانا چاہئے جو مفید بھی ہے اور ضروری بھی، موثر بھی ہے اور مطلوب بھی۔

۲- سوال نمبر دو میں ٹی وی اسٹیشن کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔

گذشتہ دنوں اکابرامت نے ٹی وی کو آلہ لہو ولعب ہونے کی بنا پر ممنوع الاستعمال قرار دیا ہے، کیونکہ تمام آلہ لہوو لعب قرآن وحدیث کی تصریحات کی بنا پر حرام ہے، حدیث میں فرمایا گیا: "کل لهو المسلم حرام" اور اس وجہ سے کہ اس کی وجہ سے بے فائدہ مشاغل میں وقت ضائع ہوتا ہے، اور حدیث میں فرمایا گیا: "من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه" (بخاری شریف) اور اس وجہ سے کہ اس کے ذریعہ پیش کئے جانے والے پروگرام غفلت میں ڈالنے والے ہوتے ہیں اور ہر وہ شی جو غفلت میں ڈال دے وہ حرام ہے۔ "کل ما ألهاک فهو حرام"۔ اور فقہ کی بہت سی کتابوں میں کھیل تماشوں اور غفلت میں ڈالنے والی چیزوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، درمختار میں ہے: "فاللعب وهو اللهو حرام بالنص" (درمختار ۹/۵۶۶) اس کے علاوہ اور بہت سی وجہیں ہیں جو اس کی حرمت کو ثابت کرتی ہیں لہذا اس کام کے لئے مرکز بنانا کیسے جائز ہوگا؟

بایں ہمہ اگر وجوہ حرمت وممانعت کا منظر غائر مطالعہ کیا جائے تو میری سمجھ کوتاہ میں یہ آتا ہے کہ ان سب وجوہات سے بذات خود ٹی وی کی ممانعت کا اثبات نہیں ہوتا اور حقیقت بھی یہی ہے، بلکہ اس کی ممانعت ایک سبب عارض کی بنا پر ہو رہی ہے، اس لئے کہ اس کا حکم کتب سابقہ میں منصوص ومصرح تو ہے نہیں کیونکہ خود اس کا وجود ہی نہیں تھا، اب اس کا وجود ہوا ہے اور مباح ہو کر ہوا ہے، کیونکہ یہ ایک خدائی عطیہ ہے اور فرمایا گیا: "وما كان عطاء ربک محظورا"۔ اور اس وجہ سے کہ شافعیہ اور بعض حنفیہ کا خیال یہ ہے کہ تمام اشیاء اپنی اصل کے اعتبار سے مباح ہیں، مگر لوگوں نے اس کو اپنی خواہشات کے اعتبار سے استعمال کرنا شروع کردیا اور بیشتر استعمال لہو ولعب میں ہونے لگا تو اس کو ناجائز قرار دیا گیا، گویا لوگوں نے استعمال غلط کیا اس لئے ناجائز ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔

تو عرض یہ ہے کہ جب تک یہ علت لہو ولعب مانی جائے گی ممنوع ہوگا، اور جب یہ علت نہ ہوگی تو وہ ممنوع نہ ہوگا، مثلاً ایام منہیہ میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض لازم آتا ہے، لہذا جن دنوں میں یہ علت نہ ہو ان دنوں میں روزہ جائز ہوگا، اسی طرح شطرنج سے کھیلنا ناجائز ہے جبکہ اس پر مداومت ہو اور جوئے بازی ہو رہی ہو، اگر یہ علت نہ پائی جائے تو شطرنج کھیلنا جائز ہوگا، اسی طرح غلاموں کی گردن میں زنجیر اور طوق ڈالنا گذشتہ زمانوں میں ناجائز تھا اور اس زمانہ میں جائز ہے (درمختار ۹/۵۶۶)، اسی طرح ٹی وی کا استعمال علت لہو ولعب کی وجہ سے ناجائز ہوگا مگر جب یہ علت نہ ہو تو اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا، اسی طرح اس کے لئے مرکز یعنی اسٹیشن قائم کرنا بھی جائز ہوگا۔

کیونکہ جب اس کا استعمال اچھے پروگراموں میں ہوگا، متشرع مسلمان کی نگرانی میں چلے گا تو یقین ہے کہ جس علت کی بنا پر اس کی ممانعت ہوئی ہے وہ علت معدوم ہوگی تو حرمت وممانعت جو اسی علت پر دائر ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی،

نورالانوار میں لکھا ہے کہ جب کسی شی ممنوع میں ممانعت غیر کی وجہ سے ہو رہی ہے کہ وہ غیر کبھی اس سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی جدا ہوتا ہے تو جب وہ غیر اس کے ساتھ متعلق ہو تو ممنوع، اور جدا ہو تو جائز ہوگا، جیسے بوقت اذان جمعہ خرید و فروخت کرنا، اگر ترک سعی اس سے متصل ہو جائے تو خرید و فروخت ناجائز اور اگر یہ منفصل ہو جائے مثلاً بائع اور مشتری ایک سواری میں بیٹھ کر جامع مسجد کی طرف جا رہے ہوں اور عقد بیع کرلیں تو یہ یقیناً جائز ہوگا، اور اس کے علاوہ اور بہت سی جزئیات ہیں (ص ٦٦)۔

اور اس وجہ سے بھی کہ ہم ماقبل میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ ریڈیو کا استعمال کرنا اور اس کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا سب جائز ہوگا تو اس کے لئے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں وہ اس کے ثابت کرنے کے لئے بھی کافی ہیں۔

اور اس وجہ سے بھی کہ ٹی وی وغیرہ "مالا تقوم المعصية بعينه" کی قبیل سے ہے یعنی اصل شی میں کوئی قباحت نہیں بلکہ قباحت الگ سے آکر مثلاً طریقہ استعمال کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے تو اس کے متعلق ماقبل میں ہم لکھ آئے ہیں کہ ایسی چیزیں جن کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو تو اگر اس کو اس معصیت و قباحت سے احتراز کے ساتھ استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا، مثلاً جدید طرز کے اسلحہ اور آلہ جنگ وغیرہ۔

اور اس وجہ سے بھی کہ یہ ایک حقیقت واقعہ ہے کہ الیکٹرونک میڈیا انسانی ذہن و دماغ اور فہم و فکر کی تبدیلی میں بہت حد تک کامیاب اور موثر ہے، اور مخالفین اسلام اس کے ذریعہ اپنے مذاہب باطلہ کی اشاعت اور اسلام سے متنفر کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ایسے موثر طریقہ تبلیغ کو استعمال نہ کیا جائے، اگر اس سے گریز کیا جاتا رہے تو نتیجہ یہ ہوگا مسلمان اپنے مذہب کی اشاعت میں ناکام ہو جائیں گے، ہاں یہ ضروری ہے کہ ایسا کرنا ممکن ہو اور ممنوعات شرع سے احتراز بھی ملحوظ رہے۔

اور اس وجہ سے بھی کہ ہم ماقبل میں لکھ آئے ہیں کہ قرآن کریم اور احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ احکام اور دعوت الی اللہ کا کام اس امت کی ذمہ داری ہے اور اس کا باضابطہ حکم آیا ہے، مگر اس کی صورت و کیفیت متعین نہیں ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تغیر زمان و احوال سے طریقہ دعوت و تبلیغ بدلتے رہیں گے تو مسلمانوں کو نئے چیلنج کا مقابلہ اور بھرپور مقابلہ کرنا ہے، اور اس کے لئے تو ظاہر ہے کہ آلات جدیدہ کو استعمال میں لانا ہی پڑے گا تب ہی مطلب برآری ہو سکے گی۔

پھر یہ کہ کیا بات ہے کہ ایسی چیزیں جو بذات خود معصیت نہیں اس کو کافر اور دشمن خدا اور رسول استعمال کریں اور اپنے مذہب باطل کی اشاعت میں اس سے کام لیں اور ہم اس کو استعمال نہ کریں، اس کے ذریعہ اپنے مذہب کی اشاعت کا کام نہ کریں، اور ان آلات جدیدہ کے ذریعہ اسلام پر مختلف قسم کے واہی تباہی اعتراضات انحاء عالم میں پھیلایا جائے، لوگوں کو متنفر کیا جائے اور ہم اپنی آواز اور اسلام پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب اسی انداز سے نہ دیں، یا وہ لوگ فاسد مقاصد میں استعمال کرتے ہیں تو ہم کیسے استعمال کریں، میری سمجھ میں آرہا ہے کہ ایسی کوئی وجہ نہیں کہ کافر استعمال کریں اور ہم نہ کریں۔

یہ گفتگو تو اس کے آلہ لہو نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ٹی وی بذات خود آلہ لہو ولعب ہے یا لہو ولعب میں کثیر الاستعمال ہے اس لئے آلات جدیدہ ممنوعہ کی فہرست میں داخل ہے پھر اس کے لئے مرکز قائم کرنا کیسے جائز ہوگا؟

تو عرض یہ ہے کہ اس صورت میں اس کی حرمت قطعی اور منصوص نہ ہوگی بلکہ عرف، حالات اور اعتبار معتبر کے تابع ہوگی، کیونکہ بذات خود اس کا کوئی حکم شریعت کے اصول وفروع میں موجود نہیں، تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ جس عرف اور حالات کے متعلق گفتگو ہورہی ہے وہ وہی ہے جس میں ٹی وی کو لہو ولعب میں استعمال کیا جاتا ہے یا اس سے علاحدہ ہو کر گفتگو کی جارہی ہے، میرا خیال ہے جو سوال نامہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ شق ثانی مراد ہے تو ہم قبل ہی عرض کر چکے ہیں کہ اس کی حلت وحرمت حالات اور عرف کے تابع ہوگی، تو اس کا استعمال بطور آلہ لہو ولعب ہوگا تو ظاہر ہے کہ نا جائز ہوگا پھر اس کے لئے اسٹیشن قائم کرنا بھی نا جائز ہوگا، اور اگر کھیل تماشے کے طور پر اس کا بالکل استعمال نہ کیا جائے بلکہ مفید اور دینی باتوں کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس کے نا جائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی، لہذا ایسے دینی کاموں کے لئے اس کا اسٹیشن قائم کرنا بھی جائز ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ شریعت میں ایسی مثالیں بہت ملتی ہیں کہ بہت سی ایسی چیزیں جو بذات خود ممنوع ہیں مگر اس کے باوجود حالات کی تبدیلی اور اہل زمانہ کے بگاڑ وغیرہ کی وجہ سے جائز قرار دی گئی ہیں اور جدید فقہی مسائل میں بحوالہ الاحکام للقرافی نقل کیا گیا ہے کہ شریعت کے وہ احکام جو عرف وعادت پر مبنی ہیں اس میں جب عرف بدل جائے گا تو نئے عرف کے مطابق احکام بھی بدل جائیں گے، عبارت اس طرح ہے:

"ان کل ماهو فی الشریعة یتبع العوائد یتغیر الحکم فیه عند تغیر العادة الی ماتقتضیه العادة المتجددة" اور بحث ونظر میں لکھا ہے کہ اختلاف زمان کے ساتھ بعض احکام بھی بدل جاتے ہیں، بحوالہ رسائل ابن عابدین عبارت اس طرح ہے: "فکثیر من الاحکام تختلف باختلاف الزمان او بتغیر عرف أهله او لحدوث ضرورة" ان قاعدوں کے ذکر کے بعد بہت سی مثالیں اور جزئیات ذکر کی گئی ہیں جو کسی زمانہ میں نا جائز تھیں مگر بعد میں جائز قرار دی گئیں (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۰)۔

علی ہذا القیاس کہا جائے گا کہ ایک وہ زمانہ تھا جو ٹی وی کے وجود پذیر ہونے کا ابتدائی زمانہ تھا تو لہو ولعب میں اس کا استعمال خوب ہوا تو وقت، حالات اور استعمال کے اعتبار سے فقہاء کرام نے اس کے نا جائز ہونے کا حکم دیا، اور اب حالات بدلے، استعمال میں تغیر آیا، یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور بدتر سے بدتر ہو گئے ہیں تو یقین کے ساتھ یہ کہا جائے کہ جب مفید کارآمد دینی کاموں میں اس کا استعمال کیا جائے گا تو ٹی وی جائز ہوگی اور اس کا اسٹیشن قائم کرنا بھی جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ بعض دفعہ تبدیلی احوال کی وجہ سے منصوص مسائل میں بھی تبدیلی لائی گئی ہے۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تو خاص لوگوں کا عرف ہوا کہ بعض اشخاص اس کو اشاعت اسلام کے مقصد سے استعمال کریں گے، اور اصول فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عرف خاص حکم کلی کو ثابت نہیں کرسکتا۔

تو عرض یہ ہے کہ اس کے جواز کا حکم کلی ثابت کرنا مقصود بھی نہیں کہ یہ کہہ دیا جائے کہ علی الاطلاق ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا جائز ہوگا چاہے اس میں جس قسم کا پروگرام نشر کیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ خاص لوگ خاص اہتمام وانتظام کے ساتھ مکمل احتیاط واحتراز عن الممنوعات کی حالت میں اشاعت اسلام اور تردید فرق باطلہ کے لئے اسٹیشن قائم کریں تو جائز ہوگا۔

اسی طرح یہ اعتراض بھی کسی کے ذہن میں آسکتا ہے کہ پھر ٹی وی اسٹیشن سے جو پروگرام نشر کیا جائے گا وہ تو تصویر کے ساتھ نشر ہوگا، اور تصویر کی صریح ممانعت نصوص میں موجود ہے، پھر جب ممنوعات کے ساتھ اس کا التباس ہوگا تو وہ بھی ممنوع قرار دیا جانا چاہئے۔

تو عرض یہ ہے کہ اس کے متعلق ہم تفصیلی گفتگو سوال ۳ کے ذیل کر رہے وہیں ملاحظہ کرلیا جائے، تاہم یہ مان کر چلنا چاہئے کہ تصویر ضرور نشر ہوگی مگر وہ مقصود نہ ہوگی بلکہ مقصود تو کوئی دوسری چیز یعنی نشر ہونے والا پروگرام ہوگا اس لئے میری سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے، اور کتب فقہ میں بہت سے ایسے مسائل مندرج ہیں جو باعتبار مقصود ہونے اور نہ ہونے کے حلال وحرام قرار دیئے گئے ہیں، علی ہذا القیاس یہاں بھی چونکہ تصویر مقصود نہ ہوگی اس لئے حلال ہوگا، اور یہ بھی مان کر چلنا چاہئے کہ اس کا نظم ونسق ایک دیندار مسلمان کی نگرانی میں ہوگا اس لئے مستورات کی تصویریں اور عریاں تصویروں کے ہونے کا محض ایک خیال ہے، کیونکہ حسن ظن ہے اور اسی کا حکم بھی دیا گیا ہے کہ ایسی اور اس قسم کی دوسری تمام ممنوعات سے اعتراض کے ساتھ یہ پروگرام انجام پائے گا اس لئے یقیناً جائز ہونا چاہئے۔

۳- تیسرے سوال میں کیسٹ تیار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا ہے۔

تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر ایسی کیسٹ تیار کی جائے جس میں ممنوع اشیاء سے احتراز کیا گیا ہو تو وہ جائز ہوگا۔ ایک تو اسی قاعدہ کلیہ کی وجہ سے جو بارہا مذکور ہو چکا کہ ... ی تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے، تا آنکہ کوئی دلیل شرعی اس کی حرمت پر دال ہو تو پھر وہ حرام ہو جائے گی، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں تصویر بنانا جائز تھا مگر نبی آخر الزماں ﷺ کے عہد مبارک میں اس کو حرام قرار دیا گیا۔

اور اس وجہ سے کہ بذات خود اس میں کوئی معصیت نہیں ہے، اور جو چیزیں اس قبیل سے ہوں کہ اس میں کوئی معصیت نہ ہو خارج سے آکر معصیت اس کے ساتھ مل جاتی ہو تو اگر اس معصیت سے احتراز کے ساتھ اس کا استعمال کیا جائے تو وہ جائز ہوتا ہے۔

اور اس وجہ سے کہ ٹیپ ریکارڈ کیسٹ یا دوسری قسم کی کوئی کیسٹ بذات خود صاف اور سادہ ہوتی ہے تو اس کو آلۂ لہو

ولعب کی فہرست میں محض اس وجہ سے کہ بعض بدمذاق لوگ اس میں لہوولعب اور طرب مستی والی باتیں محفوظ کر لیتے ہیں ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ یہ تو استعمال کرنے والے کی بدمذاقی ہے آلہ کا کوئی قصور نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیسٹ بذات خود بری نہیں اور نہ تو محض لہوولعب کے لئے ہے، اس سے دین کا بہت سا کام با آسانی لیا جاسکتا ہے، اکابر نے لکھا ہے کہ سائنس جدید ہو یا قدیم اور اس کے ذریعہ بنائے ہوئے آلات نئے ہوں یا پرانے ان کو اگر صحیح طریقہ پر استعمال کیا جائے، شریعت کی مقررہ حدود کی پوری رعایت رکھی جائے اور اصول شرعیہ کا پورا پورا خیال رکھا جائے تو شریعت اس کو ممنوع وحرام قرار نہیں دیتی (ٹی وی وغیرہ کے احکام مولانا خورشید حسن القاسمی)، اور آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں مفتی شفیع صاحبؒ نے یہ ضابطہ لکھا ہے کہ جو آلات ایسے ہوں کہ نہ ان کی وضع لہوو طرب کے لئے ہوئی ہو نہ عموماً ان کو آلات لہوو طرب سمجھا جاتا ہو..... تو ایسے آلات جائز ہوں گے، آگے لکھتے ہیں کہ ٹیپ ریکارڈ مشین وغیرہ آلات اسی قسم میں داخل ہے (ص ۱۶۱)۔

اس تصریح سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ چیزیں جن کا حکم شریعت میں منصوص نہیں وہ اپنے استعمال اور مقاصد وضع کے اعتبار سے حلت و حرمت کا حکم اخذ کریں گی، اور ''الاشباہ والنظائر'' میں یہ قاعدہ بہت معروف ہے: ''الامور بمقاصدھا'' یعنی تمام وہ چیزیں جو اس قسم کی ہوں اپنی حلت وحرمت کے لحاظ سے مقاصد استعمال پر دائر ہوں گی۔

اسی طرح ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز کی بیع مکروہ نہیں جس کی ذات سے معصیت نہ ہو مثلاً گلوکار باندی، سینگ مارنے والا مینڈھا، تیز اڑنے والا کبوتر وغیرہ، عبارت اس طرح ہے: ''وعلم من ھذا انہ لا یکرہ بیع مالم تقم المعصیۃ بہ کبیع الجاریۃ المغنیۃ'' (ردالمحتار ۹/۵۶۱ طبع مکتبہ زکریا)۔

تو غرض یہ ہے کہ کیسٹ جو تیار کی جاتی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا مقصد کسی چیز کو محفوظ کرنا ہے تو اگر اس میں دینی باتوں کو محفوظ کیا جائے تو کیا برا ہے جبکہ دینی باتوں کے محفوظ کرنے کا رواج سرکار دو جہاں اور صحابہ کرام کے عہد سے قائم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس زمانہ میں ایسا آسان طریقہ رائج نہیں تھا تو جو میسر تھا اسی طریقہ پر محفوظ کیا گیا اور اس زمانہ میں محفوظ کرنے کا یہ طریقہ وآلہ وجود پذیر ہوا ہے تو اس کو ناجائز اور حرام ہونے کا حکم کیسے دیا جائے جبکہ مقصد اصلی صحیح اور مطلوب ومقصود ہے (ملاحظہ ہو: تدوین حدیث مولانا مناظر احسن گیلانی)۔

اگر یہی بات ہے کہ دین میں ایک نئی بات کو داخل کرنا لازم آتا ہے تو کیا آلات جنگ وحرم جو نئے قسم کے ایجاد ہوئے ہیں اس کو ناجائز ہونے کا حکم دیا جائے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ تمام محققین کی طرف سے جواب یہی آئے گا کہ اس کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے بھی جائز ہوگا، چنانچہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں لکھا ہے کہ گرچہ اس کا استعمال مخالفین اسلام مخالفت اسلام کے لئے کرے مگر اس کے باوجود مسلمانوں کے لئے اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا، علی ہذا القیاس اس کا استعمال محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات کے لئے ہوگا جو بہر حال ایک اچھا کام اور عمدہ مقصد ہے اس لئے اس کے جائز ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ علمی دنیا میں اس کی اہمیت وافادیت بہت زیادہ محسوس کی جارہی ہے، اور اس کا رواج بڑھ رہا ہے لہذا ایسے پاکیزہ مقصد کے لئے جو اوپر مذکور ہوئے کیسٹ تیار کرنا اور اس کو استعمال کرنا یقیناً جائز ہوگا۔

اور اس وجہ سے بھی کہ اس کی حیثیت ٹھیک گراموفون کے ریکارڈ جیسی ہے اور اس کے ریکارڈ کے متعلق مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے: کہ جو کلام اصل سے مباح ہو اس کی اس آلہ میں نقل اتارنا اور اس کا سننا اور سنانا بھی فی نفسہ (خارجی عوارض سے قطع نظر) مباح ہے، (گراموفون کا شرعی حکم)۔

ایک بات جو کسی کے ذہن میں آسکتی ہے کہ بعض قسم کے کیسٹ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں بعض ممنوعات بھی ریکارڈ ہوجاتی ہیں مثلاً ویڈیو کیسٹ میں تصویر کا آنا۔

تو اس سلسلہ میں یہ خیال مد نظر رکھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی اسلامی مزاج رکھنے والا شخص اس کا اہتمام کرے گا تو گمان غالب یہ ہے کہ ایسی ممنوعات شرعیہ سے ضرور اجتناب کرے گا، اور ایسی تصویر جن کا دیکھنا ممنوع ہیں مثلاً عورتوں کی تصویریں تو اگر کوئی کیسٹ ایسی ہی ہو تو ان کے ناجائز ہونے میں کوئی کلام نہیں، اور اگر اس قسم کی ممنوع تصاویر سے عاری کیسٹ تیار کی جائے تو وہ یقیناً جائز ہوگی، اور یہ خیال کہ مطلق جاندار کی تصویریں بھی تو ممنوع ہیں اور جو چیز ممنوع اشیاء پر مشتمل ہو تو وہ بھی ممنوع ہوتی ہے، لہذا ویڈیو کیسٹ کو ممنوع ہونا چاہئے۔

تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ کیسٹ میں موجود تصاویر براہ راست کیسٹ میں مرئی نہیں ہوتی، بلکہ بذریعہ مشین شیشہ پر اس کا عکس آتا ہے، یہ عکس بعینہ آئینہ اور پانی پر آنے والے عکس کی طرح ہے کہ جب تک صاحب عکس آئینہ کے سامنے موجود ہے عکس باقی ہے اور جب صاحب عکس نہیں تو عکس بھی نہیں، اسی طرح جب تک مشین میں کیسٹ موجود ہے اور مشین جاری ہے تو عکس ہے ورنہ عکس غائب، اور آئینہ اور پانی پر آئے ہوئے عکس کے عدم جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔

نیز حضرت مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ عکس جب تک عکس ہے نہ شرعاً اس میں کوئی حرمت ہے اور نہ کوئی کراہت، خواہ وہ آئینہ، پانی یا اور کوئی شفاف چیز پر ہو یا فوٹو کے شیشہ پر ہو (آلات جدیدہ، ص ۱۴۳) ہاں اگر یہی عکس شیشہ پر پائدار ہو اور وہ مرئی ہو تو یقیناً حرام ہوگا۔

اور مولانا خورشید حسن صاحب نے لکھا ہے کہ جو مناظر ٹی وی پر دکھلائی دیں یا جو باتیں اس کے ذریعہ سنی جائیں اگر ان کا بغیر آلہ کے حیا تاد یکھنا اور سننا مباح ہے تو اس کے ذریعہ بھی ان کا دیکھنا اور سننا مباح ودرست ہوگا۔

اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ محفوظ کی ہوئی باتیں بھی ٹی وی کے ذریعہ ہی دیکھی اور سنی جاتی ہیں اور اکابر امت کے جو اقوال اوپر مذکور ہوئے اس سے ممنوعات شرعیہ سے احتراز کے ساتھ ٹی وی کے ذریعہ دینی اور شرعی پروگراموں کے دیکھنے اور سننے کا جواز ثابت ہوتا ہے، علی ہذا القیاس اس قسم کی کیسٹ کا تیار کرنا بھی یقیناً جائز ہوگا۔

اور سی ڈی و سافٹ ویئر کی وضع اگر مثل طبل و مزمار صرف آلہ لہو ولعب کے طور پر ہے، تو ظاہری بات ہے کہ اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہوگا جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا "کل لهو المسلم حرام" (درمختار ۹/۵۶۶)، اور اگر اس کی وضع ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ اور گراموفون کے ریکارڈ کی جیسی ہے کہ اس کی وضع نہ آلہ لہو ولعب کے طور پر ہے اور نہ کسی خاص مقصد کے لئے ہے بلکہ وہ استعمال کرنے والے کے تابع ہے تو پھر "الامور بمقاصدها" کے تحت اچھے اور پاکیزہ مقاصد کے لئے اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا، بشرطیکہ ممنوعات سے مکمل احتراز اور پورے احتیاط سے کام لیا گیا ہو۔

۴- چوتھے سوال میں انٹرنیٹ کے متعلق دریافت کیا گیا ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال نامہ میں مذکورہ تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ انٹرنیٹ ریڈیو ٹیپ ریکارڈ اور ویڈیو اور ٹی وی کی طرح ایک ایسا ترقی یافتہ آلہ ہے جس کی وضع کسی خاص مقصد کے لئے نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ بھی استعمال کرنے والے کے تابع ہے کہ جس کام میں وہ لائے لاسکتا ہے، جیسے جنگی آلہ اور ہتھیار کہ اس کا استعمال حمایت اسلام کے لئے بھی ہوتا ہے اور مخالفت میں بھی ہوسکتا ہے۔

ماقبل میں آلات جدیدہ کے متعلق چند اصول ذکر کر آئے ہیں، مثلاً وہ آلات جو ناجائز اور غیر مشروع کاموں کے لئے ہی وضع کئے گئے ہیں جیسے ڈھولکی وغیرہ تو اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔

اور جو آلات ایسے نہیں بلکہ استعمال کرنے والے کے تابع ہے جیسے جنگی اسلحہ وغیرہ کہ جائز کاموں میں بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں اور ناجائز کاموں میں بھی تو اس کا استعمال نائز کاموں کی نیت سے یقیناً جائز ہے۔

تو میری سمجھ میں یہ آرہا ہے کہ یہ آلہ بذات خود قسم ثانی میں داخل ہے۔

ایک تو اس وجہ سے کہ اس میں جو چیز بھی محفوظ کرنا چاہیں کیسٹ کی طرح محفوظ کر سکتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ٹیپ کا جو فیتہ ہے اس کو مشین سے الگ کرلیں جب چاہیں کوئی دقت نہیں اور جب چاہیں لگادیں اور محفوظ کردہ باتیں سن لیں، مگر انٹرنیٹ مشین کا فیتہ انسانی دماغ کی طرح اندر ہی اندر کمپیوٹرائزڈ نظام کے تحت باتیں اس میں محفوظ ہوتی رہتی ہیں، الگ کرنے کی ضرورت نہیں، ہاں محفوظ کی ہوئی باتیں ختم کی جاسکتی ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ باتوں کو مشین کے ذریعہ اپنے گھر یا کسی مجمع مجمع میں سن سکتے ہیں جبکہ انٹرنیٹ میں محفوظ باتوں کو اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے انحاء عالم میں بآسانی پھیلا سکتے ہیں۔

تیسرا فرق یہ معلوم ہورہا ہے کہ ریکارڈ کے ذریعہ ہر وقت سوال و جواب نہیں ہوسکتا مگر انٹرنیٹ کے ذریعہ سوال وجواب بھی ہوسکتا ہے، اسی طرح اسلام کے خلاف اگر کسی نے اپنے انٹرنیٹ مشین کے ذریعہ کوئی سوال پھیلا رکھا ہے تو آپ جب چاہیں اس کا جواب دے سکتے ہیں، اسی طرح آپ نے سوال کسی سے کیا ہے تو اس کا جواب بآسانی آپ کو مل جائے گا،

مگر یہ ضروری نہیں کہ جس سے آپ نے سوال کیا ہے وہی جواب دے کوئی دوسرا شخص بھی جواب دے سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ باطل پرست اسلام دشمنی کا مزاج رکھنے والے حضرات اس کو خوب استعمال کر رہے ہیں، اور اپنے باطل مذہب کو خوب مشتہر کر رہے ہیں اور یہ چاہ رہے ہیں کہ اسے اتنا عام کریں کہ حق دب جائے اور باطل کا بول بالا ہو جائے۔

حاصل کلام یہ کہ یہ آلہ بھی اپنی ذاتی حیثیت سے اچھی یا بری باتوں کے محفوظ کرنے اور انحاء عالم میں بآسانی پھیلانے اور عام کرنے کا ایک بہترین آلہ ہے۔

آج جبکہ باطل طاقتوں نے ہر چہار جانب سے مسلمان کو ان کے مذہب سے متنفر کرا کر بے دین بنانے اور غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے جہاں بہت سے دوسرے ذرائع کو استعمال کیا ہے وہیں انتہائی تیزی کے ساتھ انٹرنیٹ کو بھی استعمال کر رہے ہیں اور اس کے ذریعہ وہ صرف اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت ہی نہیں بلکہ مذہب اسلام پر مختلف قسم کے واہی تباہی اعتراض بھی انحاء عالم میں پھیلا رہے ہیں۔

ایسے موقعہ پر ہر فرد مسلم کے لئے دشمنان اسلام کی طرف سے گویا ایک قسم کا چیلنج ہے جس کا فوری اور مناسب تدارک ضروری ہے تاکہ بروقت خاص انداز میں اسلام کی اشاعت کا کام بھی ہو جو اس امت کا اہم فریضہ ہے اور دشمنان اسلام کی طرف سے پیش کردہ اعتراضوں کے جواب کا بھی اہتمام ہو سکتا ہے۔

اور ظاہری بات ہے کہ باطل طاقتیں جو ذرائع استعمال کر رہی ہیں اگر اس کے بالمقابل مسلمانوں نے اسی کو یا اس کے مقابلہ کا کسی دوسرے آلہ کو استعمال نہ کیا تو کامیابی مشکل ہو جائے گی، اور اس کی مثال بالکل ایسی ہو جائے گی کہ میدان جہاد میں دشمنان اسلام تو میزائیلوں کا استعمال کریں اور مسلمان وہی پرانا ہتھیار تیر، تلوار، نیزہ اور برچھی لئے پھریں، میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی عقل مند اس کو عقلمندی، دوراندیشی اور اسلام دوستی نہیں کہے گا۔

اس لئے دریں صورت مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ دشمن اسلام جو آلات اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اس کی روک تھام اور مسکت جواب دینے کے لئے اسی کے بالمقابل یا اس سے بھی اعلیٰ طریقہ اختیار کریں کہ کامیابی قدمبوس ہو سکے، اس میں دوسرے بہت سے مفاسد کا بھی احتمال ہے، مگر وہ سب اعتبار معتبر پر موقوف ہے، لہذا جب کوئی مسلمان یا مسلمان کی جماعت اس کا نظم و انتظام کرے اور حمایت اسلام کے لئے کرے تو یقین ہے کہ منہیات سے ضرور احتراز کرے گا، اور جب یہ صورت ہوگی تو دوسرے آلات جدیدہ کی طرح یہ بھی جائز ہوگا۔

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ تبلیغ اسلام

مفتی محمد زید مظاہری ندوی
ہتھورا، باندہ

یہ تو حقیقت ہے کہ تبلیغ دین اور اس کی اشاعت نیز اسلام کی حمایت اور بیرونی حملوں سے اس کی حفاظت ہر زمانہ میں مجموعی طور پر پوری قوم پر واجب ہے، حالات اور زمانہ کے لحاظ سے اس کی صورتیں مختلف ہوسکتی ہیں، لیکن مجموعہ قوم پر ہر زمانہ میں تبلیغ اسلام فرض علی الکفایہ ہے، اب رہی یہ بات کہ آلات جدیدہ اور مروجہ ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹی وی کے ذریعہ بھی دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کی تحقیق کے لئے اصولی طور پر چند باتیں سمجھ لینا چاہئے، سب سے پہلی بات تو وہ ہے جس کو حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے، ہم ان ہی کے الفاظ میں یہاں بھی نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"دین کا جو حصہ ہم تک پہنچا اس کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں، ایک تو وہ حصہ ہے جو اپنی خاص ہیئت وشکل کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور اس کی ہیئت وشکل مطلوب ہے اس کو ہم منصوص بالوضع کہہ سکتے ہیں، مثلاً ارکان دین اور بہت سے ایسے فرائض جن کو نہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بتایا بلکہ ان کی شکلیں زبانی بھی بتائیں، اور خود کرکے بھی دکھلائیں (مثلاً) نماز حج، وضو وغیرہ۔

دین کا دوسرا حصہ وہ ہے کہ اس میں نفس شئی مطلوب ہے لیکن بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر (زمانہ کی تعریف اور راحت کے لئے وسعت اور سہولت کا خیال کرکے) آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں، صرف شئی بتلادی کہ یہ مقصود ہے، یہ چیزیں منصوص ہیں لیکن ان کی کوئی خاص وضع مخصوص نہیں (مثلاً) جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم دین کے سلسلہ کو چلانا اور احکام شرعیہ کا امت تک پہنچانا یہ سب امت سے مطلوب ہے، اگر امت ان کو چھوڑ دے اور بالکل ترک کردے تو وہ گنہگار ہوگی، (لیکن) ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بارے میں امت کی عقل پر اعتماد کیا گیا ہے اور ان فرائض کی ادائیگی کو اس کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیا گیا ہے، مثلاً دعوت منصوص ہے، لیکن اس کی کوئی خاص ہیئت منصوص نہیں......۔

لہذا دعوت دین کا کام کرنے والے ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے اور اپنی تحریک کا جو طرز مناسب سمجھے وہ اختیار کرے اس میں کسی کو جائز اور ناجائز لکھنے یا کوئی روک ٹوک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے (ماخوذ دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت ص ۷۷، مولفہ مفتی سید عبد الشکور صاحب ترمذی، پاکستان)۔

حضرت اقدس مولانا مدظلہ العالی نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اصولی حیثیت اور فقہی نقطۂ نظر سے بالکل بجا اور درست ہے، زیر بحث مسئلہ کو اس اصول کی روشنی میں سمجھنے سمجھانے میں بڑی مدد ملے گی۔

دوسری بات اصولی حیثیت سے یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مذکورہ بالا اصول کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ "اسلام میں تبلیغ و دعوت کا کوئی اصول مقرر نہیں ہے اور جب جس شخص کا جی چاہے تبلیغ اسلام کے لئے کوئی بھی ایسا ذریعہ استعمال کر سکتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو" (اصلاح معاشرہ، مولانا تقی عثمانی ص ۱۵۰)۔

بلکہ ایک حد تک اختیار کے ساتھ شریعت نے اس کے حدود بھی مقرر کئے ہیں، حدود میں رہتے ہوئے تو تبلیغ کی اجازت ہے ورنہ وہ اسلام کی تبلیغ نہیں بلکہ منکر کی تبلیغ ہوگی یا یوں کہئے کہ قولی تبلیغ کے ساتھ عملی طور پر منکر کی بھی ترویج ہوگی، لہذا دعوت و تبلیغ میں ایسا کوئی طریقہ اختیار کرنا جو منکرات اور مفاسد سے خالی نہ ہو وہ طریقہ خود قابل اصلاح اور محتاج تبلیغ ہے، اب اگر آلات جدیدہ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ تبلیغ دین میں کسی شرعی منکر کا ارتکاب لازم نہیں آتا تو بلا شبہ اس کا جواز ہوگا ورنہ نہیں۔

منجملہ منکرات کے ایک منکر یہ بھی ہے کہ آلۂ لہو یا آلۂ معصیت کو آلۂ تبلیغ دین بنایا جائے یا ایسے طریقے سے تبلیغ کی جائے جس میں بے حیائی، بے پردگی، عریانیت لازم ہو، ظاہر ہے کہ دعوت و تبلیغ کا یہ طریقہ دین و شریعت کے خلاف ہوگا، نیز ایسے طریقوں کو بھی تبلیغ میں نہیں اپنایا جا سکتا جس کے نتیجہ میں بجائے صلاح کے اس پر مزید مفاسد مرتب ہوتے ہوں، کیونکہ کسی شی کی حلت کا مدار صرف اس کے اسباب پر نہیں بلکہ اسباب کے ساتھ آثار بھی دیکھنا ضروری ہے۔

اگر سبب یعنی آلۂ تبلیغ اپنی ذات میں معصیت نہیں بلکہ طاعت یا معصیت کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوتا ہو تو ایسے آلہ کو نہ تو آلۂ معصیت کہا جا سکتا ہے، نہ آلۂ لہو، گو اس کا غالب استعمال لہو و لعب ہی میں ہوتا ہو، مثلاً ریڈیو، ٹیپ رکارڈ، لاؤڈ اسپیکر، ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں اس کا استعمال طاعات کے بجائے معاصی میں بدر جہا زائد ہوتا ہے لیکن محض اس کی وجہ سے اس کو آلۂ معصیت نہیں کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی فقیہ اس کے استعمال کو علی الاطلاق ناجائز کہہ سکتا ہے، ٹی وی میں اگر تصویر کا مسئلہ محل غور نہ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ بذات خود نہ وہ آلۂ معصیت ہے نہ آلۂ طاعت بلکہ از قبیل مباحات عام اشیاء کے مانند ایک شی ہے، اور جو حکم اشیاء مباحہ کا ہوتا ہے وہی اس کا بھی ہوگا، طاعت میں اس کا استعمال باعث اجر و ثواب اور معصیت میں اس کا استعمال باعث عذاب ہے، اور مباحات میں نہ ثواب نہ عذاب۔

لہذا جدید آلات مثلاً ریڈیو میں دینی پروگرام سننے سنانے کا نظام بنایا جائے اور ریڈیو کے ذریعہ باقاعدہ نظم کے تحت دعوت وتبلیغ کی سعی کی جائے تو نہ یہ صرف جائز بلکہ باعث اجر وثواب بھی ہوگا، چنانچہ حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک عرصہ تک بذریعہ ریڈیو پاکستان درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہی حکم ٹی وی کا بھی ہونا چاہئے تھا اور فی نفسہ واقعۃً اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن چونکہ موجودہ وقت میں ٹی وی کے پروگراموں میں بے پردگی، بے حیائی، نامحرموں کی تصاویر کا ہونا عملاً جزء لازم سمجھ لیا گیا، فلم، اور ٹی وی میں آنے والا کوئی پروگرام اس سے خالی نہیں ہوتا، ایسی صورت میں ٹی وی کے ذریعہ تبلیغ دین کا جواز تو کجا بجائے باعث اجر وثواب ہونے کے تحت عذاب اور وبال کا ذریعہ ہوگی، کیونکہ یہ تبلیغ دین ایسی ہے جو منکرات ومحرمات پر مشتمل ہے جو قرآن کے بھی خلاف ہے اور حدیث کے بھی۔ قرآن وحدیث میں جابجا عورتوں کے مستور رہنے اور مرد وعورت میں سے ہر ایک کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ طریقہ تبلیغ سراسر اس کے خلاف ہے جس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے: "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم" (آپ مسلمانوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں) لہذا ایسے پروگرام اور ایسی تبلیغ سے غض بصر واجب ہے۔

البتہ واقعۃً اگر کوئی حکومت ایسا مستحکم نظام بنائے جس پر اس کا پورا کنٹرول بھی ہو کہ ہمارے ٹی وی کے پروگرام میں کوئی ناجائز خلاف شرع مثلاً (بے پردگی، ناچ گانا وغیرہ) ہرگز نہ ہوں گے، اور صرف مفید اور دینی پروگراموں ہی میں جائز طریقہ سے اس کا استعمال ہوگا تو بلاشبہ یہ ایک مفید اور قابل ستائش اقدام ہوگا جو نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر وثواب بھی ہوگا، لیکن موجودہ حالات اور موجودہ ماحول میں بظاہر اس کے دور دور امکانات نظر نہیں آتے۔ واذا فات الشرط فات المشروط۔

جواز کے دلائل:

باقی مفاسد ومنکرات سے خالی ہونے کی صورت میں آلات جدیدہ مثلاً انٹرنیٹ کے ذریعہ تبلیغ بلاشبہ نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر وثواب اور وقت کا اہم تقاضا ہے جس کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- آپ کو معلوم ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ دین سے دور اور اسلام سے اس حد تک بیزار ہو چکا ہے کہ اس کا تو وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کبھی کسی دینی مجلس یا مسجد کی چوکھٹ پر نظر آئیں گے، دین کی نسبت پر ان کے لئے گھر سے باہر قدم نکالنا دشوارتر ہوتا ہے، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دین سے اس قدر بیزار تو نہیں ہیں لیکن دنیا کے جھمیلوں میں وہ اس قدر مصروف ہیں کہ ان کے مشاغل ان کو ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتے کہ سالہا سال میں ایک دو مرتبہ بھی کسی دینی مجلس یا مدرسہ کا رخ کرسکیں، ایسے لوگوں کو اگر آلات جدیدہ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دین کی باتیں پہنچائی جائیں تو اتمام حجت کے ساتھ بہت کچھ نفع اور خیر کی امیدیں بھی کی جاسکتی ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ارشاد فرماتے ہیں: "اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے تو وہاں بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جائے، جیسے مروجہ میلاد شریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے، کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات سن تو لیتے ہیں یہ تو اچھا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے (افاضات یومیہ ص ۳۶۸)۔

حضرت تھانویؒ کے مذکورہ بالا ارشاد میں غور فرمائیے کہ حدود میں رہتے ہوئے کس حد تک اس میں توسع کیا جا سکتا ہے، بلکہ اس سے تو کسی قدر رتا کد اور وجوب معلوم ہوتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ یہ ذریعہ تبلیغ مصالح سے زیادہ مفاسد کو متضمن نہ ہو، خیر سے زیادہ شر کو نہ پیدا کرے، اور آخری بات کہ منکرات شرعیہ سے پوری طرح خالی ہو۔

دوسری دلیل:

یہ حقیقت ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں باطل کا زور ہے، تمام باطل طاقتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر ساری دنیا میں پروپیگنڈہ کر رکھا ہے، دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ذرائع ابلاغ نے اسلام کے خلاف شور و غلغلہ برپا کر رکھا ہے، کچھ مکار چالباز قوموں نے اسلام ہی کے نام سے اسلام کی بیخ کنی شروع کر دی اور اشاعت اسلام کے عنوان سے مسیحیت و صیہونیت کے چور دروازوں سے تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ بعض مخلصین اٹھے، انہوں نے اسلام کا ادھورا، ناقص اور غلط تصور پیش کیا اور اسلام کے صرف چند ظاہری اعمال کو دکھا کر یہ باور کرایا ہے کہ بس یہ ہے اسلام کا خلاصہ اور یہ ہے دین کی صحیح تصویر۔ بعض باطل فرقوں نے ان ہی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں کو شرک اور قبر پرستی کی راہ دکھلائی، سادہ لوح مسلمان حقیقت سے ناواقف ایسے پروگراموں کو دیکھ کر یہی سمجھتے ہیں کہ اسلام یہی سکھاتا ہے اور کسی مصیبت اور ناگہانی آفت کے وقت یہ صاحب قبر ہی ہمارے مشکل کشا ہیں۔

الغرض موجودہ حالات میں فحش و بے حیائی کے علاوہ باطل عقائد و غلط نظریات کی تبلیغ کی جا رہی ہے، ظاہر بات ہے کہ ایسے حالات میں اہل حق مسلمانوں کی ذمہ داریاں بہت کچھ بڑھ جاتی ہیں، ایسے وقت ذرائع ابلاغ کے راستہ سے کئے جانے والے حملوں کا مقابلہ ہم کو اسی شان سے کرنا پڑے گا، اور حدود جواز میں رہتے ہوئے ہم کو باطل کا جواب دینے اور ان کے حملوں سے حفاظت کے لئے اسی نوع کے ذرائع اختیار کرنا ضروری ہوں گے جو جائز ہونے کے ساتھ ساتھ مفید بھی ہوں اور مؤثر بھی۔

کسی زمانہ میں فلسفہ و حکمت کا زور تھا، اس زمانہ کے علماء نے وقت کے تقاضوں کے مطابق اسی شان کا مقابلہ کیا، امام غزالی کا کارنامہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس حقیقت کو سمجھا، چنانچہ وہ سنسکرت اور ہندی جو خالص ہندوانہ زبان ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں: "باطل کی تردید کی غرض سے اس کا سیکھنا بلاشبہ مستحسن یا ضروری علی الکفایہ ہے، اسی بنا پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا اور علم کلام کو بطرز معقول مدون فرمایا (امداد الفتاویٰ ۴؍۲۰۷) اور اصولی طور پر ایک بات فرماتے ہیں:

"اہل باطل پر رد وقدح یا مناظرہ کے لئے اگر اہل بطال کے علوم وفنون حاصل کرنا ضروری ہوں تو وہ بھی طاعت ہے جیسے اس وقت سائنس سیکھنا (اصلاح انقلاب ص ۲۶)۔

اس حقیقت کی روشنی میں سمجھئے کہ جب ہمارے زمانہ میں اسلام پر حملے ذرائع ابلاغ ہی کی راہ سے ہو رہے ہیں تو ہم کو بھی ان کا دفاع اور حملوں سے حفاظت حدود جواز میں رہتے ہوئے ذرائع ابلاغ ہی کی راہ سے کرنا چاہئے۔

تیسری دلیل:

یہ بھی ایک، ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں ذرائع ابلاغ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور یہ ایک ایسی مسلمہ قوت ہے جس سے بڑے بڑے کام لئے جا رہے ہیں، اسی قوت کے ذریعہ حق کو باطل اور باطل کو حق کا لباس پہنایا جا رہا ہے، سچ کو جھوٹ کو اور جھوٹ کو سچ، مفاسد کو مصالح، مضار کو منافع کے رنگ میں، اور زہر کو تریاق بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، اور ساری دنیا اس قوت سے پوری طرح متاثر ہوتی نظر آ رہی ہے، یقیناً اس قوت سے بے شمار فوائد ومنافع حاصل کئے جا سکتے تھے لیکن افسوس کہ باطل طاقتیں اسی قوت سے اسلام اور مسلمانوں کو بری طرح نقصان پہنچا رہی ہیں۔

ایسی حالت میں مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ" کے تحت اپنی اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق اجتماعی طور پر اس کا بندوبست کریں، آیت مذکورہ کے تحت یہ صورت بھی داخل ہے، کیونکہ جہاد صرف سیف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم" (مشکوۃ شریف) مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں سے بھی جانوں سے بھی اور زبانوں سے بھی، زبان ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے استعمال ہو رہی ہے اس لئے ہم کو اگر ان کا مقابلہ اور ان کے حملوں سے حفاظت مقصود ہے تو ہم کو زبان کے استعمال کے لئے ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی لازمی ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ یہ کام کون کرے اور یہ کام کیسے انجام پائے، تو ظاہر بات ہے کہ لکل فن رجال، ہر کام نہ ہر ایک کے بس کا ہوتا ہے نہ ہر شخص اس کے لئے موزوں، کسی بھی ملک وقوم کی ترقی کے لئے تقسیم کار بہر حال ضروری ہے،

ہر شخص کو اپنے دائرہ عمل میں رہ کر اپنے اپنے کام کو انجام دینا ضروری ہے اسی وقت اس کے مفید نتائج سامنے آسکیں گے، لہذا ضروری ہے کہ اس اہم کام کی پیش قدمی تو وہ حضرات کریں جو اس میدان کے آدمی اور جن کا اس قسم کے کاموں سے واسطہ اور سابقہ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے اس کا تجربہ رکھتے ہیں، البتہ طریقہ کار اور رہنمائی کے لئے وہ صاحب بصیرت اہل علم کا سہارا لیں جو ان کے کام کے حدود متعین کر کے اس کا طریقہ کار بھی بتلائیں گے۔

اور جب تک یہ کام انجام نہیں پاتا علماء مبلغین پر ضروری ہوگا کہ اس میدان میں کام کرنے والوں کو حسب حیثیت تقریراً تحریراً توجہ دلاتے رہیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ارشاد احمد قاسمی
مدرسہ ریاض العلوم، گوریلی، جونپور

خیال رہے کہ ٹی وی ہو یا وی سی آر یا اور کوئی جدید مصنوعات زمانہ ہو، اس میں اپنی ذات کے اعتبار سے اباحت ہے، کوئی قباحت یا کراہت نہیں، حرمت یا قباحت خارج سے جو اس کے متعلق ہوتا ہے اس سے آتی ہے، اسی پر غور کرنا ہے کہ خارج سے آنے والی قباحت وسبب حرمت کا شرعی جائزہ کیا ہے، اس کے فوائد و نقصانات اس کے استعمالی نتائج، مستقبل میں انفرادی اور اجتماعی حاصل ہونے والے نتائج واثرات وغیرہ کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے، قرآن وحدیث اور اصول فقہ وفتاوی کی کسوٹی میں اسے جانچا جاتا ہے، تب اس کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے، حلال وحرام کا حکم لگایا جاتا ہے، اس کے اغراض ومقاصد اور نتائج اس کی فقہی حیثیت کو واضح کرتے ہیں، اس لئے اولاً ہم ٹی وی کے مقاصد اور اغراض واثرات اور اس کے استعمال کی نوعیت کو واضح کرتے ہیں تاکہ اس کا شرعی حکم آپ کے سامنے مکمل کرآ سکے، اور اس سلسلے میں کوئی تشنگی باقی نہ رہے، حق وباطل اور حرام وحلال کا راستہ منقح ہوکر روز روشن کی طرح آشکار ہو جائے۔

ٹی وی کے پردوں اور اسکرین پر جو مختلف پروگرام نشر کئے جاتے ہیں اس کا غور سے تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس میں مختلف اوقات میں مختلف پروگرام نشر ہوتے ہیں:

۱-ذرائع ابلاغ، خبریں، یومیہ واقعات، ۲-سیاسی امور، ۳-تاریخی واقعات، ۴-تجارتی امور اور اس کے اشتہارات وخبریں، ۵-طبی ڈاکٹری امور، ۶-امور خانہ داری، ۷-تعلیم وتربیت کے امور، ۸-سائنسی معلومات، ۹-فلمی پروگرام، ۱۰-تفریحی امور، کھیل کود، ۱۱-افسانے ڈرامے، ۱۲-لوٹ مار، قتل، ڈاکہ زنی کے واقعات اور طریقے، ۱۳-غزل اور فحش اشعار وگانے، ۱۴-خلاف شرع حرام پیار محبت کے واقعات اور کہانیاں، ۱۵-خالص مذہبی امور، رام لیلا، مہابھارت۔

اب ان امور کا فقہی جائزہ یہ ہے:

شروع سے یعنی ار نمبر سے ۸ر نمبر تک کے امور تو بالذات صحیح اور مشروع ہیں، ان میں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی

شرعی قباحت نہیں ہے، اگر یہ جائز عمل اور اسباب دو واسطے سے ہوں تو بلاشبہ جائز، اگر ناجائز اور حرام واسطے سے ان کی معلومات حاصل ہو تو ناجائز و حرام۔ چنانچہ یہی دوسری صورت یہاں ہے، یہ عوارض اور خارجی واسطوں کی وجہ سے حرام ہو گئے ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ اس کی اشاعت اور خبر کے سلسلے میں عورتوں کا ہی انتخاب ہوتا ہے، اگر یہ خبریں مرد کے واسطے سے ہوں تب بھی تصویر کا بلاضرورت شرعی استعمال ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔

باقی ۹ سے ۱۵ تک کے امور تو بذاتہ ناجائز اور حرام ہیں، ٹی وی کے اہم ترین مقاصد تو یہی امور ہیں، ۷۰، ۸۰ فیصد تو یہی پروگرام ان میں ہوتے ہیں اور یہی دیکھے جاتے ہیں، جن میں بنیادی طور سے عورتوں کے محاسن، رقص و سرود و عریانیت سے لطف اندوز ہونا اور حظ حاصل کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ شریعت اسلامی ان مباحثوں کی جسے وہ مٹانے اور ختم کرنے آئی ہے کس طرح اجازت دے سکتی ہے، بنیادی طور پر جن چیزوں کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور لاکھوں کی تعداد میں اہل اللہ مٹانے اور ماحول سے ان شیطانی اور نفسانی اثرات کو ختم اور نیست و نابود کرتے آئے ہیں ٹی وی اسے زندہ اور رائج کرتی ہے۔

مزید یہ باتیں اگر نہ بھی رہیں تب بھی ٹی وی میں بھی ایک آلہ لہو الحدیث ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں، اور آلہ لہو ولعب کا استعمال ہے جس کی شرعاً کسی بھی طرح اجازت نہیں۔

ٹی وی اور اس کے کچھ منافع:

ٹی وی کو جو لوگ حظ نفس اور محض دنیاوی پیش نظر سے جائز قرار دینے کے حق میں ہیں ان کی اہم ترین دلیل یہ ہے کہ اس سے بہت سے دنیاوی منافع وابستہ ہیں۔ خیال رہے کہ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں جس میں کچھ نفع نہ ہو، بلکہ کچھ نہ کچھ نفع ضرور ہوتا ہے، دیکھئے شراب جسے قرآن خود حرام قرار دے رہا ہے، اور اس سے بچنے کا حکم دے رہا ہے، کچھ نفع کو تسلیم کر رہا ہے، چنانچہ شراب اور قمار کے سلسلے میں قرآن پاک میں ہے: "قل فیھما إثم کبیر و منافع للناس، وإثمھما أکبر من نفعھما (آپ فرما دیجئے ان دونوں میں شراب اور قمار میں زیادہ گناہ ہے اور لوگوں کا نفع کم ہے)۔ دیکھئے کچھ نفع ہے، تو کیا اس کچھ نفع کی بنیاد پر اسے جائز قرار دیا جائے گا، ہرگز نہیں۔

اسی طرح ٹی وی میں بھی یقیناً کچھ نفع ہے، مگر اس نفع کا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں ضرر و نقصانات زائد ہیں۔

اس سلسلے میں علامہ ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی وضاحت سے لہو ولعب سے حصول فائدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے جو اس باب میں اصل ہے:

"إن اللهو على أنواع: لهو مجرد ولهو فيه نفع و فائدة ۔ ولكن ورد في الشرع نهي صريح عنه، ولهو فيه فائدة ۔ ولم يكن يرد في الشرع نهي صريح عنه ولكن ثبت بالتجربة انه يكون ضرره اعظم من نفعه ملتحق بالنهي عنه" (۲۰۱/۳)۔

(لہو کی چند قسمیں ہیں: لہو مجرد۔ وہ لہو جس میں کچھ نفع ہو اور فائدہ ہو، لیکن شریعت نے اس پر صراحۃً نہی وارد کی ہو، وہ لہو جس میں فائدہ ہو مگر شریعت نے صراحۃً اس پر کوئی نہی وارد نہیں کیا ہو، ہاں مگر تجربہ کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہو کہ اس میں نفع سے زیادہ ضرر اور نقصان ہے تو اسے بھی اس لہو کے ساتھ ملحق اور شامل کرلیا جائے گا جس پر شریعت نے نہی وارد کیا ہو)۔

اسی طرح لہو ولعب کے بعض فوائد کی شرعی حیثیت اجاگر کرتے ہوئے علامہ رازی لکھتے ہیں:

"فان ورد النهي عنه من الكتاب والسنة كان حراما أو مكروها تحريما والغت تلك المصلحة والغرض لمعارضتها النهي حكما فان ضرره أعظم من نفعه وليس من الضرورات أن يكون كل غرض ونفع يكسبه الانسان جائزا مباحا كيف. والشيئ إذا غلب شره على خيره وضرره على نفعه عد من المضرات عند العقلاء قطعا وإلا فلا شيئ من السموم والمهلكات لايكون فيه نفع أو فائدة" (۲۰۰/۳)۔

(پس اگر کتاب وسنت میں اس پر نہی اور ممانعت وارد ہے تو حرام ہوگا یا مکروہ تحریمی، اور کسی مصلحت اور نفع اور غرض کو اس نہی کے معارض ہونے کی وجہ سے حکماً ترک کردیا جائے گا کہ اس میں نفع سے زیادہ ضرر ہے، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر نفع اور غرض کا حاصل کرنا جائز اور مباح ہی ہو جائے، یہ کیسے ہوسکتا ہے جب خیر پر شر کا غلبہ اور نفع پر ضرر کا غلبہ ہو جائے تو ارباب عقل کے نزدیک وہ بالیقین مضرات اور ضرر دہندہ میں شمار کیا جاتا ہے، ورنہ تو کوئی شی زہر اور مہلکات میں بھی ایسی نہیں کہ اس میں کچھ ضرر اور فائدہ نہ ہو (کہ دنیا کی ہر شی میں کچھ نہ کچھ فائدہ اور نفع ضرور ہے، چنانچہ میتہ اور دم مسفوح میں بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ہے مگر اس کا اعتبار نہیں)۔

دیکھئے اس عبارت میں علامہ جصاص رازی فوائد اور نقصانات کے معیار پر حلت اور حرمت کو کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کررہے ہیں، کہ بعض مصالح اور منافع اور وہ بھی کوئی ضروری اور لازم نہیں کسی شی کے جواز کو ثابت نہیں کرسکتے، جبکہ وہ زیادہ تر منکرات اور مناہی پر مشتمل ہوں، تو ایسی صورت میں وہ نفع کا پہلو مغلوب ہوجاتا ہے، اور مضرات اور نقصانات کے پہلو غالب آجاتے ہیں۔

جو حرام امور کا واسطہ بنے وہ بھی حرام:

خیال رہے کہ ہماری شریعت کے اصول میں سے یہ ہے جو چیز ذریعہ بنے حرام کا وہ بھی حرام اور ناجائز ہے، غیر محرم پر نگاہ، اس سے ربط، خلوت اسی بنیاد پر حرام ہے۔ مقدمة الحرام حرام: حرام کا واسطہ اور تمہید بھی حرام ہے، اسی حکمت کے پیش نظر قرآن پاک میں حکم خداوندی ہے: "ولا تقربوا الفواحش" فواحش اور گناہ کے قریب مت جاؤ، چونکہ قریب جانا یعنی اس کے اسباب اور وسائل وتمہیدات کو اختیار کرنا، یہ اندیشہ قوی اور غالب امید رکھتا ہے کہ وہ اس میں پڑ جائے گا اور اس کا مرتکب ہوجائے گا، لہذا یہ دین کا بہانہ جس کا فائدہ موہوم ذریعہ بنے گا امور محرمہ کے ارتکاب کا۔ لہذا ہند جیسے علاقے میں باوجود دینی پروگرام کے اس کا رکھنا، استعمال کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

ٹی وی کے پردہ پر دینی امور کی حیثیت:

اسی قسم کے ایک شبہ کا جواب کہ دین کی اشاعت کا ذریعہ ہے، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب جواب دیتے ہوئے اور شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علم وادب یا دین کی اشاعت سے کوئی مسلمان منع نہیں کرتا، بالخصوص علماء کرام کی تو پوری زندگیاں ہی علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے وقف ہیں، اور ان پر یہ تہمت تھوپنا تو حقیقت کا منہ چڑانا ہے، مگر دین میں تحصیل علم کے کچھ آداب واصول ہیں، ٹی وی تحصیل علم کا آلہ (اور دین کی خدمت کا ذریعہ) نہیں بلکہ مغنیہ عورتوں، گویوں اور ڈھولکیوں کا گہوارہ ہے، گندگی کے اس تالاب میں بیٹھ کر دین کی تبلیغ کرنا دین کی خدمت نہیں بلکہ دین کے ساتھ بدترین مذاق ہے۔

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں: کوئی ٹی وی کا دلدادہ بتا سکتا ہے کہ ٹی وی کے دینی پروگرام جو سالہا سال سے چل رہے ہیں ان کو دیکھ کر آج تک کتنے کافر مشرف بہ اسلام ہوئے کتنے بے نمازی بانمازی بن گئے اور خود آپ پر اس کا کتنا اثر ہوا (ماخوذ از احسن الفتاوی ۸، ر ۳۰۴)۔

اس سلسلے میں اس امر کا بھی خیال رہے کہ جو پروگرام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہو سکتے ہیں تصویر اور عورتوں کی وجہ سے کہ عموماً آواز کو سریلی اور موہنے کے لئے صنف نازک کا استعمال ہوتا ہے جس سے یہ ممنوع ہوجائے گا، چونکہ قاعدہ فقہیہ ہے: امر مباح گناہ اور معصیت کا سبب بن جائے اور بلا گناہ کے ارتکاب کے اس کا استعمال نہ ہوسکتا ہو تو اس مباح کو ترک کردیا جائے گا، اور حرام کا پہلو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے اجتناب کیا جائے گا۔

ٹی وی یا دیگر مسئولہ اشیاء کے متعلق چاروں سوال کا مشترک جواب:

اسلامی قانون، کتاب وسنت اور اقوال فقہاء کی روشنی میں منکرات سے محفوظ رکھتے ہوئے اس کے ذریعہ دینی تبلیغ ویروگرام کی اجازت دی جاسکتی ہے، مگر جہاں اپنے قبضہ میں ریلیز نہ ہو جیسے ہندوپاک کہ اس طور پر ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے، چونکہ منکرات سے محفوظ نہیں، چنانچہ مفتی رشید صاحب کی احسن الفتاوی میں ہے:

اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور ٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کردے، ٹی وی میں عورتوں کا گذر نہ ہو، کسی جاندار کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے، اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے، استعمال کی مخصوص حدود و شرائط وقت کے محقق سے طے کرائے تو دریں حالت ٹی وی آلہ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا، مگر بحالت موجودہ یہ قطعاً آلہ شر ہے (احسن الفتاوی ۸/ ۳۰۴)۔

اسی طرح مباحات کے علاوہ ضروریات میں جہاں منکرات وغیرہ نہیں ہوتے ہیں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ مولانا مفتی رشید صاحب احسن الفتاوی میں ذکر کرتے ہیں: ''ایسے مخصوص مقامات جہاں دور حاضر میں ٹی وی کا استعمال ناگزیر ہے، جیسے حفاظتی تدابیر، ایٹمی تحصیلات سائنسی مراکز، ڈاکٹری کی مہارت کے لئے عملی تجربات، ایسے مواقع میں بوقت ضرورت بقدر ضرورت جائز ہے (احسن الفتاوی ۸/ ۳۰۶)۔

خلاصہ جواب:

ٹی وی یا اس کے علاوہ دیگر اشیاء کتاب اللہ، کتاب السنہ مع فقہ فتاوی کی روشنی میں شرعی منکرات وفواحشات پر مشتمل نہ ہو، اور اس کے ریلیز کا پورا اختیار اہل صلاح ودین داروں کے قبضہ میں ہو، عورتوں اور ناجائز تصویروں سے پاک ہو، تو ایسی صورت میں دینی امور کی اشاعت وتبلیغ کی گنجائش نکل سکتی ہے، مسلمانوں کے لئے اپنے اختیار کے ساتھ جب ان منکرات سے پاک ہو تو ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہوسکتا ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ابرار خاں ندوی
جامعۃ الہدایہ، جے پور، راجستھان

موجودہ جدید آلات میں سے کسی کو بھی فی نفسہ مفید یا مضر نہیں کہا جا سکتا، ہر چیز میں اچھے یا برے نتائج پیدا کرنے کی صلاحیت ودیعت کر دی گئی ہے، اچھے اور برے نتائج کا انحصار اس کے استعمال پر ہے، کہ اگر اسے اچھائی کے لئے استعمال کیا جائے تو نتیجہ اچھا ہوگا، اور برائی کے لئے استعمال کیا جائے تو نتیجہ برا ہوگا، جیسے ایک نہایت تیز چھری سے ایک ماہر ڈاکٹر زہریلے اور مہلک زخم میں نشتر لگا کر ایک شخص کو موت سے بچا سکتا ہے، تو ایک رہزن اسی چاقو سے بے گناہ کا گلا کاٹ کر موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہے، ان دونوں کاموں میں اس تیز چاقو کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ ذمہ داری استعمال کرنے والے کی ہے، یہی حال جدید آلات کا ہے، اگر ہم ان سے تخریبی کام لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں، اور جیسا کہ آج تخریب کاری اور فساد و بگاڑ کے لئے استعمال ہی ہو رہے ہیں، اور اگر ہم تعمیری کام انجام دینا چاہیں تو وہ بھی کر سکتے ہیں، اس لئے یہ بے جان آلات ہیں، ان کا کوئی مذہب ہے نہ رنگ اور نہ وطن، بس ان کا صحیح استعمال ہونا چاہئے، دینی، اخلاقی، اور اصلاحی پروگرام نشر ہوں، اعداء حق کے اعتراضات اور اشکالات کا مسکت جواب دیا جائے، باطل کے افکار و نظریات کے نقائص اور اس میں موجود عیوب کو بے نقاب کیا جائے، اسلام اور مسلمانوں کی صحیح تصویر پیش کی جائے، اور دین اسلام کی حقانیت، صحابہ کرام کے واقعات، مجاہدین ملت کے روشن و عظیم کارنامے، بزرگان دین کے تذکرے، اور اسلامیات پر مشتمل مستند و معتبر لٹریچر پیش کیا جائے تاکہ اپنے و بیگانے بھی اسلام کے پیغام سے آشنا ہوں، اور ہر شخص تک صحیح دین پہنچ جائے، اور فریضہ اسلام کی تبلیغ بھی ہو، تو کوئی وجہ ممانعت نہیں کہ باطل تو ان جدید آلات کو اپنے افکار و نظریات کی اشاعت اور مذہب اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے حتی الوسع ان کا خوب استعمال کرے، اور عالمگیر مذہب کے پیروکار و علمبردار عالم انسانیت تک حق کے پہنچانے اور اللہ کے دین کو پھیلانے اور انسانیت کی بھلائی کے لئے ان کا استعمال صرف اس وجہ سے نہ کریں کہ یہ مغرب کی پیداوار ہیں، دشمنوں نے انہیں ایجاد کیا ہے، اور وہی ان کو استعمال کرنے کے حقدار ہیں، اور آج یہ آلات برائی و شر و رکا ذریعہ ہیں، لیکن اصول و قواعد کا مطالعہ کرنے کے بعد جدید آلات کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔

۱- قاعدہ ہے: "الأصل في الأشياء الإباحة" (قواعد فقہ / ۵۹) کہ اشیاء میں اصل مباح و جائز ہونا ہے، حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں صریح و صاف نص وارد ہوئی ہے۔

۲- دوسری چیز "فما لا يعلم فيه تحريم يجري على حكم الحل" (الغیاثی لامام الحرمین / ۴۹۰، مکتبہ امام الحرمین) کہ جس کے متعلق دلیل حرمت نہ ہو وہ جائز و حسن ہے۔

۳- "الأمور بمقاصدها" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم / ۲۲) کہ کسی بھی چیز و معاملہ کے اچھا یا برا اور حلال و حرام ہونے کا مدار مقصد پر منحصر ہے، مثلاً "الأكل فوق الشبع حرام بقصد الشهوة، وإن قصد به التقوى على الصوم أو مؤاكلة الضيف فمستحب" (اشباہ ابن نجیم / ۲۳) کوئی شخص پیٹ بھر اور زائد از ضرورت خوب آسودہ ہو کر کھانا اس نیت سے کھاتا ہے کہ بجائے حیات اور تقویت بدن کے اس ذریعہ سے روزہ رکھنے میں آسانی اور اس میں تقوی و تقویت پیدا کرنا ہے، یا مہمان کو آسودگی کے ساتھ کھلانا ہے تو یہ کھانا پینا عبادت اور مستحب ہے، لیکن مقصد شہوت ہے تو حرام ہے۔

۴- "مالا تقوم المعصية بعينه" اصل شی میں معصیت نہ ہو، معصیت خارجی اسباب سے پیدا ہو تو اس خارجی معصیت کا ارتکاب کئے بغیر اس چیز کا استعمال جائز ہے، انہیں اصول و قواعد فقہ کی روشنی میں معصیت کو نکال دینے کے بعد جدید آلات کے استعمال کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔

جدید آلات علماء اسلام کی نظر میں:

فقہاء کرام کے دور میں یہ آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے اس لئے ان کے فتاوی نہیں ملتے، البتہ علماء اصول کے بیان کردہ اصول اور قواعد فقہ میں ان کا حکم ضرور تلاش کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے، لیکن بعد میں دنیا نے نئی کروٹ لی، سائنس و ٹکنالوجی نے ترقی کی، نت نئی چیزیں وجود میں آئیں، ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا ایجاد ہوا تو علماء اسلام نے شریعت میں ان کا حکم تلاش کیا، اور ان کے مضر و مفید بھی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنے کی کوشش کی، اور یہ فیصلہ صادر فرمایا: "کہ ان جدید آلات کی مثال" تلوار" کی ہے، کہ اگر اسے اسلام کی رفعت اور جہاد میں کلمہ حق کے غلبہ کے لئے استعمال کیا جائے تو عین اسلام اور درست ہے، اور اگر اس سے ظلم و جور، انسانیت پر مظالم ڈھانے اور بربریت کا عالم بپا کرنے کا کام لیا جائے تو ناجائز و حرام ہے، اصل معاملہ استعمال کا ہے بعینہ یہی حکم ان جدید آلات کا ہے کہ ہم انہیں نہ مکمل حرام کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی بے قید، مطلق جواز کا فتوی دے سکتے ہیں"۔ ذیل میں ان علماء کی آراء اور فتاوی نقل کئے جاتے ہیں:

۱-ڈاکٹر یوسف القرضاوی:

ڈاکٹر یوسف القرضاوی عالم اسلام کے معروف دردمند خطیب ومصنف، زمانہ شناس، حالات دنیا سے واقف کار ہیں تحریر فرماتے ہیں:

"إن التلفزيون كالراديو وكالصحيفة وكالمجلة، كل هذه الأشياء أدوات ووسائل لغايات ومقاصد، لا تستطيع أن تقول هي خير، ولا تستطيع أن تقول هي شر، كما لا تستطيع أن تقول: إنها حلال أو إنها حرام، ولكنها بحسب ما توجه إليه، وبحسب ما تتضمنه من برامج ومن أشياء كالسيف فهو في يد المجاهد أداة من أدوات الجهاد، وهو في يد قاطع الطريق أداة من أدوات الإجرام...... فالشي بحسب استعماله والوسائل دائما بسحب مقاصدها، ممكن أن يكون التلفزيون "من أعظم أدوات البناء والتعمير الفكري والروحي والنفسي والأخلاقي و الإجتماعي، والراديو والصحيفة كذلك، وممكن أيضا أن يكون من أعظم أدوات التخريب والإفساد فهو راجع إلى نوعية ما يتضمنه من مناهج و برامج ومؤشرات" (فتاوی معاصرة/ ۲۹۳ دارالقلم بیروت) (ٹیلی ویژن ریڈیو، اخبار، اور مجلہ کی مانند ہے اور یہ تمام چیزیں کچھ مقاصد واہداف کے تکمیل کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں، تم اسے نہ خیر کہہ سکتے ہو اور نہ شر، جس طرح اسے نہ حلال کہہ سکتے ہوں اور نہ مطلق حرام (یعنی یہ بذات خود نہ بھلا ہے نہ برا، نہ حلال ہے نہ حرام) لیکن اس کی حلت وحرمت کا انحصار ان مقاصد پر ہے جن کی تکمیل کے لئے ٹی وی کا استعمال کیا جائے، اور ان پروگراموں پر منحصر ہے جو اس پر نشر کئے جاتے ہیں، اس کی مثال تلوار کی ہے کہ وہ مجاہد کے ہاتھ میں جہاد اسلامی کا ایک زبردست ہتھیار ہے، اور وہی تلوار رہزن وڈاکو کے ہاتھ میں جرائم کا ایک سامان ہے، اور سامان اپنے استعمال، اور وسائل اپنے مقاصد کے اعتبار سے حلال وحرام ہوتے ہیں، معاشرہ کی تعمیر اور فکری، روحانی، نفسیاتی، اخلاقی واجتماعی ترقی وتربیت کے لئے ٹیلی ویژن ایک زبردست وموثر وسیلہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے، یہی ریڈیو وصحیفہ کا معاملہ ہے، اور ٹیلی ویژن بگاڑ وفساد اور تخریب کاری کا بھی بہت بڑا سامان ہوسکتا ہے، اس کا مدار اس کے پروگرام، مقاصد اور استعمال پر ہے)۔

۲-شیخ محمد الشعروای:

عالم عرب کے معروف صاحب قلم، اور علوم دینیہ کے شناور عالم دین شیخ شعراوی کا فتوی ہے: اللہ تعالی کے پیدا کردہ بہت سارے آلات کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حلال ہیں یا حرام، مثال کے طور پر" چاقو " ہے، ہم اس کو حلال یا حرام نہیں کہہ سکتے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اس کا استعمال کس مقصد میں کرتے ہیں؟ دراصل اہم چیز اس کا استعمال اور اس میں

انسان کا رول ہے، یہی حال ٹی وی کا ہے کہ اس کو حلال یا حرام نہیں کہہ سکتے ہیں، مگر اس میں آدمی کی تحریک اور اس کا رول وہ عمل ہے جس کو حلال یا حرام کہا جاتا ہے (اختاوی یکل یہم المسلم فی حیاتہ دیومہ، ص ۵۰، از الشیخ محمد الشعراوی، مکتبۃ القرآن)۔

۳- شیخ احمد محمد عساف:

"سینما، ٹیلی ویژن، ریڈیو توجیہ و ترفیہ کے زبردست آلات ہیں، اور دیگر تمام آلات کی طرح اس کا معاملہ ہے، اس کا استعمال خیر میں کیا جائے یا شر میں، بذات خود اس میں کوئی شناعت نہیں، اور نہ کوئی حرج ہے، اس کی حلت و حرمت کا مدار انسان کے اس کے استعمال پر منحصر ہے، اور سینما یا ٹیلی ویژن کے پردہ (Screen) پر پیش کئے جانے والے پروگرام، فسق و فجور اور جنسی بے راہ روی سے پاک ہوں اور اسلامی عقائد و شریعت اور اس کے آداب سے متصادم نہ ہوں تو بہت اچھی چیز ہے، لیکن جنسی فلمیں جو اندرونی جذبات کو برانگیختہ کریں، بے راہ روی و فسق و فجور پر آمادہ کریں، جرائم پر ابھاریں، الحادی افکار و نظریات کی طرف دعوت دیں، جیسا کہ آج ہو رہا ہے، تو یہ حرام ہے، اور کسی مسلمان کے لئے اس کا دیکھنا، اس کی تشجیع و تائید کرنا جائز نہیں ہے (الحلال والحرام فی الاسلام از شیخ محمد عساف، ص ۲۰۵۳، دار احیاء العلوم بیروت)۔

۴- شیخ محمد عبداللہ الخطیب:

"ٹیلی ویژن بہت سی مفید و دیگر بہت سی ممنوع و حرام چیزیں (پروگرام) نشر (پیش) کرتا ہے، تو مفید چیز کو دیکھنے میں کوئی قباحت نہیں، مثلاً قرآن کریم کی تلاوت، اس کی تفسیر، اسلامی کانفرنسیں، ثقافتی پروگرام اور معلومات عامہ جو انسان کے لئے نفع بخش ہوں، اور اس کی صلاحیت میں اضافہ کریں، یہ اور اس جیسی دوسری چیزیں، تو ان کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن گانے اور اس کے پس پردہ دیگر چیزیں، جیسے عریانیت، مرد و زن کا اختلاط، رقص و سرور، گھٹیا روایات، سطحی فلمیں اور ایسی سیریل جو وقت اور عمر کو ضائع کرتے ہوں اور انسان کو اس کی ذمہ داریوں سے غافل کریں، تو وہ ناجائز ہیں، اور شرعاً کسی مسلمان کے لئے اس کے قریب پھٹکنا تک جائز نہیں ہے (فتاوی حول الدین والدنیا، قضایا المسلم المعاصر ۱/ ۳۲، دار الطباعۃ والنشر الاسلامیہ قاہرہ)۔

ریڈیو اسٹیشن کا قیام:

ریڈیو خبر رسانی اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، البتہ اس میں تصویر نہیں ہوتی، اور یہ اتنا عام ہو چکا

ہے کہ ہر گھر میں، چائے خانہ وہوٹل میں، سڑک میں، شاہراہ عام میں موجود ہے، کسان اپنے کھیت میں، بدوی گاؤں میں اور معلم ومتعلم ہوسٹل وتعلیم گاہوں میں، دیگر ملازمین اپنے پیشہ میں مصروف ہیں، لیکن ریڈیو ساتھ ہے، وہ نہیں چھوٹتا، اور بذات خود اس میں کوئی شناعت وخرابی نہیں ہے، اس لئے حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید، اوران کے ناپاک مساعی کی کاٹ اور روک تھام کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس دور میں اس کا استعمال نہایت ضروری ہو گیا ہے، اور حالات اس کے متقاضی ہیں کہ باطل کی یلغار سے نبردآزما ہونے کے لئے وہی ہتھیار اختیار کریں جو باطل کے پاس ہے، اور گذشتہ دنوں میں جب ریڈیو کا عام استعمال ہونے لگا، اور یہ بہت زیادہ عمومیت اختیار کر گیا تو اکابر علماء نے ریڈیو کے ذریعہ دینی تقاریر وخطابات، قرآن کریم کی تلاوت، اور علمی پروگرام نشر کرنے اور سننے کی اجازت دی اور ترغیب دلائی اور بذات خود اس میں عملی طور پر حصہ لیا، اور جیسا کہ آج کم وبیش دنیا کے اکثر مسلم اور جمہوری سیکولر ممالک میں علماء اسلام اس سے گاہے بگاہے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

ٹی وی اسٹیشن کا قیام:

ٹیلی ویژن سحر انگیز موثر آلہ ہے، یہ بیک وقت انسان کی دو حسی قوتوں آنکھ اور کان دونوں کو مشغول کرتا ہے، گھر کے تمام افراد بچے، جوان، بوڑھے، مرد وعورت سبھی ایک ساتھ دیکھتے ہیں، فلم، ڈرامے، کھیل کود کے پروگرام، تاریخی ومذہبی سیریل سبھی پیش کئے جاتے ہیں، ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کروڑوں افراد تعلیم سے کورے اور غربت وافلاس کی بناپر کھلے آسمان کے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں، جسم چھپانے کے لئے لباس، پیٹ بھرنے کے لئے کھانا وغیرہ میسر نہیں ہے، وہاں کا حال یہ ہے کہ فی ہزار ۶۴ ٹیلی ویژن پائے جاتے ہیں، مغربی اور ترقی یافتہ ممالک میں تو اس کا استعمال بہت ہے، یہاں تک کہ ٹی وی کے پرائیویٹ چینل قائم کرنے کی اجازت ہے، لیکن ان کا استعمال غلط مقاصد کے لئے ہورہا ہے، اس لئے وہاں ضرورت ہے کہ حکومت کی اس اجازت کا فائدہ اٹھایا جائے، بس اس میں کچھ کانٹ چھانٹ کر کے نئی روح اور نیا قالب تیار کرنا پڑے گا، ٹی وی اسٹیشن کے قیام ونظم کی تو اجازت ہے، مگر اس میں پروگراموں کے سلسلہ میں یہ شرائط ملحوظ رہیں کہ جن چیزوں کا دیکھنا یا سننا ٹیلی ویژن کے بغیر جائز ہے، انہیں چیزوں کے نشر کی اجازت ہوگی، جیسے تقریر، جغرافیائی نقشے، اسلامی کانفرنسوں کی روداد، جنگی ساز وسامان کی نمائش ودیگر بہت سے جائز پروگرام لیکن جن چیزوں کا اس (ٹیلی ویژن) آلہ کے بغیر دیکھنا وسننا مباح نہیں ہے ان کا اس میں نشر کرنا، دکھانا اور دیکھنا سب ناجائز وحرام ہوگا، مثلاً جاندار کی تصویر، ہیجان انگیز عریاں وفحش مناظر، کہ ان کا (ان آلات ٹیلی ویژن کے بغیر) ویسے دیکھنا وسننا درست نہیں ہے، تو ٹیلی ویژن میں ایسے پروگرام دکھانا جس میں جاندار (انسان ہو یا جانور) کی تصویر سے پہلے یہ کیمرے، ویڈیو کیمرے کے ذریعہ محفوظ کرلی جائے،

وہ قطعاً حرام ہے، البتہ محفوظ کیے بغیر مثلاً ڈائریکٹ پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہو تو اس میں تصویروں کے دکھانے میں کوئی قباحت نہ ہونا چاہئے، کہ یہ کوئی تصویر نہیں ہے، یہ بعینہٖ آئینہ کی مانند ہے یا ایسے ہی ہے جیسے آپ براہ راست دیکھیں، خلاصۂ کلام محرمات سے اجتناب کرتے ہوئے ٹیلی ویژن پروگرام نشر کرنا، اور ٹی وی اسٹیشن کا قیام درست ہے۔

علمی وفنی، اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا:

دینی، اخلاقی، تربیتی، علمی وفنی معلومات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا، اور ان کی اشاعت، جس کا مقصد اسلامی علوم وفنون کی ترویج، نیز عصری علوم سے واقفیت، اور اسلام کا پیغام ہر فرد بشر تک پہنچانا ہو، اور اسلام کی دعوت وتبلیغ مقصود ہو، تو اس طرح کے کیسٹ تیار کرنا درست ہی نہیں بلکہ آج کی علمی دنیا میں جہاں ان کی افادیت واہمیت بہت محسوس کی جارہی ہے، یہ ایک دینی ضرورت اور مصالح دین اور حکمت تبلیغ ہوگی، جس کی مادی والحادی دنیا میں حوصلہ افزائی ہونی چاہئے، اور یہ ایک مستحسن قدم ہوگا، اب چاہے وہ کیسٹ، ٹیپ رکارڈ کے لئے ہو یا ویڈیو کیسٹ ہو یا سی، ڈی وسافٹ ویئر وغیرہ ہو۔

انٹرنیٹ سے دینی تعلیم کی نشر واشاعت:

انٹرنیٹ کیا ہے؟ (Internet) اصل میں افراد اور اداروں کے درمیان رابطہ کا ایک عالمی جال ہے، جو پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، بالفاظ دیگر یہ ٹیلی فون لائن کے ذریعہ آپس میں مربوط کمپیوٹروں کا ایک بین الاقوامی نظام ہے جو کسی جال کی مانند پورے کرۂ ارض پر پھیلا ہوا ہے، یہ نظام جدید ابلاغی ٹکنالوجی کا شاہکار ہے، اور اس کی وجہ سے دور دراز مقامات سے سیکنڈوں میں رابطہ کیا جاسکتا ہے، یہ معلومات کا ایک طوفان ہے جس کے آگے بند باندھنا بہت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے، اس حقیقت سے انکار نہیں کہ انٹرنیٹ کے خاصے فائدے ہیں، مگر اس کے تاریک پہلوؤں سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انٹرنیٹ پر عیسائیت، یہودیت، ہندوازم، لادینیت اور (اسلام کے علاوہ) دیگر مذاہب کے بارے میں معلومات، خدمات دستیاب ہیں، اسلام کے نام پر تا حال جو بین الاقوامی سروس موجود ہے اس کے پس پردہ قادنیت کا فروغ وتبلیغ جیسے مذموم عزائم پوشیدہ ہیں (ماخوذ دعوت وعزیمت اکتوبر ۹۶ بشکریہ الفاروق کراچی)۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انٹرنیٹ سے ایک شخص اپنے گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر انٹرنیٹ کے نظم میں کسی بھی فکر وخبر کو داخل کر کے پورے عالم میں پھیلا سکتا ہے، اور یہ ایک خالص سائنسی اختراع ہے، اور اس کا مقصد متعین کرنا اس سے کام لینے والے کی ذمہ داری ہے، دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانا، اور اس میں صحیح ومستند اسلامی معلومات پر مشتمل لٹریچر داخل کرنا تاکہ اپنے وبیگانے بھی اسلام سے متعارف ہوں، اور اس پر ایمان ویقین ان کو حاصل ہو، درست وجائز ہے، قباحت

دنا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، بس شرط یہ ہے کہ جن اشیاء وامور کو شریعت میں حرام قرار دیا گیا ہے، ان سے اجتناب ہو۔

انٹرنیٹ سے اسلام کے تعارف اور نشر واشاعت میں استفادہ کے سلسلہ میں قاہرہ یونیورسٹی کے شعبہ ذرائع ابلاغ کے پروفیسر ڈاکٹر عصام عبدالحلیم حشیش نے بڑی تفصیلی وعمدہ گفتگو فرمائی ہے: "انٹرنیٹ کی تفصیلی ترقی کا ہمیں بغور مطالعہ ودراسہ کرنا چاہئے، اور کس کس میدان میں ہم اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اس کا بھی جائزہ لینا چاہئے، ہمارے بہت سارے معاشرتی، مذہبی، ماحولیاتی، شہری اور فوجی مسائل وامور میں انٹرنیٹ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

اور جہاں تک اسلام کے تعارف اور اسلامی ثقافت وتہذیب کے تعارف کا مسئلہ ہے تو اس بارے میں سب سے پہلے ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ بہت سارے معلوم ونامعلوم اسباب کی بنیاد پر دنیا میں اسلام کی شکل وصورت بگڑی ہوئی ہے اور کہیں ادھوری ہے، لہٰذا تمام امت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دنیا میں اسلام کا تعارف کرانے، اس کی شکل وشبیہ کو درست کرنے میں اپنی استطاعت بھر کوشش صرف کرے، خاص طور پر آج انٹرنیٹ کا عظیم الشان دروازہ اس کام کے لئے کھلا ہوا ہے، اس میں آپ جو چیز پیش کریں گے وہی چیز لوگوں کو معلوم ہوگی، لہٰذا ہمارا دین اسلام عالمی ذرائع ابلاغ کی دست درازی سے محفوظ رہے گا۔ اب مطلوب یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں ٹھوس معلومات اچھے ڈھنگ اور فنی طریقہ پر پیش کئے جائیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ آسانی کے ساتھ اس سے استفادہ کر سکیں، یہ بھی واضح ہو کہ اس وقت انٹرنیٹ سے فائدہ اٹھانے والے زیادہ تر اعلیٰ طبقہ کے علمی وفنی لوگ ہیں، لہٰذا دنیا کے اعلیٰ طبقہ اور علمی حلقہ کے سامنے اسلام کے تعارف کا کام بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسی طرح عالم اسلام، یہاں کی ثقافت وتہذیب اور اطوار وعادات سے متعلق بھی کافی معلومات ومواد انٹرنیٹ سے استفادہ کرنے والوں تک پہنچانا بہت ضروری اور اہمیت کا حامل ہے" (ماخوذ از ماہنامہ "ہدایت" جے پور، دسمبر تا فروری ۹۷-۱۹۹۸ء، بشکریہ تجمع)۔

خلاصہ کلام: ہمیں انٹرنیٹ، ٹی وی، ریڈیو پر کفر کی یلغار کا مقابلہ انہیں ہتھیاروں سے کرنا ہے جو ہمارے مخالفین کے پاس ہیں۔

مختصر تحریریں



انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا نذیر احمد قاسمی
اشرف العلوم کھواں، سیتامڑھی

۱- مسلمانوں کا ذاتی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا بلاشبہ مباح بلکہ ایک مستحسن اقدام کہلا سکتا ہے، اگر اس کے مقاصد واقعتاً وہی ہوں جو سوال نمبر ۱ میں درج ہیں یعنی حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور مخالفین اسلام کے مخالفانہ مساعی کی کاٹ، غلط الزام تراشیوں کا سدباب، اور خلاف واقعہ پروپگنڈوں کی روک تھام وغیرہ، ظاہر ہے کہ یہ سارے مقاصد حسنہ ہیں، جس کے ہم سارے مسلمان اپنی اپنی قدرت کے بقدر مامور و مکلف ہیں، اب اگر ان مقاصد حسنہ کے حصول کے لئے ریڈیو اسٹیشن جیسے بے خطر اور تمام شرعی قباحتوں اور منکرات سے کلیۃً خالی موثر ترین ذریعہ ووسیلہ کو اپنانا ہماری استطاعت کے اندر ہو جائے تو زہے قسمت، الغرض ریڈیو اسٹیشن کے قیام میں کسی طرف سے کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی ہے۔

۲- شریعت کا تقریباً مسلمہ قاعدہ ہے کہ مقاصد حسنہ کے حصول کے ذرائع و وسائل کو بھی حق ہی ہونا چاہئے، اچھے مقاصد کے لئے غلط اور شرعاً قبیح و منکر ذرائع کو اپنانا فقہاء امت میں سے کسی فقیہ کے نزدیک جائز نہیں، اگر یہ قاعدہ مسلمہ اور اجماعی ہے اور ہمارے علم کی حد تک یقیناً اجماعی ہے تو اس کی روشنی میں ٹی وی اسٹیشن کے قیام اور پرائیوٹ چینل کے نظم کے مسئلہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ٹی وی سٹیشن کا قیام بھی حد جواز میں آ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا استعمال صرف مذکورہ بالا مقاصد حسنہ کے لئے کیا جائے، اور اس کا التزام بھی رکھا جائے کہ گوشت پوست والا زندہ انسان ہی متعلقہ سارے پروگرام کا اناؤنسر رہے۔

کیونکہ اس صورت میں ایک زندہ اور موجود انسان ذی روح کا محض عکس ہی ٹی وی کے پردہ پر نظر آئے گا، جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں جیسے پانی اور آئینہ کے عکس کا حکم ہے۔

لیکن اگر اس ٹی وی اسٹیشن سے کسی تیار شدہ ویڈیو کیسٹ کو نشر کیا جائے گا تو گرچہ مضامین عمدہ اور حق ہی ہوں گے، مگر اس میں لازماً ایک ذی روح کی تصویر و فلم بھی پردہ پر دیکھنے کو ملے گی، اس لئے اس کو مباح کہنا قابل غور اور لائق بحث ہوگا۔ مقاصد اپنی جگہ یہاں بھی نہایت حسن ہیں، مگر اس کا یہ ذریعہ کیسٹ مقترن بالتصویر المحرمہ ہونے کے سبب قبیح اور شرعاً

منکر ہی کہا جائے گا، اور ہمارے خیال میں اس کا متبادل بے خطر جب ریڈیو اسٹیشن کی شکل میں موجود ہوسکتا ہے تو پھر ویڈیو کیسٹ میں موجود قباحت ومنکر یعنی تصویر حرام کا شمول کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے، نہ حد ضرورت میں داخل نہ دائرہ حاجت میں، کہ الضرورۃ تبیح المحظورات وغیرہ قواعد کا بھی سہارا لیا جاسکے۔

ہاں اگر کیسٹ ہی اس طرح تیار کی جائے کہ اس میں متکلم کی تصویر محفوظ وضبط ہی نہ ہو تو پھر اس کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل وہ کیسٹ تو ضرور تیار کیا جاسکتا ہے جو ٹیپ رکارڈ کے ہوں، مگر ویڈیو کیسٹ جس میں ایک ذی روح کی تصویر محفوظ وضبط ہو جاتی ہے اس کو مباح کہنا مشکل ہے کما مرّ سابقا مفصلا اور یہی حکم ان سارے کیسٹوں کا ہوگا جو ذی روح کی تصویر پر مشتمل ہوگا، آج کی دنیا میں اس کی افادیت کتنی ہی مسلّم ہو جائے مگر "اثمهما اكبر من نفعهما" سے یکسر آنکھ بند کر لینا روا نہیں کہا جاسکتا۔

۴- انٹرنیٹ کے متعلق اب تک جتنا اور جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اور جانا ہے اس کی روشنی میں میرا خیال یہی ہے کہ اس انٹرنیٹ کنکشن کے لینے کی اجازت عام طور پر ہر کس وناکس کو دینا ہرگز ہرگز قرین مصلحت نہیں۔

آج مسلم معاشرہ میں بھی عام لوگ شرم وحیا اور اخلاقی قدروں سے جس حد تک عاری ہیں، دینی مزاج اور شریفانہ نفسیات کا جو فقدان ہے، حلال وحرام کے حدود کی رعایت کا جو حال ہے، اور قلوب کے صلاح وفساد کا جو تناسب ہے اس کے تحت یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ خرابی ہو کے رہے گا کہ جس گھر میں انٹرنیٹ کے ضروری سامان وآلات کمپیوٹر، پرنٹر، ٹیلیفون اور اس کے کنکشن موجود ہو جائیں گے وہ گھر ایک دن عیاشی وفحاشی اور ننگ انسانیت، ننگے ناچ کا تماشا گاہ بن کے رہے گا۔

جب مزاج دینی نہیں، نہ خوف خدا، نہ فکر آخرت اور پھر نفسیات اور دلی میلانات شریفانہ نہیں، شرم وحیا کا دیوالیہ پن اس پر مستزاد تو حدود کی رعایت ہی کیا ہوگی۔ کوئی بھی بٹن دبائے گا اور شرمناک پروگراموں سے بھی ایک حظ حاصل کرے گا، اس لئے سدًا لباب الفتنہ عوام کے حق میں اسے ناجائز ہی کہنا چاہئے۔

ہاں اگر ان خاص اشخاص وافراد یا تنظیم وادارہ کو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے جن کی دیانت، فکر آخرت اور حلال وحرام کے حدود کی رعایت پر مکمل بھروسہ ہو اور پورا یقین واعتماد ہو کہ یہ لوگ اس کا استعمال محض احقاق حق، ابطال باطل اور اس طرح کے دیگر مقاصد حسنہ ہی میں کریں گے۔

اور عوام وخواص کے اعتبار سے احکام شرعیہ میں فرق واختلاف ایک معروف بات ہے جس کے نظائر کتب فقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی عزیز الرحمٰن مدنی
دار الافتاء، بجنور

روز اول ہی سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف مختلف حربے استعمال ہوتے رہے ہیں، اور تاہنوز ہو رہے ہیں، عنوان بدلتا رہا ہے مضمون ایک ہی رہا ہے، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلحہ بن خویلد اسدی۔ اسود عنسی کی بیوی سجاح، یہ سب اور ان کے بعد ہزاروں ایک ہی گروہ کے ممبران ہیں، خلافت عثمانیہ کے زمانہ میں حضور اقدس ﷺ کے جسد اطہر کو قبر شریف سے نکالنے کی عیسائیوں نے ناپاک کوشش کی تھی جو ناکام رہی، آج بھی اسرائیل کا اور اقوام متحدہ کا وجود اسی مقصد کی سرانجامی کے لئے ہے، اسرائیلی بحریہ کے سربراہ تسلون نے کہا کہ ہم ایسے منصوبہ پر کام کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں بحر احمر ہمارے ہاتھ میں ہوگا، اور یہ بحر یہودیا بحر اسرائیل کہلائے گا (دین مبین بھوپال، اپریل ۱۹۹۹ء)۔

ظاہر ہے بحر احمر پر قبضہ یہود کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے قریب تر کردے گا، اس میں جو ان کے ناپاک منصوبے ہوں گے ظاہر ہے قرآن پاک نے بہت پہلے کہہ دیا ہے:

"لتجدن أشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين أشركوا" (مائدہ) (آپ عداوت میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ شدید یہود اور مشرکین کو پائیں گے)۔

چنانچہ اسلام اور مسلم دشمنی کے مظاہرے یورپ اور امریکہ کی جانب سے برابر ہوتے رہتے ہیں، امریکہ میں عملاً یہودیوں کی پالیسیاں ہی بروئے کار آتی ہیں۔

ہمارے تفسیری ذخیرہ میں اسرائیلی روایات یہ سب یہودیوں کی کارستانیاں ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے ایسے بہت سے زندیقوں کو قتل کر دیا جنہوں نے موضوع روایات گھڑ کر اسلام میں رائج کی تھیں، ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں جدید ذریعہ ابلاغ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر پروپگنڈہ ہوتا رہتا ہے، اسی کی ایک کڑی انٹرنیٹ ہے، چنانچہ اس ذریعہ ابلاغ کے ذریعہ قرآن پاک میں چار سورتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

۱-سورۃ التجدید: آیات ۱۵۔

۲-سورۃ الایمان: آیات ۱۰۔

۳-سورۃ المسلمون: آیات ۱۱۔

۴-سورۃ الوصایا: آیات ۱۶ (دین مبین بھوپال اپریل ۱۹۹۹ء)۔

لہذا ہمارے لئے لازم ہے کہ اس کا رد اور توڑ اسی راستہ سے کریں، اس طرح موجودہ زمانہ میں یہ بھی گز ذریعہ تبلیغ اور جہاد ہے، یاد رہے جہاد بمعنی قتال نہیں ہے، بلکہ باطل قوتوں کی جس طرح سے بھی سرکوبی ہو سکے۔

"واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم" (الانفال) (اور مہیا کرو جہاں تک ہو قوت اور رباط خیل ڈراؤ اس کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی)۔

اس لئے موجودہ زمانہ میں انٹرنیٹ اور دوسرے جدید ذرائع ابلاغ اپنے پاس ہونا ضروری ہیں، چھیڑ خوانی اور جھگڑا کسی سے مقصود نہیں بلکہ اپنے دین کی اشاعت اور تحفظ ہر ایک کا پیدائشی اور قانونی حق ہے۔

جوابات:

۱- جائز ہے، اشاعت دین کے لئے مستحب اور حفاظت دین کے لئے واجب ہے۔

۲- پہلے ہی جواب میں جواب موجود ہے۔

۳- جائز ہے اور بعض حالات میں ضروری ہے، یاد رہے کہ اس قسم کی چیزوں کے استعمال کی اصل اباحت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حرام چیزوں میں استعمال کی جائیں تو حرام اور معصیت، اور نیک مقاصد کے لئے استعمال کی جائیں تو جائز اور بعض حالات میں عبادت۔

۴- جواب ۳ میں مذکور ہو چکا ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
مدرسہ احمدیہ ابابکر پور، ویشالی

اللہ رب العزت نے انسان کے اندر بے پناہ تخلیقی قوتیں ودیعت کی ہیں، ان قوتوں کی وجہ سے روز نت نئے آلات وجود میں آرہے ہیں، یہ آلات اچھے کاموں میں بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں اور برے کاموں میں بھی، ان آلات کا اچھے کاموں کے لئے استعمال اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال اور باعث شکر وامتنان ہے اور ان کا غلط استعمال کفران نعمت، باعث ذلت ونکبت وسبب فتنہ وفساد ہے۔

ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی نیز سافٹ ویئر اور انٹرنیٹ ایسے ہی جدید آلات ہیں جنھوں نے بڑے پیمانے پر معاشرہ اور سماج کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے، اور جن میں سے فحاشی، عریانیت، باطل خیالات، غلط افکار کی ترویج اور خدا بیزار سماج کی تشکیل میں مدد لیا جاتا ہے، اور اندھیرے اجالے اس کا غلط استعمال ہو رہا ہے، لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ان کی حیثیت ذریعہ علم کی ہے، اور انہیں صحیح افکار وخیالات کی ترویج، علمی وفنی معلومات کی اشاعت، اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، اور اس میدان میں کام کا بڑا امر قع ہے، اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ آلات ایسے نہیں ہیں جو ناجائز اور غیر مشروع کاموں کے لئے ایجاد کیے گئے ہیں جیسے ستار، ڈھولکی، طبلہ، سارنگی وغیرہ، جن کی ایجاد وصنعت، خرید وفروخت اور استعمال کو ناجائز اور حرام کہا گیا ہے۔

ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ عادۃً ان آلات کو لہو ولعب کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، ایسے میں شرعی امور کے لئے ان کے استعمال میں قباحت اور سوء ادب کا ایک پہلو نکلتا ہے، جس کی بنا پر اسے کراہت سے خالی نہیں کہا جاسکتا، لیکن موجودہ سماج کو اپنی تعلیمی وتربیتی جدوجہد کی افادیت کو عام کرنے اور صحیح فکر وعقیدہ کی اشاعت کے لئے اس کی حاجت ہے، لہٰذا گوارہ کیا جاسکتا ہے۔

۱- اس تمہید سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید اور اس سے بڑھ کر ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام کے لئے مسلمانوں کا اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا مباح ہے۔

۲- انہیں کاموں کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کے مناسب نظم کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہوگی، بشرطیکہ اس کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے، جہاں تک ٹی وی کی اسکرین پر تصویر کا تعلق ہے تو اگر متکلم خود اس وقت موجود ہے تو اس کی حیثیت تصویر کی نہیں بلکہ متکلم کے عکس کی ہے، جیسا آئینہ یا پانی میں منعکس ہوتا ہے، اس صورت میں تو جواز میں کوئی کلام نہیں، البتہ اس کے کیسٹ کے استعمال پر اس جہت سے گفتگو کی جاسکتی ہے کہ اس میں متکلم کا عکس نہیں بلکہ تصویر ہے، جو آلات کی مدد سے محفوظ کرلی گئی ہے، اس طرح اس مسئلہ میں تصویر کے جواز اور عدم جواز پر شرعی حکم موقوف ہوگا، جو تصویر کو جائز سمجھتے ہیں اس صورت کو بھی جائز، اور جو تصویر کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ اس صورت کو ناجائز قرار دیں گے، احقر کی رائے ہے کہ یہ دوسری صورت بھی ضرور ناجائز ہونا چاہئے۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا خواہ وہ ٹیپ ریکارڈ ہوں یا ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی نیز سافٹ ویئر وغیرہ، اپنی اہمیت وافادیت کی وجہ سے مباح ہوگا، اور ان کا استعمال درج بالا کاموں کے لئے درست ہوگا۔

۴- انٹرنیٹ یا اس قسم کے دوسرے ترقی یافتہ نظم کو بھی دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانا جائز اور اس کے لئے فکرمندی احقر کے نزدیک امر مستحسن ہے، تاکہ ان ذرائع کے واسطے سے نشر کی جانے والی اسلامی تعلیم سے لوگ اسلام کی سچائی تک پہنچ سکیں۔

تاہم یہ ایک نازک کام بلکہ دودھاری تلوار ہے، جسے انتہائی احتیاط، خشیت خداوندی، اور دینی فکر کے ساتھ اپنانے کی ضرورت ہے، ورنہ شریعت کے معاملہ میں غیر حساس لوگوں سے کوئی بعید نہیں کہ اسے بھی ایک تفریح کا ذریعہ بنا کر دم لیں۔ اندیشے اپنی جگہ لیکن کام کی اہمیت وافادیت کا تقاضہ ہے کہ صالح بنیادوں پر تجربہ عمل کے لئے سعی کام کی داغ بیل ڈالنی چاہئے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی نسیم احمد قاسمی
امارت شرعیہ، پٹنہ

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس کی تعلیمات ہر دور، ہر خطہ اور ہر زمانے کے لئے ہیں، اس کے اصول وقوانین کی روشنی میں ہر عہد کے نت نئے مسائل اور جدید آلات ومشکلات کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے، اور ان مسائل میں امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا اصحاب فقہ وفتاوی کے فرائض میں داخل ہے، فقہ اسلامی کا دامن وسیع اور اس کا دروازہ فکر ونظر اور تحقیق واجتہاد کے لئے ہمیشہ رہتا ہے، اور وہ ایک زندہ اور متحرک قانون زندگی سے عبارت ہے، قرآن کریم میں اجتہاد وتحقیق کی قدر افزائی کرتے ہوئے باری عزاسمہ کا ارشاد ہے:

"فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون" (سورۂ توبہ ۱۲۲)۔

(سو کیوں نہیں نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں)۔

اور نبی کریم ﷺ نے تفقہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين" (اللہ تعالی جس کے ساتھ خیر کا معاملہ فرماتے ہیں تو اسے "تفقہ فی الدین" کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں)۔

یہی وجہ ہے کہ عہد نبوت سے لے کر آج تک تسلسل کے ساتھ ہر دور اور ہر عہد میں ائمہ مجتہدین اور اصحاب فقہ وفتاوی نے فقہ اسلامی کی تطبیق اور جدید مسائل ومشکلات کا حل تلاش کر کے امت کی رہنمائی اور قیادت کا فرض منصبی ادا کیا ہے، اس قسم کے سینکڑوں مسائل ہیں جو "فقہ النوازل" کے نام سے مشہور ہیں۔

ماضی میں حکمت وفلسفہ کا دور دورہ اور غلبہ ہوا اور اسلامی عقائد ونظریات کی تردید وابطال کے لئے اس کا استعمال کیا جانے لگا تو ہمارے علماء راسخین اور ائمہ ہدی نے اسی اسلوب اور منہج پر "فن علم الکلام" کی اساس ڈال کر حکمت وفلسفہ کے ذریعہ اسلام کی عظیم الشان خدمت کا فریضہ انجام دیا۔

ہمارا یہ دور سائنسی انکشافات اور ترقیات کا دور کہلاتا ہے، سائنس و ٹکنالوجی اور طب و سرجری کی ترقی کی وجہ سے، بہت سے ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، جن کا ائمہ مجتہدین کے عہد میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس لئے موجودہ دور کے فقہاء اور اصحاب فقہ و فتاوی کا فرض ہے کہ وہ موجودہ حالات میں فقہ اسلامی کی تطبیق اور مسائل جدیدہ کا شرعی حل امت کے سامنے پیش کریں۔

۱،۲- مسلمانوں کے لئے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے کا حکم:

ریڈیو ایک جدید مواصلاتی آلہ ہے، جس کا استعمال صحیح اور غلط ہر قسم کے کاموں میں کیا جاتا ہے، اس لئے نفس ریڈیو کے استعمال پر حکم نہیں لگے گا، بلکہ اس کے استعمال پر حکم عائد ہوگا، اگر اسے صحیح اور دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، اور غیر شرعی افعال و حرکات اور فواحش و منکرات کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو تو اس کا استعمال شرعاً درست ہوگا، مثلاً تلاوت، نعت، درس قرآن و حدیث اور وعظ و نصیحت کی خاطر اس کا استعمال۔ اور اگر اسے غلط اور غیر شرعی کاموں میں استعمال کیا جائے تو اس کا استعمال ناجائز قرار پائے گا۔

لہذا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت ایسا ریڈیو اسٹیشن قائم کرے، جس پر مکمل طور پر ان کا کنٹرول اور اختیار ہو اور ہر قسم کے منکرات و فواحش اور ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب سے اجتناب کیا جائے اور اسے صرف جائز کاموں، دعوتی مقاصد اور اسلام کی ترویج و اشاعت کے وسیع تر مقاصد کی خاطر استعمال کیا جائے تو اس کی گنجائش ہوگی، بلکہ موجودہ حالات میں جبکہ میڈیا پر دوسری قوموں کا کنٹرول ہے، اور ان آلات کو اسلام کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے، ہمارا فرض بنتا ہے کہ ایسا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں جن کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کا کام انجام دیا جا سکے، میرے نزدیک ٹی وی اسٹیشن کا بھی یہی حکم ہے۔

آلات جدیدہ کے حکم شرعی کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

۱- جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لئے وضع کئے جائیں، جیسے آلات قدیمہ میں ستار، ڈھولکی وغیرہ، اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو و طرب، ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے، صنعت بھی، خرید و فروخت بھی اور استعمال بھی۔

۲- جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید و حمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی، یا ٹیلی فون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کی جائز و ناجائز، عبادت و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں، ان کی ایجاد، صنعت و تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں اس کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔

۳- ایسے آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں لیکن عادۃً ان کو لہو و لعب اور ناجائز کاموں ہی

میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے گراموفون وغیرہ، ان کا استعمال ناجائز کاموں میں تو ناجائز ہے ہی، جائز کاموں میں بھی ان کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز بلکہ موجب ثواب ہے لیکن جس آلے کو عادۃً لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے، اس میں قرآن سننا، قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا ایک قسم کی بے ادبی ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۶،۱۵)۔

اور ریڈیو کے استعمال کا حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

ریڈیو کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بد مذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ تر کیا جارہا ہے، لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہے جو قسم دو کے آلات کا ہے، کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے، اور اس کی صنعت وتجارت مطلقاً جائز ہے، بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو، اگرچہ خریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۷)۔

۳- انٹرنیٹ:

انٹرنیٹ ایک جدید آلہ ہے، جس کی ایجاد کا مقصد مواصلاتی نظام کو وسعت واستحکام اور اس کے دائرہ کو پھیلانا ہے، اس کے ذریعہ خبروں کی اشاعت اور کسی بات کو عام کرنا بہت آسان ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے ایجاد ہوتے ہی بڑی تیزی کے ساتھ اس کا چلن عام ہورہا ہے، نہ صرف مغربی اور یورپی ممالک میں اس کا شیوع ہورہا ہے، بلکہ ہمارے ملک میں بھی اسے قبولیت عام حاصل ہورہی ہے۔ انٹرنیٹ موجودہ عہد کی پیداوار ہے، اس لئے کتب فقہ وفتاویٰ میں اس کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر نہیں ہے، مگر اصول شرع کی روشنی میں اس کا حکم شرعی معلوم کرنا ممکن ہے۔

واضح رہے کہ آلات ووسائل بذات خود مقصود نہیں ہوتے ہیں اور نہ ان کے نفس وجود پر حکم شرعی لگایا جاسکتا ہے، بلکہ حکم کا دارومدار اس کے استعمال پر ہے، اگر اسے صحیح کاموں اور دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے اور ہر قسم کی منکرات اور غیر شرعی حرکات وافعال سے اجتناب کیا جائے تو اس کا استعمال شرعاً درست اور صحیح ہوگا، اور اگر اسے غلط کاموں یا غیر دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، یا اس کے استعمال میں منکرات وفواحش اور غیر شرعی حرکات وافعال کا ارتکاب لازم آتا ہو تو پھر اس کا استعمال غلط اور ناجائز ہوگا۔

اس لئے میرے نزدیک انٹرنیٹ اور اس قسم کے دیگر ترقی یافتہ نظام کو دینی تعلیمات کی نشر واشاعت اور دینی مقاصد کی خاطر استعمال کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کے استعمال سے غیر شرعی کاموں کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی حبیب اللہ قاسمی
دارالعلوم مہذب پور، اعظم گڑھ

یہ امر واقعہ ہے کہ الکٹرونک میڈیا انسانی ذہن وفکر کی تبدیلی میں غیر معمولی طور پر موثر ہے، یہی وجہ ہے کہ باطل اپنے نظریات وافکار کی تبلیغ واشاعت کے لئے ایسی چیزوں کو جلدی سے اپناتا ہے تاکہ ان کی تحریکات جلد از جلد اور زیادہ سے زیادہ فروغ پاسکیں، موجودہ دور میں ریڈیو، ٹیپ کے علاوہ ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ سے لوگوں کی دلچسپی بڑی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے، خاص طور پر مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں اس کا استعمال کثرت سے کیا جارہا ہے، کیا ایسے وقت میں ان آلات ووسائل کا استعمال دین وملت کی اشاعت وفروغ کے لئے کیا جاسکتا ہے؟ یہ وقت کا ایک اہم سوال ہے۔

یہ بات مسلّم ہے کہ کوئی بھی سائنسی ایجاد بہ ذات خود جائز یا ناجائز نہیں ہوتی، بلکہ اس کے استعمال کی نوعیت اس کو جائز وناجائز بناتی ہے، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ الکٹرونک میڈیا کی حقیقت محض ایک ذریعہ ابلاغ اور آلہ کی ہے، فی نفسہ ان آلات ووسائل میں کوئی قباحت نہیں، معصیت اور قباحت ان چیزوں میں خارج سے آتی ہے، اس لئے فقہاء کی زبان میں کہا جاسکتا ہے کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ "مالاتقوم المعصیة بعینه" کے قبیل سے ہے، اور وہ اشیاء جن کے عین ونفس میں کوئی قباحت نہ ہو بلکہ قباحت خارج سے پائی جاتی ہو تو اس کا استعمال اس خارجی معصیت کے ارتکاب کے بغیر جائز ہے۔

جیسا کہ لاؤڈ اسپیکر میں فی نفسہ کوئی قباحت نہیں ہے، اس کی حقیقت محض ایک آلہ ابلاغ کی ہے، جس کے ذریعہ متکلم اپنی باتوں کو دور تک پہنچاتا ہے، لیکن اس کا بے جا استعمال کسی کے نزدیک جائز نہیں، ہاں اگر نیک کاموں کے لئے اس کا استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، جیسا کہ آج اذان ونماز، تلاوت اور تقریر ووعظ کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔

اسی طرح اخبارات ورسائل آج کے دور میں نشر واشاعت کا ایک بہترین ذریعہ ہیں، لوگ اپنی اپنی فکروں کو ان کے ذریعہ بآسانی دوسروں تک پہنچاتے ہیں، اخبارات کی ذات میں کوئی قباحت نہیں لیکن ان کا غلط استعمال جائز نہ ہوگا، ہاں اگر ان سے دین وملت کی اشاعت مقصود ہو تو جائز ہی نہیں بلکہ امر مستحسن ہوگا۔

اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہے، اس میں قباحت خارج سے آتی ہے، جیسے گانا، باجہ، فلمی ایکٹ جیسے پروگراموں کو سننے کے لئے اس کا استعمال کرنا، لیکن اگر اس کا استعمال مقاصد خیر کے لئے ہو جیسے دین کی نشر و اشاعت، مسلمانوں کو احکامات و مسائل سے آگاہ کرنا اور غیر مسلموں کو دین کی اصلی صورت سے باخبر کرنا، تو جائز ہوگا، کیونکہ یہ ہمیں مان کر چلنا چاہئے کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یا اس طرح کے دوسرے سائنسی ایجادات پر کافروں کی کوئی اجارہ داری نہیں ہے کہ ان چیزوں کا استعمال صرف وہی لوگ کریں، ان آلات سے صرف وہی لوگ مستفید ہوں اور مسلمان روزمرہ ایجادات وانکشافات کو اچھوت سمجھ کر کچھ واہی امور کا سہارا لئے گھر بیٹھے منہ تکتے رہیں۔

یہ امر واقعہ ہے کہ جب سے دنیا آباد ہے کسی زمانے میں کسی فن کا اور کسی زمانے میں کسی فن کا عروج رہا ہے، یہ زمانہ منفعت وایجادات کی ترقی وعروج کا ہے، روزانہ نئی نئی حیرت انگیز ایجادات کے مظاہرے ہوتے ہیں، ریڈیو، ٹیپ کے دور دورے کے بعد آج ٹی وی، انٹرنیٹ کا دور ہے، آئے دن اس کا استعمال بڑھتا جارہا ہے، شہروں اور قصبوں سے تجاوز کرکے اب دیہاتوں میں بکثرت پھیل چکا ہے، گھر گھر خبروں کے ساتھ گانا، بجانا، فلمی ایکٹ جیسے مخرب اخلاق پروگراموں کو سننے کا مرض عام ہو گیا ہے، مرد، عورت، بچے، نوجوان، ہر طبقہ کی دلچسپی عشق کی حد تک پہنچ چکی ہے، یہی وجہ ہے کہ باطل اپنے نظریات وافکار کی ترویج واشاعت کے لئے ان آلات ووسائل کا سہارا لیتا ہے اور اپنی تحریکوں کو بہت کم وقت میں پوری دنیا میں پھیلا دیتا ہے، سادہ لوح انسان عام طور پر ان چیزوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان پر ان چیزوں کا گہرا اثر پڑتا ہے اور نقصان ہوتا ہے، درحقیقت یہ انسان کے لئے ایک نیا فتنہ اور چیلنج ہے اور نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے، قرآن کریم نے دعوت، تبلیغ بتحدیث کا حکم دیا ہے، اس کی صورت متعین نہیں کی گئی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذرائع مختلف زمانہ میں بدلتے رہیں گے۔

کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کو اپنانے کی کیا ضرورت ہے، یہ کافروں کا طریقہ ہے ہمارے اسلاف کا نہیں۔

اسلاف نے اپنے زمانہ میں پیدا شدہ فتنوں کا اپنے تئیں بھرپور تعاقب کیا ہے اور نئے نئے چیلنجوں کا مسکت جواب دیا ہے، بحث ومباحثہ کئے، مناظرے کئے، لٹریچر شائع کئے، دلائل وجوابات فراہم کئے، غرض ان سے مقابلہ کی جو صورت ہو سکتی تھی ان تمام صورتوں کو اپنایا۔ سلف کے زمانہ میں جو چیزیں موجود نہیں تھیں ان کے بارے میں سلف کے تعامل سے استدلال غلط ہے، سیکڑوں ایسی چیزیں ہیں جو سلف کے دور میں نہیں تھیں، اس لئے انہوں نے اس کا استعمال نہیں کیا، اب موجود ہیں اور اب ہم ان کا استعمال کرتے ہیں، عہد نبوی وصحابہ میں ٹریفک کا نظام نہیں تھا، بعد میں سائیکل کا رواج ہوا، پھر بسوں اور ٹرینوں کا اور اب ہوائی جہاز کا تو کیا ہم ان اشیاء کا استعمال اس لئے ترک کردیں کہ یہ اسلاف کا طریقہ نہیں ہے۔

آج بے شمار مسلمان ایسے ہیں جو مسائل و احکام سے ناواقف ہیں اور انہیں اتنا موقع نہیں کہ دینی اداروں میں جا کر مسائل سیکھیں، ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص کو دین سکھانے کا سب سے مفید اور آسان طریقہ یہی ہے کہ ان آلات کے ذریعہ اسلامی پروگرام ان کے گھر تک پہنچایا جائے ، مسائل و احکامات سکھائے جائیں تا کہ ہر طبقہ کے لوگ تعلیمات اسلام سے آشنا ہو سکیں، اور ان سائنسی ایجادات سے پیدا شدہ نقصانات کا مناسب اور مفید تدارک ہو سکے۔

اسی طرح غیر مسلموں تک سیرت نبوی اور صحابہ کرام و دیگر علماء و صالحین کے واقعات مؤثر طور پر پیش کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اسلام کی اصلی صورت ان کے سامنے آ سکے، اور یہ بھی تسلیم کر کے چلنا چاہئے کہ سبھی لوگ صرف گانا بجانا سننا چاہتے ہیں ایسا نہیں ہے، بہت سے سلیم الطبع لوگ اپنے ذہنی الجھنوں کا حل چاہتے ہیں، ایسے لوگ ریڈیائی پیغام اور نشریہ کے ذریعہ اسلام کی سچائی تک پہنچ سکتے ہیں اور پہنچے ہیں، مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن قائم کر کے اسلام کی ترویج و اشاعت کا کام کریں، محض کچھ وہمی امور کا سہارا لے کر کہ "کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے" اس کام کو رد کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

بہر حال حاصل بحث یہ ہے کہ:

۱- مسلمانوں کے لئے حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی غرض سے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ اس کا پورا انتظام علماء کے ہاتھ میں ہو۔

۲- مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں ٹی وی، اور اس سے اشتغال و استفادہ عام ہے اور اس کو مختلف تحریکات و تنظیموں نے اپنے مقاصد و نظریات کی اشاعت کے لئے آلہ کار بنا رکھا ہے وہاں مذکورہ بالا مقصد اور نظام کے تحت ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی نظم بنانا جائز ہے۔

۳- ۔۔۔سی و تربیتی مقاصد کے تحت محض علمی و فنی معلومات اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنے کی اجازت ہے۔

۴- انٹرنیٹ یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم کو دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانا شرعاً جائز ہے۔

مذکورہ بالا مقاصد کے لئے ان آلات و وسائل کے استعمال کے جواز میں مخالفت ناگزیر ہے، جیسا کہ لاؤڈ اسپیکر جب شروع میں ایجاد ہوا تھا تو بڑے بڑے صاحب علم و فضل نے اس کی مخالفت کی تھی لیکن جب ابتلاء عام ہو گیا بالخصوص حرمین شریفین میں اس کا استعمال کیا جانے لگا تو بعد میں متفقہ طور پر جواز کا فتوی دیا گیا۔

جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا خورشید احمد اعظمی
رگھوناتھ پورہ مئو

۱- دین کی اشاعت و تبلیغ، اور اس کی طرف سے دفاع، اور فرق باطلہ کی تردید حسن تدبر اور حکمت کے ساتھ حتی الوسع ہر مسلمان اور دیندار کا فرض ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "الدین النصیحة" دین خیر خواہی کا نام ہے۔ اور کسی کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اسے ضلالت و گمراہی سے ہٹا کر ہدایت اور فلاح کے راستے پر لگا دیا جائے، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة" اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کی دعوت دیجئے۔ لہذا موجودہ دور میں اعلام و ابلاغ کے لئے جن ذرائع کا استعمال ہوتا ہے ان کے اختیار کرنے میں کوئی عذر مانع نہیں سمجھ میں آتا، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة" ان کے لئے جتنی بھی قوت کی استطاعت ہو مہیا کرو۔

اس لئے مسلمانوں کا خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا، اور اس کا دین کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید، اور ان کے اعتراضات کا دفاع، اور اشکال کے حل کے لئے استعمال کرنا جائز ہونا چاہئے۔

۲- ٹی وی کا استعمال بھی اب بالکل عام ہو چکا ہے، حالانکہ اس کے نقصانات اس لحاظ سے کہ اس پر مخرب اخلاق پروگرام پیش کئے جاتے ہیں، اخلاقی طور پر بہت زیادہ ہیں، اوقات کا ضیاع، بے حیائی کا عام ہونا، تعلیم اور فرائض میں کوتاہی، یہ وہ نقصانات ہیں جن کا احساس اور تجربہ بھی ایک عام بات ہوگئی ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے نقصانات انسانی صحت پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں، خاص طور سے آنکھوں پر اس کے مضرات انتہائی مدہش ہیں۔

پھر بھی اس کا استعمال چونکہ عام ہے، اس لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا تا کہ اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات و اخلاق حسنہ کو عام کیا جائے، یا جو لوگ اس سے ناواقف ہیں انہیں واقف کرایا جائے، اس مقصد کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا جائز ہونا چاہئے، تا کہ جو لوگ ٹی وی کا استعمال کرتے ہیں اس پروگرام سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۳۔ تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت علمی وفنی معلومات اوراخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا جائز ہے۔

۴۔ موجودہ دور میں میڈیا نے کافی ترقی کرلی ہے،مواصلاتی نظام اور وسائل اعلام کی حیرت انگیز ایجادات نے دنیا کوسمیٹ کرایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل کردیا ہے، ہزاروں میل دور بیٹھے شخص سے روبرو گفتگو ہوتی ہے،خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے،اپنے نظریات کو پیش کیا جاتا ہے،اور دوسروں کے افکاروخیالات اورنظریات سے واقفیت ہوتی ہے۔

اور یہ ایجادات مذہب اسلام کے منافی بھی نہیں ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"ویخلق مالاتعلمون"اور اللہ تعالی وہ چیزیں پیدا کرتا ہے یا کرے گا جس کوتم نہیں جانتے ہو۔

اور موجودہ دور میں جنگ اور دفاع کے اسلوب بھی بدل چکے ہیں، اب غزو فکری کا دور ہے، اس لئے ان تمام اسباب ووسائل کواختیار کیا جاسکتا ہے جن کے ذریعہ دشمن کے نظریات سے واقفیت ہو، اور اپنے خیالات وعقائد کوان تک پہنچایا جاسکے۔

ریڈیو، ٹی وی، اوراسی طرح دیگر ایجادات جن کا استعمال عمومی طور پر ہوتا ہے، اور بظاہران کے نقصانات زیادہ معلوم ہوتے ہیں کہ ان اسباب کا استعمال اسلام دشمن عناصر کرتے ہیں، ان پر اخلاق اور ماحول کوخراب کرنے والے پروگرام پیش کرتے ہیں،تو یہ ایک عارضی شے ہے، فی نفسہ ان اشیاء میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی ، اگران پر اچھے پروگرام پیش کئے جائیں جوتعلیم وتربیت پر مشتمل ہوں تو یہ اشیاء حق کے لئے معین ومفید ثابت ہوسکتی ہیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا ابوسفیان مفتاحی
جامعہ عربیہ مفتاح العلوم مئو

اشاعت حق اور احیاء سنت اور فرق باطلہ اور ضالہ کی تردید اور ان کی خرافات کے ابطال اور ان کی بدعات سیئہ کے استیصال اور ان کی ناپاک مساعی کی کاٹ اور روک تھام کے لئے مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہے، کیونکہ شریعت میں اس کی نظیریں ہیں، خود اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے:

"واعدوا لهم ما استطعتم من قوة" یعنی اپنی طاقت کا سامان فراہم کرو، اور نبی ﷺ نے فرمایا "الا ان القوة الرمی" یعنی تیر اندازی سیکھنا قوت اور طاقت ہے، تو ان دونوں سے اشارہ ملا کہ زمانہ کے بدلنے سے قوت و طاقت کے سامانوں میں تبدیلی آتی ہے، پس عہد نبوی میں طاقت وقوت تیر اندازی اور شہسواری اور تلوار رہی ہے، آج اس موجودہ دور میں اس کے بجائے بم، ایٹم بم وغیرہ طاقت کے سامان ہیں، لہذا آج مسلمانوں کو اپنی طاقت بنانی چاہئے، نبی ﷺ کے عہد مبارک میں اشاعت حق اور کفر و شرک پر تردید اس عہد کے مناسب جو تھا اسے اختیار فرمایا گیا، آج اس موجودہ دور میں یہ آلات جدیدہ وسیلہ وذریعہ ہیں اسلام کے خلاف پرچار کے جیسا کہ مشاہدہ میں ہے، لہذا ان آلات کے ذریعہ اشاعت حق اور فرق باطلہ پر تردید کی جاسکتی ہے، اس نیک مقصد کے لئے ان کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، بلکہ شرعاً جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشاعت حق اور فرق باطلہ پر تردید کے لئے مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا شرعاً جائز ہے۔

مصنوعات وایجادات قدیم ہوں یا جدید جن سے انسان کی معاشی فلاح کا تعلق ہے وہ سب اللہ تعالی کی عظیم الشان نعمتیں ہیں جو ان کو عطا ہوئی ہیں۔ عاقل انسان کا کام یہ ہے کہ ان نعمہائے الہیہ سے فائدہ اٹھائے اور اس کا شکر گزار ہو اور ادنی شکر گزاری یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ان نعمتوں کو اس کی نافرمانیوں وگناہوں میں صرف نہ کرے اور اس نقطہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ جس نے یہ نعمتیں ہمیں دی ہیں وہ ہم سے ان کا حساب بھی لے گا۔

"ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم" (پھر قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کا سوال کیا جائے گا)۔

شریعت اسلام ان ایجادات ومصنوعات میں صرف یہ چاہتی ہے کہ خدا کی ان نعمتوں سے اس کی دی ہوئی عقل کے ذریعہ نئی نئی ایجادیں کریں معاشی آسانیاں حاصل کریں، مگر دو شرطوں کے ساتھ: ایک یہ کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی نافرمانیوں میں استعمال نہ کریں، دوسرے یہ کہ عطا کرنے والے منعم حقیقی کو نہ بھولیں۔

عام ریڈیو:

۱- ریڈیو کا استعمال اگر چہ عام حکومتوں اور عوام کی بد مذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ تر کیا جارہا ہے لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہے کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے، اور اس کی صنعت وتجارت مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو اگر چہ خریدنے والا اس کو ناجائز کاموں میں استعمال کرے۔

۲- مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں ٹی وی اور اس سے اشتغال واستفادہ عام ہے اور اس کو مختلف تحریکات وتنظیموں نے اپنے مقاصد ونظریات کی اشاعت کے لئے آلہ کار بنا رکھا ہے تو وہاں اشاعت حق اور فرق باطلہ کی تردید اور ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی نظم بنانا اس نیک مقصد کی خاطر اس کی اجازت ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشاعت حق اور فرق باطلہ اور ان کے ناپاک مساعی کی کاٹ کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت ہوگی۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا خواہ ٹیپ ریکارڈ ہوں یا ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی تیز سافٹ ویئر وغیرہ، شرعاً درست ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقاصد مذکورہ فی السوال کے تحت کیسٹ تیار کرنا ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کے ذریعہ شرعاً درست ہے۔

۴- انٹرنیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو اس کو دینی تعلیم کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانے اور اس کے لئے فکر مندی ونظم شرعاً درست ہوگا، کیونکہ آج کی دنیا اسلام کے خلاف نشر واشاعت کے لئے محاذ بنائے ہوئی ہے تو ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی کاٹ کریں۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ انٹرنیٹ وغیرہ کو دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانا شرعاً درست ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد عطاء الرحمن مدنی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند دہلی

۱- اس بدلتی ہوئی دنیا میں ذرائع ابلاغ کے نت نئے طریقے ایجاد ہو جانے کی وجہ سے اب مسلمانوں کے لئے خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا وقت کی ایک اہم دینی ضرورت ہے۔ اس میدان میں ہم جس قدر تاخیر کریں گے اسی قدر فریضہ تبلیغ دین وتوضیح مسائل دینیہ کی ادائیگی میں ہم پیچھے رہ جائیں گے۔ مسلم ممالک میں پاکستان اور سعودی عرب نے ریڈیو نشریات کے لئے اسلامیات کی نشست مخصوص کر کے یا مخصوص اسلامی ریڈیو اسٹیشن قائم کر کے گویا فرض کفایہ ادا کیا ہے اور شاید سوڈان نے بھی کچھ ایسا ہی کیا ہوگا۔ بہتر ہے کہ دیگر مسلم ممالک بھی اس میدان میں کسی بھی مناسب طریقے سے حصہ لیں تا کہ باطل اپنے شر پھیلاتے وقت کسی طرح سچائی کا وجود محسوس کر سکے اور دیگر لوگ اس میڈیا سے بھی اسلامی معلومات حاصل کرنے کا موقع پا سکیں۔

۲- ریڈیو کی طرح ٹی وی بھی ذرائع ابلاغ میں سے ایک ذریعہ یا میڈیا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ٹی وی میں آواز سنائی دینے کے ساتھ ساتھ متعلقہ شخص یا چیز کی شکل بھی نظر آتی ہے، تاہم اگر کوئی چاہے تو رویتی بٹن کو درجہ صفر تک گھما کر صرف سنے یا سماعتی بٹن کو درجہ صفر تک گھما کر صرف تصویر وشکل دیکھے۔ جن علماء نے ریڈیو کی اجازت دی ہے شاید ان میں کچھ لوگ ٹی وی کی اجازت دینے کے بارے میں متردد ہیں، کیونکہ اس میں جاندار چیز کی تصویر یا شکل نظر آتی ہے اور شریعت میں تصویر بنانے کی ممانعت آئی ہے، کئی لوگوں نے مجھے مفتی سمجھ کر اس کے بارے میں سوال بھی کیا، میں نے انہیں اس کے شر سے حتی الامکان بچتے رہنے کی شرط پر زبانی اجازت دے دی، لیکن اب تک اس سلسلے میں کسی کو کوئی تحریری فتوی نہیں دیا، آج کا یہ سوال چونکہ انفرادی نہیں ہے، بلکہ اجتماعی ہے اور پورا مسلم سماج ومسلم معاشرت کو سامنے رکھ کر جواب دینا ہے، لہذا اس کا جواب معقول اور عام فہم انداز سے دیا جا رہا ہے۔

☆ ٹی وی میں کسی چیز یا انسان کی جو شکل نظر آتی ہے یہ شکل اس تصویر جیسی نہیں ہے جسے کوئی آرٹسٹ بناتا ہے، جو

اپنے ہاتھوں سے اس تصویر کا جسم اور اس کا چہرا ابھرا بنا کر خلق خدا سے مشابہت پیدا کرتا ہے، ایسے آرٹسٹوں یا مصوروں کے لئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انہیں قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا (بخاری و مسلم کتاب اللباس)، بلکہ ٹی وی کی یہ شکل اس عکسی تصویر جیسی ہے جو کسی شیشے پر نظر آتی ہے، جس کی تصویر میں انسان کے ہاتھوں سے بنائی ہوئی کوئی بھی چیز نہیں ہوتی، لہذا شیشے کی تصویر میں اور ٹی وی کی تصویر میں خلق خدا سے مشابہت کی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔

☆ ٹی وی کے اسکرین پر نظر آنے والی شکل وصورت میں اور شیشے کے اسکرین پر نظر آنے والی شکل وصورت میں فرق یہ ہے کہ کسی چیز کی شکل کا عکس جو شیشے پر پڑتا ہے اسے عام لوگ محفوظ نہیں کر پاتے لیکن کسی چیز کی شکل کا عکس جو ٹی وی کے کیمرے پر پڑتا ہے اسے وہ کیمرا کرنٹ کی چھوٹی چھوٹی لہر کی شکل میں محفوظ کر کے اسی کرنٹ کی لہر کو ٹی وی میں بھیجتا ہے جو اسکرین پر اصل شکل وصورت کی طرح نظر آتی ہے، خلاصہ یہ کہ کسی شیشے پر نظر آنے والی شکل میں اور ٹی وی پر نظر آنے والی شکل میں دیگر کوئی فرق نہیں ہے، لہذا شیشہ پر جو شکل دیکھنی جائز ہوگی ٹی وی پر بھی اس کا دیکھنا جائز ہوگا، اور چونکہ ایک بے پردہ و عریاں عورت کو شیشہ پر دیکھنا ناجائز ہے اس لئے اسے ٹی وی پر دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

☆ خلاصہ یہ کہ غلط، فحش اور اخلاق سوز پروگرام سے بچتے ہوئے ٹی وی کے دیگر مفید پروگراموں کا دیکھنا یا سننا جائز ہے، لیکن ٹی وی کے سلسلے میں ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ اس کے پروگرام ایسے لوگ ترتیب دیتے ہیں جو انسانی اقدار اور اسلامی اخلاق کے پابند نہیں، لہذا ٹی وی کے ذریعہ شر بھی پھیلتے ہیں جن سے بہت سارے مسلمان نہیں بچ پاتے، ٹی وی فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں ہے، وہ صرف ایک ذریعہ اور آلہ ہے، اس سے اچھا کام لیا جائے تو لوگوں کی بھلائی ہوتی ہے اور برا کام لیا جائے تو لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے، جس کی مثال ایک چھری جیسی ہے جو فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں، اگر اس سے سیب کاٹ کر کھایا جائے تو وہ مفید ہے اور کسی انسان کا گلا کاٹ دیا جائے تو وہ نقصان دہ ہے، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس سے بھلائی یا برائی پھیلنے کا ذمہ دار اصل میں وہ ہاتھ ہے جو اس آلہ یا ذریعہ کو استعمال کرتا ہے۔ اگر استعمال کرنے والا ہاتھ صالح ہو تو اس سے ہمیشہ اچھا کام ہی لیا جا سکتا ہے۔

☆ ٹی وی کے ذریعہ پھیلنے والے شر سے مکمل طور پر مسلمانوں کو بچانے، اس کے ذریعہ اچھائی پھیلانے اور انسانی واسلامی نقطۂ نظر سے اچھائی وسچائی کی تعلیم وتبلیغ کرنے کے لئے سرکار سے اجازت لے کر اگر مسلمان خود اپنا کوئی ٹی وی اسٹیشن قائم کر لے یا سرکاری ٹی وی اسٹیشن میں پرمیشن لے کر اس میں اپنے اسلامی پروگرام کا نظم قائم کر لے تو یہ بھی اسلام ومسلمانوں کی بہت بڑی خدمت ہوگی، ان شاء اللہ۔

۳۔ تعلیم وتربیت کے لئے کیسٹ، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی ودیگر سافٹ ویئر مذکورہ تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے لئے ان شاء اللہ بہت مفید ذریعہ ثابت ہوگا۔

۴۔ انٹرنیٹ آج کی دنیا میں تعلیم ونشرواشاعت کے لئے بہت ہی کارآمد نیا ذریعہ یا نیا سسٹم ہے، اسلام کی صحیح معلومات حاصل کرنے یا دوسروں کو فراہم کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہ سسٹم بھی اپنانا چاہئے، لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے کمپیوٹر کا ہونا اور اسے ملٹی میڈیا بنا کر انٹرنیٹ نظام سے جوڑنا پڑے گا، جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، تاہم یہ بالجملہ بین الاقوامی معلومات حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے، جو سسٹم لے سکتا ہے وہ ضرور لے اور اس سے فائدہ اٹھائے، اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ اسلام کے بارے میں صحیح معلومات انٹرنیٹ میں داخل کرائیں تا کہ جو مسلمان یا غیر مسلم انٹرنیٹ کے ذریعہ معلومات حاصل کرتے ہیں وہ اسلام کی صحیح معلومات بھی حاصل کرسکیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا عبداللطیف پالنپوری
جامعہ نذیریہ کاکوسی، گجرات

۱- مسلمانوں کا خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جس کا مقصد حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ جائز اور مستحسن ہے، بشرطیکہ اس اسٹیشن سے کوئی ناجائز اور شریعت کے خلاف پروگرام نشر نہ ہو، نیز عورت کی آواز میں کوئی پروگرام نشر کرنے اور گانے، میوزک وغیرہ پر پورے طور سے پابندی ہو، ورنہ ناجائز اور ممنوع رہے گا۔

۲- احادیث میں تصویر کشی پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

"عن مسلم قال كنا مع مسروق في دار يسار بن نمير فرأى في صفته تماثيل فقال سمعت عبد الله قال سمعت النبي ﷺ يقول: إن أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون" (بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۳۸۲)۔

(مسلم سے روایت ہے کہ ہم مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، مسروق نے ان کے چبوترہ میں کچھ تصویریں دیکھیں تو فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے)۔

نیز ایک دوسری حدیث میں ہے:

"عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ قال: ان الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم أحيوا ما خلقتم" (بخاری مع فتح ۱۰/ ۳۱۹)۔

(حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے پیدا کی ہے اس میں جان بھی ڈالو)۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے:

"عن أبي زرعة قال دخلت مع ابي هريرةؓ دارا بالمدينة فرای في أعلاها مصورا يصور فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ومن أظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا حبة وليخلقوا ذرة" (بخاری مع فتح)۔

(ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ ایک گھر میں داخل ہوا تو اس کی چھت کے قریب ایک مصور کو دیکھا جو تصویر بنا رہا تھا، ابوہریرہؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح یعنی اللہ کی طرح تخلیق کرنے لگے (وہ کسی جاندار کی تخلیق تو کیا کرتا) ذرا ایک دانہ ایک ذرہ تو بنا کر دکھائے)۔

"عن قتادةؓ قال كنت عند ابن عباسؓ الى قوله حتى سئل فقال: سمعت محمداً ﷺ يقول: من صوّر صورة في الدنيا كلّف يوم القيامة أن ينفخ فيها الروح وليس بنافخ" (بخاری مع فتح ۱۰/ ۳۲۳)۔

(حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا تھا، ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے محمد ﷺ سے سنا ہے: جو شخص دنیا میں کوئی تصویر (جاندار کی) بنائے گا تو قیامت میں اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے اور وہ ہرگز نہ ڈال سکے گا (تو اس پر عذاب شدید ہوگا))۔

چاروں روایتوں میں تصویر بنانے والوں کو قیامت میں سخت عذاب ہونے کا بیان ہے، اور تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں تیار ہوتی ہیں، خواہ وہ آلات قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت وغیرہ سے، کیونکہ آلات و ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی، احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے، اس لئے جیسے قلم سے تصویر کھینچنا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے، ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا چاہے کتنے ہی نیک مقصد سے ہو اس میں تصویر کشی لابدی اور جز ولاینفک ہے، جس پر سخت وعیدیں مذکورہ بالا حدیثوں میں آچکی ہیں، نیز ہزاروں لوگ تصویر دیکھنے کے گناہ میں مبتلا ہوں گے، جن کا سبب ہم بنیں گے، کیونکہ جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے (مستفاد از جواہر الفقہ، رسالہ التصویر لاحکام التصویر ۳/ ۱۹۷)۔

۳- ٹیپ ریکارڈ کے ایسے کیسٹ تیار کرنا جو تعلیمی و تربیتی مقاصد، علمی وفنی معلومات، اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر مشتمل ہوں جائز ہے، لیکن ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی وغیرہ جو تصاویر پر مشتمل ہوتے ہیں ان کو تیار کرنا نیز استعمال کرنا دونوں ناجائز ہے۔

۴- انٹرنیٹ میں دینی تعلیمات پر مشتمل مضامین داخل کر کے ان کی نشر واشاعت کرنا جائز ہے، جبکہ مضمون داخل کرنے والا آدمی اپنی تصویر انٹرنیٹ کے ذریعہ نشر نہ کرے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلامی تاریخ کے اولین دور سے اسلامی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ کے لئے دعوت وابلاغ کے تمام موجودہ ذرائع کا استعمال ہوتا رہا ہے، خواہ وہ سوق عکاظ کی گرم بزاری ہو یا خطابت وشاعری، مجادلہ ومباہلہ ہو یا موعظت حسنہ۔ جب بات سیف وسنان کی آئی تو راہ حق میں خون چکانی سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ اور جب فارس و یونان کی فکری یلغار ہوئی تو علماء اسلام نے ان علوم کو سیکھ کر ان کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ہاں جب مقاومت ومبارزت کی روح مدھم پڑنے لگی، علوم وافکار پر قدغن لگنے لگی اور سائنٹفک ریسرچ وتحقیق کے میدان میں ہم ابناء زمانہ کے مقابلہ سے دست بردار ہو گئے تو اس کا جو انجام ہوا وہ سامنے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ عقل کو استعمال کر کے کافر قوتوں نے جو محیر العقول ایجادات کی ہیں ان کا غیر اسلامی استعمال چنداں باعث حیرت نہیں ہونا چاہئے۔ لاؤڈ اسپیکر ہو یا ریڈیو، ٹیلی ویژن ہو یا انٹرنیٹ، ان کی بابت ہمارا شکست خوردہ (Passive) رویہ ماضی میں بھی ہمارے لئے شرمندگی کا باعث بنا ہے اور آئندہ بھی بنے گا، آنے والے طوفان کا مقابلہ ہم شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر نہیں کر سکتے، ضرورت اقدامی عمل کی ہے، انٹرنیٹ کی ایجاد نے کرہ ارض کو ایک قریہ بلکہ ایک غرفہ میں بدل دیا ہے، اب ہم اس کی پہنچ سے بھاگنا بھی چاہیں تو شاید ممکن نہ ہو،" خذ ماصفا ودع ماکدر" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اس کے مضر اثرات سے خود بچتے ہوئے اور اس سے مسلسل بچنے کی تلقین کرتے ہوئے خود اسی کے ذریعہ اس کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے، اس تمہید کے بعد دیئے گئے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا فرض کفایہ ہے تا کہ اس کے ذریعہ حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کی اسلام مخالف مساعی کی کاٹ ہو سکے۔

۲- مذکورہ مقاصد کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے یا اس کا کوئی نظم بنانے کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہوگی بلکہ ایسا کرنا لازم ہے۔ "وما لا یتم الواجب الا بہ فھو واجب"۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا، اسلامی ورثہ کی ترویج واشاعت کے لیے سی ڈی اور سافٹ ویئر کا سہارا لینا ازبس ضروری ہے، اور اس کی مخالفت یا اس سے تغافل اہل کفایت کے لئے آخرت میں بازپرس کا سبب بن سکتا ہے۔

۴- انٹرنیٹ اور اس طرح کے دوسرے جدید ترقی یافتہ ذرائع کو دینی تعلیمات کی نشرواشاعت کا ذریعہ بنانے اور اس کے لئے تگ ودو "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة......" کے حکم میں ہوگا جس طرح یونانی افکار کے مقابلہ کے لئے ایک زمانہ میں ہم نے مدارس کے نصاب میں منطق وفلسفہ کو جگہ دی، آج انفارمیشن ٹکنالوجی (IT) کے عہد میں ضرورت ہے کہ دینی مدارس جو دعاۃ تیار کرتے ہیں اپنے یہاں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے کورس کو بھی جگہ دیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ارشد قاسمی
مظاہر علوم وقف، سہارنپور

اسلام کی تبلیغ اور اس کی تعلیمات کی اشاعت امت مسلمہ پر ہر دور میں فرض ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے وہ تمام وسائل و ذرائع ابلاغ کو اسلام کی خاطر استعمال فرمایا جو اس وقت مہیا تھے، اپنے خطبوں، تقریروں، تنہائی میں گفتگو، مجمع میں خطاب اور وفود اور مکاتیب کا استعمال فرمایا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قیامت تک آنے والے ادوار میں اسلام کی اشاعت کے لئے وہ تمام ذرائع و وسائل اختیار کئے جائیں جو اسلام کی روح اور بنیادی اصول کے خلاف نہ ہوں، یہ تو ایک اصولی بات ہے۔

اب ہم اپنے موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالتے ہیں، جو ہمیں ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو کیسٹ وغیرہ میں جو منفی رخ نظر آتا ہے وہ بے تصاویر کا استعمال، جو اسلام کی روح کے منافی ہے، تصویر اور تصویر سازی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے فرامین وعید کی شکل میں موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

"عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول "کل مصور فی النار– قال ابن عباس فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر ومالا روح فیہ – متفق علیہ" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۶)۔

(حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر تصویر بنانے والے جہنم میں جائیں گے، ابن عباس نے فرمایا: اگر تمہیں تصویر بنانا ہی ہے تو درخت اور غیر ذی روح کی بناؤ)۔

"عن ابی هریرة رضی الله عنه الصورة الراس، فکل شئی لیس له راس ما لیس بصورة" (معانی الآثار ۲/۳۶۶)۔

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ تصویر دراصل سر کی ہے تو ہر وہ چیز جس میں سر نہیں وہ تصویر نہیں ہے)۔

"او بغیر روح لا یکرہ لانها لا تعبد" (درمختار ۱/۶۰۷)۔

(غیر ذی روح کی تصویر مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کی پرستش نہیں کی جاتی)۔

"لعن الله الناظر والمنظور" (مشکاۃ)(اللہ نے دیکھنے والے اور جس کو دیکھا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے(اجنبی مرد وعورت))۔

ان احادیث اور فقہی عبارت سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے، یعنی ذی روح کی تصویر کو، غیر جاندار کی تصویر سازی کی گنجائش ہے، اور الضرورات تبیح المحظورات کے تحت بعض استثنائی صورتیں بھی ہیں جیسے پاسپورٹ وشناختی کارڈ وغیرہ کے لئے۔ کہ ان ضرورتوں کے لئے دور حاضر کے مفتیان کرام نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور تقریباً متفق علیہ ہے۔

اس مختصری تمہیدی تحریر کے بعد پیش نظر سوالات کے جوابات رقم ہیں:

۱۔مسلمان کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا حکم:

اہل اسلام خود اسلامی ممالک اور اگر ممکن ہو تو دیگر غیر اسلامی ممالک جن میں ان کی رہائش ہو یا نہ بھی ہو ہر صورت میں حق کی اشاعت اور باطل کی تردید کے لئے اور بھی دیگر گونا گوں مفید و نافع مقاصد کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرسکتے ہیں۔

البتہ جو چیزیں شریعت میں ممنوع ہیں ان کی نشر کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲۔ٹی وی اسٹیشن کے متعلق:

ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت اس صورت میں بالکل درست ہوگی جبکہ سارے مناظر براہ راست نشر کئے جائیں اور ان کو فلم میں یا کیسٹ وٹیپ میں محفوظ نہ کئے جائیں، اور وہ مناظر بھی خالص اسلامی ہوں یا کم از کم ان میں ممنوعات کا دخل نہ ہو۔

یا اگر وہ مناظر جو مصور ہیں اور ان کو محفوظ بھی کیا جارہا ہے تو کسی ذریعہ سے ان چہروں پر جو ان میں موجود ہیں ایسا کٹ کا نشان لگا دیا جائے جس سے چہرہ نمایاں نہ ہوتا کہ مقطوع الراس کے حکم میں آکر جواز کی صورت میں داخل ہوجائے۔

اس لئے کہ ٹیلی ویژن پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ دراصل بجلی اور مشین کے ذریعہ لے کر دکھایا جانے والا عکس یا ظل ہے۔لہذا اس کا حکم وہی ہوگا جو ان اصلی مناظر کا ہے کہ جو ٹیلی ویژن پر پیش کئے گئے ہیں (موجودہ زمانہ کے شرعی مسائل کا حل: مولانا برہان الدین ص ۳۰۵)۔

دوسری جگہ مولانا برہان الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اگر ٹیلی ویژن پر براہ راست ایسے مناظر اور پروگرام پیش کئے جائیں جن کا بغیر ٹیلی ویژن کے بھی دیکھنا جائز ہے تو ایسے پروگراموں اور مناظر کا ٹیلی ویژن پر دیکھنا دسنا جائز ہوگا)(حوالہ مذکورہ ص ۳۰۶)۔

۳-تعلیمی وتربیتی مقاصد کے لئے کیسٹ تیار کرنا:

الف-تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت علمی وفنی معلومات وتعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا وہ بھی بالخصوص ٹیپ ریکارڈ کے کیسٹ تو اس کے جائز ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے، بلکہ ایسے کیسٹ تو تجارتی مقاصد کے لئے بھی تیار کیے جاسکتے ہیں۔

ب-البتہ ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی وسافٹ ویئر کے سلسلہ میں جواز کی صورت اس وقت ہی ہوگی جبکہ اس میں محفوظ کئے جانے والے مناظر میں ذی روح کی تصاویر نہ ہوں، یا اگر ہوں تو کسی تکنیکی طریقہ سے انہیں "مقطوع الراس" سرکشیدہ کردیا جائے۔

۴-انٹرنیٹ وغیرہ کا اسلامی مقاصد کے لئے استعمال:

الف-انٹرنیٹ کا وہ نظام جو تصویروں سے خالی ہو اس کا استعمال دینی تعلیمات کی نشرواشاعت کے لئے جائز و درست بلکہ اس وقت مطلوب ہے۔

ب-انٹرنیٹ پر جس وقت طرفین سے گفتگو ہورہی ہو اور طرفین کی تصویریں بھی آمنے سامنے نظر آرہی ہوں اور مرد مرد یا عورت عورت کو دیکھ رہی ہو تو یہ صورت بھی جائز ہوگی، اور اگر غیر جنس ہو تو غض بصر کا حکم ہوگا۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقصد کے لئے استعمال

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی
مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ دربھنگہ

۱۔ تبلیغ دین کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا:

آج سائنس ٹکنالوجی اور مشینری کے انتہائی ترقی یافتہ دور نے سارے عالم کی مسافتیں سمیٹ دی ہیں، بلکہ نہ کے برابر کردی ہیں کہ آدمی تصور سے بھی کہیں کم وقت میں عالم کے ایک کنارے کی خبر دوسرے کنارے تک اور ایک بات دور دراز تک پہنچ جاتی ہے، اس کے جو وسائل و ذرائع ایجاد ہوئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں، آدمی تو اپنی ضروریات میں تو کام لیتا ہی ہے اس سے بڑھ کر آج یہ وسائل و آلات اشخاص و جماعتوں و تحریکات کے نظریات و افکار کے فروغ و اشاعت کا بہترین ذریعہ بن چکے ہیں، ان نظریات و افکار کو پھیلانے کے لئے پہلے بھی بہت سے ذرائع اپنائے جاتے تھے مگر آج جو سہولتیں ہوگئی ہیں ان کی وجہ سے ان وسائل کا استعمال و استخدام صحیح کم اور غلط زیادہ ہورہا ہے، بلکہ شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ غلط کے مقابلے میں صحیح کے لئے بعض ذرائع کا استعمال صفر کے درجہ میں ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کے لئے خود اپنا بھی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت ہے، اس میں کوئی عوائق و عوارض حائل نہیں ہے، درحقیقت ریڈیو کی حقیقت ذریعہ ابلاغ اور ایک آلہ کی ہے، جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دور دور تک پہنچا سکتے ہیں، جہاں تک نفس ریڈیو کا مسئلہ ہے اس کے ذریعہ اپنی بات دور تک پہنچانے کا سوال ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

دلائل و حجج:

”واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوا الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم“ (سورہ انفال ۶۰) (اور جس قدر تم سے ہوسکے قوت سے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے، سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ کفر کی وجہ سے اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے

دشمن ہیں، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم بالتعیین نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی)۔

۲-"ولا تشتروا بآياتي ثمنا قليلا وإياي فاتقون ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون" (سورۂ بقرہ/۴۱، ۴۲) (اور مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضۂ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو اور مخلوط مت کرو حق کو ناحق کے ساتھ اور پوشیدہ بھی مت کرو حق کو جس حالت میں کہ تم جانتے ہو)۔

"أتأمرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتاب أفلا تعقلون" (سورۂ بقرہ: ۴۴)۔

(کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو (نیک کام کرنے سے مراد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہے) اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو پھر تم اتنا بھی نہیں سمجھتے)۔

تشریح: اس آیت ۴۱ میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہ ہی ہے کہ جو آیت کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لئے جائیں، یہ فعل باجماع امت حرام ہے۔ آیت ۴۲ سے ثابت ہوا کہ حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈمڈ کرکے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے جائز نہیں، اسی طرح کسی خوف یا طمع کی وجہ سے حق بات کا چھپانا بھی حرام ہے۔ آیت ۴۴، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مدینہ کے علماء یہود اپنے اپنے رشتہ داروں کو جو مسلمان تھے نصیحت کیا کرتے تھے کہ تم محمد ﷺ کی پیروی کرتے رہو، اسی آیت ۴۴ میں ان کے اس فعل شنیع پر ملامت کی گئی ہے کہ دوسروں کو تو رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی تلقین کرتے ہیں اور اپنی خبر نہیں لیتے کہ کفر وسرکشی پر ڈٹے ہوئے ہیں (معارف القرآن ۱/ ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۶، ۱۵۷، ربانی بکڈپو، دہلی ۱۹۹۳)۔

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ ودیگر ذرائع ابلاغ وغیرہ قائم کرنے کی حقیقی وقتی مراد اسلام کی ترویج، اشاعت، اذاعت ہے تو بلاشبہ اور بغیر تذبذب وتردد کے ان تینوں کے لئے اپنا بھی اسٹیشن ومراکز قائم کرنا امر مستحسن اور مباح ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی کلی طور پر سچی تابعداری مقصود ہے، ذاتی غرض وغایت کچھ نہیں ہے تو مباح ہے، اور اگر اس سے اسلام کی آڑ میں اپنی ذاتی غرض وغایت اور مقاصد دنیویہ مقصود ہو تو مکروہ ہے۔

۳-"ولله ما في السماوات وما في الأرض ليجزي الذين أساءوا بما عملوا ويجزي الذين أحسنوا بالحسنى" (سورۂ نجم/۳۱) (اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے، انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے برے کام کے عوض میں خاص طور کی جزا دے گا، اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا)۔

تشریح:

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ و دیگر ذرائع ابلاغ میں بنفسِ نفیس کوئی سقم اور عیب نہیں ہے

جب مسلمان ان سے اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی تعلیمات و تفہیمات، قرآن و حدیث کی تشریحات و توضیحات، سیر و تاریخ کے واقعات، حمد و نعت کے گلدستہ ترانے چوبیس گھنٹے نشر کرتے رہیں گے تو خودکار طریقے پر یورپ و امریکہ کے سارے فواحش و منکرات ھباءً منثوراً ہو جائیں گے۔

۴- حدیث ۵۷۰۶: "تفكروا في الخلق ولا تفكروا في الخالق فإنكم لا تقدرون قدرة" (کنز العمال ۱۰۶/۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء)۔

(مخلوق کے بارے میں فکر کیا کرو اور خالق کے بارے میں غور و فکر نہ کیا کرو، کیونکہ تم لوگ ان کی قدرت و طاقت کا اندازہ نہ کر پاؤ گے)۔

۵- حدیث ۵۷۰۷: "تفكروا في آلاء الله تعالى ولا تفكروا في الله" (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کیا کرو اور ان کی ذات بابرکات میں غور و فکر نہ کیا کرو)۔

عصر قدیم و عصر حاضر کی جمیع انواع و اقسام کی اختراعات و اکتشافات اور مصنوعات و ایجادات سب اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ میں داخل و شامل ہیں، قرآن کریم نے دعوت، تبلیغ، تحدیث کا حکم دیا ہے، لیکن اس کی کوئی صورت و شکل نہیں متعین کی گئی، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ذرائع مختلف زمانہ میں بدلتے رہیں گے، ہم لوگ سائنس و ٹکنالوجی دور میں ہیں، ہمیں بھی اسی دور کے آلات اور ذرائع استعمال کرنے ہوں گے تب کہیں جا کر مذاہب باطلہ کا مقابلہ کر سکیں گے۔

۶- "من استطاع منكم ان ينفع اخاه فليفعل" (مسلم ۲/۲۲۳،۲۲۲، ط: ایچ ایم سعید کمپنی دیوبند ۱۹۸۶ء، شرح معانی الآثار ۶۱/۲، ۶۲، ۳: مکتبہ اشرفیہ دیوبند، مسند ابو یعلیٰ ۴/۹، ۱۹۷، دار المامون دمشق)۔

(تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ ضرور اپنے بھائی کو فائدہ پہنچائے)۔

تشریح:

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث شریف میں اپنی امت کو پیغام دیا ہے کہ اپنے بھائیوں کی خدمت دینی ہو دنیوی ہو، مالی ہو جانی ہو، ہر طریقے سے امداد و تعاون کرنی چاہئے، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ کے ذریعہ مسلمانوں کو مسائل و احکام سے واقف کرانے کے لئے دینی و فقہی مسائل اور پروگرام شائع کرنا، اپنے بھائیوں کی امداد و تعاون کرنے کے مرادف ہے۔

۲-تبلیغ دین کے لئے ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کرنا:

مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں ٹی وی اور اس سے استفادہ عام ہے، اور اس کو مختلف تحریکات وتنظیموں نے اپنے مقاصد ونظریات کی اشاعت کے لئے آلۂ کار بنا رکھا ہے، وہاں مذکورہ بالا مقصد اور نظام کے تحت ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی دیگر نظم بنانا میرے نزدیک شرعی نظر سے کوئی قباحت وشناعت نہیں ہے۔

اور شریعت کی حدود میں رہ کر مع شرائط تبلیغ دین کے لئے ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کرنا بلاشبہ حلال وجائز ہے، اس کے دلائل الجواب الاول "تبلیغ دین کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا" کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی اشاعت واذاعت کی خاطر مسلمانوں کو ان مخصوص مقاصد حسنہ کے لئے اپنا ذاتی ٹی وی اسٹیشن، ریڈیو اسٹیشن، انٹرنیٹ اسٹیشن قائم کرنا جو اشاعت فحشاء ومنکرات سے پاک وصاف ہو بلا تذبذب وتردد کے جائز اور حلال ہے، کیونکہ شریعت مطہرہ کا اصول "سد ذریعہ" بھی ہے اور "فتح ذریعہ" بھی ہے، اگر ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ کا استعمال مقاصد خیر کے لئے کرنا مقصود ہے تو جائز ہوگا اور اگر اس کا استعمال معصیت کے لئے ہو تو اگرچہ نفس ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ میں کوئی عیب نہیں لیکن معصیت کا دروازہ روکنے کے لئے اس کا استعمال ممنوع ہوگا۔

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ کے احکام:

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بدمذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ کیا جا رہا ہے، لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کا حکم فتح ذریعہ اور سد ذریعہ کا ہے کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے اور اس کی صنعت وتجارت مطلقاً جائز ہے، بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو، اگرچہ خریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے

(مستفاد سورۂ بقرہ: ۱۹۱، ۱۹۳، سورۂ مائدہ: ۸۷، ۸۸، سورۂ انعام: ۱۰۹)۔

اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے حدود شرع میں رہ کر ان تینوں مذکورہ بالا کے لئے مراکز واسٹیشن بنانا جائز ہے، قرآن وحدیث کتب فقہ کی ورق گردانی کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مفاد اسلام کی خاطر شرعی نقطۂ نظر سے اس میں کوئی سقم نہیں، میرے نزدیک جائز ہے اور یہ میری ذاتی رائے ہے۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت قرآن وحدیث، فقہ وفتاویٰ، سیرت وسوانح، تاریخ وجغرافیہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اصول فقہ، عقائد، اخلاقیات، معاشرت، معاملات، سیاسیات، اسلامیات کے ہر ہر موضوع کی، حلال وحرام کے ہر ہر موضوع کی، درس وتدریس کے ہر ہر سوالات کے جوابات کی، تجارت، زراعت، اقتصادیات، معاشیات، علمی وفنی

معلومات اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر کیسٹ تیار کرنا، خواہ ٹیپ ریکارڈر یا کمپیوٹر، روبوٹ، وی سی آر، سی ڈی، ویڈیو کیسٹ، سافٹ ویر ہوں جب کہ آج کی علمی دنیا میں بھی ان کی اہمیت وافادیت بہت زیادہ محسوس کی جارہی ہے اور ان کا استعمال بڑھتا جارہا ہے بایں وجہ حدود شریعت میں رہ کر تمام نشیب وفراز کو سامنے رکھتے ہوئے فتح ذریعہ اور سد ذریعہ کا حکم لگا کر جواز کا فتوی دیا جائے تو بہتر ہے، آدمی حرام کام کرنے سے بچ جائے گا اور اب توجہ صرف حلال کام کرنے کی طرف ہوجائے گی، ان تمام آلات کو اگر جائز کاموں کے لئے استعمال کیا جائے تو بلاشبہ جائز ہے۔

آلات وایجادات جدیدہ کے احکام:

آلات جدیدہ کے احکام کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے تفصیلی کلام اپنی کتاب ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' میں کیا ہے، انہیں کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

۱-'' جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لئے وضع کئے جائیں، جیسے آلات قدیمہ میں ستار، ڈھولکی، وغیرہ اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو ولعب ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے، صنعت بھی، خرید وفروخت بھی اور استعمال بھی۔

۲-جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہوسکتے ہیں، مخالفت میں بھی، ٹیلی فون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کی جائز وناجائز، عبادت ومعصیت میں استعمال ہوسکتے ہیں، ان کی ایجاد، صنعت، تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے، اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔

۳-ایسے آلات جو اگر چہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہوسکتے ہیں، لیکن عادۃً ان کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے گراموفون وغیرہ، ان کا استعمال ناجائز کاموں میں تو ناجائز ہے ہی، جائز کاموں میں بھی ان کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ کام اگر چہ اپنی ذات میں جائز بلکہ موجب ثواب ہے، لیکن جس آلے کو عادۃً لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس میں قرآن سننا قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا اور ایک قسم کی بے ادبی ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۵، ۱۶، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مکتبہ رضوان شاہ گنج چوک گلی ستوں والی دہلی-۶)۔

دراصل وی سی آر، ویڈیو کیسٹ، سی ڈی، سافٹ ویر وغیرہ کی ایجاد فواحش ومنکرات کے لئے کی گئی ہے، اس لئے اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ چیز جس سے آدم کی اولاد کھیلے یا اس پر فریفتہ

ہوجائے پس وہ باطل ہے سوائے تین چیز کے:(۱) تیراندازی کرنا،(۲) گھوڑے کو سدھانا،(۳) اپنی بیوی سے ہنسی مذاق کرنا (الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۵ر ۲۳۷،مطابع دار الصفوۃ الکویت طبع اول ۱۴۱۶ھ،۱۹۹۵ء)۔

اس حدیث سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ یہ سب چیزیں لہو ولعب میں داخل ہیں،اس لئے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں،لیکن اس کو حرام سے انتقال کرکے حلال کی طرف لے جایا جائے تو بلاشبہ جائز وحلال ہے جیسے شراب حرام ہے،مگر وہی شراب سرکہ کی صورت اختیار کرے تو جائز ہے،میرے نزدیک شرعی حدود میں رہ کر اس پر عمل پیرا ہونا جائز ہے ورنہ حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (استحسان سے ثابت کیا جاسکتا ہے،استحسان کی بحث دیکھئے: الفصول فی الاصول ۴ر ۲۲۳، ۲۳۰، ۲۳۳، ۲۵۳، امام احمد بن علی الرازی الجصاص (المتوفی ۳۷۰ھ) طبع دوم الکویت ۱۴۱۴ھ ر ۱۹۹۴ء)۔

تبلیغ دین کے لئے انٹرنیٹ اسٹیشن قائم کرنا:

۴- انٹرنیٹ ہو یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو اس کو دینی تعلیمات،اسلام کے احکام یعنی حلال وحرام کے مسائل، عقائد واخلاق کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنانے کے لئے اگر مسلمان اپنا ذاتی اسٹیشن اور مرکز بنائے،بلا ریب یہ سنہرا کام مفاد اسلام کی خاطر ہی کیا جارہا ہے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے،یہ ریڈیو اور ٹی وی دونوں کا کام کرتا ہے،اس کے ذریعہ کسی بات کا عام کرنا اور پھیلانا بہت آسان ہے،اور بہت تیزی سے اس کا مزاج وچلن بڑھ رہا ہے،نہ صرف مغربی ممالک وغیرہ میں بلکہ ہمارے یہاں بھی،اور چونکہ اس کا استعمال شخصی طور پر بھی بہت آسانی سے ہوجاتا ہے،کسی لمبے نظام کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،اس لئے اس کا غلط استعمال کچھ زیادہ ہی ہورہا ہے۔اسلام کے تعارف کے عنوان سے اہل باطل فرقوں نے اپنے نام ومقاصد کا تعارف اس سسٹم میں ڈال رکھا ہے،اور بہت سی الٹی سیدھی باتیں اس کے ذریعہ پھیلاتے ہیں،اس لئے تمام مسلم حکمرانوں اور مسلم تنظیموں اور افراد کو اس بات کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے یعنی اپنا ذاتی مرکز قائم کرکے انٹرنیٹ کے ذریعہ حق کا علم بلند کریں اور اس کے واسطے سے صحیح باتیں لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت کو اپنی ذاتی ضرورت سمجھ کر انجام دینے کی سعی بلیغ کریں۔

اس کے جواز کی صورت اسی صورت میں ہوگی جب کہ حدود شرع میں رہ کر اس کے تمام اصول وضوابط پر عمل پیرا ہونے کے لئے کوشاں رہیں ورنہ اس کی حرمت علی حالہ برقرار رہے گی۔

انٹرنیٹ اور دیگر آلات جدیدہ

مولانا خورعالم قاسمی
اشرف العلوم کنھواں، سیتامڑھی

۱- زمانہ تصور سے زیادہ ترقی کر چکا ہے، ہر ایجاد نے پچھلی ایجاد کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، ریڈیو، ٹی وی، فون، موبائل اور سب سے بڑھ کر انٹرنیٹ ایسے آلات ہیں کہ جن کے ذریعہ دنیا کی خبر ایک کونے سے دوسرے کونے تک منٹوں بلکہ سکنڈوں میں پہنچ رہی ہے۔

لہذا مسلمانوں کا خود اپنے دینی و اصلاحی اور فرق باطلہ کی تردید، اور اسلام پر ہونے والے حملے کا روک تھام اور اس جیسے دیگر مقاصد حسنہ کے لئے ریڈیو اسٹیشن کا قیام جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن اور نعمت خداوندی کی قدر شناسی ہوگی جبکہ ہم مسلمانان ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ جہاں ریڈیو اور ٹی وی کا استعمال افعال غیر مشروع لہو ولعب وغیرہ میں عموماً ہو رہا ہے اور دشمنان اسلام ہمارے مذہب و شریعت اور اس کی تعلیمات کی تصویر غلط ڈھنگ سے پیش کر رہے ہیں، تو اپنے وقت میں مسلمانوں اور خاص طور پر دینی رہنماؤں پر واجب ہو جاتا ہے کہ اسلام کی سچی تعلیمات و ہدایات لوگوں کے سامنے لائیں اور اسلام پر ہونے والے شکوک و شبہات کو دور کریں۔

مرسلہ سوال ۳ کے اول شق یعنی ٹیپ ریکارڈ سے تعلیمی و تربیتی مقاصد کے تحت محض علمی و فنی معلومات اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنے کا حکم مذکورہ بالا جواب سے روشن ہے، اس طرح کے کیسٹوں کے ناجائز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ سے کیسٹ کے ذریعہ تلاوت اور تقریر وغیرہ سننے کے متعلق سوال کیا گیا تو وہ فرماتے ہیں:

"اس مشین پر تلاوت قرآن اور دوسرے مفید مضامین کو پڑھنا اور اس میں محفوظ کرانا جائز ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ جب اس میں پڑھنا جائز ہے، تو سننا بھی جائز ہے شرط یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں نہ سنا جائے جہاں لوگ اپنے کاروبار یا دوسرے مشاغل میں لگے ہوں سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں ورنہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا" (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۲۰۷، مطبع مکتبہ سیرت النبی، دیوبند)۔

۲- جو مقاصد ریڈیو میں ہیں اور جن مقاصد خیر کی وجہ سے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز قرار دیا گیا انہیں مقاصد کے پیش نظر ٹی وی اسٹیشن کا جواز اور اس کا استعمال درست ہونا چاہئے، لیکن سوال یہ ہے کہ ٹیلی ویژن کے پردے پر پروگرام اور اس پر واقع ہونے والی تصاویر کی نوعیت اور شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ مانا کہ پردہ پر پروگرام امر مشروع اور امور حسنہ پر مشتمل ہوگا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ذی روح کی تصویر جائز نہیں گرچہ اس کے عکس میں (جو آئینہ یا پانی وغیرہ میں آجائے) کوئی شرعی قباحت نہیں، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

"فوٹو کی تصویر کو بھی عام تصویروں کی طرح شرعاً ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب تک عکس تھا جیسے آئینہ اور پانی میں ہوتا ہے، اس وقت تک جائز تھا، اور مسالہ کے ذریعہ سے اس کو پائیدار بنایا گیا تو یہی تصویر ہے اور اس طرح پائیدار بنانا تصویر کشی ہے" (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۲۶، ۱۲۷)۔

ٹیلی ویژن پر عکس اور تصویر دونوں آیا کرتے ہیں، خبر نشر کرتے وقت متکلم بعینہ موجود رہتا ہے، بجلی اور مشینوں کے ذریعہ اس کا عکس پردہ پر آنے لگتا ہے، اور بسا اوقات ویڈیو کیسٹ کو (جس میں انسان کی حرکت اور اس کی تصویر نقش کی جاتی ہے) ٹی وی مشین اور اس کے آلات میں سیٹ کر دیا جاتا ہے، اب انسان کی حرکت اور اس کے الفاظ اور اس کی صورت پردہ پر آنے لگتی ہے، کیا یہ صورت تصویر میں داخل ہو کر ناجائز قرار پائے گی۔

حضرت تھانویؒ بائسکوپ کے پردہ پر خلفاء اسلام، شاہان اسلام اور رہنمایان اسلام کی تصویریں متحرک بولتی الخ...... کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

شریعت اسلامیہ میں جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً معصیت ہے، خواہ کسی کی تصویر ہو اور خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۴۸)۔

اس مقام پر حضرت تھانوی (ص ۱۴۸ تا ۱۵۲) پانچ صفحات میں گفتگو فرمائی ہے۔

بہر صورت ایسا ٹیلی ویژن اسٹیشن کا قیام جو دین کی نشر و اشاعت کے لئے ہو اور جس کے پردے پر بعینہ موجود متکلم کا عکس آوے تو اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہئے، ہاں اگر پردے پر سارے پروگرام شریعت کے دائرے میں ہوں، کوئی مانع شرعی موجود نہیں، صرف یہ خرابی ہے کہ پردے پر متکلم جو موجود نہیں ہے اس کی تصویر بولنے اور افہام و تفہیم کا کام انجام دے رہی ہے، تو کیا ایسا اور اس طرح کا ٹیلی ویژن پروگرام (جو تبلیغ وغیرہ یعنی تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہے) ناجائز ہوگا؟ اور کیا ضرورت میں داخل کر کے جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ ضرورت ہے کہ سارے علماء و مفتیان کرام اس پہلو پر غور و فکر کریں گے۔

۳- میرے خیال میں مذکورہ پہلو کے جواز یا عدم جواز ہی کے فیصلہ پر سوال ۳ سے متعلق ویڈیو کیسٹ، سی ڈی، اور سافٹ ویئر کا جواب موقوف ہوگا۔

۴- "انٹرنیٹ" بے شمار تجارتی و صنعتی بلکہ دنیا میں ہر چھوٹے بڑے بھی قسم کے بے شمار پروگرامس اس میں موجود ہیں، اس طرح انٹرنیٹ نے پوری دنیا کو ایک آفس بنا دیا ہے، اس کے ساتھ انسان کی شر پسند طبیعت نے اس کا ایسا استعمال کیا ہے کہ شیطان بھی شرمندہ اور محو حیرت ہے۔

انٹرنیٹ کے تعارف اور اس کے پروگرام کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ مجموعی اعتبار سے انٹرنیٹ عریانی، فحاشی تصاویر بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ اس پر شیطانی قبضہ ہے، اس کے مقابلہ میں جائز و مباح پروگرام کم سے کم ہیں۔

کیا انٹرنیٹ اپنی ذاتی و وضعی حیثیت سے آلۂ لہو و لعب ہے یا ایسا نہیں؟ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے آلات جدیدہ کی تین قسمیں فرمائی ہیں:

۱- جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لئے وضع کئے جائیں جیسے آلات قدیمہ میں ستار، ڈھولکی، وغیرہ اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو و طرب، ان کی ایجاد بھی ناجائز، صنعت بھی، خرید و فروخت بھی اور استعمال بھی۔

۲- جو آلات جائز کاموں میں استعمال ہوتے ہیں ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحہ کہ اسلام کی تائید و حمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی، یا ٹیلی فون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کی جائز و ناجائز، عبادت و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں، ان کی ایجاد، صنعت، تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے، یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔

۳- ایسے آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں لیکن عادۃً ان کو لہو و لعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے گراموفون وغیرہ، ان کا استعمال ناجائز کاموں میں ناجائز ہے ہی جائز کاموں میں بھی ان کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے کیونکہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز بلکہ موجب ثواب ہے، لیکن جس آلے کو عادۃً لہو و لعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس میں قرآن سننا، قرآن کو لہو و لعب کی صورت دینا ایک قسم کی بے ادبی ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۵، ۱۶، مکتبہ سیرت النبی دیوبند)۔

ان تینوں کی قسم میں سے دوسرے قسم میں "انٹرنیٹ" کا داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لئے فی نفسہ وہ مباح اور جائز ہے، آلات لہو و لعب میں سے نہیں، ہاں غلط پروگرام دینے سے غلط اور صحیح و درست پروگرام دینے سے جائز اور صحیح ہوگا۔

اس میں کوئی کلام نہیں ہونا چاہئے کہ انٹرنیٹ میں اسلام کا تعارف اور اس کی تعلیمات انٹرنیٹ کے ہیڈ کوارٹر میں حوالہ کرنا جائز ہوگا۔

کیا اس اسلامی تعلیمات کو دیکھنے اور سیکھنے کے لئے "انٹرنیٹ" لگانے کی عام اجازت دی جاسکتی ہے۔ انٹرنیٹ ایسا آلہ کہ جس پر ان امور کا قبضہ و دخل ہے جو شرعاً منکر و حرام ہیں۔ انٹرنیٹ پر اسلامی احکام اور اس کی تعلیمات کے دیکھنے اور اس کے سیکھنے کا نیک جذبہ کیوں نہ ہو پھر بھی اس انٹرنیٹ پر دوسروں کے دیئے گئے پروگرام جو فحاشی و عریانیت پر مشتمل ہے اس سے نہیں بچا جاسکتا، ایک بٹن دبانے سے کئی طرح کے عریانی و فحاشی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے سداللذریعہ انٹرنیٹ لگانے کی اجازت کسی قیمت پر نہیں دی جاسکتی۔

ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انٹرنیٹ پر دیئے گئے پروگرام اسلامی تعلیمات کی غلط تصویر پیش کرتا ہے، اس کا صحیح تعارف نہیں کرایا گیا ہے، اسلام کی صورت مسخ کر کے پیش کی گئی ہے تو ایسی صورت میں صرف خاص لوگوں کو ضرورت حفاظت دین کی وجہ سے یہ اجازت ملنی چاہئے کہ وہ انٹرنیٹ لگائیں تاکہ یہ فیصلہ کریں کہ کہاں کہاں پر اسلامی پروگرام کو غلط پیش کیا گیا ہے، تاکہ ابطال باطل اور احقاق حق کے فریضہ کو انجام دیا جاسکے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا نعیم اختر قاسمی سہیلی
جامعہ عربیہ امداد العلوم، مئو

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسلام نے قدم بڑھانے، ترقی کرنے، نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے اور اسرار کائنات کا پتہ لگانے پر نہ صرف کوئی روک نہیں لگائی بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کی ترغیب بھی دی ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کی رعایت کی جائے، مگر مقام افسوس ہے کہ نت نئی ایجادات اور انکشافات میں غیر قومیں تو پیش پیش ہیں اور قوم مسلم ان کی تقلید پر ہی اکتفا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی مفید اور کارآمد چیزیں ایجاد ہوگئیں تاہم ان کے استعمال کا کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا گیا، اور مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی قدروں کی رعایت نہ کی گئی جس کی وجہ سے آج وہ مفید چیزیں بھی مضر بن گئیں اور ان کے اثر سے آج پوری دنیا طبعی بے چینی، اخلاقی گراوٹ، جنسی بے راہ روی اور قتل وغارتگری کی آماجگاہ بن گئی ہے۔

ایک مسلمان جب اس نو ایجاد شی کے مفید اور کارآمد پہلو پر نظر کرتے ہوئے اسے استعمال کرنے کی سوچتا ہے تو اس کی نگاہ اس کے مضرت رساں پہلو پر بھی پڑتی ہے، تو وہ اس سے باز رہتا ہے، اور بطور سد ذریعہ اس سے یہی کہا جاتا ہے کہ اس کا استعمال درست نہیں ہے۔

یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ شریعت کے ضمنی قواعد کے تحت ایک اہم قاعدہ "سد ذرائع" کا بھی ملتا ہے، یعنی ایک چیز فی نفسہ جائز اور مباح ہو مگر کسی مفسدہ کا سبب بننے کی وجہ سے اسے بھی حرام قرار دے دیا گیا ہو، قرآن وحدیث کے بہت سارے احکام کی بنیاد اسی اصل پر ہے، مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ غیر منصوص اور پیش آمدہ مسائل کو سد ذریعہ کے تحت جائز وناجائز قرار دینے کے لئے فقہاء کرام نے اس اصل پر مبنی احکام منصوصہ میں غور وفکر کرکے سد ذریعہ کے چار درجات بیان کئے ہیں:

۱- جو یقینی طور پر مفسدہ کا سبب بنے، ۲- جو اکثر وبیشتر مفسدہ کا سبب بنے، یہ دونوں درجے بالاتفاق معتبر ہیں، ۳- جو بکثرت مفسدہ کا سبب بنے مگر اکثر نہیں، یہ درجہ مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ کے نزدیک معتبر ہے جبکہ امام مالک واحمد کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں، ۴- جس کا مفسدہ کا ذریعہ بننا نادر ہو، یہ درجہ بالاتفاق معتبر نہیں (اصول فقہ لابی زہرہ ص ۲۷۳)۔

سدِ ذریعہ کے ان چاروں درجات کی روشنی میں یہ ضابطہ نکلتا ہے کہ جس چیز کے اندر خیر کا پہلو غالب ہو وہ جائز اور درست ہے اور جس کے اندر شر اور مضرت کا پہلو غالب ہو وہ ناجائز اور حرام ہے، اور اسی کے متعلق فقہاء کا کہنا ہے کہ "دفع المضرة أولى من جلب المنفعة"۔

اس سے قبل جب ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی ایجاد ہوئی تھی تو اس وقت کے علماء نے ابتداءً سدِ ذریعہ کے اسی ضابطہ کے پیشِ نظر اس کے استعمال کی اجازت نہ دی تھی، مگر جب عامۃ الناس اس میں مبتلا ہوتے ہی گئی اور ان کے اخلاق و کردار میں بگاڑ پیدا ہونے لگا تو انہیں صحیح رخ پر لانے کے لئے علماء نے مناسب سمجھا کہ اسی آلہ کو جو فی نفسہ قبیح نہیں، دینی مقاصد میں استعمال کیا جائے، چنانچہ اسلامی تعلیمات پر مشتمل اور معلوماتی پروگرام ریڈیو اسٹیشن سے نشر کرنے کی اجازت دی، اور عملی طور پر خود اس میں حصہ لیا، تلاوت قرآن اور دینی اور معلوماتی پروگراموں کو کیسٹ میں محفوظ کیا، پھر خود سنا اور دوسروں کو بھی سننے کی ترغیب دی۔

ریڈیو و ٹیپ ریکارڈ کے بعد سائنس نے ترقی کر کے کچھ ایسی چیزیں بھی ایجاد کر لیں جن میں آواز کے ساتھ بولنے والے کی تصویریں بھی سامنے آتی ہیں جیسے ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ، ان کے استعمال کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی دینی، اخلاقی، اور جسمانی تباہی و بربادی سے کس کو انکار ہے؟ ان کے مضر اور تباہ کن نتائج کو دیکھتے ہوئے علماء نے اسے ناجائز قرار دیا تھا۔

لیکن اب اہم سوال جیسا کہ سوالنامہ میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ کیا جبکہ ٹی وی، وی سی آر وغیرہ گھر گھر عام ہو رہے ہیں اور انٹرنیٹ سسٹم بھی تیزی سے پھیل رہا ہے، اور عوام تو عوام بہت سے خواص بھی (بحیلہ غرض صحیح) اس میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں، مزید برآں اسلام دشمن طاقتیں ان آلات کو اپنے دین کی تبلیغ و ترویج کے لئے بھی استعمال کرنے لگی ہیں ان کے ذریعہ اسلام کے خلاف کیچڑ اچھالے جا رہے ہیں اور اسلام پر اعتراض کئے جا رہے ہیں اور یہ چیزیں استعمال کرنے والے سادہ لوح مسلمان اسلام کے متعلق بدگمانی اور شکوک و شبہات کا شکار ہو کر اسلام کو ہی سلام کر سکتے ہیں، ایسی صورت حال میں ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ کی طرح کیا اسے بھی صحیح رخ دے کر اس میں عملی طور پر حصہ لیا جائے اور دین کے خلاف ہونے والی یلغار کو روکا جائے؟؟

اس مسئلے کو حل کرتے وقت فقہاء کے بیان کردہ ضابطہ "الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" اور "يختار أهون الشرين" کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، اور "أهون الشرين" کو معلوم کرنے کے لئے ضروریاتِ دین کی ترتیب اور مدارجِ شریعت کو دھیان میں رکھنا ہوگا، ضروریاتِ دین میں سب سے مقدم حفظِ دین ہے، پھر علی الترتیب حفظِ جان، عقل، نسل اور مال ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ ٹی وی وغیرہ کے استعمال کی کھلی چھوٹ دے دی جائے بلکہ حسب ضابطہ "الضرورة تتقدر بقدرها" انہیں ملکوں میں اجازت دی جائے جہاں ان آلات کو محض گانے بجانے اور لہو ولعب ہی کے لئے استعمال نہ کیا جاتا ہو بلکہ سنجیدگی کے ساتھ دینی اور معلوماتی پروگرام سنے اور دیکھے جاتے ہوں اور اپنی ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں کا علاج کیا جاتا ہو، یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ پہلے اسے صحیح رخ دیا جائے، اور ٹی وی اسٹیشن قائم کرکے دینی، اصلاحی اور معلوماتی پروگرام پیش کئے جائیں، بلا صحیح رخ دیئے اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔

برصغیر ہندوپاک میں ناچیز کے نزدیک اس کی ابھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے یہاں ٹی وی، وی سی آر وغیرہ کا استعمال بطور سد ذریعہ ناجائز ہی ہونا چاہیے، "إلا إذا دعت الضرورة إليه"۔ پھر یہ فیصلہ کرنا کہ کن ممالک میں اس کی ضرورت ہے اور کہاں نہیں ہے، یہ محققین اور جہاں دیدہ حضرات صحیح طور پر بتا سکتے ہیں۔

خلاصہ جوابات:

۱- جائز ہے۔

۲- جن ممالک کی یہ صورت حال ہے وہاں جائز ہے، بشرطیکہ حدود شرعیہ کی رعایت کی جائے، مثلاً پروگرام پیش کرنے والا مرد ہو، عورتوں کی تصویریں نہ آسکیں، صرف دینی، دعوتی، اصلاحی اور معلوماتی پروگرام ہی پیش کیے جائیں، ان آلات کے استعمال سے پیدا ہونے والے طبی نقصان کو بھی ذہن میں رکھ کر کوئی ضابطہ بنایا جائے وغیرہ۔

۳- جائز ہے البتہ ہندوستان جیسے ممالک میں ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی آر کا استعمال ابھی جائز نہیں۔

۴- جائز ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم
مدرس جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو

انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور دیگر آلات جدیدہ مثلاً ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹی وی، وی سی آر، تار، ٹیلی فون، وائرلیس اور فیکس وغیرہ وغیرہ، میں بہت سے آلات جدیدہ کے ایجاد و اختراع اور استعمال کی پیشین گوئی کلام نبوت ﷺ میں صراحۃً یا اشارۃً موجود ہے، خصوصاً میڈیا، ذرائع ابلاغ اور خبر رسانی سے متعلق آلات جدیدہ کے بارے میں متعدد احادیث نبویہ ﷺ وارد ہوئی ہیں، مسند احمد اور ترمذی وغیرہ میں ابو ہریرہؓ اور ابوسعید خدریؓ کی حدیثوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہوا ہے:

"لا تقوم الساعة حتى تكلم السباع الإنس، ويكلم الرجل عذبة سوطه وشراك نعله، ويخبره فخذه بما أحدث أهله بعده" (مسند احمد ۳/ ۸۳-۸۴، الفتح الربانی ۲۴/ ۴۲، سنن الترمذی: کتاب الفتن، باب ما جاء فی کلام السباع)۔

نیز ایک روایت میں ہے: "حتى يخرج أحدكم من أهله فيخبره نعله أو سوطه أو عصاه بما أحدث أهله بعده" (مسند الامام احمد ۳/ ۸۹، الفتح الربانی ۲۴/ ۵)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے: "قد أو شك الرجل أن يخرج فلا يرجع حتى تحدثه نعلاه وسوطه بما أحدث أهله بعده" (مسند الامام احمد ۲/ ۳۰۶)۔

مسند احمد، بخاری اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں "ويفشوا القلم" کے لفظ سے صحافت کی گرم بازاری کی طرف اشارہ ملتا ہے (الاشاعۃ لاشراط الساعۃ للبرزنجی، ص ۷۲)۔

حذیفہ بن الیمانؓ اور امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ کی روایت میں "وكثرت خطباء المنابر" یا "وتكثر خطباء المنابر" کے لفظ سے بھی دوسری ذرائع ابلاغ کی ترویج و اشاعت پر روشنی ڈالی گئی ہے (الاشاعۃ ص ۷۳)۔

میڈیا کے اسی ترقی یافتہ دور میں ہر طرف سے یہی آواز سنائی دے رہی ہے کہ اب دنیا سمٹ کر ایک گوشہ یا گاؤں

سی رہ گئی ہے، ابن ابی الدنیا، ابن عساکر اور ابن الہجری وغیرہ کی روایت میں "وتزوی الأرض زہاء وتقوم الخطباء بالکذب" کہہ کر اس طرف کھلا اشارہ کر دیا گیا ہے (حوالہ سابق)۔

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی کے پیش گوئی قصیدہ میں یہ شعر بھی آیا ہوا ہے:

باشی اگر بہ مشرق شنوی کلام مغرب

آید سرود غیبی برطرز عرشیانہ

جو ہر قسم کی قطع و برید اور تصحیف و تحریف کے باوجود ان آلات جدیدہ کے ایجاد و اختراع سے قبل کہا گیا ہے۔

دنیا کے تغیر اور ترقی پذیر حالات میں ان جدید آلات کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلے میں واضح بات یہ ہے کہ اسباب اور طریقہ استعمال کے جواز سے ان آلات جدیدہ کا استعمال جائز اور مستحسن ہے، لیکن اگر اسباب اور طریقہ استعمال جائز نہ ہوں تو ان آلات جدیدہ کا استعمال بھی ناجائز، مکروہ یا حرام ہوگا۔

ٹی وی، اور وی سی آر کا استعمال اور اسلامیات اور غیر اسلامیات کی اشاعت کی بحث سے پیشتر تصویر کے جواز اور عدم جواز پر منحصر ہے خواہ مغربی ممالک میں ہو یا اسلامی ممالک میں۔

اگر ان آلات جدیدہ کے استعمال کا مقصد (حقیقی نہ کہ مفروضہ) حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام ہے تو مسلمانوں کو اس طرف پیش رفت کرنا چاہئے اور خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا چاہئے۔

تعلیمی اور تربیتی مقاصد کے تحت مرئی اور غیر مرئی کیسٹ تیار کرنا جائز ہے، کتابوں اور کیسٹوں میں دیرپا اور مفید سے مفید تر کون ہے؟ اسے دھیان میں رکھنا چاہئے، مرئی کیسٹوں کی تیاری کا حکم تصویر کے جواز اور عدم جواز پر منحصر ہوگا۔

انٹرنیٹ یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظام جسے دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنایا جاسکے اسے نافذ کیا جانا جائز ہوگا، بشرطیکہ اس کے اسباب اور طریقہ کار اسلامی اصول وآداب سے متضاد نہ ہوں، ارشاد ربانی ہے: "ویخلق مالا تعلمون، وعلى الله قصد السبيل، ومنها جائر، ولو شاء لهداكم أجمعين" (سورۂ نحل: ۸،۹)۔

صحیح اور شرعی مقاصد کے لئے آلات جدیدہ کے استعمال کے جواز کی رائے اختیار کرتے ہوئے راقم الحروف کے نزدیک کچھ ضروری ملاحظات بھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- دعوتی مقاصد کے لئے آلات جدیدہ کے استعمال کے لئے ایسے مقتدر ماہرین کی ٹیم پیدا کرنا جو اسلامی اصول وآداب سے واقفیت کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال کے وقت اسلامی اصول وآداب برتنا بھی جانتے ہوں، اسلامی اپ ٹو ڈیٹ حضرات نہ ہوں۔

۲-دعوتی مقاصد کے لئے ان آلات جدیدہ کے استعمال میں مصارف ومنفعت کی مقدار کا موازنہ بھی کیا جائے، صرف جواز کے فتوی کو استدلال میں نہ لایا جائے۔

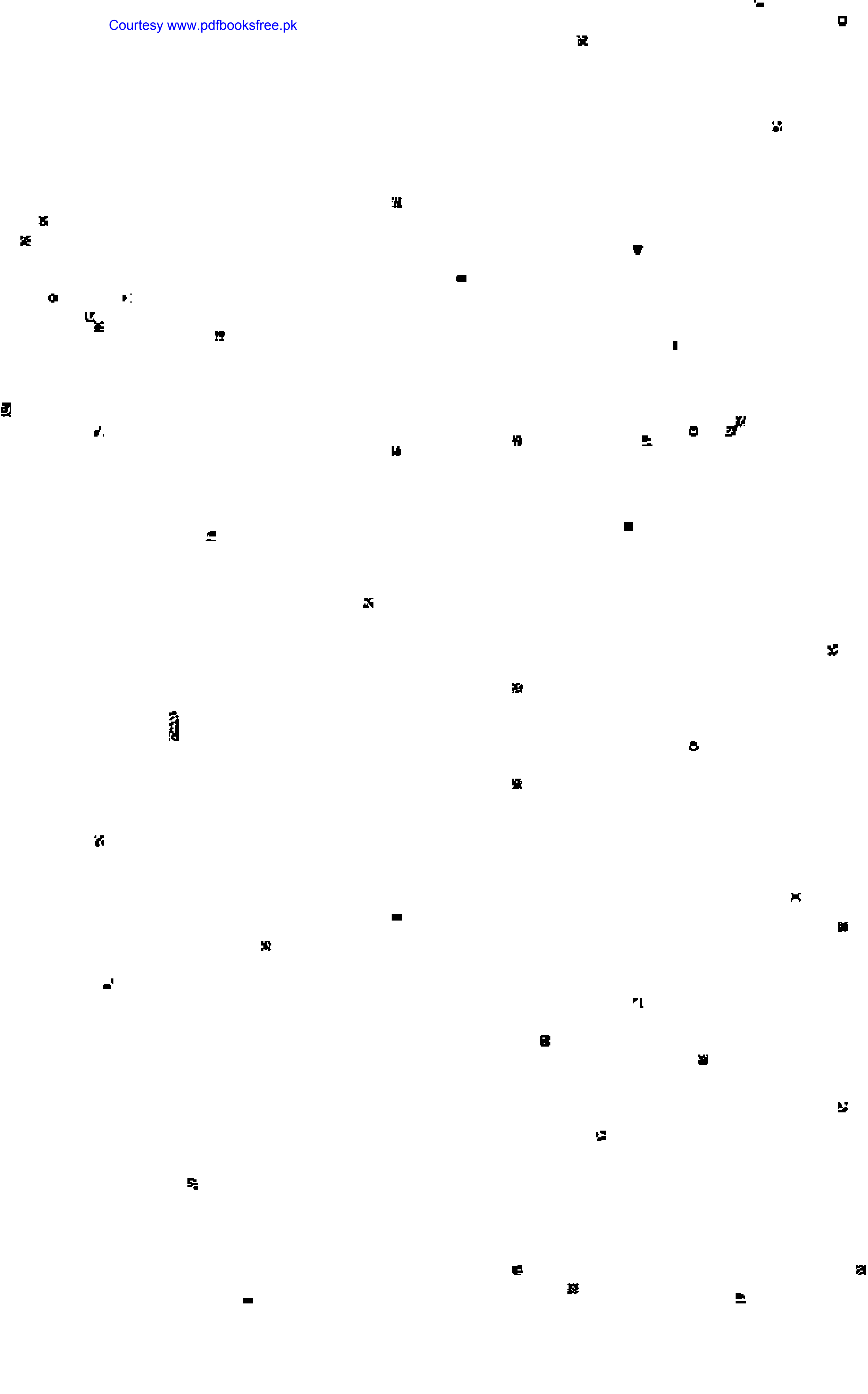
۳-آلات جدیدہ اور کلاسیکی طرز دعوت وتبلیغ میں افادیت کا صحیح موازنہ کیا جائے۔

۴-ان آلات جدیدہ کا استعمال اسلامی اداروں اور تنظیموں کی طرف سے کما حقہ کیا جائے، محض شوقیہ یا رعب ودبدبہ قائم کرنے یا زیادہ سے زیادہ فراہمی زر کے لئے نہ کیا جائے۔

۵-معاشرہ اور سماج کے اقتصادی حالات اور اس کے نشیب وفراز کا فرق اور آلات جدیدہ اور ان سے مستفید ہونے یا نہ ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے یہ بھی دھیان میں رکھنا چاہئے کہ اسلامی دعوت وتبلیغ کے لئے "الملاء" اور "مستضعفین" دونوں میں سے کس کا لحاظ زیادہ اور کس کا کم لحاظ کرنے کی ضرورت ہے، ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان اور مکی وفد کے سامنے دو ٹوک لفظوں میں کہہ دیا تھا: "وسألتكم: أضعفاء الناس يتبعونه أم أشرافهم؟ فقلتم: ضعفاؤهم، وهم أتباع الرسل" (بخاری ومسلم ومسند احمد وغیرہ)۔

۶-آلات جدیدہ کے قومی استعمال کے لئے مصارف، مد اور طریقہ تحویل کی نوعیت کا تعین کیا جائے، کسی ایسی مد کو استعمال میں نہ لایا جائے جو دوسرے دعوتی کاموں پر پس پردہ اثر انداز ہونے لگ جائے۔

تحریری آراء



انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱- اگر یہ احتیاط ممکن ہو کہ ایسے ریڈیو اسٹیشن سے کوئی خلاف شریعت کام نہیں لیا جاسکے گا تو اس کا قائم کرنا شرعاً۔ مذکور فی السوال مقصد کے لئے۔ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب و مستحسن ہوگا، مگر عملاً ایسی احتیاط کے وقوع کا تصور ناممکن سا نظر آتا ہے۔

۲- مذکورہ بالا شرط کے ساتھ۔ مندرجہ سوالنامہ مقاصد کے لئے۔ ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا اور اس کا ایسا نظم کرنا جس میں کوئی شرعی محظور لازم نہ آئے شرعاً جائز ہوگا، لیکن یہاں اس بارے میں ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلانا بھی ناگزیر معلوم ہو رہا ہے، وہ یہ کہ ٹیلی ویژن پر براہ راست پروگرام پیش کرنا اس طرح درست ہوگا کہ اس میں تصویر نہ لینی پڑے اور نہ عورتوں کو شامل کیا جائے، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی یا اس کے علاوہ اور کوئی خلاف شرع چیز کا ارتکاب کرنا پڑے، تو اس سے دعوت کا کام لینا بھی شرعاً جائز نہ ہوگا، جس طرح گانے بجانے کے ذریعہ کوئی اصلاحی یا دعوتی کام لینا شرعاً درست نہیں (بقاعدہ "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام")۔

۳- ٹیلی ویژن کے حکم سے متعلق اوپر جو شرطیں جواز کی ذکر ہوئیں ان سب کا لحاظ اگر رکھا جائے تو تیسرے سوال میں مذکور اشیاء سے بھی مذکورہ فی السوال مقاصد کے لئے استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

۴- اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر کے دو سوالوں کا، اس فرق کے ساتھ چونکہ انٹرنیٹ میں تصویر کا ہونا اغلب نہیں اس لئے اس سے استفادہ کے جواز کی زیادہ گنجائش نظر آتی ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا قاضی عبدالجلیل
امارت شرعیہ، پٹنہ

ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ٹیپ اور انٹرنیٹ یا اس قسم کے دوسرے آلات صحیح اور غلط، حلال و حرام ہر قسم کے کاموں کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں، جیسا کہ سوال نامہ میں مذکور ہے، اور عام مشاہدہ بھی ہے۔

اس لئے ان کے استعمال کے اعتبار سے ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم ہوگا، یعنی اگر ان کو جائز مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو جائز اور کسی ناجائز کام میں ان کا استعمال ہو تو حرام ہوگا۔

ممکن ہے جس وقت ان آلات کی ایجاد ہوئی ہو اس وقت ان کا استعمال محض بطور لہو ولعب ہی ہوتا رہا ہو، اس لئے ہمارے فقہاء نے ان کو رکھنے اور ان کے استعمال کو ناجائز وحرام کہا ہو۔

مگر اب جیسا کہ سوال میں مذکور ہے ان آلات کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا نہ صرف یہ کہ ممکن ہو گیا ہے بلکہ حالات کا تقاضا ہے کہ ان کو خیر کے کاموں میں ضرور استعمال کیا جائے، جس میں مذہب اسلام کی نشر واشاعت اور اس پر کئے گئے بے ہودہ اعتراضات کا جواب دینا بھی شامل ہو۔

اس تمہید کی روشنی میں سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

۱- مسلمانوں کے لئے خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا، جس سے مقصد حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کے پھیلائے ہوئے نیز پھیلائے جانے والے فتنوں کا سد باب کیا جا سکے، میرے خیال میں صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن بلکہ ضروری ہے۔

۲- یہی حکم ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے کا بھی ہے، تاکہ صحیح مقاصد کے تحت صحیح نظریات کی اشاعت ہو سکے۔

۳- اسی طرح تعلیم وتربیت کے لئے علمی، اخلاقی اور تربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا بھی جائز ہے۔

۴- انٹرنیٹ یا اس قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ طریقہ ہو، دینی تعلیم اور مذہب اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے استعمال کرنا، نیز اس کے استعمال کا نظم کرنا جائز اور مستحسن ہوگا۔

نوٹ:

واضح رہے کہ جس طرح ہتھیار اپنی عزت و آبرو، جان و مال اور دین و ایمان کی حفاظت کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے، اسی طرح اس کا استعمال ظلم و زیادتی کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح ریڈیو، ٹی وی اسٹیشن کا قیام دینی مقاصد کی خاطر ہو تو جائز ہوگا، لیکن ناچ گانے دیگر لغویات کی اجازت ہرگز نہ ہوگی۔ اس لئے ان کو قائم کرنے سے قبل ان میں کام کرنے والے افراد کی ذہنی، علمی اور عملی تربیت بھی نہایت اہم اور ضروری ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی محبوب علی وجیہی (رام پور)

۱- مسلمانوں کے لئے ایسے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جس سے علم و دین کی ترقی کا کام لیا جائے جائز ہے، بلکہ فی زمانہ اشاعت دین کی نیت سے ضروری ہے، تاکہ باطل کا مقابلہ کیا جا سکے، مگر اس پر پورا پورا کنٹرول متعلقہ جماعتوں کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اس سے فحش گانے اور مخرب اخلاق چیزیں شائع نہ ہوں۔

۲- فی زمانہ ٹی وی وغیرہ سے مغربی ممالک کی طرح مخرب اخلاق اور مذاہب باطلہ کے پھیلانے کا کام لیا جا رہا ہے، اگر اس کے برخلاف کوئی جماعت یا فرد اس کے توڑ کے لئے اور تعلیم اور نیکیوں کے پھیلانے کا کام لینے کے لئے ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کے اسٹیشن قائم کرے یا اس کا نظم کرے تو یہ جائز ہے، شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ۔

۳- شرائط مذکورہ بالا کے تحت تعلیمی و تربیتی و فنی تعلیم کے لئے کیسٹ، ٹیپ ریکارڈ یا ویڈیو کیسٹ تیار کرنا جائز ہے۔

۴- شرائط مذکورہ بالا کی روشنی میں انٹرنیٹ ہو یا کوئی اور اس قسم کا آلہ ہو یا آئندہ ایجاد ہو تو اس کا استعمال دینی تعلیم اور تبلیغ اسلام، حسن اعمال و اخلاق کی اشاعت کے لئے جائز اور درست ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی انور علی اعظمی
دار العلوم مئو

دنیا کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ اکیسویں صدی کے مسلمان ان آلات سے اپنے کو زیادہ دیر تک الگ نہیں رکھ سکتے۔ بحیثیت خیر امت ہونے کے مسلمانوں پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ایک تو ان کے استعمال میں سدھار کی کوشش کی اور دوسرے ان کے ذریعہ پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ کی۔ میڈیا پر اسلام دشمن طاقتوں کے قبضہ کی وجہ سے مسلمانوں کو زبردست سیاسی نقصان بھی ہو رہا ہے اور اس کے علاوہ بھی۔

۱- اس لئے ان حالات میں حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کے مساعی کی تردید اور روک تھام کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا میرے نزدیک جائز ہے۔

۲- ان مقاصد کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا اور اس کا کوئی نظام بنانا مثلاً کوئی چینل وغیرہ لینا بھی درست ہوگا، لیکن اس مسئلہ میں ہندوپاک کے علماء کے لئے ایک بڑا مسئلہ تصویر کا ہے، اب تک علماء کی ایک بڑی جماعت جاندار کی تصویر کو جائز نہیں سمجھ رہی ہے، راقم السطور کی رائے میں ایسی تصویر جو ٹی وی سے ہٹ کر دیکھی جا سکتی ہے اور شریعت میں اس کی اجازت ہے ٹی وی پر اسی حد تک اجازت ہوگی، اب ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے والے اور چینل لینے والے علماء کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان کی حدود کی رعایت کریں۔

۳- تعلیمی وتربیتی مقاصد کے تحت محض علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا درست ہوگا۔

۴- انٹرنیٹ وغیرہ کا استعمال مندرجہ بالا مقاصد کے لئے درست ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ظفر عالم ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱- سوالنامہ میں جو تفصیلات درج ہیں ان کے پیش نظر حق کے اثبات، باطل کی تردید اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف کئے جانے والے پروپگنڈوں کی روک تھام کے لئے مسلمانوں کے لئے خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ اس وقت کی ایک اہم دینی ضرورت اور ملی فریضہ کی انجام دہی ہے۔

۲- مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی نظم بنانا اگر منکرات سے خالی ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ اہم دینی فریضہ اور ملی ضرورت کی تکمیل ہوگی۔

۳- تعلیمی و تربیتی مقاصد کے تحت محض علمی و فنی معلومات اور اخلاقی و تربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ تیار کرنا خواہ ٹیپ ریکارڈر ہوں یا ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی اور سافٹ ویئر وغیرہ جائز ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔

۴- بلاشبہ انٹرنیٹ ایک آلہ ہے جس سے اس وقت کی دنیا کام لے رہی ہے، اس کو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو اس کو دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانے اور ہر طرح کے صالح مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی۔ ناچیز کے نزدیک مذکورہ تمام چیزوں کے قیام و استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا شفیق الرحمن ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱- ریڈیو، ٹی وی یا انٹرنیٹ کی حیثیت، محض ایک آلہ اور وسیلہ کی ہے، ان کے استعمال سے صرف نظر کرکے ان پر حلت یا حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، جن مقاصد کے لئے یہ استعمال ہوتے ہیں ان کی روشنی میں ہی ان کے جائز اور ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

۲- دین کی نشرواشاعت اور حق کی تبلیغ کے لئے ریڈیو یا ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا انٹرنیٹ کا انتظام قائم کرنا، مسلمانوں کے لئے نہ صرف یہ کہ جائز ہوگا بلکہ مندوب اور مستحسن ہوگا، اور "اعدوا لهم ما استطعتم من قوة" کے عمومی مفہوم میں داخل ہوگا۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی جمیل احمد نذیری
جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارکپور

۱- احقر کے نزدیک اشاعت حق اور ابطال باطل کے لئے مسلمانوں کو اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہے۔

۲- وہ ممالک جہاں ٹی وی کا استعمال و اشتغال ابتلاء عام کے درجہ کو پہنچ چکا ہو، وہاں ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا نظم کرنا، مذکورہ مقاصد کے لئے درست ہے۔

اس لئے نہیں کہ فی نفسہ ٹی وی یا تصویر کشی جائز ہے بلکہ اس اصول کے تحت کہ کسی چیز کا ابتلاء عام، عموم بلوی یا اس طرح عمومی رواج ہو جانا کہ اس سے بچنا ناممکن ہو جائے، اس چیز میں گنجائش و تخفیف کا سبب ہوتا ہے جیسے طین شارع کی طہارت۔ "عموم البلوى شيوع المحظور شيوعا بعسر على الكلف معه تحاشيه" (قواعد الفقہ، ص ۳۲۲)۔

نیز اگر کسی مسئلہ میں علماء حق کی آراء مختلف ہوں اور مسئلہ منصوص و قطعی نہ ہو، مجتہد فیہ ہو تو بھی اس میں مذکورہ فی السوال حالات گنجائش پیدا کر دیتے ہیں۔ بہر حال احقر کا خیال یہ ہے کہ اس معاملہ میں فقہی اصطلاحات عموم بلوی، ابتلاء عام کی تعریف و تفصیل، اور حدود و شرائط کے تعین کی ضرورت ہے اور انہیں کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرنا بہتر ہے۔

۳- مذکورہ حالات و مقاصد کے تحت ٹیپ ریکارڈ اور ویڈیو کیسٹ کی بھی گنجائش ہے۔

البتہ احقر سی ڈی اور سافٹ ویئر کو نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا چیز ہے؟ اس لئے اس کے بارے میں کوئی رائے دینے سے معذور ہے۔

۴- مذکورہ حالات و مقاصد کے تحت انٹرنیٹ کے لئے فکر مندی اور اس کا نظم احقر کے خیال میں جواز کے دائرے میں آئے گا۔ البتہ اسی قسم کا کوئی دوسرا ترقی یافتہ نظم ہو تو جب تک اس کے بارے میں پوری معلومات نہ ہو، احقر کوئی رائے دینے سے قاصر ہے۔

نوٹ: مذکورہ آراء و خیالات، محض رائے اور خیال کے درجہ میں ہیں جو ارباب افتاء کے سامنے مزید غور کرنے کے لئے پیش کئے گئے ہیں اور احقر کے خیال میں اس میں بحث و تحقیق کی پوری گنجائش موجود ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام (مئو)

۱- اعلاء کلمۃ اللہ وتردید فرق ضالہ کی خاطر مسلمان خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کر سکتے ہیں، بشرطیکہ خبر دینے والے محافظ اور دین دار ہوں، میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ فی زمانہ اس کی ضرورت بیش از بیش ہے۔

۲- اگر تصویر سے خالی کر کے پروگرام پیش کئے جائیں تو بلاشبہ یہ نیک اور جائز مقاصد ہیں۔

۳- سی ڈی، جو کمپیوٹر کیسٹ ہے یا سافٹ ویئر (جسے دیکھا تو جا سکتا ہے مگر اس کے اندر کی چیز چھو نہیں سکتے) مثلاً کیسٹس، ریل، ان دونوں کے ذریعہ علمی، فنی، اخلاقی وتربیتی مضامین پر مشتمل کیسٹ تیار کئے جا سکتے ہیں۔

۴- ٹی وی کی اعلیٰ قسم انٹرنیٹ ہے، ٹی وی میں تو پروگرام کچھ کا کچھ لگ جاتے ہیں جیسے ریڈیو میں مطلوبہ خبر یا مطلوبہ اسٹیشن تک پہنچنے میں تھوڑی زحمت ہوتی ہے مگر انٹرنیٹ میں تو کوڈ نمبر ہوتا ہے جو نمبر ڈالیں گے وہی پروگرام آئے گا اس کے علاوہ نہیں آ سکتا اس لئے فی زمانہ انٹرنیٹ کی افادیت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اگر اہم اوپر دی گئی صورتوں کو انہیں مقاصد کے لئے جو دیے گئے ہیں استعمال کرتے ہیں تو یہ بھی دین کی ایک اہم خدمت ہوگی، ساتھ ہی لوگوں کے صلاح وفلاح کی جانب عصر حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے بہترین رہنمائی بھی۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا عبدالقیوم پالنپوری قاسمی
جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات

۱- حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید اور ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تھام کے لئے مسلمانوں کو خود اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کو اسلامی قوانین کے مطابق چلایا جائے، یعنی جائز پروگرام نشر کئے جائیں، اور اناؤنسر اور اخبار کے نشر کرنے پر مرد ہی مقرر ہوں، حقیقت پر مبنی بات کہی جائے، عورت کی آواز اور فلمی گیتوں وغیرہ دیگر ناجائز امور سے مکمل اجتناب رکھا جائے اور موسیقی سے پرہیز کیا جائے۔

۲- اسی طرح دینی دعوت اور دین حق کی اشاعت اور فرق باطلہ کی تردید اور اسلام مخالف سازشوں کو بے نقاب کرنے اور حقیقت سے لوگوں کو واقف کرنے کے لئے مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک میں مسلمانوں کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا نظم کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں تمام ناجائز اور غیر شرعی امور سے اجتناب رکھا جائے اور اسلامی قوانین کے مطابق چلایا جائے اور اس کی آمدنی کے لئے بھی جائز ذرائع اپنائے جائیں، موسیقی اور عورت کو اس سے دور رکھا جائے اور اناؤنسر اور اخبار و دیگر پروگرام مرد ہی کی آواز میں پیش کئے جائیں، اور اس میں تصویر سازی بھی لازم نہ آتی ہو، فلم اور اس کے گیت اور ناجائز ڈرامے نشر کرنے سے کلی اجتناب کیا جائے اور محقق اخبار نشر کی جائیں اور کذب اور غیبت سے بچا جائے۔

۳- ایسی کیسٹ تیار کرنا جس میں اخلاقی و تربیتی تعلیمات یا محض فنی و علمی معلومات پر مبنی جائز پروگرام ریکارڈ کیا گیا ہو (خواہ صرف آواز کی شکل میں یا آواز و حروف کی شکل میں) جائز ہیں، بشرطیکہ اس میں ذی روح کی تصاویر نقش نہ ہو جاتی ہوں، اور اگر اس میں ذی روح کی تصاویر آ جاتی ہوں تو اس کو تیار کرنا جائز نہیں ہے۔

۴- انٹرنیٹ وغیرہ کو دین حق کی اشاعت اور اس کی تعلیمات وغیرہ کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانا اور اس کے لئے فکر مندی اور نظم کرنا جائز ہوگا، بشرطیکہ اس میں ذی روح کی تصاویر کے بغیر محض الفاظ و آواز میں جائز و شرعی پروگرام داخل کیا جائے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا سلطان احمد اصلاحی (علی گڑھ)

۱۔ حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کی مساعی کی کاٹ کے مقصد سے مسلمانوں کے لئے اپنے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا واجب ہے، دنیا کے جن ملکوں اور خطوں میں ایسے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی ضرورت ہو اپنی صلاحیت کے لحاظ سے وہاں کے عوام و خواص تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دلچسپی لینا اور اس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے، باہر کی مسلمان امت کو بھی اس سلسلے میں بے تعلق نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اس واجب کی ادائیگی میں وہ اپنی جو حصہ داری نبھا سکتے ہوں اس کو ضرور نبھانا چاہئے۔

۲۔ آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں ٹی وی سے اشتغال اور استفادہ عام نہ ہو، اوپر بیان کئے گئے مقصد کے حوالہ سے شہادت حق کی علمبردار امت مسلمہ کے لئے نہ صرف یہ کہ ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا ایسا ہی کوئی نظم کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ واجب ہے (اس سے متعلق اشکالات کی تفصیل خاکسار کے مقالہ "جدید ذرائع ابلاغ اور اسلام" میں دیکھی جا سکتی ہے، مطبوعہ مجلہ "علوم اسلامیہ" مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جلد ۲۲ شمارہ ۱، ۱۹۹۶ء)۔

۳۔ تعلیمی و تربیتی مقاصد سے پاکیزہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی تیاری بھی جائز سے آگے واجب ہے۔

۴۔ انٹرنیٹ وغیرہ بھی جبکہ ان کا مقصد دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہو، ان کا حصول اور ان کے لئے فکرمندی بھی اوپر کی گفتگو کی روشنی میں نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، جس پر مسلمان علماء اور عوام ہر ایک کو توجہ دینی چاہئے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی (میسور)

۱- حق کی اشاعت، باطل فرقوں کی تردید اور دندان شکن جواب دینے کے لئے مسلمانوں کا اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جاسکتا ہے، بلکہ دور حاضر میں یہ بہت اہم ہے، جس پر رابطہ عالم اسلامی، اسلامک ڈولپمنٹ بینک اور دیگر ادارے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

۲- حضور اکرم ﷺ نے دفع مضرت کے لئے شاعری کا جواب شاعری سے اور وہ بھی مسجد نبوی کے منبر سے دیا، بلکہ اس حسن عمل پر اپنی خوشی ورضامندی کے ساتھ اپنی چادر بھی پیش کردی۔

مخالفین سے بچنے کے لئے اور ان کے مقابلہ میں آپ ﷺ بذات خود خندق کھودنے میں شریک تھے، جو اہل عرب کا طریقہ کار نہ تھا، مخالفین کو جواب دینے اور اسلام کی حفاظت کے لئے خود بھی صحابہ کرام کے ساتھ آپ ﷺ نے اقدام فرمایا، تو مسلمان بھی دفع مضرت اور اسلام کے اشاعتی امور کو آگے بڑھانے کے لئے اپنا ٹی وی اسٹیشن قائم کرسکتے ہیں۔

عرب ممالک اور اسلامی حکومتیں سب مل کر اپنا خود ایک سیٹ لائٹ فضا میں چھوڑ سکتے ہیں بلکہ ایک فضائی اسٹیشن قائم کرسکتے ہیں۔

۳- دور حاضر میں تعلیمی وتربیتی مقاصد کو جاذب نظر کرنے پر کئی ادارے تحقیق کررہے ہیں، علمی وفنی معلومات اور اخلاقی وتربیتی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ خواہ آڈیو ہو یا ویڈیو، سی ڈی ہو یا سافٹ ویئر جیسے تعلیمی وتربیتی آلات ایجاد کرنا بے حد ضروری ہے، فرض کفایہ کی طرح ایک مخصوص جماعت کو تیار کرکے نسل جدید کو گمراہی سے بچانا لازم ہے۔

۴- دینی نشر واشاعت کے لئے انٹرنیٹ یا اسی قسم کا اور جدید نظام قائم کرنا جائز ہے، اسلام علم وسائنس کا مخالف نہیں ہے، بعثت رسول کا مقصد تعلیم الکتاب والحکمۃ ہے۔ عصر حاضر میں علمی نظریات وتحقیقات کے لئے انٹرنیٹ بھی اپنا سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا ریاض احمد سلفی
جامعہ ابن تیمیہ، چندن بارہ، مشرقی چمپارن

قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ھو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا" (سورۃ بقرہ ۲۹)، یہ آیت کریمہ اس امر کا فیصلہ کرتی ہے کہ سارے زمین کی تمام چیزوں کا مقصد تخلیق دنیاوی اور دینی امور میں ان سے انتفاع کرنا ہے، اس آیت سے اکثر اہل سنت، حنفیہ، شافعیہ نے استدلال کیا ہے کہ نفع بخش اشیاء میں شرعی حکم وارد ہونے سے قبل اصل اباحت ہے، اس کو امام رازی نے المحصول میں اور بیضاوی نے المنہاج میں اختیار کیا ہے، اس سلسلے میں حیوانات اور دوسری چیزوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں، بلکہ اباحت کا یہ حکم تمام بے ضرر اشیاء کو عام ہے۔ "جمیعا" کے ذریعہ جو تاکید لائی گئی ہے وہ اس کی واضح دلیل ہے۔

داعی اول صاحب شریعت کی سیرت طیبہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ آپ نے دعوت کے لئے تمام ممکنہ وسائل وذرائع کو اختیار کیا، زبانی طور پر دعوت دی، جو لوگ دور تھے ان کے پاس مبلغین کو بھیجا، اس وقت کے ملوک وسلاطین کے نام دعوت نامہ بھی بھیجا، اور بلاد کفر میں دعوت کا ماحول سازگار کرنے کے لئے مشرکین سے جہاد بھی کیا، اسی طرح آپ کے بعد صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور ہر دور کے اکابر سلف اس دور کے ممکنہ وسائل وذرائع کو دعوت کے لئے اختیار کرتے رہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے لئے ہر دور کے نفع بخش بے ضرر وسائل اختیار کرنا جائز یا مستحب ہے۔

ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ ایسے مفید وسائل اعلام ہیں جن کی افادیت کا انکار ممکن نہیں، یہ آلات بذات خود مباح ہیں، ان پر عدم جواز کا حکم ان کے غلط استعمال کے باعث ہے، باطل پرستوں نے انہیں تخریب کاری اور باطل کی نشر واشاعت کے لئے استعمال کر رکھا ہے، اس لئے ان میں شر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے، اگر ان کے ایجابی پہلو سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں تخریب کے بجائے تعمیر اور باطل کے بجائے حق کی ترویج واشاعت کے لئے استعمال کیا جائے تو ان میں خیر کا پہلو ویسے ہی نمایاں ہوگا جیسے ابھی شر کا پہلو نمایاں ہے۔

حاصل یہ کہ ان کی حیثیت دیگر آلات کی ہے، یہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں عقیدہ وعمل کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جائے، اس لئے اگر ان آلات کو دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر یہ طریقہ دعوت اور تعلیم وتعلم کے میدان میں زیادہ موثر ومفید ہے تو اس کا اختیار کرنا مستحسن ہے، نیز جب ان سے استفادہ جائز ہے تو اسے ممکن اور سہل الحصول بنانے کے لئے اسٹیشن قائم کرنا یا کوئی دوسرا مباح نظم کرنا جائز ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مفتی محمد صباح الدین قاسمی
شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حق کی اشاعت، فرق باطلہ کی تردید اور ان کی مساعی کی کاٹ اور روک تمام مسلمانوں پر فرض ہے، اور اس کے لئے تمام مناسب اور مؤثر وسائل کو استعمال کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، اس سلسلہ میں تین بنیادی باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں جو کہ مذکورہ سوالوں کا جواب بھی ہے:

قاعدہ اول:

"إن الأصل فی الوسائل الإباحة والجواز إلا إذا قام الدلیل علی تحریم" وسائل کے باب میں قاعدہ یہ ہے کہ اصلاً تمام ذرائع مباح اور جائز ہیں، الا یہ کہ ان کا حرام ہونا یا وسیلہ حرام بننا ثابت ہو جائے، یعنی کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ ذریعہ و وسیلہ خود حرام ہو یعنی حرام لذاتہ، اور کبھی ذریعہ و وسیلہ حرام پر مشتمل ہونے یا حرام کی طرف لے جانے کی وجہ سے حرام قرار پائے یعنی حرام لغیرہ یا حرام لسد الذریعہ۔

قاعدہ ثانی:

اس سلسلہ میں دوسرا اہم قاعدہ یہ ہے کہ تمام مہیا وسائل سے استفادہ اور ان میں افضل اور مؤثر اور زیادہ عمومی نفع والے وسائل کو اختیار کرنا واجب ہے۔

قاعدہ ثالث:

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ داعی الی اللہ اپنی سکت اور قدرت و امکان بھر ہر مناسب وسیلہ کو استعمال کرے، اپنے کو مالا یستطیع کا مکلف نہ بنائے، خواہ وہ مالا یستطیع وسیلہ بہت اہم ہو اور لوگوں کو اس کی ضرورت بھی بہت ہو، مطلب یہ کہ جو

وسائل بھی موجود و مہیا ہوں ان کا دائمی الی الخیر استعمال کرے اور بہتر اور اعلیٰ وسائل کے انتظار میں بیٹھا نہ رہے، اگرچہ بہتر کی تلاش بھی جاری رکھے۔

ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن، آڈیو اور ویڈیو کیسٹ اور انٹرنیٹ وغیرہ کے مسائل میں مذکورہ بالا تینوں قاعدوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ اس روشنی میں پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنا ریڈیو اسٹیشن وغیرہ قائم کرنا اپنی استطاعت کے بقدر ضروری ہے۔ دوسرے سوال کا جواب بھی یہی ہے کہ مذکورہ مقاصد خیر کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا اور اس کا کوئی نظم بنانا صحیح ہے۔ تیسرے اور چوتھے سوال کا جواب بھی اثبات میں ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد ساجد قاسمی ندوی
دارالعلوم الاسلامیہ بستی

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ مصنوعات وایجادات خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، جن کا انسان کے معاشی فلاح سے ربط ہے وہ سب نعمت خداوندی ہیں، شریعت کا تقاضا صرف یہ ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں غلط مصرف میں اور نافرمانیوں میں استعمال نہ کی جائیں اور منعم کو ہمہ وقت یاد رکھا جائے۔

جدید آلات اور خاص طور پر انٹرنیٹ کے ذریعہ بلاشبہ شر کی تبلیغ بہت ہو رہی ہے، بلکہ انٹرنیٹ نے تو فحاشی اور عریانی کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا ہے، کیونکہ اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، پھر وہ اطلاعی وسیلہ کے ساتھ ہی رابطہ کا کام بھی کرتا ہے، ہر شخص اس کے ذریعہ کھلے عام خیر وشر کے اختیار میں آزاد ہے اور گناہ کی فطری کشش کا سامنا کر رہا ہے۔

بہر حال یہ ان آلات میں ہے جنہیں جائز وناجائز دونوں کاموں میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے، مگر جائز کاموں میں استعمال کا فیصد بے حد کم اور دائرہ محدود ہے۔

عادۃً ان آلات کا استعمال ناجائز کاموں اور لہو ولعب ہی میں کیا جاتا ہے، تو ایسے آلات کا حکم تو ناجائز کاموں میں استعمال کے عدم جواز کا تو ہے ہی، جائز امور میں بھی استعمال کراہت سے خالی نہیں ہونا چاہئے، مگر چونکہ حالات، طبائع، مزاج، ذہن ودماغ، انداز فکر، طرز زندگی سب تبدیلی قبول کرچکے ہیں، اس لئے ان آلات کے استعمال کو مطلقاً مکروہ قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا، حالات بہر حال احکام پر مؤثر ہوتے ہیں، پھر ہر چیز کا استعمال وموقع استعمال اصل ہے، صحیح استعمال اگر ان آلات کا ہو رہا ہے تو یہ درست ہے اور موجب اجر وثواب اور اشاعت دین کی راہ میں تعاون بھی ہے، لہٰذا دینی علوم وتعلیمات کی اشاعت کے نیک مقصد سے ریڈیو، ٹی وی اسٹیشنوں کا نظم، کیسٹیں تیار کرنا، انٹرنیٹ پر پروگرام دینا اشاعت اسلام اور فروغ دین ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام، جواہر الفقہ، ماہنامہ الفرقان اگست دسمبر ۱۹۹۹ء)۔

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

مولانا محمد یعقوب القاسمی
جامعہ عربیہ امداد العلوم، زید پور، بارہ بنکی

۱- موجودہ حالات میں وقت کی نزاکت کے پیش نظر مسلمانوں کو اپنے دینی و اسلامی و معاشرتی و ثقافتی و اخلاقی پروگرام نشر کرنے کے لئے شریعت کے حدود میں رہ کر ذاتی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا شرعاً جائز ہوگا، بشرطیکہ غیر اسلامی پروگرام اس میں نشر نہ کئے جائیں، اس میں اشاعت دین کا فائدہ ہوگا، اور اس کے ذریعہ غیر مسلم اقوام مذہب اسلام سے روشناس ہوں گے، اور جو لوگ اسلام کے خلاف پوری دنیا میں غلط پروپگنڈہ کرتے ہیں اس کے ذریعہ اس کی کاٹ اور رد ہوگی۔

۲- مذکورہ بالا مقاصد کے لئے مسلمانوں کو اپنے اسلامی نظریات و اعتقادات و احکام شرعیہ کو نشر کرنے کے لئے ان ممالک میں ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا یا اس کا کوئی دوسرا متبادل نظم کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا۔

۳- چونکہ موجودہ وقت میں ٹیپ ریکارڈ، ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی نیز سافٹ ویئر وغیرہ کا استعمال بہت عام ہوگیا ہے، اس لئے تعلیمی و تربیتی مقاصد اور علمی و فنی معلومات و اخلاقی و تربیتی معلومات و تعلیمات پر مشتمل کیسٹ وغیرہ تیار کرنا شرعاً جائز ہوگا، اس لئے کہ اس کے ذریعہ تعلیم یافتہ و غیر تعلیم یافتہ طبقات کو کافی فائدہ پہنچے گا، اور یہ چیزیں تبلیغ دین و ترویج اسلام کا اہم ذریعہ بنیں گی۔

۴- اس وقت انٹرنیٹ کا استعمال چونکہ بہت ہی مفید ثابت ہو رہا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ آدمی بہت ہی کم وقت میں دنیا بھر کی بہت سی خبریں و علمی معلومات حاصل کر لیتا ہے، نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ فرق باطلہ جیسے یہود و نصاریٰ و قادیانی وغیرہ اسلام کی غلط تصویر اقوام عالم کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اور اسلام کا غلط پروپگنڈہ پوری دنیا میں کر رہے ہیں جس سے اسلام کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے، لہٰذا اس کی تردید کے لئے انٹرنیٹ وغیرہ پر اسلام کی صحیح تصویر اقوام عالم کے سامنے پیش کرنے کے لئے شرعاً مفید ثابت ہوگا۔

سوالات کے مختصر جوابات:

۱- موجودہ حالات میں بگڑتے ہوئے معاشرہ کے تحت اور فرق باطلہ کی تردید اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لئے ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا شرعاً جائز ہوگا۔

۲- مغربی ممالک وغیرہ میں اشاعت اسلام کے لئے ٹی وی اسٹیشن قائم کرنا شرعاً درست ہوگا۔

۳- حالات حاضرہ میں چونکہ سوالات میں مذکورہ چیزوں کا استعمال بہت عام ہوگیا ہے اس لئے افادہ عام کے لئے علمی معلومات واخلاقی وتربیتی واسلامی تعلیمات پر مشتمل کیسٹ، ویڈیو کیسٹ وغیرہ تیار کرنا درست ہوگا۔

۴- انٹرنیٹ کا استعمال اس وقت کافی اہمیت وافادیت کا حامل ہے لہذا اس کو دینی تعلیمات کا ذریعہ بنانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

مناقشہ:

انٹرنیٹ اور جدید آلات کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

طارق سجاد صاحب:

انٹرنیٹ کے ذریعہ آج یہ سہولت پیدا ہوگئی ہے کہ آپ کسی خاص کتاب کو اپنے کمپیوٹر پر کھول سکتے ہیں اور اس کا پرنٹ آؤٹ بھی لے سکتے ہیں۔ یہ سہولتیں اس وقت آپ کو WWW پر مہیا ہوگئی ہیں، پھر اس کے بعد ایک بہت ہی عام بات جو آج کل چل رہی ہے، وہ ہے ای کامرس، جس کا نام سنا ہوگا آپ نے، یعنی الیکٹرانکس کامرس، یعنی اب جو خرید وفروخت ہورہی ہے وہ بھی انٹرنیٹ پر ہورہی ہے، یعنی آپ اپنی پسند کی کسی بھی دکان میں چلے گئے، آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے، اب پوری وہ دکان سائبر اسپیس یعنی انٹرنیٹ پہ ہے، آپ اس دکان کی جن اشیاء کو، پروڈکٹس کو دیکھنا چاہیں آپ کو تمام تفصیلات انٹرنیٹ پر مل جائیں گی، آپ اس میں آن لائن رجسٹریشن کرائیں، اس میں آپ کے پاس اگر کریڈٹ کارڈ ہے تو اس کارڈ کا نمبر دے دیجئے، اور وہ آپ کو جتنی قیمت کا سامان ہے ایک دودن کے اندر گھر میں ڈیلیوری ہوجائے گی، تو دیکھئے آپ گھر بیٹھے خرید وفروخت کررہے ہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ اسی جگہ جاکر اس پروڈکٹ کو حاصل کریں۔

پھر دوسرے یہ کہ ورلڈ وائڈ ویب کی وجہ سے آپ دنیا کی کسی بھی طرح کی معلومات حاصل کرسکتے ہیں، کوئی بھی شخص جو گمشدہ ہے، اس کو آپ کھوج سکتے ہیں، اس سلسلہ میں ایک بہت دلچسپ واقعہ ہے جو میرے ساتھ ہوا، میں آپ کو سناؤں، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ہمارے ایک استاد تھے ڈاکٹر محمد ادریس صاحب، وہ کچھ دنوں کے لئے ملیشیا چلے گئے اور وہاں یونیورسٹی آف پیٹرولیمس اینڈ نیچورلس میں لکچرر ہوگئے، ان سے ہماری خط وکتابت ہوتی تھی، اچانک خط وکتابت بند ہوگئی، میں بڑا پریشان ہوا کہ اچانک وہ کہاں چلے گئے، تو میں نے اسی WWW میں ایک ہوتا ہے سرچ انجن، اس میں آپ کسی بھی طرح کی معلومات جو کسی بھی گوشہ سے ہو، کسی بھی فیلڈ سے ہو، آپ حاصل کرسکتے ہیں، اور اس ایک میں چیپل سرچ ہوتا ہے، جس میں آپ کسی بھی شخص کو اس کے نام سے تلاش کرسکتے ہیں، تو میں نے چیپل سرچ میں ان کی یونیورسٹی کا نام انٹری کیا اور انٹرنیٹ میں اس کو ڈال دیا، تو وہ جس یونیورسٹی میں تھے اس کی تمام تفصیلات انٹرنیٹ کے ذریعہ ہمارے کمپیوٹر پر آنے لگیں، اب اس کمپیوٹر پر ہم نے ان کا جو ڈپارٹمنٹ تھا یعنی کیمیکل انجینئرنگ اس میں دیکھا تو ان کا نام تھا، ڈاکٹر محمد ادریس لکچرر، تو میں

بڑا خوش ہوا کہ وہ یہاں ہیں، لیکن ان کا ای میل ایڈریس نہیں تھا، کیونکہ ای میل ہوتا تو فوراً ان سے رابطہ قائم کر لیتا تو میں نے اسی سائٹ کا ویب ماسٹر یعنی جو بھی سائٹ ہوتی ہے اور جو بھی معلومات انٹرنیٹ پر ڈال دی جاتی ہے اس کا ایک انچارج ہوتا ہے جس کو ویب ماسٹر بولتے ہیں، ویب ماسٹر کو ای میل کیا کہ ڈاکٹر محمد ادریس صاحب ہمارے ہندوستان کے تھے، وہ آپ کی یونیورسٹی میں ہیں، لیکن ان کی کوئی معلومات ہمیں نہیں مل رہی ہے تو دوسرے ہی دن ان کا ای میل آیا: " کہ ہاں وہ یہاں تھے، آپ کی بات بالکل درست ہے، مگر چھ ماہ ہوئے وہ اپنے وطن لوٹ گئے"۔

اب آپ سوچئے کہ وہ چھ مہینہ پہلے ہندوستان آ گئے اور میں ان کو انٹرنیٹ پر کہاں کہاں کھوج رہا تھا، تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی طرح کی معلومات یا کسی طرح کی انفارمیشن کو انٹرنیٹ کے ذریعہ لے سکتے ہیں، یا بھیج سکتے ہیں، کئی طرح کے سافٹ ویئرس کو آپ ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں، خانہ کعبہ کی جو اذان ہے، میں نے ایک صاحب کو کہا، انہوں نے پوری اذان انٹرنیٹ کے ذریعہ بھیج دی، پھر مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی اذان میں نے خود انٹرنیٹ پر آن لائن سنی، تو یہ ساری چیزیں انٹرنیٹ پر مہیا ہیں۔ اس کے بعد جو تیسری چیز انٹرنیٹ پر مقبول ہوئی وہ آئی آر سی، انٹرنیٹ ریلیکس چیٹ، یہ انٹرنیٹ ریلیکس چیٹ کیا ہے: آپ کا کوئی دوست یا کوئی عزیز امریکہ میں ہے اور آپ یہاں ہیں، آپ نے پہلے سے وقت متعین کر لیا ہے تو وہ اپنے کمپیوٹر پر انٹرنیٹ سے جڑ گیا اور آپ بھی، اب آپ دونوں میں اطمینان سے چیٹنگ یعنی گفتگو ہو رہی ہے، ان کا جو میسج ہے وہ اوپر اسکرین پر آ رہا ہے اور آپ کا جو میسج ہے وہ نیچے اسکرین پر آ رہا ہے، اب یہی نہیں بلکہ انٹرنیٹ کے ذریعہ فون یعنی آپ اپنے عزیز کو انٹرنیٹ فون بھی کر سکتے ہیں یعنی اگر ان کے پاس انٹرنیٹ کنکشن نہیں ہے اور ان کے پاس کمپیوٹر نہیں ہے صرف فون ہے اور آپ کا انٹرنیٹ کنکشن ہے تو اس کا فون بجنے لگے گا اور آپ کا اگر ملٹی میڈیا پی سی ہو جو آواز آپ نے سنی تو ملٹی میڈیا بولتے ہیں جس میں آواز، متن اور تصویر سب چیزیں یکجا ہو کر آتی ہیں، تو آپ کے پاس ملٹی میڈیا پی سی ہے، آپ اطمینان سے اپنی آواز کو ان تک پہنچا رہے ہیں اور آپ لوکل کال کے خرچ میں ہی انٹرنیشنل بات کر رہے ہیں، گو کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے اس کی اجازت نہیں دی ہے کہ آپ انٹرنیٹ فون کا استعمال کریں، لیکن بہت جلد انٹرنیٹ فون عام ہونے والا ہے، اس کے بعد انٹرنیٹ فیکس بھی ہو گیا ہے، یعنی کسی شخص کے پاس فیکس مشین ہو اس پر انٹرنیٹ نہیں ہے تو آپ اپنے انٹرنیٹ یا کمپیوٹر کے ذریعہ فیکس میسج بھی بھیج سکتے ہیں، پھر ایک دوسری سہولت ہے اس میں، ایف ٹی پی بولتے ہیں اس کو، یعنی فائل ٹرانسفر فوٹو کاپی یعنی یہ کہ ایک بہت بڑی فائل ہے، جس کا آپ تبادلہ کر سکتے ہیں تو آپ اس کے ذریعہ کسی بھی شخص کو یہ فائل بھیج سکتے ہیں۔

(اس کے بعد مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب نے موضوع سے متعلق عرض مسئلہ پیش کیا)۔

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب:

بہر حال عرض مسئلہ آپ کے سامنے آچکا ہے، اور یہ وضاحت بھی ہو چکی ہے کہ انٹرنیٹ کیا چیز ہے، اب یہاں دو چیزیں گفتگو کی ہیں، اگر واقعی اس طرح کا سوال ہو جو آپ ماہرین سے کرنا چاہتے ہوں، جس کا تعلق اس مسئلہ کے حکم شرعی پر پڑسکتا ہو تو وہ وضاحت ضرور کرائیں، آپ اس کو نوٹ کر لیجئے، اور دوسری بات جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تصویر کی حلت وحرمت کا موضوع اس وقت ہمارا نہیں ہے، اس نقطہ کو ہم سمجھ لیں کہ غلق کی تصویر جائز ہے یا نا جائز ہے، یہ مفہوم بالکل نہیں ہے، بلکہ سوالنامہ کا موضوع یہ ہے کہ جہاں ٹی وی کا اس قدر رواج ہو چکا ہے، بہت سے ایسے ملک ہیں اور ہندوستان میں بھی بڑے شہروں میں بھی اور اب تو گاؤں گاؤں یہ چیز پہنچ رہی ہے اور ٹی وی گھر گھر پہنچ چکا ہے اور اس کے ذریعہ سے انتہائی مخرب اخلاق چیزیں اور دین کو خراب کرنے والی، دین کے بارے میں غلط معلومات ہر طرح کی چیزیں پہنچ رہی ہیں، تو کیا اس کی گنجائش ہے کہ ایسے کچھ پروگرام بنا کر ٹی وی چینل قائم کئے جائیں اور اس میں اسلام کے تعلق سے، اسلامی معلومات کے تعلق سے، ایسے پروگرام شامل کردیے جائیں کہ کم از کم ہماری آئندہ نسلیں یا جو لوگ بھی ہیں، غیر مسلم بھی اسلام کے بارے میں صحیح معلومات پاسکتے ہوں۔

ایک طرف مسئلہ انٹرنیٹ کا ہے تو اس پر ہمیں اس لحاظ سے غور کرنا چاہئے کہ انٹرنیٹ پر آپ تصویر کا استعمال کریں گے، میں سمجھتا ہوں کہ تصویر کوئی لازمی چیز نہیں، جو میں سمجھا ہوں، اس کو ماہرین بتائیں گے کہ انٹرنیٹ کے ساتھ تصویر کیا اس کا لازمی حصہ بنا ہوا ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر لازمی ہے بھی، تو جو چیز آپ اس پر ڈالیں گے وہی پہنچے گی، کوئی میٹر ہے، کوئی مواد ہے آپ کے اختیار میں ہے، اب آگے ٹی وی کا مسئلہ ہے اس میں تصویر آتی ہے، ہم کو یہ بحث نہیں کرنا ہے کہ تصویر حلال ہے یا حرام بلکہ گفتگو یہ کرنی ہے کہ جن ملکوں میں یا جن علاقوں میں یا گھروں میں اس قدر یہ مرض پھیل چکا ہے کہ گھر گھر نہیں کمرے کمرے میں لگا ہوا ہے، طرح طرح کے پروگرام آرہے ہیں اس کے اندر، اور بہت سے پروگرام وہ ہیں جو اخلاق کو برباد کرنے کے ساتھ ساتھ دین کے بارے میں غلط معلومات فراہم کرتے ہیں، قادیانیوں نے اپنا پورا مواد ڈال دیا ہے اس کے اندر، اسی طرح کتنی ہی باطل تحریکات ہیں تو اپنی ایک بڑی نسل کو، نوجوان نسل کو اسلام کے بنیادی عقائد سے واقف کرانے کے لئے، جن کے پاس کوئی اور ذریعہ واقفیت کا نہیں، یورپ کے ماحول کو پیش نظر رکھئے آپ، یا خود اپنے بڑے شہروں کے ماحول کو سامنے رکھئے کہ بچے اسکول گئے، ماں باپ سروس کررہے ہیں، کام میں لگے ہوئے ہیں اور بچے خالی وقت کیا دیکھ رہے ہیں، بس ٹی وی، یعنی خود ماں باپ سے بھی تعلق بہت کمزور ہوتا ہے۔ برائے نام ملاقات بھی تھوڑی بہت ہو پاتی ہے، تو بچوں کو دینیات سکھانا، دینی ماحول سے آشنا کرنا، اس کے لئے جو کوششیں آپ کررہے ہیں بہت مبارک، کوشش ہونی چاہئے، لیکن جب تک کہ کوشش ہماری کامیاب ہوگی اس کا اندیشہ ہے کہ ایک بہت بڑی نسل ہمارے دین کی ضروری معلومات سے

بے خبر ہو جائے، اور دین کی معلومات سے وہ بالکل غافل ہو۔ اس سلسلہ میں ہمیں غور کرنا ہے کہ کیا اس اضطراری صورت حال میں ہم اس طرح کے پروگرام بنانا اور ٹی وی پر لانا اس کو درست قرار دیں، اس لئے کہ اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ہمارے بچے غلط چیزوں میں مبتلا ہو جائیں گے، گھروں میں جہاں بس ٹی وی ایک ذریعہ رہ گیا ہے، تو اس پہلو پر ہمیں خاص طریقہ سے غور کرنا ہے اور ایک بات تو یہ ہے کہ نقصانات ٹی وی کے وہ بھی جانتے ہیں، ان نقصانات کو آپ کس حد تک کم کر سکتے ہیں، اس میں حصہ لے کر، اس کے پروگراموں کی اصلاح کر کے، اچھے پروگرام ڈال کر، اس سلسلے میں مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے، حضرت عمر فاروقؓ شاید یاد ہو حوالہ کسی کو، انہوں نے فرمایا کہ انسان فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ دو شر میں سے ہلکا شر کون سا ہے (أہون الشرین) جب تک اس کی معرفت حاصل نہ ہو جائے، خیر کو جاننا تو بہت آسان ہے کہ نماز اچھی چیز ہے، روزہ اچھی چیز ہے، ان امور پر تو فتویٰ دینا انتہائی آسان کام ہے، لیکن جہاں صورت یہ ہو کہ دو چیزیں ہمارے سامنے ایسی ہیں جن میں سے شر ہر ایک میں موجود ہے، لیکن ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ شر کس میں کم ہے اور کس میں زیادہ۔ اس کا تولنا اور اسے میزان پر پرکھنا یہ بہت ہی نازک ذمہ داری ہوتی ہے اور بہت ہی اہم ذمہ داری ہوتی ہے، اصل فقاہت یہی ہے، تفقہ یہی ہے کہ دونوں پہلوؤں کا موازنہ کر کے ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ کس میں شر کم ہے، بہر حال اب میں دعوت دیتا ہوں آپ حضرات کو اس بحث میں حصہ لینے کی، بہتر یہ ہے کہ آپ حضرات اپنا نام نوٹ کرا دیں۔

مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب:

اپنی جگہ اصولی طور پر یہ بات طے ہے کہ اچھی چیز باہر بھی صحیح اور غلط چیز چاہے باہر ہو یا اسکرین کے پردے پر ہو، یہ غلط ہے، انٹرنیٹ کا استعمال بہتر مقصد کے لئے صحیح ہے، یا غلط، جہاں تک میں نے سمجھا یا ہلکا پھلکا پڑھا اس موضوع سے متعلق، میرا ذہن یہ تھا کہ چونکہ اس کے اندر ہر قسم کے پروگرام گویا سیٹ کر دیے گئے ہیں، اچھے ہوں یا برے، ہر قسم کے سیٹ ہیں، لیکن جو ان آلات کا مالک ہو کر اپنے گھر میں ان سارے آلات کو جمع کر لے گا، اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صحیح اور اچھے پروگرام کو بھی دیکھ سکے، اور چاہے تو اس غلط پروگرام کو اپنے اس سیٹ پر، کچھ ایسی نوعیت ہوا کرتی ہے، جیسا میں سمجھ رہا تھا کہ اپنے اس سیٹ پر غلط پروگرام کو دیکھنا چاہے تو بھی نہیں دیکھ سکتا، اگر یہ صورت ہوتی تو آسان تھا مسئلہ مگر بعد میں تحقیق کے ذریعہ پتہ چلا کہ نہیں ایسا کوئی خاص سیٹ نہیں ہے، آپ جو بھی سیٹ خریدیں گے اس میں ہر قسم کے پروگرام کے آنے کا امکان ہے، اور آ کے رہے گا۔ یہ آپ کی اپنی صوابدید اور دیانت و تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اچھے پروگرام سے مستفید ہوں، اور غلط پروگرام کو نہ سنیں اور نہ دیکھیں، اگر ایسی ہی بات ہے تو میرے خیال میں اس قسم کے آلات کا استعمال صحیح مقاصد کے لئے جس کو تعبیر کیا گیا ہے احقاق حق اور ابطال باطل سے، اس کے لئے بھی عوام کو اور ہم جیسے ناکاروں کو اجازت نہیں دی جائے گی اور

فردِ واحد کو بھی نہیں دی جائے، بلکہ کسی تنظیم، کسی ادارے، جس کی امانت جس کے حلال وحرام کے حدود کی رعایت پر ہمیں بھروسہ ہو، جن کے ورع وتقویٰ پر ہمیں اعتماد ہو کہ وہ ان کو آلات کو یقیناً اجتماعی انداز میں صحیح مقاصد کے لئے استعمال کر سکیں گے اور کرتے رہیں گے تو ان کے لئے اجازت دی جاسکتی ہے، گویا کسی تنظیم وادارہ کے لئے، لیکن ہر عام وخاص کو اجازت دینا جن کے بارے میں ہم مطمئن نہیں ہیں کہ یہ حلال وحرام کی حدود کی رعایت بھی کر سکیں گے مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب:

حضرات مجھے یہ مداخلت اس لئے کرنی پڑرہی ہے کہ مجھے یہ خطرہ ہو رہا ہے کہ کہیں غلط مبحث نہ ہو جائے اور مجھے یقین ہے کہ صحیح فکر اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مباحث میں غلط نہیں ہونا چاہے کسی قیمت پر، اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو پیدا کیا، نفس کو پیدا کیا: "فالھمھا فجورھا وتقواھا" (سورۂ شمس: ۸)۔ فجور اور تقویٰ کا احساس اور دونوں کے درمیان تمیز کی صلاحیت عطا کر دی، اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آنکھ بھی دی، ان آنکھوں سے ہر خیر کو بھی دیکھ سکتے ہیں اور برائیوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ عام لوگوں کے لئے آنکھ بند کرادو، آنکھ میں روشنی مت دو کہ پتہ نہیں کہ یہ کیا کیا دیکھ لے گا، اس سے اور کیا نہیں دیکھے گا، اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بہت عام رکھا ہے۔ اور سارے مسائل کی بنیاد اندر کے ایمان پر رکھی، اور احساس خیر وشر پر رکھی ہے، الہام فجور وتقویٰ پر رکھی ہے، آلات اس دنیا میں ہر طرح کے پھیلے ہوئے ہیں، جیسا اس کا استعمال کیجئے گا ویسا ہوگا۔

پہلے آجائیے انٹرنیٹ پر! یہ صحیح ہے کہ انٹرنیٹ ایک ذریعہ ابلاغ ہے، پتہ نہیں کیا ہوتا اگر حجۃ الوداع کے دن، جس دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "فلیبلغ الشاھد الغائب" اگر ایسے آلات ہوتے جن کے ذریعہ ہم حضور ﷺ کی آواز مبارک سن لیتے، تو میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ اس کو منع فرمادیتے، یا چاہتے کہ حضور ﷺ کی آواز ساری دنیا تک پہنچ جائے، مجھے اس بارے میں معلوم نہیں، لیکن آپ حضرات اس نقطۂ نظر کو بہت اعتدال کے ساتھ سوچ سکتے ہیں، یہاں پر بحث دو تین ہے، ایک ہے ٹی وی یا انٹرنیٹ کے استعمال کا مسئلہ۔ اگر یہ سوال آتا ہے کہ انٹرنیٹ اور ٹی وی پر بڑے گندے اور غلیظ پروگرام آتے ہیں اور معاشرہ اس سے فساد کی طرف جارہا ہے تو کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ان پروگراموں کو دیکھیں، سیدھا جواب ہوگا نہیں جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایک سوال۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسے ویب سائٹ ایسے کیسٹ، ایسی چیزیں تیار کر کے انٹرنیٹ پر سپلائی کر سکتے ہیں، جن کے ذریعہ دنیا بھر کو اسلام کے بارے میں صحیح جانکاری ہو سکے، جیسا کہ خود آپ جانتے ہوں گے کہ سعودی عرب کا ایک خاص ویب سائٹ ہے جو وہاں پر عام ہے اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ بڑی تعداد میں اس کی وجہ سے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں جو

روز اس سے استفادہ کرتے ہیں، بڑی تعداد میں ہیں، ایسے کئی ان میں ہمارے دوست بھی ہیں جیسے عبداللہ زیدی ہیں، فلاں ہیں، فلاں ہیں جنہوں نے اس طرح اسلام کی حقانیت کو پایا ہے، وہ اپنے کمروں میں بیٹھے بیٹھے تفریحی مشغلہ کے طور پر سائٹ کو کھول لیتے ہیں اور ان کو فائدہ پہنچتا ہے، تو پہلا سوال یہ تھا کہ کیا انٹرنیٹ اور ٹی وی وغیرہ کا استعمال جس کے ذریعہ غلط قسم کی چیزیں، فحاشی اور بے حیائی کی چیزیں نشر کی جاری ہیں، ایسے پروگرام کا دیکھنا، اس کا استعمال کرنا کیا کسی مسلمان کے لئے حلال ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب آپ کو دینا ہے۔

ایسے مختلف ویب سائٹس کے ذریعہ اسلام کے احکام، اسلام کے حقائق، اسلام کی دعوت کا پہلو، حضور ﷺ کی سیرت پاک، فقہی مسائل، نماز کے، حج کے، روزے کے وغیرہ وغیرہ کیا ان چیزوں کے لئے ایسے معلوماتی کیسٹ تیار کرکے انٹرنیٹ کو دیے جاسکتے ہیں، جو اس سے فائدہ اٹھائیں؟ تو دو سوال تو یہ بنیادی ہوگئے۔

ایک اور سوال وہ یہ کہ کیا ٹی وی کے ایسے چینل کھولے جاسکتے ہیں، یا اپنا قائم کرسکتے ہیں جو مختلف سماجی، سیاسی، مذہبی اور اقتصادی سطح پر حملے ہورہے ہیں، جو معاشرتی یلغار ہے، اس کا جواب ہم اس چینل کے ذریعہ دے سکیں، مشکلات ہیں، اسلام پر چلنا آج کوئی آسان کام نہیں ہے، بلکہ "کالقابض علی الجمر" اس طرح سے گویا آگ کے انگاروں پر، ساؤتھ افریقہ میں ہمارے دوستوں نے، جب ایک ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا چاہا اور قائم کیا بھی تو ان کے اوپر وہاں کی عدالت میں ایک مقدمہ قائم کیا گیا، کہ اس میں عورت کیوں نہیں آتی۔ اس کا مطلب ہے (Discrimination)، کہ یہ سکس کی بنیاد پر (Discrimination) ہے۔ اس لئے اس ریڈیو اسٹیشن پر عورتوں کو کیوں نہیں الاؤ کیا جاتا ہے آنے کے لئے، یہ مشکلات وہاں پر پیدا ہوئیں، اس طرح کی اور بھی چیزیں پیدا ہوسکتی ہیں، دشواریاں آئیں گی، لیکن اگر ہم اس طرح کے ضرر سے بچا کر اپنا کوئی ٹی وی چینل چلاسکیں، آپ جیسے کہ طلاق کے بارے میں آج جو بہت سی ایسی چیزیں نشر کی جاری ہیں جس سے شریعت اسلامی اور قانون محمدی کی توہین ہوتی ہے اور لوگوں کے ذہن میں اس کے خلاف ایک شبہ پیدا ہوتا ہے، بہت سی چیزیں شائع کی جاری ہیں، لیکن اصلاً تعلیم اسلامی کا جو خیر ہے اس کی اشاعت کا کوئی ذریعہ نہیں اور کوئی ٹی وی چینل ہمارے آپ کے اختیارات میں نہیں ہیں، اسی طرح اسلام کا قانون نکاح ہے، اسلام کا قانون تعدد ازدواج ہے، اسی طرح ہم لوگوں کو یہ بھی بتاسکتے ہیں کہ ایک سے زائد بیویاں جس کی ہیں ان کے اوپر ایک دوسرے کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں، یہ تمام معاشرتی احکام ہیں، سماجی طور پر بھی، میڈیا ہی تو آج سب سے بڑا ہتھیار ہے، نہ گولہ نہ بارود نہ ایٹم بم، نہ ہیڈروجن بم، سب سے طاقتور آلہ ہے، ظاہر ہے کہ ہم کو بہت مشکل درپیش ہے، آج کی میڈیا کی جو پوسٹ ہے اس کے مقابلہ کے اہل نہیں، خاص کر ہندوستان میں، لیکن اگر تھوڑا بہت ہم ان سیاسی حملوں کا اس تہذیبی یلغار کا، اس فرد وفکری کا، ہم مقابلہ اور سامنا کرسکیں تو کیا اس کی اجازت آپ حضرات دیں گے؟

اسی طرح مسئلہ ریڈیو اسٹیشن کا آتا ہے، اب ان سب چیزوں کا پرائیویٹائزیشن ہو رہا ہے، یہ سب چیزیں اب صرف سرکار کی تحویل میں نہیں رہیں گی، آپ کا ریڈیو اسٹیشن خبریں شائع کرے گا، آپ کا کوئی ٹی وی چینل خبریں شائع کرے گا، اب اس میں تھوڑی اور مشکلیں ہیں، مجھے ان کو کھول دینا چاہئے، مثلاً کچھ چیزیں ایسی چلتی ہیں کمرشل فائدوں کے لئے، اس میں اشتہارات آتے ہیں اور آج آدمی اشتہار وہی دیکھنا چاہتا ہے جس میں ننگی عورت سامنے آ کر کھڑی ہو جائے، یہ بدنصیبی آج کے معاشرے کی ہے، اور اس کو لوگ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ مساوات کی ہم نے اور عورتوں کو ہم نے حقوق دیئے، دراصل عورتوں کو حقوق نہیں دیئے جا رہے ہیں، بلکہ عورتوں کو عریاں کر کے ان کو کیش کیا جا رہا ہے، تو وہ مشکلات تو پیدا ہوں گی، لیکن اگر علماء کی نگرانی میں اس طرح کوئی چینل قائم ہو جو تجارتی مفادات کے لئے اور دیگر مفادات کے لئے ایسی چیزوں پر کمپرومائز کر سکے اور صلح کر سکے، لیکن ہماری جو بات ہے چاہے فکری یلغار ہو، سیاسی یلغار ہو، یا سماجی مسائل ہوں، اگر ہم ان تمام شرائط کے ساتھ اگر ایسے ٹی وی چینل قائم کر سکیں، ریڈیو اسٹیشن قائم کر سکیں جو بہت مشکل کام ہے، پھر بھی ایسی فورسیز اور طاقت ابھری ہے جو علماء کی ہدایات کو سامنے رکھ کر احکام شرع کے مطابق، منکرات سے اجتناب کرتے ہوئے اور محاسن اور خیر کی ہدایت کا کام کریں تو کیا آپ اس کی اجازت دیں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو تین سوالات ہیں جو ہم نے آپ سے کئے ہیں، ان کا فیصلہ اگر آپ کر دیں گے تو بہت کافی ہے، لوگوں کو کام کرنے کے لئے، اور بہت سارے سوالات میں اگر ہم الجھیں گے تو دشواری ہوگی، کوئی بھی حل ہم ان لوگوں کے سامنے نہیں دے سکیں گے، یہ ایک ضروری وضاحت تھی، میں اس مداخلت کے لئے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ خلط مبحث مت کیجئے۔ دو الگ الگ سوال ہیں، ایک شخص کا کسی پروگرام کا دیکھنا۔ اس کو بتا دیجئے کہ کون سا جائز ہے اور کون سا ناجائز، ایک سوال یہ ہے کہ ایسے پروگرام تیار کرنا جس میں خیر ہو یا جس میں شر ہو، تیسرے یہ کہ ایسے چینل قائم کرنا جس کے ذریعہ ہم حق اور خیر کی اشاعت کر سکیں، احکام شرعی کی پابندی کرتے ہوئے، اس کا کیا حکم ہوگا، اس طرح ان تینوں سوالات کو آپ حل کریں گے آگے اور بھی سوالات ہوں گے، ایک بار پھر میں مخل ہوا، اتنا بول گیا، یہ بہت ہوا، میں پھر مداخلت کی معافی چاہتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ بہت اچھے اور صحیح فیصلہ تک آپ پہنچیں گے اور آپ رہنمائی کریں گے۔ انشاءاللہ۔

مولانا ارشد قاسمی صاحب:

جس انداز میں اور جس اسلوب میں عرض پیش کیا گیا، اور اس پر حضرت قاضی صاحب کی مفصل گفتگو آئی اس کے بعد چند چیزیں قابل استفسار ہیں، اس میں ایک یہ ہے کہ خاص طور سے ٹی وی میں اور ویڈیو کیسٹ اور فلم میں، ان میں خاص چیز ہے وہ تصاویر کا استعمال ہے، اور اسلام ان ہی طریقوں کی اجازت دیتا ہے، جو روح اسلام کے خلاف نہ ہوں ساکنا تصویر

جو ہے وہ روح اسلام کے خلاف ہے، ان تمام چیزوں میں اگر ٹی وی کو نیک مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے یا کسی کو یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ چینل قائم کرے تو وہ تصاویر کو محفوظ کرے گا اور محفوظ کرنے کے بعد وہ تصویر کے حکم میں عکس ہو جائے گا، اس لئے براہ راست کوئی چینل ایسا ہو جو براہ راست کاسٹ کردے اور اس کی کیسٹ نہ بنائے تب تو کچھ ٹی وی اور چینل کی اجازت دینا درست ہوگا، لیکن وہ چینل جو ریکارڈ بنا کر اور کیسٹ بنا کر کام کرے تو یہ کیسٹ بنانا درست نہیں ہوگا، البتہ اس کا دیکھنا نیک مقاصد کے لئے صحیح ہوگا۔ بنانے والا البتہ گنہگار ہوگا، اس واسطہ کہ تصویر کی جو حرمت ہے وہ مصرح ہے اور اس پر شدید وعیدیں ہیں۔ اس کے باوجود اس سلسلہ میں نرمی برتنا یہ ذرا مشکل ہے، ایک خاص بات اس میں یہ آئے گی کہ عام لوگوں کے لئے جو ابھی استعمال کر رہے ہیں بغیر کسی قید و بند و شرط یا ہلکے شرائط کے ساتھ اجازت دینے میں جو احساس گناہ و جرم ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، اور بغیر احساس گناہ و جرم کے ٹی وی وغیرہ نیک مقاصد ہی کے لئے صحیح تصویر وغیرہ دیکھیں گے، یہ تصویر کے سلسلہ میں ایک خاص بات تھی۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب:

سوالنامہ کے بعد جو تفصیلات سامنے آئیں ان کی روشنی میں جو اس مسئلہ کے لئے مفید ہیں، اس کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ ازہر کے ایک جائزہ کے مطابق بلاد افریقہ میں عیسائیوں کے چودہ ریڈیو اسٹیشن ہیں جو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہفتہ بھر میں ایک سو پچاس گھنٹے عربی سمیت دنیا کی مختلف زبانوں میں پروگرام نشر کرتے ہیں، مزید ان پروگراموں کی تیاری کے لئے مختلف مراکز قائم ہیں جو ان اسٹیشنوں کو نشری مواد فراہم کرتے ہیں، اس جائزے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان نشریات کا اصل ہدف اسلام اور مسلمان ہوتے ہیں، یہ معلومات جو سامنے آئیں اس بات کے لئے محرک فراہم کرتی ہیں کہ ہماری طرف سے بھی اس کو کاؤنٹر کرنے کے لئے کوششیں ہوں اگر چہ ہم اس کا مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں، یہ بات ریڈیو کی ہے، اسی پر ٹی وی اور دوسرے ذرائع کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، دوسری بات یہ کہ ابھی مولانا عتیق صاحب نے جو سیدنا عمرؓ کے قول کے سلسلہ میں فرمایا تھا وہ تو نہیں معلوم لیکن حضرت عمر کا یہ قول ہے: "إنما تنقض عرى الإسلام عروة عروة إذا نشأ في الإسلام من لم يعرف الجاهلية"...... الجواب الکافی ابن قیم وغیرہ میں یہ موجود ہے، تیسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ ٹی وی کے بارے میں ابھی یہ بات آئی اور مولانا عتیق صاحب نے یہ بات فرمائی کہ تصویر کا مسئلہ زیر بحث نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ٹی وی کو جب ہم زیر بحث لائیں گے تو اس میں تو تصویر اپنے آپ زیر بحث آجائے گی۔ ٹی وی کو استعمال کرنے کی بات ہے تو یہ ایسے ہی ہے کہ نمک کے بغیر سالن اور چائے کی پتی کے بغیر چائے، جس طرح چائے پتی کے بغیر چائے نہیں بن سکتی اسی طرح ٹی وی پر صرف مضمون دکھائیں آپ تو یہ ٹی وی کا استعمال نہیں ہوا، اس بنا پر تصویر کے معاملہ میں بے جا تصویر

سے اجتناب کیا جانا چاہئے، اور فقہ اکیڈمی اس میں مداخلت کی کوشش نہ کرتی ہو تو اس کو علماء کی رائے پر محمول کیا جائے کہ جو علماء ٹی وی کو اپنی تصویر کے ساتھ تقریر کرنے کو جائز خیال کرتے ہوں وہ استعمال کرلیں اور جن کو عدم جواز پر اصرار ہو وہ اپنا حق اس کے لئے محفوظ رکھیں، لیکن ٹی وی کا استعمال تصویر کے بغیر یہ ایسی بات ہے جو صحیح نہیں ہے، اور تصویر کے بارے میں جو سختی ہے وہ سختی بھی درست نہیں ہے، اور اس کے اختلاف میں بھی نہیں جانا چاہتا ہوں۔ اور اس کے دلائل کی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا ہوں۔

ایک بات اس سلسلہ میں اور بھی ہے کہ ایک تو ہمارے لئے ٹی وی کا استعمال اور دوسرے جو ذرائع ابلاغ ہیں دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے تو اس میں غالباً کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے اور نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ واجب کے دائرے میں رکھنا چاہئے۔ اور جس کو اللہ نے جتنے وسائل دیئے ہوں، جیسا کہ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ ان وسائل کے استعمال کے ذریعہ وہ دعوت اسلام، تبلیغ اسلام اور قوانین اسلام کی تبلیغ واشاعت دنیا بھر میں کریں، تو اس کو تو فرض کفایہ کہیں، فرض عین کہیں، جو بھی کہیں، مگر اس کو تو جواز سے آگے بڑھنا چاہئے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری آخری بات یہ ہے کہ یہ بات بھی ایک طرح سے فرار کا ہی راستہ ہے کہ ٹی وی اور جدید ذرائع ابلاغ کے بارے میں یہ کہیں کہ ہم اس کو اسلامی مقاصد کے لئے استعمال کریں گے اور جو ذرائع اس وقت کام کررہے ہیں ان کے بارے میں کوئی رائے نہ دینا علماء کے منصب سے ہم آہنگ نہیں ہے، یہ بھی بتانا چاہئے کہ کیا اس وقت جو ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ ہیں کیا ان کا استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا ہے یا بالکل ہی حرام اور ناجائز ہے، اس میں میں مزید یہ بات بڑھانا چاہتا ہوں کہ دین کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ جائز تفریح کو بھی دین سے خارج نہیں کیا جانا چاہئے، ذرائع ابلاغ کا ایک حصہ تفریح کا بھی ہے، تفریح آزاد ہے اس کو جتنا مقید کیا جائے کیا جاسکتا ہے، لیکن ہندوستان میں جس عموم بلوی کے تحت ہم ہیں کہ ہم بہت سی چیزوں سے بچنے کے باوجود نہیں بچ سکتے ہیں، تو اس بات کے مکلف ہم ہیں کہ تفریحی پروگراموں کو نہ دیکھیں یا یہ کہ پابندی لگائیں، بالکل سختی کرنا مناسب نہیں ہے، اور اس سلسلہ میں آخری بات یہ کہ شوہر کو اپنی بیوی پر اپنی دینداری مسلط کرنے کا اختیار نہیں ہے وہ تنبیہ ضرور کرسکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

انٹرنیٹ اور ٹی وی پر تصویر سے متعلق اور اس کی حرمت سے متعلق جو بات ہورہی ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن تصویر کی حرمت جیسا کہ لوگوں نے سمجھا ہے اور بتایا ہے کہ اس سے بت پرستی وغیرہ کا پایا جانا ہوسکتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ چھوٹی سی تصویر جو بہت ہی مبتذل ہو، پامال ہو لوگوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آج کل جو تصاویر

ہیں وہ بھی اس قدر عام اور ابتذال کی حد میں ہیں کہ اس کو کوئی عقیدہ کا پہلو نہیں دیتا یعنی اس کی حیثیت بھی وہی ہے جو دوسری تصویر کی ہوتی ہے، پھر یہ کہ جب ٹی وی پر کوئی عالم دین آئے گا تو ظاہر ہے کہ شرک و بدعت کے خلاف باتیں کرے گا تو کہاں سے اس کا اندیشہ پایا گیا کہ کوئی اس کو تقدس دے گا اور اس عالم کی شکل وصورت کی وجہ سے شرک و بدعت میں مبتلا ہو جائے گا، ایک اور چیز میں عرض کروں گا کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ فی نفسہ ذرا معیوب اور مکروہ ہیں، لیکن کسی بڑے مقصد کے لئے ہمارے علمائے اسلام نے اسے جائز کہا ہے، مثال کے طور پر امرؤالقیس کی شاعری لے لیجئے یعنی کس طرح کی گندی شاعری ہے، لیکن ادب کی تعلیم کے لئے وہ آج ہمارے نصاب میں داخل ہے اور ہم اسے بغیر کسی کراہت کے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، اسی طرح سے کچھ اور چیزیں ہیں۔ اس وقت ایک عالم کی بات یاد آ رہی ہے، انہوں نے پٹنہ میں اجتہاد کے سیمینار میں کہا تھا کہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر ہمارے علماء نے تقریباً سکوتی اجماع کر لیا ہے، سکوتی طور پر اسے قبول کر لیا ہے، بس زبانی طور پر اسے قبول کرنے کی ضرورت ہے، اسی سلسلہ میں تصویر کا مسئلہ بھی ہے کہ جہاں بہت سے علماء اگر ان سے پوچھئے کہ تصویر جائز ہے یا ناجائز تو فوراً کہیں گے ناجائز ہے، قولاً تو کہیں گے ناجائز ہے، لیکن جہاں تصویر کھینچی جا رہی ہوگی اور بہت سی تصویریں ایسی نظر آئیں گی جن کو دیکھ کر آدمی کہہ سکتا ہے کہ باقاعدہ اسے کھنچوایا گیا ہے، تو یہ دوہرا رویہ میرا خیال ہے ختم ہونا چاہئے، اور بڑے مقصد کے پیش نظر اور مصلحت کے پیش نظر اور جو اس وقت صورت حال ہے اس کے پیش نظر اس مسئلہ میں کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔

مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب:

یہ بات بار بار کہی جا رہی ہے کہ گفتگو اور سوال کا مقصد جو بھی وضاحت سے آ چکا ہے اور قاضی صاحب نے بھی کہہ دیا، اسی کے مطابق گفتگو ہو، تصویر کی حرمت کا مسئلہ یا حلت کا، اس سے بحث نہیں کرنی ہے، تصویر حرام ہے، عام طور سے موقف یہی ہے، اس کے دلائل بھی لوگوں نے دیے ہیں، ان دلائل سے تو گفتگو نہیں ہے، ٹی وی تصویر کے بغیر نہیں ہو سکتی، مولانا عتیق صاحب کی بات پر مولانا سلطان اصلاحی صاحب نے جو گفتگو فرمائی ہے، ظاہر بات ہے مولانا عتیق صاحب کا یا میرا مقصد تصویر کو الگ رکھنے کا نہیں ہے کہ ٹی وی میں جو پروگرام آئے گا وہ تصویر کے بغیر آئے گا، یہ تو شاید متصور ہی نہیں ہے، وہاں تو کسی نہ کسی شکل میں تصویر ہوتی ہی ہے۔ اور انٹرنیٹ پر تو الگ بھی ہو سکتی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تصویر کی حلت وحرمت کا مسئلہ اپنی جگہ پر، جس ماحول اور معاشرے کی اور جن افراد کے لئے بات ہو رہی ہے وہ یہ کہ وہ ان وسائل اور ذرائع کے علاوہ کسی دوسرے ذریعہ سے نہ تو کچھ سنتے ہیں اور جانتے ہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں اور نہ ہے ان کے پاس، اپنے گھروں میں ہی وسائل ہیں جن سے وہ اختیاری طور پر مستفید ہوتے ہیں، نہ مجلسیں ان کو میسر ہیں نہ ان کا ذہن اور مزاج ہے کہ وہ وہاں

جائیں اور یا یہ کہ دنیوی مشاغل انہوں نے اس طرح اوڑھ رکھے ہیں کہ وہ نظام نہیں بنا سکتے تو سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں تک حق بات پہنچانے کے لئے، دعوت پہنچانے کے لئے، اس ماحول اور معاشرے میں جہاں ہر جماعت اور ہر فرقہ جملہ ممکنہ وسائل کے ساتھ اپنی باتیں پہنچا رہا ہے تو آیا ہم اپنی باتیں پہنچائیں اور جو لوگ اس معاشرے میں مستفید ہو رہے ہیں وہ مستفید نہ ہوں، بات اس ماحول ومعاشرے کی ہو رہی ہے، ہم لوگ مدرسے والے ہیں ہم ٹی وی اور انٹرنیٹ نہیں لائیں گے، ہم مستفید نہیں ہوں گے، لیکن خود ہمارے ہندوستان میں تیزی سے ایسے طبقے کی تعداد بڑھ رہی ہے، اور ہندوستان سے باہر کے ممالک میں تو مسئلہ بالکل عام ہے، خود یہاں ریڈیو بنانے والے اب نہیں ملیں گے آپ کو، اور نہیں مل رہے ہیں، چونکہ ٹی وی عام ہو رہا ہے، ریڈیو کو کون پوچھتا ہے، تو ان لوگوں کے لئے بھی ذریعہ اور وسیلہ ہے، ان تک حق بات پہنچانے کے لئے، ان کے حق میں کیا کہتے ہیں، یہ ہے اصل سوال، گفتگو اسی کے مطابق ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب:

یہاں جن علماء کو تحفظ ہے صرف اسی بنیاد پر کہ اس میں تصویر آ رہی ہے، ورنہ تو جہاں تک مقصد کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مقصد سے کسی کو انکار ہی نہیں ہے، تصویر کی حرمت کی کیا حقیقت ہے اور کہاں تک اس سے بچنا چاہئے وہ گفتگو تو آئی ہی نہیں۔

مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب:

اس تفصیل میں نہیں پڑنا چاہئے۔

مفتی سعید الرحمن، ممبئی:

تصویر کی حلت وحرمت سے قطع نظر میں ٹی وی اور انٹرنیٹ کو ایک دنیا کے مانند سمجھتا ہوں، جس طرح دنیا میں چل پھر کر اچھائی یا برائی دیکھی، سنی اور سکھائی جا سکتی ہے، یہاں بغیر چلے پھرے، سامنے بٹن ہے اپنے کنٹرول میں دیکھا، سنا اور سمجھا جا سکتا ہے، تو دنیا میں برے اور بھلے کی تمیز کی صورت جو ایک مکلف کو ہے، نکل کر چل پھر کر چاہے تو بری لائن پر جائے چاہے تو اچھی لائن پر آئے، اسی طرح انٹرنیٹ اور ٹی وی میں اس کے اختیار میں ہے چاہے تو بری لائن پر چلائے اور چاہے تو بھلی لائن پر چلائے، اور قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ: "لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا" (سورۂ بقرہ: ۲۸۶) اس میں میں ممانعت حکم کی بات نہیں کہہ سکتا کہ کہیں تکلیف مالا یطاق نہ ہو جائے، لیکن "لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت"

(سورۂ بقرہ:۲۸۶) کی بنیاد پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اجازت ہو تو کوئی قباحت شرعی طور پر نہیں ہونی چاہئے، اور ایک بات یہ عرض ہے کہ یہ عمومی رواج ہے جس کی طرف ذہن غالباً نہیں جاتا کہ سب لوگ اخبارات پڑھتے ہیں اور کوئی اخبار شاید ہی ایسا ملے جس میں تصاویر نہ ہوں، تصاویر دیکھتے ہیں، نظر نہیں پھیرتے ہیں، علماء سے تو حسن ظن ہے کہ وہ تصویر سے قطع نظر کرتے ہوں، لیکن اخبار دیکھنے کی حرمت پر کبھی حکم نہیں لگا، تو یہاں جو استدلال ہے ٹی وی کے دیکھنے کی حرمت پر تصویر سے، تو پھر اخبار دیکھنا بھی آج سے حرام ہونا چاہئے، تو میں مسئلہ سے متعلق دو باتیں عرض کر رہا تھا، اس کے بعد ماہرین سے ایک سوال یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ٹی وی اور انٹرنیٹ میں خاص فرق کیا ہے، یہ بھی بتادیں تو شاید اضافہ ہوگا ہماری معلومات میں۔

مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب:

میں اس موضوع سے متعلق صرف دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات جس کے سلسلے میں ہمارے سامنے وضاحت سے بات آچکی ہے، کہ بلاشبہ اس وقت دنیا میں جس تیزی کے ساتھ بے حیائی، عریانیت اور فحاشی پھیل رہی ہے، اس میں ٹی وی کا سب سے بڑا حصہ ہے، کفر اور شرک کی وہ چیزیں جن کا مسلم سماج اور مسلم خاندان میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا وہ ساری چیزیں اس وقت مسلمان کے بیڈروم میں نظر آتی ہیں اور آہستہ آہستہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگ اس کے عادی ہوتے جارہے ہیں، اور ایسی ایسی بے حیائیاں اور برائیاں پھیل رہی ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، وہ ہے دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر کی، اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلک أضعف الإيمان" منکرات، اور بے حیائی اور فحاشی کو روکنے کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی، اور اس کے تین درجات اس حدیث کے اندر ذکر کئے گئے سب سے پہلا درجہ، جو اس حدیث کی تطبیق سے معلوم ہوتا ہے وہ بہت قوی ہے کہ اگر انسان کے بس میں ہو اور اس کی طاقت وقوت میں ہو تو اس طاقت وقوت کو استعمال کرکے بے حیائی اور برائی کو روک دے اور دوسرا درجہ یہ ذکر کیا کہ اگر ہاتھ سے اس برائی کو روکنے کی طاقت وقدرت نہیں ہے اور اللہ نے زبان میں اور قول میں اسے یہ طاقت دی ہے اور زبان اور قول سے برائی کو روک سکے تو اسے روکنا چاہئے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ دل میں اس برائی کو برائی سمجھے، میں سمجھتا ہوں کہ خاص طور سے ہندوستان اور ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمانوں کو اقتدار اعلیٰ اور قوت حاکمہ حاصل نہیں ہے وہاں وہ لوگ اپنے وسائل سے اور اپنے اسباب سے ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن قائم تو نہیں کرسکتے لیکن استفادہ ضرور کرسکتے ہیں کہ قول کے ذریعہ اور کوشش کے ذریعہ ایک اس کا متبادل نظام پیش کرسکتے ہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ ہم کوئی ایسا چینل خرید لیں، یا ایسا کوئی چینل بنالیں، جس میں اس وقت کے مروجہ چینل، منکرات وبرائیاں اور فحاشی نہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان اور

ہندوستان جیسے دیگر ممالک میں حکومت پر فرض کفایہ ہے کہ وہ اس طرح کا نظم کرے، ؟ ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے دوسرے فرقوں سے خاص طور سے ہندوستان میں جس تیزی سے قادیانیت پھیل رہی ہے اس نے ایک چینل خرید لیا ہے اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اس چینل کے ذریعہ جو پروگرام نشر کیا جاتا ہے یہ اسلام کا پروگرام ہے، یہ قرآن کا پروگرام ہے، یہ حدیث کا پروگرام ہے، ایک وہ طبقہ جو اس بے دینی کے دور میں عریانیت کے دور میں بھی اسلام کا دلدادہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے کوئی ایسی چیز ملے، اگر ٹی وی کے اندر درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں، درس حدیث کا انتظام کرتے ہیں، وعظ و نصیحت کا انتظام کرتے ہیں تو یہ طبقہ بہر حال اس چینل سے مستفید ہوگا۔ اس موقع پر ابوالمحاسن محمد سجادؒ بانی امارت شرعیہ کی ایک بات یاد آتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے بس میں جو ہو اسے کر ڈالنا چاہئے، اس وقت ہماری وسعت میں جو ہے اسے ہم کر ڈالیں اور اگر ایسا ہم کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی اس کے طفیل میں اس چیز پر بھی ہمیں قدرت عطا فرماوے گا جس کی قدرت ہم کو اس وقت حاصل نہیں ہے۔

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب:

بات مختصر کرو۔

مفتی نسیم احمد قاسمی صاحب:

جہاں آئین اسلام یا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہاں تو وہ ریڈیو اسٹیشن قائم کریں، لیکن یہاں تو ریڈیو اسٹیشن قائم نہیں کر سکتے ہیں مگر چینل خرید سکتے ہیں، علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ جہاں وہ یہ کہیں کہ فلاں چیز حرام ہے تو وہاں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ متبادل کا انتظام کریں کہ یہ حلال ہے۔

مولانا شاہین جمالی صاحب:

اس مسئلہ میں قرآن پاک کی آیت: "ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوا" (سورۂ لقمان: ۶) انٹرنیٹ ایسا لگتا ہے کہ یہ "لہو الحدیث" میں داخل ہے اور ضلالت کا کام بہر حال اس سے لیا جارہا ہے، تاہم ازروئے فتوی تو اس کے جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن ازروئے تقوی اس کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی، مجھے اکبر الہ آبادی کا شعر یاد آتا ہے کہ:

انہیں ذوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی
نکلتی ہے دعا بھی ان کے منہ سے ٹھمریاں بن کر

اگر ہم اس بند کو گوارا کر سکیں تو از روئے فتویٰ تو جواز کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لیکن از روئے تقویٰ گنجائش نہیں معلوم ہوتی ہے۔

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب:

ایک بات مجھے عرض کرنی ہے، دو نام باقی ہیں، انشاء اللہ ان کی آراء بھی سامنے آ جائیں گی، ایک بات یہ ہے کہ تصویر کا مسئلہ جو بار بار آ رہا ہے، اور مولانا سلطان احمد اصلاحی اور مولانا عبد العظیم صاحب نے کہی تو وہ تو آگے کی چیز ہے جو آپ سوچ رہے ہیں، مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ اخبارات کا استعمال ہم کرتے ہیں، المنجد شاید مطالعہ کرنے والے ہر عالم کے گھر میں ہوگی، اور جہاں لائبریری ہو "المنجد" ضرور موجود ہوگی، اس میں بھی تصاویر موجود ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اگر تصویر مقصود ہو تو اس کی بات اور ہوئی، ضمناً اگر کہیں تصویر آتی ہو مقصود وہ نہیں ہے تو بات دوسری ہوئی، میں کوئی لمبی بات نہیں کہوں گا یہ ایک نقطہ ہے جس پر آپ غور کریں، سوچیں۔

مولانا اختر امام عادل صاحب:

مجھے ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ تصویر کی حلت وحرمت کے مسئلہ کو جو الگ رکھنے کو کہا جا رہا ہے کہ جس میں علماء برصغیر کا تقریباً اتفاق ہے کہ تصویر کا بنوانا حرام ہے، تو اس کی حرمت کو تسلیم کرتے ہوئے ضرورت کی بنا پر اس کی اجازت کا مسئلہ ہے یہاں پر، اس کی حرمت کو تسلیم کرتے ہوئے ضرورت کی بنا پر اجازت کا فتویٰ دیا جائے جیسا کہ پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورتوں کے لئے اجازت دی جاتی ہے، یہ مسئلہ صاف کر دیا جائے کہ تصویر حرام ہے مگر ضرورت کی وجہ سے اس کی اجازت کے مسئلہ پر غور کرنے کو کہا جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تصویر دیکھنے اور تصویر بنوانے میں فرق ہے، تصویر دیکھنے میں جیسا کہ مولانا عتیق احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر مقصود بالذات نہیں ہے تو اس کی الگ بات ہے، لیکن تصویر بنوانا یا بنانا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، سب کے نزدیک وہ حرام ہے، ایک تیسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ حضرت تھانویؒ کا حوالہ دیا جا رہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ تعزیہ بناؤ مگر ہندو نہ ہونا، تو حضرت نے "اَهْوَنُ الْبَلِيَّتَيْن" کا انتخاب فرمایا کہ ہندو بننے کے مقابلہ میں تعزیہ بنانا بہرحال بہتر ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ مقام دعوت ہے، یہ مقام فتویٰ ہے، دعوت کی زبان اور فتویٰ کی زبان کو اگر ایک کر دیا جائے تو کیسا رہے گا، اس پر غور کر لیا جائے۔

مولانا ابوالعاص وحیدی صاحب:

اس سوال میں کئی چیزیں ہیں اور دو چیزوں کے استعمال میں لوگوں کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ایک ہے انٹرنیٹ، جس کو قباحتوں سے دور کیا جاسکتا ہے، اور دوسری چیز ہے ریڈیو اسٹیشن کا قیام، ان دونوں میں تو کوئی قباحت نہیں ہے، جیسا کہ معلوم ہوا کہ انٹرنیٹ کو قباحت سے پاک رکھا جاسکتا ہے، رہا معاملہ ٹی وی اسٹیشن کے قیام کا، یا ویڈیو کیسٹ بنانے کا تو یہ دونوں چیزیں بھی موجودہ حالات میں جو پس منظر ہیں، اس میں ان دونوں کا استعمال بھی درست ہوسکتا ہے، کوئی مضائقہ نہیں ہے، بات جو آتی ہے تصویر کی، جہاں تک تصویر کی حرمت کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں اور بھی بعض وضاحتیں ہیں، ایک چیز یہ ہے کہ تصویر کے ساتھ دو سلوک ہوتا ہے: ایک احترام کا، ایک اضلال کا، تصویر کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کرنا ظاہر ہے کہ اس طور پر تصویر کا استعمال قطعی حرام ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی کو کوئی چادر مل گئی جس میں تصویریں بنی ہوئی ہیں اس کو بچھا کر استعمال کرسکتا ہے، اس کا فتویٰ بہت سے فقہاء نے دیا ہے، وہاں بھی تصویروں کا استعمال ہو رہا ہے مگر اضلال کے ساتھ، اور ایک واقعہ کتب حدیث میں ہے صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت عائشہؓ نے ایک قرام (ایک قسم کا کپڑا) استعمال کیا جس میں تصویریں تھیں تو آپ ﷺ نے اس قرام کو جو پردے کے طور پر لٹکا ہوا تھا اس کو اتروادیا اور کاٹ کر وسادہ (تکیہ) بنوایا، اس کی جزئیات نہیں ملتی کہ تصویریں کتنی کٹی تھیں اور کتنی نہیں کٹی تھیں، لیکن وہ بہرحال جزوی طور پر وسادہ کے لئے جو سر کے نیچے پڑتا ہے، ہاتھ پڑتا ہے اس پر خود اس کا احترام نہیں ہوتا استعمال ہوا، اس لئے آپ دیکھئے کہ وہاں بھی ایک مصور چیز استعمال ہوئی تو وہ اس وقت کی بات تھی، لہٰذا ٹی وی اسٹیشن کا قیام یا ویڈیو کیسٹ وغیرہ تیار کرنا، اس میں تصویریں ضرور آئیں گی، لیکن ان تصویروں کے ساتھ چونکہ احترام کا معاملہ نہیں ہوتا ہے، مقصود بالذات تو خیر ہے ہی نہیں، احترام کی بات بھی نہیں ہوتی ہے، ایک مومن استعمال کرے ٹی وی اسٹیشن کو اور ویڈیو کیسٹ کو اور جو تصویریں اس میں ہیں ان کے ساتھ احترام کا ایک طرح سے تبرک کا معاملہ کرے ایسا نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے ٹی وی اسٹیشن اور ویڈیو کیسٹ کے استعمال میں جن حضرات کو قباحت محسوس ہوئی محض تصویر کی وجہ سے، تو اس روایت کے پیش نظر اور فقہاء کی تصریحات کے پیش نظر بہرحال احترام واضلال کا فرق کرنا چاہئے۔

مولانا عارف مظہری صاحب:

تصویر کی جو بات چل رہی ہے، اس میں آپ حضرات یہ غور کیجئے کہ ایک آدمی اگر دلدل میں پھنسا ہوا ہے، وہ دشواری میں مبتلا ہے اور کچھ لوگ باہر تماشائی ہوں تو حق کیا بنتا ہے، ساحل پر صرف تماشا دیکھنے سے کوئی بات تو بنے گی نہیں۔ تو جو باتیں بگڑ رہی ہوں اس وقت بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، مزید الجھانے سے مسئلہ اور بڑھے گا اور سلجھے گا نہیں، کچھ وقت

کے لئے صرف یہ دیکھئے کہ اپنی بات آپ پہنچانے میں کتنا تصویر کا استعمال کرتے ہیں، بلکہ یہ کہئے کہ کتنا کم وقت میں اپنی بات پہنچا دے رہے ہیں، ایسے شخص تک جو ضلالت میں پڑا ہوا ہے اور دین سے بہت دور ہے، کسی کو آپ کیچڑ سے نکالنے جائیں گے تو تھوڑی سی چھینٹ تو آپ پر پڑے گی ہی، اس کو آپ کو برداشت کرنا ہوگا، اس لئے تھوڑی دیر کے لئے اتنی بات تو برداشت کرنی ہی پڑے گی دین کی بات پہنچانے کے لئے۔

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب:

ہمارے درمیان جمشید صاحب موجود ہیں جو انٹرنیٹ وغیرہ کے ماہرین میں سے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے اظہار خیال کریں، میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔

جمشید صاحب:

انٹرنیٹ سے متعلق ایک چیز یہ کہنا چاہتے تھے جو ہمارے علماء نے کہا تھا کہ سائٹس جو ہیں وہ لاک نہیں کی جاسکتی ہیں بلکہ ساری انفارمیشن موجود ہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ سائٹس جو ہیں وہ لاک کی جاسکتی ہیں اور اس کا ایک پروگرام ہوتا ہے جس کے ذریعہ اس کو لاک کر دیا جاتا ہے، یہ جو سائٹس کو لاک کرنے کا پروگرام ہوتا ہے اس کے دو طریقہ الگ الگ ہوتے ہیں، اس میں بہت سی سائٹس ایسی ہیں جس میں عریاں تصاویر ہیں، ان کو زیادہ تر ملکوں میں لاک کیا گیا ہے، اور ہندوستان میں بھی بلاک کردی گئی ہیں، اور خاص کر ٹیلیفون کی جنسی سائٹس ہیں ان کو بھی بلاک کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مسئلہ میں جو سب سے بڑی مشکل ہم کو آئی ہے وہ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ہم اسلام آن لائن پر کام کر رہے تھے تو اس میں '' کرسچن آنسر ٹو اسلام'' یعنی کرسچینٹی اسلامک دعوی کا جواب دیتی ہے، اس کے لئے انہوں نے انٹرنیٹ پر بہت سی سائٹس بنائی ہوئی ہیں۔ انہوں نے بہت سی چیزوں کو بہت گھما پھرا کر اور بہت الٹا کر کے اس کا ذکر ضرور کیا ہے اور ان کی باتیں پوری دنیا میں کروڑوں لوگوں تک پہنچ رہی ہیں، لیکن اس کا جواب دینے کے لئے جو سائٹس ہیں وہ ساری کی ساری دبئی (یو اے ای) میں بلاک ہیں، سعودی عرب میں بلاک ہیں، ہم کو سیریا اور دیگر عرب ممالک کے بارے میں نہیں معلوم، لیکن زیادہ تر ملکوں میں وہ '' کرسچن آنسر ٹو اسلام'' نام کے جو سائٹس ہیں وہ بلاک کی ہوئی ہیں، تو ہم نے ان سے پوچھا کیوں آپ نے اسے بلاک کیا ہوا ہے، شارجہ میں اوقاف کے دفتر میں پوچھا تو انہوں نے یہ کہا کہ اصل میں یہاں پر لوگ ابھی اتنے میچور نہیں ہیں کہ ان کے سامنے یہ سائٹس آئیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط فہمی میں پڑ جائیں، لیکن اس سے نقصان بہت بڑا یہ ہو رہا ہے کہ جو لوگ جواب دے سکتے تھے ہزاروں کی تعداد میں لڑکے اور جو اس سے دلچسپی رکھتے ہیں جو اسلام کے خلاف بات تھی اس کا جواب دے سکتے

تھے گران کو پتہ ہی نہیں کہ اسلام کے خلاف کیا پروپگنڈہ ہو رہا ہے، اس لئے کہ ملک کے ملک میں یہ سائٹس بند ہیں، اس سے یہ ہوتا ہے کہ ایک طرح سے کہہ لیجئے دعوت کا بہت بڑا پہلو بلاک پڑا ہے، تو یہ انٹرنیٹ بہت ضروری چیز ہے کہ جیسے مولانا علی میاں ندوی نے ایک بار کہا تھا کہ اسلام کے خلاف چیزوں سے لڑنے کے لئے اسلام کے مخالف کا جاننا بھی بہت ضروری ہے، تو اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ انفارمیشن موجود ہو اور اس کے خلاف فائٹ کرنے کے لئے ہم لوگ بھی اس کا استعمال کریں، اور یہ ایک بالکل حربہ اور اوزار ہے، اس اوزار کو جس طرح بھی آپ استعمال کریں۔

مولانا سید نظام الدین صاحب:

دراصل فقہی سیمینار میں جو موضوعات ہیں ان میں ایک موضوع انٹرنیٹ اور ٹی وی کے بارے میں ہے، میں نے اس پر کوئی مقالہ نہیں لکھا، لیکن اس کی تفصیل اور خلاصہ سامنے آیا اس کو دیکھا، جوابات دیکھے، بات یہ ہے کہ ہم کو حقیقت پسند ہونا چاہئے، آپ حقائق سے منہ موڑ کے نہیں چل سکتے، اگر مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت ہو، ایک ہے اشاعت دین اور ایک ہے دفاع عن الدین، دین کے خلاف جتنی تحریکات چل رہی ہیں ان کا جواب دیا جائے، تو دونوں بات فرض ہیں آپ پر کہ آپ اپنے دین سے دنیا والوں کو متعارف کرائیں، اور دین پر جو دوسروں کی طرف سے عقیدے کے اعتبار سے، اعمال کے اعتبار سے، اخلاق کے اعتبار سے، اور معاشرتی مسائل کے اعتبار سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اور اسلام کی صورت مسخ کی جارہی ہے، ہم اس سے قطع نظر کرلیں یہ کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے کہ ان ذرائع کو انہوں نے استعمال کیا ہے، اگر آج وہ ایٹم بم سے ہم سے لڑتے ہیں تو ہمیں بھی ایٹم بم سے ہی ان کا جواب دینا ہوگا، ہم پرانی تلوار سے ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے، آج جو ذرائع ان کے پاس ہیں ان کے ذریعہ وہ پوری دنیا میں عیسائیت کا پروپگنڈہ کر رہے ہیں، یہ پروپگنڈہ اس انداز میں دراصل روس کے زوال کے بعد شروع ہوا، اس حقیقت کو سامنے رکھئے کہ روس کے زوال کے بعد دنیا میں عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ ہے، امریکہ اور اسرائیل کی جتنی سازشیں ہیں اور ان کے جتنے پروپگنڈے اور کارروائیاں ہیں وہ بھی اسلامی ممالک کے خلاف ہیں اور اسلام کے خلاف ہیں، وہ سارے مراکز پوری دنیا کے اندر اسلام کو اس صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ کبھی غلبہ حاصل نہ کرسکے، جو مقصد تھا، "هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون" (سورۂ توبہ: ۳۳)، تو یہ غلبہ حاصل نہ ہو کسی طرح سے چاہے اس ملک کا معاملہ ہو، میں صاف کہتا ہوں اس ملک میں بھی اگر ڈر ہے تو اسی بات کا ہے کہ کہیں زندہ ہو کر یہ قوم ابھر نہ جائے اور کہیں ہم پر غالب نہ ہو جائے، اس کی تہذیب غالب نہ ہو جائے، اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ جتنے بھی ذرائع ہیں اس سلسلے کے ان کو اختیار کرنا بالکل واجب اور ضروری ہے، یہ انٹرنیٹ کون ایسی بات ہے جس میں اتنا الجھنا اور تصاویر کا مسئلہ لئے پھر رہے ہیں، اخبار والے تصویر مانگتے

ہیں تو بڑے سے بڑا عالم اپنی جیب سے تصویر نکال کر اس کو دیتا ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ تصویر حرام ہے، جتنے سیلاب زدہ علاقے ہیں اڑیسہ میں سیلاب آیا، بھاگل پور میں سیلاب آیا، اگر ہم ویڈیو نہیں بنائیں گے تو ہم باہر کے لوگوں کو بتا نہیں سکتے کہ کس انداز سے نقصان پہنچا ہے، تو یہ تو اس زمانہ کی ایجادات ہیں، البتہ اس کے جو منکرات ہیں، محرمات ہیں آپ ان سے بچئے، ٹی وی کو ہی لے لیجئے، ٹی وی اگر آپ کے ہاتھ میں ہوتا تو آپ ان منکرات کو شائع نہ کرتے، آپ کے گھر میں ہے تو آپ بچئے اس سے جتنا بچ سکتے ہیں، لیکن آپ ٹی وی دیکھیں گے تو وزیر اعظم کی تصویر نظر آئے گی، عورت ہو یا مرد، وزیر داخلہ کی تصویر نظر آئے گی اور آپ دیکھتے ہیں، تو آپ کہیں گے دیکھنا تو جائز ہے۔

اور جہاں تک تصویر بنانے کا مسئلہ ہے، یہ بنانا کہاں ہوا، یہ تو منظر کشی ہے کہ ہم سارے لوگ بیٹھے ہیں آج ویڈیو بنا لیا جائے تو یہ منظر کشی ہوگی، تو یہ سب لوگوں کی تصویریں نہیں بنائی جارہی ہیں، یہ منظر کشی اور عکس لینے کے آلات ایجاد ہو گئے ہیں، آپ ان کا استعمال کریں، یا آپ دیکھیں کہ جن ممالک اسلامیہ کے اندر یہ چیزیں موجود ہیں کیا وہ ان کا استعمال نہیں کر رہے ہیں اور کیا وہاں علماء نہیں ہیں، وہاں کیا کتاب وسنت نہیں ہے، آپ برصغیر کا نام لیتے ہیں، کیا پاکستان میں یہ چیز نہیں ہے، آپ صرف ہندوستان کو لیں، وہ الگ بات ہے، جو قاضی صاحب نے فرمایا کہ چینل خریدنا یا چینل قائم کرنا، ریڈیو اسٹیشن تو آپ قائم نہیں کرسکتے چینل آپ خرید سکتے ہیں، کوئی چینل خرید کر اپنی بات کہہ سکتا ہے، ٹی وی کا اسٹیشن آپ قائم نہیں کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ بغیر اشتہار کے نہیں چلیں گے، اشتہارات آپ کو کمپنیوں سے لینا پڑے گا، تاکہ آپ کو روپیہ مل سکے، اس لئے وہ تو ناکام ہو جائے گا، ابھی آپ یہ تو کر لیجئے جو آپ کر سکتے ہیں، انٹرنیٹ کنکشن لے سکتے ہیں، آپ اپنی ویب سائٹ قائم کر سکتے ہیں، اور ٹی وی پر اپنے پروگرام دے سکتے ہیں، آپ منکرات مت دیجئے، آپ ان منکرات کی قباحت کو بیان کیجئے، اسی چینل کے ذریعہ سے لوگوں کے سامنے جو لوگ اس چینل کو دیکھ رہے ہیں، اور کون سا ذریعہ آپ کے سامنے ہے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ نکاح کے خطبہ میں ہندو مجمع میں پردے کی ضرورت اور عریانیت کی قباحت کو جب بیان کیا تو بڑے بڑے پروفیسر اور جدید تعلیم یافتہ لوگ آ کر کہنے لگے کہ آپ نے سچ کہا، یہ لوگ بڑی مصیبت کے اندر مبتلا ہو گئے ہیں، پردہ چھوڑ کر، تو یہ بات نہیں کہ اگر آپ حق بات صحیح ڈھنگ سے کہیں گے تو برا مانا جائے گا اور یہ غلط ہو جائے گا، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ انٹرنیٹ کو استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور ریڈیو کا چینل اگر آپ کو مل جائے جس سے آپ دعوتی کام کر سکیں تو آپ اس چینل کو بھی استعمال کر سکتے ہیں، خواہ اس کے اندر اس بیان کرنے والے اور تقریر کرنے والے کی فوٹو ہی کیوں نہ آئے، یہ ایک ضرورت ہے اور ضرورت کی بنا پر چونکہ وہ بغیر منظر کے مقبول نہیں ہوتی، یہ رواج ہو گیا ہے دنیا کا، اس لئے آپ اس کو دے سکتے ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، جس منظر کو دیکھنا اور سننا ناجائز ہے اس کا ٹی وی پر بھی یا کسی تصویر میں بھی دیکھنا اور سننا ناجائز ہے، لیکن جس منظور کو دیکھنا یوں جائز ہے اس کو اس پر بھی دیکھنا جائز ہے، ہم لوگ برابر دیکھتے ہیں، اس لئے ایسا چینل

اگر ہم کو ملتا ہے جس پر ہم اپنا دعوتی کام منظم طریقہ سے کر سکتے ہیں جیسے باطل طاقتیں کر رہی ہیں پوری قوت کے ساتھ، خالی پروگرام بنانے سے اور فتوی شائع کرنے سے یہ بات نہیں ہوگی، تو ہم اس چینل کو استعمال کریں، اس لئے میری رائے یہی ہے اور یہ ضرورت ہے اور ضرورت پر اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب:

حضرات بزرگان امت اور عزیزان ملت، محترم علماء!

حقیقت یہ ہے کہ جس موضوع پر آپ بحث کر رہے ہیں وہ اہم ترین موضوع ہے اور نازک ترین موضوع بھی، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جن علماء نے مسئلہ تصویر کو اٹھایا ہے، ان کے سامنے بھی تحفظ احکام دین اور تحفظ احکام شریعت ہے، اور جن لوگوں نے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے انٹرنیٹ وغیرہ کے جواز کی بات کہی ہے ان کے سامنے بھی دعوت اور جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا کہ دفاع عن الدین کا پہلو ان کے ذہن پر غالب ہے، دونوں میں سے کسی نے بھی کوئی بات اپنی بات کے بچاؤ میں نہیں کہی ہے، ضد میں نہیں کہی ہے، ایسا سمجھتا اور سوچنا چاہئے، تصویر کا مسئلہ حقیقت میں عجیب نازک مسئلہ ہو گیا ہے، بایں معنی کہ ہم اس میں مبتلا ہیں اور بہت کم لوگ ہیں جو چہرے پر رومال ڈال لیا کریں، یا مجلس چھوڑ کر چلے جائیں، ایسا شاذ و نادر ہے، اور دوسری طرف اگر فتوی پوچھا جائے تو ہم سب حرمت کی بات کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس پر یہ جو دو رخی صورت حال پیدا ہوگئی ہے اس سے خود اپنے ذہن پر بڑا بوجھ پڑتا ہے، کئی مواقع پر ہمیں خاموش رہنا پڑتا ہے، اور اپنے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ خاموش رہ گئے، کبھی ایسا لگتا ہے کہ "سکوت عن الحق" کا جرم تو ہم نہیں کرتے، کبھی ضرورت کی مجبوری سامنے آتی ہے، بہت صفائی کے ساتھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذہن اس پر بہت پریشان رہتا ہے، رہا مسئلہ باہر کے علماء کا، یہ اصل مسئلہ ہے، یہ میں ضرور چاہتا ہوں کہ ہم سب علماء اس پر غور کریں یعنی چند سوالات پر، کہ حرمت کا لفظ ہمارے یہاں اس کے لئے ضروری شرائط کیا ہیں، کس کو ہم حرام کہہ سکتے ہیں، کس کو ہم مکروہ کہہ سکتے ہیں، کس کو ہم مکروہ تحریمی کہہ سکتے ہیں، کس کو ہم مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں، دلائل کی قطعیت اپنے ثبوت کے اعتبار سے اور دلائل کی قطعیت اپنے دلالت کے اعتبار سے، آپ سب کو معلوم ہوگا کہ لفظ حرام کا استعمال ہم کو کہاں کرنا چاہئے، اور کراہت کا کہاں اور کراہت تنزیہی کا کہاں اور اباحت کا کہاں، یہ جو احکام شرعی ہیں، اباحت اور پھر استحباب اور پھر سنت کا درجہ اور پھر فریضہ اور واجب کا درجہ اور اسی طرح حرمت اور اس کے بعد کراہت تحریمی اور اس کے بعد کراہت تنزیہی، یہ جو مختلف مدارج ہیں احکام کے، یقیناً ہمارے سب علماء کی نظر میں ضرور ہوں گے اور وہ اس کو بھی جانتے ہوں گے کہ کس لفظ کا کہاں استعمال ہوگا، ہمارے تمام اکابر اور ہمارے بزرگ اصحاب افتاء اس پر متفق ہیں کہ تصویر جائز نہیں ہے۔ قصداً یہ لفظ میں بول رہا ہوں کہ تصویر جائز نہیں۔

اب اس پر دو طرح سے غور کیجئے: ایک طرف اس ضرورت پر غور کیجئے جو ابھی ہمارے سامنے ہے، مثلاً پاسپورٹ کے لئے تصویر ضرورتاً جائز قرار دی گئی، مثلاً ایک شخص جس کی موت ہوگئی ہو اور اس کا نام پتہ معلوم نہ ہو، اس کی تصویر لینا اور اس کو محفوظ رکھنا تاکہ تعارف ہو سکے اور معلوم بھی ہو سکے کہ یہ شخص کون تھا، اور آپ جانتے ہیں کہ میت کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا اس کے کئی احکام شرعی اس سے متعلق ہیں، زوجیت باقی رہی کہ نہیں، وراثت قائم ہوگی کہ نہیں، ان کے موت کے وقت کون کون وارث ہوگا اور کون نہیں، یہ سارے وہ احکام ہیں جو کسی میت کی تصویر لے کر اس پر آگے کے کام ہو سکتے ہیں، اس طرح کے اور بہت سارے مسائل ہیں جہاں پر تصویر کی ضرورت کا سوال ہوتا ہے، مگر یہ بھی ماننا چاہئے کہ آج جو شادیوں میں ہمارے یہاں ویڈیو کیسٹس تیار ہورہے ہیں ہر طرح کی عریانی کے ساتھ، بے پردگی کے ساتھ، خواتین محرم ہوں یا غیر محرم، تصویر کھینچنے والا محرم ہو یا غیر محرم اور خواتین کون سا لباس پہنے ہوئی ہیں " تبرج جاہلیہ " کی ساری نظیروں کے ساتھ تصویریں کھینچی جارہی ہیں، اس لئے علی الاطلاق نہ آپ جواز کی پوزیشن میں ہیں اور نہ علی الاطلاق بات حرمت کی کہنے کی پوزیشن میں ہیں، اس کو نوٹ کر لیجئے۔ یہ سب سوالات ابھر رہے ہیں، ان حالات میں مسئلہ تو تصویر کا ہے اور بہت نازک ہے، لیکن یہاں میں نے جیسا کہ شروع ہی میں کہا تھا کہ حسب احکام شرع، علماء کی ہدایت اور رہنمائی میں اگر کچھ ویب سائٹ بنائے جاتے ہیں اگر کچھ ڈاٹا ز بھرے جاتے ہیں، اگر اسلام کے بارے میں انفارمیشن دی جاتی ہے، ابھی بتایا ہمارے دوست جمشید صاحب نے ہو سکتا ہے ہمارے بعض دوستوں نے اس بات کو نہ سمجھا ہو، یعنی ایک مستقل چینل یا ویب سائٹ اس بات کا ہے کہ انٹرنیٹ پر یہ دکھلایا جاتا ہے کہ کرسچینٹی اسلام کا جواب دیتی ہے، اسلام کی طرف سے جوبات کرسچینٹی کے بارے میں کہی جائے، چاہے ایک ایک تین کی بات ہو یا کچھ اور بات ہو اس کے بارے میں خود کرسچینٹی اس کا جواب دیتی ہے، وہ جواب دے رہے ہیں، جواب اس کا صرف دفاعی ہی نہیں ہوتا بلکہ حملے بھی ہوتے ہیں اور اقدامی بھی ہوتے ہیں، تو اس دفاعی اور اقدامی بحث کو اگر ایک عام آدمی پڑھے گا اور اس کے جواب سے آشنا نہیں ہوگا تو گمراہ ہو جانے کا بہت بڑا خطرہ ہے، یہی وہ چیز ہے جو انڈونیشیا میں استعمال کی جارہی ہے، یہی وہ چیز ہے جو بنگلہ دیش میں استعمال کی جارہی ہے، اور ان ممالک کا ڈاٹا آپ کے پاس ہوگا جہاں پر عیسائیت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے، اب تھوڑا سا کام آپ نے سعودیہ میں کیا ہے، کچھ ویب سائٹس تیار ہوئے ہیں، یو اے ای میں ان سے کچھ فائدہ حاصل کیا گیا ہے تو اس سے اسلام کی دعوت میں فائدہ ہو رہا ہے۔

اب سوال ہے کہ وہاں پر تھوڑی بہت تصویریں بھی آجائیں، کچھ حالات بھی سامنے آئیں، کچھ ایسی بھی کوشش کی ہے ہمارے لوگوں نے، آپ کو خوشی ہوگی جان کر کہ بچنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً طلوع ہوتا ہوا سورج دکھلایا ہے، قرآن کی وہ آیتیں دکھائی ہیں کہ اختلاف لیل ونہار کی کیا کیفیت ہوتی ہے، یعنی وہ مناظر جن کا خصوصی ذکر آیا ہے قرآن کریم میں اس کی وضاحت کی ہے انہوں نے بغیر کسی ذی روح کی تصویر کے، وہ ایک اچھی چیز بنائی ہے جس سے لوگوں کو قرآن کو سمجھنے میں لطف

آتا ہے، بہر حال اس صورت حال میں میرے عزیز دوستوں اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے صاف صاف کہ ہم کو پوری علمی تیاری کے ساتھ انٹرنیٹ پر جانا چاہئے، اس وقت دنیا منتظر ہے آپ کے دعوت کی، آپ کے اصولوں کی، آپ انسانی مساوات کی بات کریں گے، ظاہر ہے اسلام کی روح ہے، آپ یہ بتائیں گے کہ برہمن اور ہریجن میں کوئی فرق نہیں ہے، آپ بتائیں گے کہ شیخ، سید کا ہونا درست نہیں ہے، آپ یہ بتائیں گے کہ انسان سارے کے سارے برابر ہیں، سب ایک آدم کی اولاد ہیں، ایک ماں کی اولاد ہیں، ان سب کے روٹس ایک ہیں، یہ چیز اگر دنیا کو پہنچاتے ہیں آپ، اسی طرح اور بہت سی باتیں بتا سکتے ہیں کہ بر بنائے جنس ہم تفریق نہیں کر سکتے، ایک مرد ہو یا عورت، بلکہ مسلم ہو یا غیر مسلم حقوق انسانی میں دونوں مساوی ہیں، اسلام کی ان تعلیمات کو اگر پوری طاقت اور پاور آف اپروچ جو کہ کسی چیز کو پیش کرنے کی بہترین صلاحیت ہو سکتی ہے، ان ساری صلاحیتوں کے ساتھ اگر آپ اسلام کی دعوت کا کام ان وسائل کو استعمال میں لاکر کریں گے، اور اس طرح جو حملے ہو رہے ہیں، غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے آپ کچھ کام کریں گے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ایک بہت بڑی خدمت انجام پائے گی، میں اتنی درخواست کرنا چاہتا ہوں، ظاہر ہے بحث ختم ہو چکی ہے، کچھ سوالات آپ کو ماہرین سے کرنے ہوں گے تو انشاء اللہ اس کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس کا وقت مل جائے آپ کو، لیکن فی الحال تو یہ پروگرام ختم ہوگا اور کمیٹی بنے گی، قبل اس کے کہ جلسہ ختم ہو صاحب صدر اپنے کلمات سے ہم کو مستفیض فرمائیں گے، اتنی درخواست ہے کہ آپ سب لوگ بیٹھ کر اس اہم اور نازک مسئلہ پر اس وقت ایک ایسا فیصلہ لیجئے جس سے اسلام کو صحیح معنی میں ایک طاقت اور قوت آئے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب:

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

آپ کے سامنے فقہ اکیڈمی کے تینوں موضوعات آگئے، تلخیص بھی اس کی آگئی، اور آپ حضرات نے اس پر دل کھول کر گفتگو بھی فرمائی، اور جو کچھ باتیں رہ گئیں وہ انشاء اللہ دوسری نشست میں آجائیں گی، رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں نیزہ اور تلوار تھی، ڈھال تھی، لیکن اس زمانہ میں جہاد کے لئے، جنگ کے لئے یہ چیزیں بے کار ہو چکی ہیں، کوئی اس سے نہیں لڑتا، وہ حدیثیں جس میں جلانے کی ممانعت ہے، وہ حدیثیں جس میں عذاب نار کی ممانعت ہے، نہایت ہی صحیح اور پختہ ہیں آپ کے سامنے، لیکن آپ نے وہاں بھی یہی کہا ہے جیسے قاضی صاحب نے فرمایا، اور سب جانتے ہیں کہ حفاظت جان اور مال کے لئے اور حفاظت دین کے لئے ہم جب ہی مقابلہ کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس ویسے ہی بہتر ہتھیار ہوں، ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ جب انگریزوں نے غلبہ حاصل کرنا چاہا، اقتدار حاصل کرنا چاہا تو یہاں کے

مسلمان اور ہندوؤں نے مل کر ان کا مقابلہ کیا اور کافی جنگیں ہوئیں اس سلسلہ میں، لیکن ناکامی کی وجوہات میں سے بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہتھیار اعلیٰ قسم کے تھے اور ان کے ناقص قسم کے، اور وہ ہتھیار چلاتے تھے۔ ان کی فوج کو نقصان زیادہ پہنچتا تھا، ان کو بہت کم پہنچتا تھا، اس لئے یہ مغلوب ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ ان کا مکمل اقتدار ہو گیا، تو اب اگر ہم اسلام کا دفاع اور اس کی حفاظت نئے طریقوں سے نہیں کریں گے تو پھر ہم ویسے ہی مغلوب ہوتے جائیں گے جیسے ہم پہلے ہو چکے ہیں، اگر اس سے ہماری نیت خدانخواستہ فحاشی کی ہے، اور فحش تصاویر دکھانے کی ہے، فحاشی پھیلانے کی ہے تو یقیناً مواخذہ کے قابل ہوں گے، اور اگر ہماری نیت صرف یہ ہے کہ ہم دفاع کریں، حفاظت کے لئے اپنے دین کی، ملحدوں کے اور بدمذہبوں کے اعتراضات کا جواب دیں اور اپنے اسلام کی اشاعت کریں تو پھر آپ کوئی فکر مت کیجئے اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے وہ دیکھ رہا ہے آپ کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، انشاءاللہ تعالیٰ، بلکہ اس کام پر آپ کو اجر عظیم ملے گا، قوم کو اٹھانے اور جگانے پر اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے گا، میں امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر آپ شرح صدر فرمالیں گے اور جو ضرورت ہے اسی کو پیش نظر رکھیں گے، اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو کامیاب کرے اور صحیح راستہ پر کامیاب کرے، ہماری نیتیں بھی صحیح رہیں اور ہماری کوششوں کا راستہ بھی صراط مستقیم پر رہے، اور اس میں ہم لوگوں سے جو کمزوری ہوئی ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور ان کمزوریوں سے اللہ تعالیٰ بچائے، رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث مبارک پیش نظر رکھئے جس میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ "اے صحابہ اگر تم دین کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو گے تو پکڑے جاؤ گے، اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ دین کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا آدمی تو نجات پائے گا" تو اب زمانہ وہ ہے جس میں دین کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرنا دشوار ہو رہا ہے، آپ عمل کرنا چاہتے ہیں آپ کی بیوی نہیں عمل کرنے دیتی، آپ کو آپ کے بچے نہیں عمل کرنے دیتے، تو کیسے آپ زندگی گذاریں گے، کس کس سے منہ موڑیں گے، ہم آپ تو مکلف ہیں اللہ کی طرف سے دین کی حفاظت کے لئے، دین کے پھیلانے کے لئے اور اس کے لئے طریقہ اختیار کرنے کے لئے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس ضرورت کو محسوس کریں اور اس کو مقصود بالذات نہ سمجھتے ہوئے مجبوری سمجھتے ہوئے اس کو اپنائیں، "الضرورات تبیح المحظورات" ایک قاعدہ کلیہ موجود ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور سب شرکاء کو نیکی کرنے کی اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے اور قاضی صاحب کی زیر نگرانی ہماری یہ جماعت اور ہم سب لوگ خیر کے لئے کام کرتے رہیں اور امت کے لئے اچھی روشنی اور اچھے کام انجام دیں اور خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہوں۔

(دوسرے سیشن میں طارق سجاد صاحب کو جو انٹرنیٹ کے ماہرین میں سے ہیں، انہیں مزید اظہار خیال کی دعوت دی گئی، اس کے بعد ان سے سوالات بھی کئے گئے)۔

طارق سجاد صاحب:

پہلے سیشن میں میں نے کچھ بنیادی باتیں انٹرنیٹ کے سلسلہ میں بتائی تھیں اور ظاہر ہے کہ اس کی روشنی میں بہت سے سوالات ابھر رہے ہوں گے اور جب دوسرے سیشن میں جو شرعی مسئلہ کے سلسلہ میں اس پر ڈسکشن ہوا تو اس نوعیت کے سوالات بھی کچھ لوگوں نے اٹھائے تھے، میں چاہوں گا کہ آپ کی طرف سے اگر کوئی سوال ہو تو وہ آپ بیان کریں، کیونکہ دوسرا حصہ جو میری گفتگو کا رہ گیا تھا وہ یہ کہ اسلامی تحریکیں، تنظیمیں اور مختلف ادارے جو اسلام سے جڑے ہوئے ہیں وہ انٹرنیٹ پر کس طرح کام کر رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر کیا کیا سہولتیں ان کے لئے موجود ہیں، میں یہ چاہ رہا تھا کہ وہ باتیں بھی آپ کے سامنے آئیں اور پھر یہ کہ بات میں نے ایک رخی رکھی تھی، یعنی انٹرنیٹ کے صرف مثبت پہلو سامنے آئے تھے، میں چاہتا ہوں کہ آپ علماء کرام یہاں بیٹھے ہیں ان کے منفی اثرات بھی کیا ہیں، اور کس طرح سے منفی اثرات پڑ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں بھی اس کا اثر قبول کیا جا رہا ہے، آپ جیسا اجازت دیں آپ کی طرف سے اگر کوئی سوال ہو تو میں اس کا جواب دوں یا پھر میں اپنی گفتگو ختم کروں جو باقی رہ گئی تھی۔

بہرحال انٹرنیٹ پر ورلڈ وائڈ ویب کا دینی مقاصد کے لئے استعمال جو مختلف تنظیمیں ہیں اور وہ جس طریقہ سے انٹرنیٹ استعمال کر رہی ہیں وہ اس طرح ہے: اسلامی معلومات کو ویب سائٹ میں داخل کرنا، مکمل قرآن ویب سائٹس پر موجود ہے، قرآن کو الفاظ اور سورتوں سے تلاش کرنا اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کی تفاسیر اور جملہ علوم وفنون اسلامی کی انٹری اور ڈاؤن لوڈ کی سہولتیں فراہم کرنا، اسلامی ریلیکس چیٹ چینل کا قیام، دنیا کی تمام خوبصورت مساجد کا البم انٹرنیٹ پر موجود ہے، قرآن کی تلاوت اور خانہ کعبہ کی اذان وغیرہ ملٹی میڈیا سائٹ میں رکھنا، قران کو ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت فراہم کرنا اور فقہ اسلامی سائٹ، یہ وہ چیزیں ہیں جو انٹرنیٹ میں موجود ہیں، اس کے بعد مختلف دینی اور اسلامی تحریکیں اور تنظیموں کی جو کارکردگی ہو رہی ہے وہ اس طرح ہے:

اسلامی ویب سائٹ اور ہوم پیج کی مدد سے اسلام کا پیغام گھر گھر تک پہنچانا، یہ بہت بڑا کام الحمد للہ ہو رہا ہے، اور بہت ساری اسلامی سائٹس ہیں، مثلاً "اِکنا"، اسلامی سائنس آف نارتھ امریکہ "اِسنا" اور خود ہندوستان میں اسلامی ریسرچ فاؤنڈیشن IRF نائک صاحب کا، اس طرح بہت سے ویب سائٹس جو انٹرنیٹ پر ہیں، جو کہ اسلام کے پیغام کو عام کر رہے ہیں، اور پھر انٹرنیٹ پر اسلام، قرآن، سنت، فقہ، شریعت، اسلامک کوئز اور اسی طرح کے دیگر پروگرام کی الیکٹرونک اشاعت، اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ لوگ ہارڈ کاپی میں یا کتابوں کی شکل میں یا اخباروں کی شکل میں معلومات حاصل کریں، بہت سارے لوگ ہیں جو انٹرنیٹ اور کمپیوٹر سے جڑے ہوئے ہیں، اور الکٹرونک شکل میں ان معلومات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ تمام چیزیں جو ہیں وہ انٹرنیٹ پر موجود ہیں، اور پھر اسلام اور قرآن وسنت سے متعلق معلومات کو مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی

اجازت ہے، اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ابھر رہا ہو تو کئی سائٹس ہیں، "فریکوینٹلی آنسر کوئچن" کے نام سے جانے جاتے ہیں، آپ اس میں اپنا سوال داخل کیجئے اور دنیا کے جتنے بھی علماء ہیں اس سائٹ پر وہ آپ کو اس کا جواب دیں گے، مثال کے طور پر جناب یوسف القرضاوی صاحب نے "اسلام آن لائن" شروع کیا ہے، آپ کسی بھی طرح کے سوالات پوچھ سکتے ہیں، پھر اسلام سے متعلق ایک "اسلامک سرور" قائم کرنا جو اسلامی تحریکات کو اور تنظیموں کو مفت میں الیکٹرانک میل اور ویب سائٹس کی سہولتیں دے سکے، یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ کچھ ایسی بھی اسلامی تنظیمیں ہیں جو آپ کو اگر آپ اسلامی معلومات پر مبنی ویب سائٹ بنا رہے ہیں، تشکیل دے رہے ہیں تو مفت میں کچھ جگہ فراہم کرائیں گے اور آپ اپنی معلومات کو ان کے سرور میں ڈال سکتے ہیں۔ سرور سے مراد یہاں میں یہ لے رہا ہوں کہ جہاں بڑے بڑے کمپیوٹرس ہوتے ہیں جس میں انٹرنیٹ کی معلومات کا خزانہ بھرا رہتا ہے، وہ دراصل الکٹرونک کی اصطلاح میں یا کمپیوٹر کی اصطلاح میں سرور کہے جاتے ہیں، تو ان سرورس کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے، تو آپ بھی اپنے ہوم پیج یا اپنے ویب سائٹ یا اسلامی ویب سائٹ ان سرور میں ڈالنا چاہتے ہیں تو اس کی اجازت وہ تنظیمیں دیتی ہیں اور بالکل مفت میں وہ ایسا کرتی ہیں، ایسی تنظیمیں جو مفت میں اسلامی ویب پیج کے لئے جگہ دے رہی ہیں ان میں دو نام قابل ذکر ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کے نام آپ کے ذہن میں رہیں۔ ایک ہے: اسلامی سنٹر آف نارتھ امریکہ، اس کا ایڈریس ہے: www.icna.org، دوسری سائٹ ہے اسلامک پارٹی آف برٹین www.muslims.net، اور اس طرح سے بے شمار ویب سائٹس ہیں جو آپ کو فری ہوم پیج اور فری ویب سائٹس دے رہے ہیں، بس ضرورت یہ ہے کہ آپ ان سے کنٹریکٹ کریں اور اپنا مقصد بتائیں تو انشاء اللہ وہ آپ کو کچھ جگہ فراہم کریں گے۔

پھر انٹرنیٹ پر اظہار خیال اور اسلامی فکر کی نشر و اشاعت کے لئے مختلف فورم کی تشکیل دی گئی ہے، مثلاً قرآن فورم، حدیث فورم، فقہ و سنت فورم، سیاسی فورم، خواتین فورم، وغیرہ وغیرہ، کسی فورم کے بارے میں آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو، یا کسی بھی طرح کی کوئی رائے آپ دینا چاہتے ہوں یا اظہار خیال کرنا چاہتے ہوں تو آپ اس فورم کو جوائن کر سکتے ہیں، پھر اسلامی معلومات پر مبنی ہفتہ واری کوئز کروانا، یہ تمام چیزیں اسلامی اور دینی نقطۂ نظر سے انٹرنیٹ پر رائج ہیں، اور اب چند اسلامی تنظیمیں انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور ایک بڑا کام کر رہی ہیں، اس کا نام میں گنوا دیتا ہوں، اسلامک سنٹر آف نارتھ امریکہ "اکنا"۔ اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ "اِسنا"، اسلامی ایسوسی ایشن فلسطین، قرآن اینڈ سنہ سوسائٹی مشی گن، یہ www.gsa.wachi کا ایڈریس ہے، اسلامی فاؤنڈیشن ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سڈنی آسٹریلیا، اسلامی سنٹر آف پیٹرس برگ، اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن مرکز ادب و سائنس رانچی، اس طرح سے یہ تمام سائٹس ہیں جو اسلام کے سلسلہ میں معلومات اور یہ کہ اگر خود اپنا ہوم پیج اور ویب سائٹس لانچ کرنا چاہیں تو وہ تمام چیزیں آپ کو مہیا کرائیں گے۔

محترم حضرات! اب تک تو آپ نے سکہ کا ایک رخ دیکھا یعنی ایک مثبت پہلو جو انٹرنیٹ کے سلسلہ میں تھا، وہ آپ کے سامنے بیان کیا گیا ہے، لیکن کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ جو منفی اثرات پڑ رہے ہیں وہ بھی نہایت ہی تشویش ناک ہیں، اور آپ پر علماء کرام کی حیثیت سے یہ لازم ہے کہ وہ منفی اثرات کس طرح پڑ رہے ہیں اس کو سمجھیں اور دور کرنے کی تدبیر کریں، دراصل اسلام کے لئے جہاں انٹرنیٹ ایک نعمت بن سکتی ہے وہیں ایک زبردست چیلنج بھی ہے، اس کے ذریعہ اخلاقی بے راہ روی، جنسی انارکی اور اسی طرح اخلاق باختگی کی مہم جاری ہے اور اس سے پورا یورپ اور امریکہ متاثر ہے، اس میں بس ایک بات کی طرف اشارہ کروں گا، برطانیہ میں ایک عورت تھی، ان کی ایک چھوٹی سی بچی جو ۱۲ سال سے بھی کم عمر کی تھی وہ ان کے ساتھ رہتی تھی، وہ کسی کام کے سلسلہ میں صبح میں جاتی تھی، اور اس کے جانے کے بعد اس کی بچی کمپیوٹر پر کام شروع کرتی تھی، تو اس کو بہت خوشی ہوتی تھی کہ میری بیٹی اتنی چھوٹی سی ہے اور انٹرنیٹ اور کمپیوٹر سے اتنی معلومات فراہم کرتی ہے، لیکن ایک دن اس بچی نے ایک ایسے لفظ کا استعمال کیا جو عورت کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی، کیونکہ اتنی چھوٹی بچی اور اس طرح کے لفظ کا استعمال، جبکہ ایک دوسری دنیا میں جہاں جنسی انارکی ہے وہاں وہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اس بچی نے اس لفظ کا استعمال کیا اور اس کے نتیجہ میں اس خاتون کو بہت تشویش ہوئی اور ایک دن وہ بجائے آفس جانے کے واپس جب لوٹی تو اس نے یہ دیکھا کہ اس کی بیٹی جو ابھی بالکل چھوٹی تھی اور دس یا گیارہ سال کی تھی وہ ان تمام سائٹس میں جو جنسی انارکی سے بھری ہوئی سائٹس ہیں اور اخلاقی نقطۂ نظر سے جس کا آپ تصور نہیں کر سکتے ہیں ان سائٹس کو وہ دیکھ رہی تھی، یہ ایک چھوٹی سی مثال ہم نے دی۔ دوسرے خود برطانیہ میں ہی ایک پولیس آئی، جی کو ایک ای میل کے ذریعہ ایک ٹپ ملی، کسی صاحب نے ان کو ای میل کیا کہ اس طرح سے بچوں کے ساتھ جنسی بے راہ روی کا ایک پورا ریکٹ اور گروہ کام کر رہا ہے اور پھر اس آئی جی نے ای میل کے ذریعہ اس کو تلاش کیا کہ کون کون سے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ اس سے جڑے ہوئے ہیں جو اس طرح کے کاموں میں ملوث ہیں، اور میں آپ کو بتاؤں کہ اس میں تمام سو کا لڈ پڑھے لکھے لوگوں کے بچے اور بچیاں ملوث تھے اور اس طرح سے وہ ریکٹ پکڑا گیا، تو سوال یہ ہے کہ انٹرنیٹ جہاں ایک نعمت ہے وہاں اس میں تمام اخلاقی بے راہ روی کی چیزیں ہیں اور اس کا ایک سیلاب اور سمندر بہتا چلا آ رہا ہے، اور خود وہ ہندوستان میں بھی داخل ہو گیا ہے، ایک سب سے بڑا سوالیہ نشان یہاں یہ بنتا ہے کہ ہم اس کو کس طرح روکیں، ہم اپنے سماج میں، اپنے معاشرہ میں، اپنے خاندان میں اور اپنی سوسائٹی میں ہم اس کو کیسے روکیں، اس سلسلہ میں کئی سوالات بھی آئے تھے، اس میں سے ایک کا حوالہ دیتا ہوں، ایک صاحب ہیں، انہوں نے پوچھا کہ اس طرح کی جو سائٹس ہیں اور ہمارے یہاں آتی ہیں ہم اس کو کیسے روک سکتے ہیں۔ تو اس کا ایک آسان طریقہ بھی ہے کہ ہم اسے روکیں اور بہت مشکل بھی ہے، مشکل تو اس لئے کہ جو سو کا لڈ یورپین کنٹریز ہیں اور اپنے کو ترقی یافتہ کہتے ہیں، وہ ترقی اور کامیابی کی راہ یہ بتاتے ہیں کہ آپ جتنی آزادی دیں اتنی ہی آپ کی کامیابی ہے، اور انفارمیشن اور معلومات پر کسی کی پابندی

نہیں ہونی چاہئے، لہذا انٹرنیٹ پر جو بھی معلومات ہیں اس پر کسی لحاظ سے پابندی نہیں ہونا چاہئے، اس کو کسی لحاظ سے روکنا نہیں چاہئے، اس کا فلسفہ ہے، لیکن پھر بھی میں آپ کو ایک خوش آئند بات بتاؤں کہ خود ہندوستان میں جو بڑے بڑے انٹرنیٹ سروس پرووائڈر ہیں جو انٹرنیشنل بڑی بڑی کمپنیاں ہیں، انہوں نے ان سائٹس کو جو سراسر بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں ان کو روکا ہے، اور اپنے سرور میں اس سائٹس کو بلاک کر دیا ہے، پھر یہ کہ خود آپ نے اگر انٹرنیٹ کنکشن لیا ہے تو آپ اپنے کمپیوٹر میں جس سافٹ ویر اور انٹرنیٹ سے جڑے ہیں جیسا کہ آپ نے صبح میں دیکھا اس میں ایک چھوٹا سا اوپشن ہے کہ اس آپشن میں جا کر اس سائٹس کو بلاک کر دیں تو پھر آپ کے بچے یا آپ کے گھر کا کوئی فرد اس سائٹس تک نہیں پہنچ پائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تصاویر کے سلسلہ میں بھی بہت اچھی خاصی بحث ہوئی، میں آپ کو بتاؤں کہ انٹرنیٹ میں یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ آپ اگر انٹرنیٹ پر کچھ تلاش رہے ہیں اور معلومات حاصل کر رہے ہیں، آپ چاہیں تو تصاویر کے آپشن کو، اس کی علامت کو ختم کر دیجئے، تو آپ کے سامنے جو معلومات آئیں گی وہ صرف متن کی شکل میں آئیں گی، بالکل نہیں دیکھ سکیں گے، اور ان تصاویر کی جگہ میں ایک خالی بلاک بن جائے گا، آپ کی اسکرین پر آئے گا، تو آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ اس کو ہٹا سکتے ہیں، لیکن ایک چیز آپ کے ذہن میں رہنی چاہئے کہ آنے والے پانچ سے دس سال میں انٹرنیٹ کے اثرات بہت ہی زبردست ہونے والے ہیں، پورا تعلیمی ڈھانچہ انٹرنیٹ کے ذریعہ قائم کیا جا رہا ہے اور اس طرح جتنے بھی تعلیمی نظام ہیں وہ انٹرنیٹ سے جڑیں گے، تو اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے جو مثبت پہلو ہیں ان کی ہمیں ضرور اجازت دینی چاہئے، اور جہاں پر اخلاقی بے راہ روی کی گنجائش ہوتی ہے اس کو بالکل روک دینا چاہئے، اور یہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے، اس میں تصویر، آواز، متن، تمام چیزوں کی شمولیت اس انٹرنیٹ پر ہو گئی ہے، اور اس نے جو انقلاب برپا کیا ہے وہ تمام چیزوں کو عددوں میں تبدیل کر دیا ہے، اس لئے کہ صفر اور ایک یہ دو ہی لفظ جو کمپیوٹر سمجھتا ہے اسی صفر اور ایک کا ہی دراصل کھیل ہے اور کمال ہے کہ اس نے تمام دنیا کی معلومات کو بالکل انگلیوں کے اشارے پر لا دیا ہے، تو یہ جو تمام چیزیں ہیں یعنی فون، فیکس اور ٹی وی کی جو تصویر اور آواز یہ تمام چیزیں یکجا ہو کر انٹرنیٹ میں آ چکی ہیں، اور وہ دن زیادہ دور نہیں کہ انٹرنیٹ ہر گھر میں موجود ہو، جیسے آج سے پندرہ بیس سال قبل آپ ٹی وی کا تصور نہیں کرتے ہوں گے، صرف ریڈیو سے آپ خبریں سنتے رہے ہوں گے، لیکن اب ہر گھر میں آپ دیکھیں گے کہ ٹی وی موجود ہے، اس طرح چار پانچ سال بعد ہر گھر میں انٹرنیٹ ہو جائے گا۔

لیکن سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ انٹرنیٹ کے جو منفی اثرات ہیں اس کو آپ اپنے یہاں آنے سے کیسے روک سکتے ہیں، میں بس آخر میں ایک اقتباس جو ایک پرچے میں شائع کرایا تھا میں صرف غور و فکر اور ایک لمحہ فکریہ کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں: "اب آگے ذرا اس امر پر بھی غور کریں کہ انفارمیشن ٹکنالوجی، کمپیوٹر اور مواصلاتی نظام و انٹرنیٹ سے لائی ہوئی مادی

خوشحالی ہی سب کچھ ہے اور اسے ایسے ہی من وعن آنکھیں بند کرکے تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ مغرب حسین لبادے میں اسے پیش کررہا ہے، ایک مومن اور مسلم ہونے کے ناطے اس کا تجزیہ اور جانچ پرکھ بھی کیا جائے، اسلام کے نزدیک تمام علوم وفنون کا سرچشمہ سوائے ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں ہے، اور اسی نے اولاً آدم علیہ السلام کو علم سکھایا، لہٰذا ایک مرد کو یہ چاہئے کہ وہ کسی بھی علم اور حرفت اور ٹکنالوجی کے حصول، تحقیقی پیش رفت اور استعمال سے پہلے اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کرے کہ اس کے مضمرات کیا ہوسکتے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ انٹرنیٹ کا نظام الکٹرونک، کمپیوٹر کا بے محابا استعمال اور اس سے ہر نکلنے والے نتیجہ کو تسلیم کرلئے جانے کی ہوس انسان کی خود حرکیات ومنطق کا غلام بنا کے نذر کردے، کہیں ایسا تو نہیں کہ انٹرنیٹ سے معلومات کا خزانہ حاصل کرنے کے شوق میں آپ اخلاقیات کی جڑ کو کھا جانے والے جراثیم کو نہ اکٹھا کررہے ہوں اور اس سیلاب علم ومعلومات میں بے شمار لغو، فحاشی اور غلاظت سے بھرپور مواد بھی آپ کے گھر میں بہتے چلے آرہے ہوں، آج یہ امر حقیقی بن چکا ہے کہ انٹرنیٹ اور ای میل کے ذریعہ گھر کے اندر ہر وہ معلومات اور چیز مہیا کرسکتے ہیں، جس کا تصور ایک صالح معاشرہ یا صالح مومن بھی نہیں کرسکتا، جان بوجھ کر اخلاقیات کو بگاڑنے والی ایسی ایسی فحش تصاویر آج انٹرنیٹ پر دستیاب ہوچکی ہیں، کہ جن سے خود مغربی معاشرہ سراسیمہ ہے، لیکن اس کے تدارک کی کوئی تدبیر نہیں ہو پارہی ہے، یہ بڑا لمحہ فکریہ ہے کہ مستقبل قریب میں کہیں انٹرنیٹ ایک ایسا عالمی شیطانی جال تو نہیں بن جائے گا کہ معصوم گھروں کو بالکل تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کردے، مزید یہ کہ معلوماتی انقلاب اور معلوماتی لہر نے آج معلوماتی جنگ کی صورت اختیار کرلی ہے۔

انٹرنیٹ کا وجود ہی دراصل اس خطرے کے پیش نظر عمل میں آیا تھا کہ اگر دشمن قوت جوہری اسلحہ کا استعمال امریکہ پر کرتے ہیں تو اس کے پاس ایک ایسا مواصلاتی نظام ہو جو اس خطرناک موقع پر بھی اپنا کام کرتا رہے، انٹرنیٹ اصلاً سات کی دہائی میں امریکہ کا ایک ڈیفنس پروجیکٹ تھا جو روسی حملے کے خطرے کے جواب میں تیار کیا گیا تھا، بعد میں جب سرد جنگ (Cold War) کا خاتمہ ہوا اور روس کی طاقت ایک سپر پاور کی حیثیت سے ختم ہوگئی تو امریکہ نے اس انٹرنیٹ کو تعلیم اور معیشت کے میدان میں اپنی مادی منفعت کے لئے فروغ دینا شروع کیا، آج کا مواصلاتی نظام اور انفارمیشن ٹکنالوجی جس طرح کمپیوٹر نیٹ ورک سے جڑا ہوا ہے، اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ بقول ایک مسلم دانشور بغیر ہتھیار اٹھائے کوئی بھی ملک اپنے دشمن ملک کو انٹرنیٹ، کمپیوٹر وائرس اور دوسرے برقیاتی نظاموں کے ذریعہ اس کے مربوط اطلاعی ذخیروں اور نظاموں کو تہہ وبالا کرسکتا ہے، مگر یہ معلوماتی جنگ (Info-war) اور برقیاتی جارحیت امریکہ یا اس جیسے کسی ترقی یافتہ ملک ہی کے خلاف ممکن ہے، جس کے سارے مواصلاتی اور عسکری نظام جدید ترین انفارمیشن ٹکنالوجی کی مرہون منت ہے، اس ممکنہ جارحیت کے خلاف ان کا موثر ترین دفاع ان کے دانشوروں کے نزدیک یہی ہے کہ دشمن قوت بھی اس طرح کے اعلیٰ ترین ترقی یافتہ مواصلاتی وبرقیاتی نظاموں سے لیس ہوجائے، تا کہ جنگ اور جارحیت کی صورت میں اسے بھی اس طرح کی جوابی جارحیت کا

امکانی خطرہ ہو، یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ امریکہ جس طرح سے بالعموم پوری دنیا کو اور بالخصوص مسلم ممالک کو انفارمیشن ٹکنالوجی اور انفارمیشن سے لیس کر رہا ہے اور پوری دنیا اسے آنکھ بند کرکے تسلیم کرتی چلی جارہی ہے وہ اس خطرناک علامت کی نشاندہی کرتا ہے، لہٰذا ایک اسلامی اور آزاد ریاست کے پالیسی ساز علماء کرام کو بڑی سنجیدگی سے غور و فکر کرنا چاہئے، ایک مومن کو اپنی مومنانہ بصیرت سے یہ دیکھنا ہوگا کہ مغرب میں اور اب ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں بھی کس طرح ثقافت و تہذیب کی بربادی اور خاندانی و سماجی اتھل پتھل اور انسانی اقدار کی پامالی انتہائی تیز رفتاری سے ہو رہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اسی انفارمیشن ٹکنالوجی، مواصلاتی نظام اور انٹرنیٹ کے بل پر ہو رہی ہے، اہل نظر کو یہ دیکھنا ہوگا کہ سائنس اور تکنیکیات کی بالا دستی اور ہمہ جہتی اقتدار کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آیا ہے اس کی بنیاد میں فوق الفطرت ہستی کی حاکمیت کے تصور کے لئے کوئی جگہ، روحانیت کے لئے کوئی گنجائش اور اعلی اخلاقی و سماجی اقدار اور یقین کے لئے کوئی راستہ باقی رہ گیا ہے، خود مشین اور مشینی غلام بن کر رہ گیا ہے، مسلم سائنسدانوں، دانشوروں اور علماء کے لئے سب سے بڑا چیلنج آج یہ بن چکا ہے کہ وہ ان مصنوعی ذہانت اور اطلاعی مشینوں کو اس طرح قابو میں رکھیں کہ وہ ان پر حاوی اور حکمراں ہونے کے بجائے حاکم الہ کے تصور کو نافذ کرنے اور صالح معاشرہ کو تشکیل دینے میں ایک مثبت رول ادا کرسکیں۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

حکیم ظل الرحمن صاحب:

انٹرنیٹ کے سلسلہ میں ایسا کوئی سنٹرل کنٹرول کیوں نہیں، کہیں نہ کہیں ایک سنٹر سے تو جاتا ہے یا کوئی ایک سنٹر پر جاکے سیٹ ہوتا ہے اور پھر وہاں سے ریلیز ہوتا ہے تو وہاں پر کنٹرول کیوں نہیں ہو پاتا۔

طارق سجاد صاحب:

جی یہ بہت اچھا سوال ہے اور بہت نیچرل سوال ہے، دیکھئے! انٹرنیٹ کے ذریعہ معلومات جو آتی ہیں میں نے صبح کی گفتگو میں یہ بات رکھی تھی کہ دراصل انٹرنیٹ کی کوئی ملکیت نہیں ہے، کوئی ایک کنٹری اس کا مالک نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی سرورس ہیں بڑے بڑے یعنی جس میں معلومات کا خزانہ بھرا ہے وہ تمام امریکہ کے پاس ہیں، اور یہ جو میں نے ابھی کہا دراصل اس میں کیا ہے کہ ایک پالیسی ان لوگوں نے بنائی ہے، انٹرنیٹ کو کنٹرول کرنے والے بین الاقوامی گروپ نے، انہوں نے یہ پالیسی بنائی ہے کہ ہم معلومات کو روکیں گے نہیں، کوئی بھی کنٹری کسی بھی طرح کی معلومات کو نہیں روکے، کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ کی معلومات کو ایک دوسری جگہ منتقل کرنے کے۔ جو انہوں نے اصول بنائے ہیں اس کی پھر خلاف ورزی ہوگی،

کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک کنٹری کسی بھی دوسری کنٹری کی معلومات کو یا سیٹلائٹ کے چینل کو روک رہا ہے تو کل کو وہ بھی اپنے یہاں معلومات کو آنے سے روک دے گا، پھر تیسرا جو ملک ہے وہ بھی ان کی معلومات کو روک دے گا، اس طرح جو بنیادی بات بنتی ہے وہ یہ ہے کہ معلومات کی آمدورفت ہر ملک سے بغیر روکے ہوئے ہو، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ اس کو روکیں، آپ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ مثال کے طور پر ہندوستان میں انٹرنیٹ کنکشن دینے والی ایجنسی ہے، مثلاً BSNL اور دوسری کمپنی ہے NEKLAT جو ایکشن وغیرہ کی انفارمیشن دیتے ہیں، تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ اس طرح کی جو سائٹس ہیں ان کو اپنے یہاں پر روک لگا دیں، بس اس سے زیادہ وہ نہیں کر سکتے۔

حکیم ظل الرحمٰن صاحب:

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ میں جب کہ سینٹرز تیار ہیں ان کی اپنی کچھ حدود ہیں اور خود امریکہ ان جنسی انارکی سے پریشان ہے اور اس کے معاشرے میں بہت سی دشواریاں اور خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ خود اس بات کے خواہاں ہوں گے کہ اس کا کوئی نہ کوئی سنٹرل کنٹرول ہونا چاہئے، لیکن اس کے باوجود سینٹرل کنٹرول نہیں ہے، جیسا کہ آپ کہتے ہیں، انفارمیشن دنیا کی بہت اچھی چیز ہے لیکن ہر چیز کی ایک حد ہونی چاہئے، آپ گالیاں دینے لگیں، انفارمیشن تو وہ بھی ہیں لیکن لوگوں میں کیا اس کی اجازت ہے؟۔

طارق سجاد صاحب:

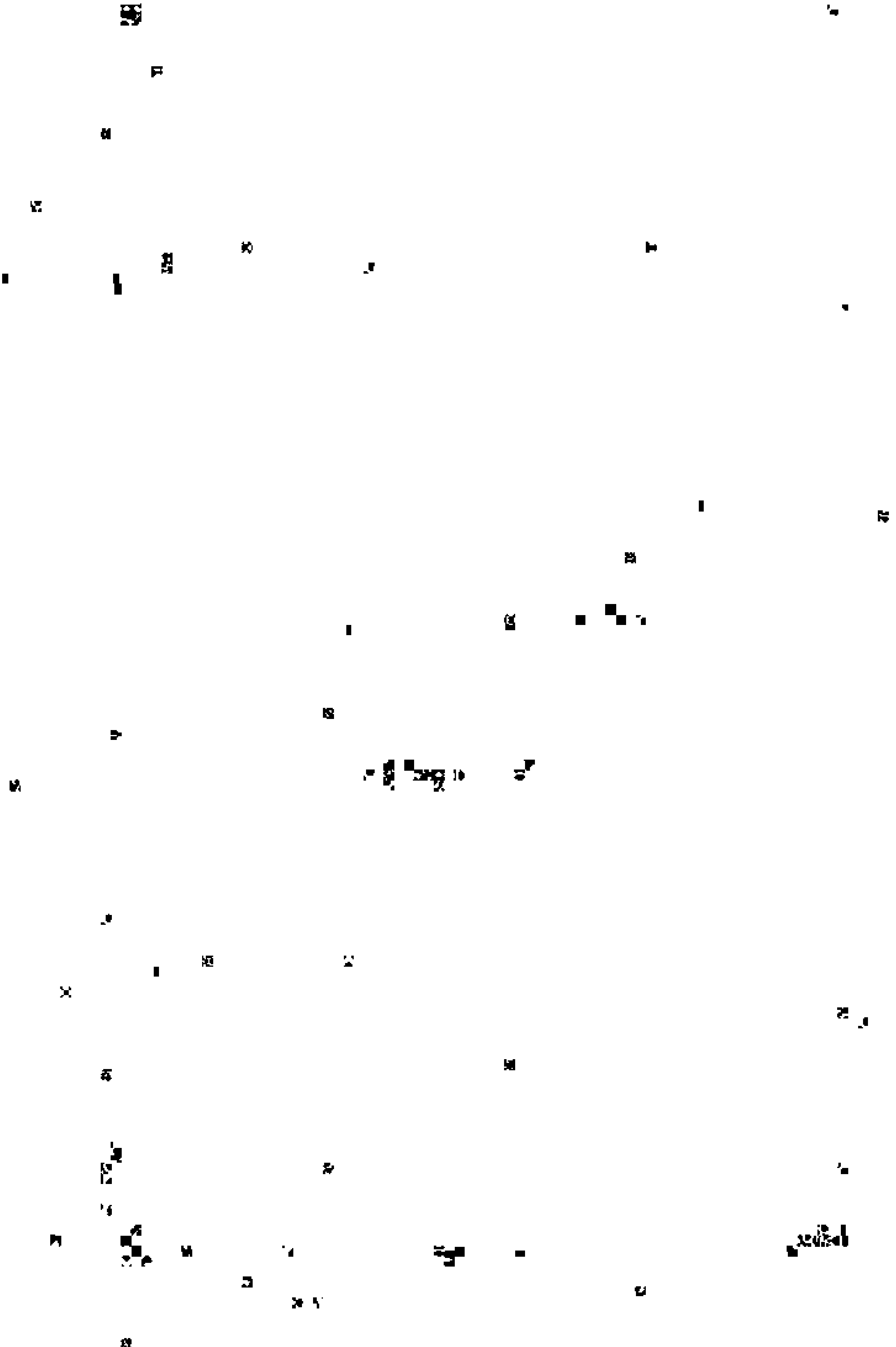
دیکھئے سنٹر کنٹرول اب تک نہیں بنا ہے، امریکہ اس وقت پریشان تو ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے، پورے مغربی ممالک جو ابھی میں نے بیان کیا اس سے پریشان ضرور ہیں، اور اس کے تدارک کی شکل بھی بہت آسان طریقہ سے کر سکتے ہیں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اس پر انہوں نے اب تک کوئی ایکشن نہیں لیا ہے، اور وہاں اگر USA گورنمنٹ اس طرح کی کوئی پالیسی بناتی ہے تو وہیں سے فوراً جو سو کالڈ اور اپنے کو دانشور کہنے والے لوگ ہیں، وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ انٹرنیٹ کے بنیادی اصول کے خلاف بات ہو رہی ہے، کسی بھی چیز کو فری سوسائٹی اور فری معاشرے میں ہر طرح کی انفارمیشن کو آنا اور جانا چاہئے اور فوراً وہاں پر وہ احتجاج شروع کر دیتے ہیں، اس لئے کہ درمیان میں اس طرح کی کچھ تحریکیں وہاں اٹھیں اور یہ آوازیں بھی اٹھیں کہ اس طرح کی سائٹس کو بالکل بند کر دیا جائے، گورنمنٹ سطح پر کنٹرول ہونا چاہئے، لیکن فوراً جو احتجاج ہوا اور مخالفت ہوئی تو یہ پیش رفت آگے نہیں بڑھ سکی۔

حصہ دوم:

انٹرنیٹ اور جدید نظام مواصلات

کے

ذریعہ عقود و معاملات



سوالنامہ:

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

وہ تمام عقود ومعاملات جن میں طرفین کی جانب سے مالی یا غیر مالی عوض ادا کیا جاتا ہے، ان کے درست ہونے کے لئے عاقدین کی رضامندی ضروری ہے، اس رضامندی کا اظہار ایجاب وقبول کے ذریعہ ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے ایسے معاملات کے لئے ایجاب وقبول کو رکن کا درجہ دیا ہے۔

ایجاب کسی فریق کا اپنی طرف سے معاملہ کی پیشکش کرنا ہے اور قبول دوسرے فریق کی طرف سے اس پیشکش کو قبول کرنا ہے، ایجاب وقبول کے درمیان اتصال ضروری ہے۔قبول ایجاب سے متصل ہو، اس کے لئے بعض فقہاء نے شرط لگائی ہے کہ ایک فریق کی طرف سے ایجاب پائے جانے کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے بلا تاخیر اور علی الفور قبول پایا جانا چاہئے، حنفیہ کا نقطۂ نظر ہے کہ اس میں حرج اور مشقت ہے، اس لئے قبول کے ایجاب سے متصل ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک حقیقتاً اتصال، اور اس کی صورت یہی ہے کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول کا اظہار کیا جائے۔دوسرے حکماً اتصال، اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس مجلس میں ایجاب کیا گیا ہو اس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے دوسرا فریق اپنی طرف سے قبول کرنے کا اظہار کردے، ایسی صورت میں مجلس کے ایک ہونے کی وجہ سے سمجھا جائے گا کہ ایجاب اور قبول کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں پایا گیا۔

اسی لئے فقہاء نے نکاح اور بیع وغیرہ کے لئے ایک شرط "مکان عقد" سے متعلق رکھی ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونا چاہئے، اسی ذیل میں یہ بحث بھی آتی ہے کہ اگر دو شخص کشتی میں جارہے ہوں اور ایجاب وقبول کریں یا دو الگ الگ سواریوں پر یا پیدل جارہے ہوں اور ایجاب وقبول کریں تو عقد درست ہوگا یا نہیں؟

اسی طرح فقہاء شافعیہ کے یہاں خیار مجلس کے ذیل میں یہ بحث بھی آتی ہے کہ اگر کوئی شخص صحراء یا کھلے وسیع میدان میں دور سے پکار کر ایجاب وقبول کرے تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ اور اگر عاقدین کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے یا نہر کھود دی جائے تو اختلاف مجلس کا تحقق ہوگا یا نہیں؟

غرض عقود ومعاملات کے منعقد ہونے میں اتحاد مجلس کو خاص اہمیت حاصل ہے، اور جیسا کہ مذکور ہوا اصل مقصود تو وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ایجاب وقبول میں اتصال ہے، لیکن چونکہ ہمارے ان فقہاء کے زمانہ میں اتحاد مکان کے بغیر ایجاب وقبول کے درمیان مقارنت ممکن نہیں تھی اس لئے اتحاد مکان کی شرط بھی لگائی گئی۔

اب صورت حال یہ ہے کہ مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع نے ایسی ترقی کی ہے کہ ماضی میں اس کا تصور بھی شاید ممکن نہ ہو، پوری دنیا گویا ایک گھر میں سمٹ آئی ہے اور منٹوں میں آپ کی بات دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ سکتی ہے، ٹیلیفون، انٹرنیٹ وغیرہ ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ ہزاروں میل کے فاصلہ سے معاملات طے پاتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ ان ذرائع کی وجہ سے روابط میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اس لئے اب تجارت کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے۔ انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ یہ بات ممکن ہے کہ ایجاب کے بعد فوراً دوسرا فریق قبول کا اظہار کردے، اور اسی طرح تمام عقود و معاملات کے کاغذات انٹرنیٹ پر اسکریننگ کے ذریعہ بھیجے جاسکتے ہیں اور فوراً ہی جواب بھی منگایا جاسکتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ انٹرنیٹ مکانی فاصلہ کو ختم نہیں کرتا، اور یہ بات قابل غور ہے کہ ایجاب وقبول میں اتحاد مکان مقصود ہے یا اقتران و اتصال مقصود ہے، اسی پس منظر میں چند سوالات ہیں جن پر علماء کو غور کرنے کی ضرورت ہے:

۱- مجلس اور مجلس کے اتحاد و اختلاف سے کیا مراد ہے؟

۲- کیا انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا؟

۳- اگر انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول کو دو گواہ دیکھ رہے ہوں تو کیا یہ ایجاب وقبول اور شہادت نکاح منعقد ہونے کے لئے کافی ہوگی اور نکاح منعقد ہو جائے گا؟

۴- انٹرنیٹ پر خرید و فروخت کے سلسلہ میں ایجابی پہلوؤں کے ساتھ کچھ دوسرے پہلوؤں کو بھی سامنے رکھا جانا چاہئے مثلاً دو افراد کے درمیان ہوئے معاملہ کی تفصیل ایک تیسرا شخص حاصل کرسکتا ہے اور اس سے وہ تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، تو کیا اس تیسرے شخص کے لئے ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید و فروخت، لین دین اور تجارت ممکن ہے یا نہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ واضح رہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ میں دو معاملہ کرنے والے ایک دوسرے سے نہ یہ کہ صرف بات کرسکتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ اور انٹرنیٹ پر ہونے والے تمام معاملات کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے جسے بآسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۶- فون پر خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

۷- کیا ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول ہوسکتا ہے، اگر ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کے وقت عاقدین یا ان میں سے ایک کے پاس دو گواہ بیٹھے ہوں جو ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو کیا عاقدین اور شاہدین متحد المجلس تصور کئے جائیں گے؟ اگر ٹیلیفون پر ایجاب وقبول درست نہ ہو تو کیا فون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور اس نکاح کی صورت کیا ہوگی؟

فیصلے:

جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عقود و معاملات

۱- "مجلس" سے مراد وہ حالت ہے جس میں عاقدین کسی معاملہ کو طے کرنے میں مشغول ہوں۔ "اتحاد مجلس" کا مقصد ایک ہی وقت میں ایجاب کا قبول سے مربوط ہوتا ہے۔ اور "اختلاف مجلس" سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں ایجاب وقبول میں ارتباط کا تحقق نہ ہو سکے۔

۲- الف- فون اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بیع میں ایجاب وقبول معتبر ہوگا، انٹرنیٹ پر بھی اگر بیک وقت عاقدین موجود ہوں اور ایجاب کے بعد فوراً دوسرے کی طرف سے قبول ظاہر ہو جائے تو بیع منعقد ہو جائے گی، اور ان صورتوں میں عاقدین کو متحد المجلس تصور کیا جائے گا۔

ب- اگر انٹرنیٹ پر ایک شخص نے بیع کی پیشکش کی، اور دوسرا شخص اس وقت انٹرنیٹ پر موجود نہیں تھا، بعد کو اس نے اس پیشکش کرنے والے کا پیغام حاصل کیا، یہ صورت تحریر و کتابت کے ذریعہ بیع کی ہوگی، اور جس وقت وہ دوسرا شخص اس پیشکش کو پڑھے اسی وقت اس کی جانب سے قبولیت کا اظہار ضروری ہوگا۔

۳- اگر خریدار اور بائع نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنا چاہا اور اس کے لئے سکریٹ کوڈ (Secret Code) استعمال کیا تو کسی شخص کے لئے اس معاملہ سے باخبر ہونے کی کوشش جائز نہیں ہوگی، البتہ کسی اور شخص کا حق شفعہ یا کوئی اور شرعی حق اس عقد یا مبیع سے متعلق ہو تو اس کے لئے اس مخفی معاملہ کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا درست ہے۔

۴- نکاح کا معاملہ بہ مقابلہ عقد بیع کے زیادہ نازک ہے، اس میں عبادت کا بھی پہلو ہے، اور گواہان کی شرط بھی ہے، اس لئے انٹرنیٹ، ویڈیو کانفرنسنگ اور فون پر راست نکاح کا ایجاب وقبول معتبر نہیں، البتہ اگر ان ذرائع ابلاغ پر نکاح کا وکیل بنایا جائے اور وہ گواہان کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کر لے تو نکاح درست ہو جائے گا، اس صورت میں یہ بات ضروری ہوگی کہ گواہان وکیل بنانے والے غائب شخص سے واقف ہوں یا ایجاب وقبول کے وقت اس کا نام مع ولدیت ذکر کیا جائے۔

عرض مسئلہ:

جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

خادم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات سے متعلق جو سوال نامہ اکیڈمی کی جانب سے آپ حضرات کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا وہ بنیادی طور پر تین امور سے متعلق ہے، اول: یہ اصولی اور اصطلاحی بحث ہے کہ مجلس اور مجلس کے اتحاد واختلاف سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا اصل منشاء ومقصود کیا ہے؟ اس لئے کہ فقہاء کے یہاں عقود ومعاملات کے سلسلہ میں مجلس کا ذکر بہت اہمیت کے ساتھ ملتا ہے، اور مجلس کے اتحاد واختلاف سے ایجاب وقبول باہم مربوط ہوتا ہے، اس سلسلہ میں یہ اصولی مسئلہ دریافت کیا گیا ہے، دوسرا مسئلہ: تجارت میں ان جدید ذرائع کے استعمال کا ہے، تیسرا مسئلہ: نکاح کے انعقاد میں جدید ذرائع مواصلات سے استفادہ کا ہے، اور اس سلسلہ میں انٹرنیٹ، ٹیلیفون اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ عقد نکاح سے متعلق سوالات کئے گئے ہیں۔ گو سوالات الگ الگ ہیں، لیکن مناسب محسوس ہوتا ہے کہ اسی ترتیب سے ان مسائل کے متعلق مقالہ نگاروں کی آراء اور دلائل پیش کئے جائیں اور ان کا جائزہ لیا جائے۔

مجلس اور اس کا اتحاد واختلاف:

مجلس کے اتحاد واختلاف سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ خود مجلس کی تعریف اور اس کی اصطلاحی تحدید سے متعلق ہے، مجلس کی تعریف کے سلسلہ میں بنیادی طور پر دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں، ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ مجلس سے مراد "اتحاد مکان" ہے، یہ رائے مفتی ذاکر حسن نعمانی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا بہاء الدین (کیرالہ) مولانا مصطفی قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا عبدالرحیم (کشمیری) مولانا نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری کی ہے، اور مولانا ابوالعاص وحیدی کی تحریر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ ان حضرات کی رائے پر اتحاد مجلس سے یہ مراد ہے کہ ایجاب وقبول کا مقام ایک ہو، اور ایجاب کے

بعد دوسرے فریق کی طرف سے کوئی ایسا عمل پیش نہ آئے جو اعراض کو بتاتا ہو، ان حضرات کا استدلال فقہاء کی ان عبارتوں سے ہے جن میں مجلس کے لئے "مکان" یا خود "مجلس" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی توضیح میں مولانا اسرار الحق سبیلی نے فقہاء کی عبارتوں سے واضح کیا ہے کہ اختلاف مجلس کا مدار عرف پر ہوگا، جسے لوگ عرفاً اختلاف مجلس شمار کریں وہ اختلاف مجلس ہے۔ مولانا نیاز احمد طیب پوری نے حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس سے خیار مجلس کو ثابت کیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اختلاف مجلس کے لئے تفرق کا لفظ آیا ہے، اور تفرق سے مراد اکثر فقہاء کے نزدیک "تفرق ابدان" ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مجلس اس حالت کا نام ہے جس میں ایجاب وقبول کیا جائے، خواہ عاقدین ایک ہی مقام پر ہوں یا الگ الگ مقام پر، پس ان حضرات کے نزدیک اتحاد مجلس سے مراد ایک ہی زمانہ میں ایجاب وقبول کا ایک دوسرے سے مربوط ہونا ہے، اور اختلاف مجلس ایجاب وقبول کا ایک ہی زمانہ میں مربوط نہ ہونا ہے، گویا مجلس کے اتحاد واختلاف کی بنیاد ارتباط اور اقتران پر ہے، نہ کہ وحدت مکان پر۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین ہیں: مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا محمد اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مفتی شوکت قاسمی، اور راقم الحروف، ان کے علاوہ تخصص فی الفقہ کے کچھ طلبہ، مولوی محمد نافع عارفی، مولوی مجتبیٰ حسن قاسمی اور مولوی محمد عمر عابدین قاسمی کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔ مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب کی رائے ہے کہ مجلس کا مدار نہ اتحاد مکان پر ہے اور نہ اتحاد زمان پر، بلکہ دوسرے فریق کے علم اور اس کی مجلس علم پر اس کا مدار ہے، لیکن مولانا موصوف کی آئندہ توضیح سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ وہ اسی دوسرے نقطۂ نظر کے حاملین میں سے ہیں۔

مولانا عتیق احمد صاحب نے اس سلسلہ میں فقہاء کے اصول "الکتاب کالخطاب" سے استدلال کیا ہے۔ مولانا خورشید احمد اعظمی نے ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء، اور مولانا محمد اعظمی نے ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے جس میں مجلس عقد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: مجلس العقد هو الحال التي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، مولانا محمد شوکت قاسمی نے بحر کی اس عبارت کو اپنا مستدل بنایا ہے: بان يتحد مجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين، مولوی مجتبیٰ حسن، مولوی محمد نافع عارفی اور مولوی محمد عمر عابدین نے فتح القدیر، بحر، اور شامی وغیرہ کی اس عبارت اور اس کے سیاق سے استدلال کیا ہے: "شرط الارتباط اتحاد الزمان"۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ مجلس کی تعریف اور مجلس کے اتحاد واختلاف کے سلسلہ میں یہ دوسرا نقطۂ نظر زیادہ درست اور شریعت کے اصول وقواعد سے ہم آہنگ ہے، اور اس کے حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) نصوص میں عقد کے لئے بنیادی شرط تراضی طرفین کی ذکر کی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (سورۂ نساء: ۲۹)۔ رضا چونکہ قلب کا فعل ہے جس

پر مطلع نہیں ہوا جاسکتا اس لئے فقہاء نے نص کی اس تعبیر سے تین باتیں اخذ کی ہیں، اول: یہ کہ ایک فریق کی طرف سے ایجاب ہو، دوم: دوسرے فریق کی طرف سے قبول کا اظہار ہو، سوم: تفاعل کا صیغہ خود اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ یہ ایجاب وقبول باہم مربوط ہو، گذشتہ ادوار میں ایجاب وقبول کا یہ ارتباط اسی وقت قائم ہوسکتا تھا جب اتحاد مکان کی کیفیت پائی جاتی، اس لئے فقہاء نے اپنے زمانہ اور عہد کے وسائل کے پس منظر میں ایجاب وقبول کی مجلس کو" اتحاد مکان" سے تعبیر فرمایا۔ ورنہ قرآن وحدیث میں اس کا صراحۃً ذکر نہیں، اور جو احکام کسی خاص زمانہ کے وسائل پر مبنی ہوں ظاہر ہے کہ وسائل کی تبدیلی کے ساتھ انہیں وسائل پر انحصار درست نہیں ہوگا، بلکہ یہ بات ضروری ہوگی کہ شریعت کے مقصد ومنشا کو اپنے عہد کے وسائل کے مطابق پورا کیا جائے۔ موجودہ دور میں چونکہ ایسے وسائل پیدا ہوگئے ہیں کہ اختلاف مکان کے باوجود ایجاب وقبول میں ارتباط اور اقتران پیدا ہوجائے، اس لئے اتحاد مکان کی شرط ضروری نہ ہونی چاہئے۔

(۲) فقہاء کے یہاں بھی ایسی صراحتیں موجود ہیں کہ اصل مقصود ایجاب وقبول میں اتحاد زمان ہے، چنانچہ علامہ شامی ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لأن شرط الارتباط هو اتحاد الزمان" (رد المحتار ۴؍۲۹)۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ نے عقد بالرسالہ اور عقد بالکتابہ وغیرہ کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد بأن يتحد مجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعاً تيسيراً على العاقدين" (البحر الرائق ۳؍۸۳)۔

(۳) فقہاء کے یہاں ایسی جزئیات بھی ملتی ہیں کہ کسی قدر اختلاف مکان کے باوجود ایجاب وقبول کی مجلس کو متحد مانا گیا ہے، چنانچہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو شخص پیدل یا سواری پر چلتے ہوئے عقد کریں، ایک ایجاب کرے اور دوسرا شخص قدم دو قدم چلنے کے بعد قبول کرے تو بیع منعقد ہوجاتی ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ نے اس مسئلہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"لا شك أنهما إذا كانا يمشيان شيئاً لا يقع الإيجاب إلا في مكان آخر بلا شبهة" (فتح القدیر ۵؍۲۶۱)۔

اس طرح فقہاء کے یہاں یہ بحث آتی ہے کہ ایک شخص کمرہ میں ہو، دوسرا شخص چھت پر، اور کمرہ میں موجود شخص چھت والے شخص سے ایجاب کرے اور دوسرا قبول کرے، تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ اسے دیکھ رہا ہو اور بُعد مکان کی وجہ سے کلام میں التباس نہ پیدا ہو تو بیع درست ہوجائے گی۔

"صح إذا كان كل منهما يرى صاحبه ولا يلتبس الكلام للبعد" (البحر الرائق ۵؍۲۵۶)۔

کتب فقہ میں ایک مسئلہ یہ بھی آیا ہے کہ اگر بائع اور خریدار کے درمیان معمولی نہر کا فاصلہ ہو تو ایجاب وقبول درست ہوجائے گا (ایضاً)۔

علامہ ابن نجیم مصری نے اس طرح کی متعدد جزئیات نقل کرنے کے بعد اس پر اس طرح تبصرہ فرمایا ہے:

"وقد تقرر رأيي (بح) في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا" (البحر الرائق ۲۵۶/۵)۔

ان جزئیات میں گو عاقدین کے درمیان مکانی فاصلہ کم ہے، کیونکہ اس دور میں بظاہر اس سے زیادہ مکانی فاصلہ کے ساتھ ایجاب وقبول میں اتصال وارتباط ممکن نہ تھا، لیکن بہر حال اس سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ اتحاد مکان منصوص مسئلہ نہیں ہے اور نہ یہ شریعت کا اصل مقصود ہے، بلکہ تراضی طرفین کے تحقق کے لئے حضرات فقہاء نے اپنے عہد کے وسائل کی روشنی میں اجتہاد واستنباط سے یہ شرط اور مجلس کی یہ تعریف متعین کی تھی ورنہ اختلاف مکان کے باوجود بھی معاملات منعقد ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا موجودہ زمانہ میں اگر اختلاف مکان کے باوجود ایجاب وقبول میں اتصال کا تحقق ہو سکتا ہے، تو اسے معاملہ کے منعقد ہونے کے لئے کافی ہونا چاہئے۔

انٹرنیٹ، ویڈیو اور سادہ فون پر خرید وفروخت:

دوسرا مسئلہ خرید وفروخت میں ان جدید ذرائع مواصلات سے استفادہ کا ہے، اس سلسلہ میں چار سوالات کئے گئے ہیں، اول: یہ کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ منعقد ہوگا یا نہیں (سوال نمبر ۵) دوسرے: ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت ہو سکتی ہے یا نہیں، تیسرے: فون پر خرید وفروخت کا کیا حکم ہے (سوال نمبر ۶) اور ان سوالات کے ذیل میں مزید ایک مسئلہ یہ زیر بحث آیا ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ جو خرید وفروخت عمل میں آئے ان میں معلومات کا بلا اجازت تیسرے شخص کا حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟

جہاں تک انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کی بات ہے تو مولانا نیاز احمد طیب پوری کا زیادہ رجحان اندیشہ "غرر" کی وجہ سے اس کے عدم جواز کی طرف ہے، باقی سبھی حضرات اس کے جائز ہونے پر متفق ہیں، البتہ بعض حضرات نے اس کے جائز ہونے کے لئے کچھ شرطیں بھی ذکر کی ہیں۔ مولانا محمد اعظمی نے لکھا ہے کہ مرسل الیہ کا نام وپتہ اور مرسل کا دستخط ضروری ہے، مولانا عبدالرحیم کشمیری کی رائے ہے کہ متعاقدین کا ایک دوسرے کو پہچاننا ضروری ہے ورنہ معاملہ درست نہ ہوگا۔ مولانا ابوالعاص وحیدی نے لکھا ہے کہ اگر غرر اور دھوکہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ ڈاکٹر سید قدرت اللہ کی رائے ہے کہ مصدقہ تصدیقات کے ساتھ ہی خرید وفروخت جائز ہوگی، جناب عمر افضل (امریکہ) نے وضاحت کی ہے کہ یہ بیع قانونا بھی نافذ ہوتی ہے۔

عام طور پر مقالہ نگاروں نے انٹرنیٹ کی خرید وفروخت کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے، مولانا عبیداللہ اسعدی، مفتی شوکت علی قاسمی اور مولانا اسرار الحق سبیلی نے انٹرنیٹ پر بیع کے منعقد ہونے کے لئے وہی قاعدہ پیش نظر رکھا ہے جو عقد بالکتابۃ کا ہے۔یعنی جس مجلس میں مکتوب پہنچے وہی مجلس ایجاب وقبول کی مجلس متصور ہوگی، اور اس میں دوسرے فریق کا قبول کرنا ضروری ہوگا۔مولانا عتیق احمد بستوی نے ضروری قرار دیا ہے کہ انٹرنیٹ پر جس وقت ایجاب کیا گیا ہو اسی وقت دوسرا فریق اسے قبول کرے تاکہ ایجاب وقبول میں اتصال کا تحقق ہو۔راقم الحروف اور مولوی مجتبیٰ حسن قاسمی نے انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کی دو صورت لکھی ہے، ایک یہ کہ جس وقت ایک فریق ایجاب کرے، اس وقت دوسرا فریق انٹرنیٹ پر موجود ہو، ایسی صورت میں دوسرے فریق کی جانب سے فوراً قبولیت کا اظہار ضروری ہے، کیونکہ یہ ایجاب وقبول مشافہۃً ہے اور اگر ایک فریق ایجاب کرے اور دوسرے فریق نے اس وقت انٹرنیٹ کھولا اور ایجاب کو پڑھا تو اسی وقت اس کے لئے قبول کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ متعاقدین غائبین کے درمیان ایجاب وقبول کا حکم ہے۔

ان حضرات کے پیش نظر یہ ہے کہ بیع جیسے کلام وخطاب کے ذریعہ ہوسکتی ہے، ویسے ہی کتابت وتحریر کے ذریعہ بھی، جیسا کہ فقہاء نے عقد بالکتابۃ وغیرہ کی صورت نقل کی ہے، بہر حال راقم الحروف کی رائے میں انٹرنیٹ پر عقد بیع کی جو دو صورتیں ذکر کی گئی ہیں، ایک مشافہۃً اور دوسرے مکاتبۃً ان کا فرق ملحوظ رکھا جانا ضروری ہے، جہاں تک اندیشہ غرر کی بات ہے تو ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، ان کے نزدیک بھی یہی صورت ملحوظ ہوگی کہ اس کی وجہ سے دھوکہ وغرر کا قوی اندیشہ نہ ہو، جہاں اس طرح کا اندیشہ قوی ہو وہاں یقیناً بیع جائز نہیں ہوگی، جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ عاقدین ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرسکتے ہیں، انٹرنیٹ ہی پر کریڈٹ کارڈ۔ بینک کے کھاتہ کے ذریعہ رقم کی موجودگی معلوم کرلی جاتی ہے، اور رقم کی ترسیل بھی عمل میں آجاتی ہے، مبیع کے بارے میں تمام تفصیلات پیش کردی جاتی ہیں وغیرذلک، لہذا ظاہر ہے کہ جب تک غرر کثیر کا سد باب نہ ہوجائے انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت درست نہیں ہوسکتی۔

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بھی ایجاب وقبول کے درست ہونے پر مولانا عبدالرحیم صاحب (کشمیری) کے سوا بھی حضرات متفق ہیں اور سبھوں کا مستدل قریب قریب یہی ہے کہ اس صورت میں ایجاب وقبول کرنے والوں کو متحد المجلس تصور کیا جائے گا، کیونکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ان سے گفتگو کرسکتے ہیں، بعض حضرات نے اسی بات کو اس طرح کہا ہے کہ اتحاد مجلس دو موجود وحاضر اشخاص کے درمیان عقد کے لئے ضروری ہے، دو اشخاص جو ایک دوسرے سے دور ہوں ان کے درمیان عقد کے لئے اتحاد مجلس ضروری نہیں، گویا ان حضرات نے اس کو مشافہۃً عقد نہیں مانا، بلکہ عقد بالکتابۃ قرار دیا ہے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ویڈیو کی ایجاد غیر مشروع کام لئے ہے، اور جو چیز لہو ولعب کے لئے

ایجاد کی جائے درست کاموں میں بھی اس کا استعمال درست نہیں، لیکن غور کیا جائے تو مولانا موصوف کا یہ استدلال نفس مسئلہ سے متعلق نہیں ہے، یہ ایک الگ بحث ہے کہ ویڈیو اور ویڈیو فون کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ لیکن اگر کوئی استعمال کر ہی لے اور اس پر ایجاب وقبول ہو جائے تو چونکہ ایجاب وقبول کے درمیان اتصال متحقق ہے، اس لئے اس عقد کو درست ہونا چاہئے۔

فون پر خرید وفروخت کے سلسلہ میں بھی تمام مقالہ نگار متفق ہیں کہ بیع منعقد ہو جائے گی اور دلیل وہی ہے کہ عقد بیع غائبانہ بھی کتابۃً اور رسالۃً منعقد ہو سکتی ہے، فریقین کا ایک دوسرے کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ مولانا عبید اللہ اسعدی نے اس سلسلہ میں مفتی محمود حسن صاحبؒ کا ایک فتویٰ بھی پیش کیا ہے، البتہ مختلف مقالہ نگاروں نے یہ شرط لگائی ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی آواز کو پہچان رہے ہوں، مولانا عبد الرحیم (کشمیری) اور مولانا بہاء الدین (کیرالہ) کے نزدیک عاقدین کا بھی ایک دوسرے سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مولانا نیاز احمد کے نزدیک ضروری ہے کہ مشتری پہلے سے مبیع کو دیکھ چکا ہو، غرض کہ فون پر خرید وفروخت میں گو اتحاد مکان نہ ہو لیکن ایجاب وقبول کے درمیان اتصال واقتران پایا جاتا ہے، اس لئے خرید وفروخت کی یہ صورت مبیع وثمن سے متعلق دوسری شرائط کی رعایت کے ساتھ درست ہے۔

اگر انٹرنیٹ میں خریدار اور بیچنے والے نے ایسے نظام کا استعمال کیا ہے، جس سے قانونی طور پر یہ تیسرا شخص واقف نہیں ہو سکتا تو کیا تیسرے شخص کے لئے ان معلومات تک بلا اجازت رسائی حاصل کرنا جائز ہوگا؟ اس سلسلہ میں دو نقاط نظر ہیں: مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا شوکت قاسمی اور مولانا مفتی ذاکر حسین اس کے جواز کے قائل ہیں۔ مولانا ابوالعاص وحیدی کا استدلال یہ ہے کہ یہ دوسرے کی صلاحیت اور تجربہ سے استفادہ کے قبیل سے ہے، لہٰذا اس کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں، دوسرے مقالہ نگار حضرات فریقین کی اجازت کے بغیر اس طرح کے راز حاصل کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب، مولانا خورشید احمد اعظمی، اور مولانا محمد اعظمی نے لکھا ہے کہ اگر فریقین کا نقصان نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں، اور مولانا بہاء الدین (کیرالہ) نے "بیع علی بیع أخیہ" سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عقد بیع کی تکمیل سے پہلے ایسی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد حاصل نہیں کر سکتا، جن حضرات نے اس صورت کو ناجائز قرار دیا ہے ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ تجسس کے قبیل سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ اگر عاقدین نے انٹرنیٹ میں ایسے نظام کا استعمال کیا ہے جس سے بلا اجازت تیسرا شخص استفادہ نہیں کر سکتا تو تیسرے شخص کے لئے مطلقاً ان معلومات تک رسائی حاصل کرنا درست نہیں ہونا چاہئے، اس میں تجسس بھی ہے، خیانت بھی ہے اور عاقدین کے راز یعنی اس کے معنوی مفادات کا سرقہ بھی، نیز اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جو حضرت ابوہریرہؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے: "من اطلع في بیت قوم بغیر إذنهم فقد حل لهم أن یفقأوا عینه" (رواہ مسلم، باب تحریم النظر في بیت غیرہ ۲؍ ۲۱۲) یہ مطلق حدیث ہے، جس میں دوسرے کے نجی امور میں دخیل ہونے کی ممانعت ہے، لہٰذا انٹرنیٹ کی خفیہ معلومات تک پہنچنے کی کوشش بھی اس میں داخل ہے۔

انٹرنیٹ اور فون پر نکاح:

تیسرا مسئلہ عقد نکاح میں جدید ذرائع مواصلات کے اختیار کرنے کا ہے، اس سلسلہ میں مقالہ نگاروں کے یہاں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی، ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی، مولوی محمد نافع عارفی، مولوی محمد عمر عابدین قاسمی، مولوی محمد زکریا حسامی، انٹرنیٹ پر انعقاد کے قائل ہیں، مولانا عبید اللہ اسعدی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ ضروری ہوگا کہ دو گواہ کسی ایک فریق کے پاس موجود ہوں، اگر وہ دو الگ الگ مقامات پر ہوں تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، مولانا عتیق احمد قاسمی، مفتی ذاکر حسین، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد اعظمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا نیاز احمد عبد الحمید، مولانا ابوالعاص وحیدی، مولانا بہاء الدین (کیرالہ)، راقم الحروف، مولوی مجتبیٰ حسن قاسمی اور مولانا شوکت قاسمی کی رائے ہے کہ انٹرنیٹ پر مشافہۃً ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، مولانا عبد الرحیم (کشمیری) نے لکھا ہے کہ بحالت اضطرار انٹرنیٹ پر نکاح جائز ہے، لیکن بظاہر انٹرنیٹ پر نکاح کے لئے اضطرار کی بات سمجھ میں نہیں آتی، جن حضرات نے انٹرنیٹ پر نکاح کو جائز قرار دیا ہے، ان حضرات نے نکاح بالکتابۃ سے متعلق فقہاء کی عبارت کو اپنا مستدل بنایا ہے، نیز جن حضرات کی رائے میں اتحاد مجلس کے لئے اتحاد مکان ضروری نہیں، بلکہ اتصال واقتران ضروری ہے، وہ کہتے ہیں کہ چونکہ انٹرنیٹ عاقدین میں فاصلہ کے باوجود ایجاب وقبول کو ایک ہی وقت میں مربوط کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لئے انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کی صورت میں بھی اتحاد مجلس کی شرط پائی جارہی ہے، لہذا نکاح منعقد ہوجانا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر نکاح کے مسئلہ کے لئے نکاح بالکتابۃ کی صورت کو نظیر بنانا محل نظر ہے، کیونکہ نکاح بالکتابۃ کی صورت وکالۃً عقد کی ہے نہ کہ مشافہۃً عقد کی، یعنی نکاح بالکتابۃ میں عاقدین میں کوئی ایک دوسرے کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بناتا ہے، پھر یہ دوسرا شخص دو گواہوں کے سامنے بحیثیت وکیل اپنی موکلہ کی طرف سے ایجاب کرتا ہے اور اصالۃً اس کو قبول کرتا ہے تو گویا ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں گواہان کی موجودگی میں ہوتا ہے، انٹرنیٹ پر عاقدین کے درمیان ایجاب وقبول ہو اور اسے معتبر مانا جائے تو وہ مشافہۃً عقد کی صورت ہے، اس لئے عقد بالکتابۃ سے اس پر استدلال درست نہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ اتحاد مجلس کا تحقق ہوجاتا ہے، لہذا نکاح کو منعقد ہوجانا چاہئے تو یہ محل نظر ہے، کیونکہ نکاح کا مسئلہ بہت نازک ہے، عام اشیاء میں اصل اباحت ہے اور عصمت انسانی میں اصل ممانعت ہے، اسی لئے نکاح میں گواہان کی موجودگی بھی ضروری ہے، اور گواہ کی شرط نص سے ثابت ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ گواہ کی موجودگی اور ان کا عاقدین کے کلام کو سننا ضروری ہے، "ویسمع الشاهدان کلامهما معاً" (قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ۱/۳۳۲) علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

"وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما جميعاً" (ردالمحتار ۴/ ۸۷)۔

نیز محض انٹرنیٹ کے ذریعہ ایجاب وقبول میں التباس کا بھی اندیشہ ہے، بیع میں ایک تو التباس کا اندیشہ کم ہے اور ہے تو اس کی تلافی ممکن ہے، اور پھر وہ معاملہ نکاح کی طرح نازک نہیں، نیز مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تحریر سے بیع تو منعقد ہو جاتی ہے، لیکن نکاح منعقد نہیں ہوتا، ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ انٹرنیٹ پر براہ راست نکاح کا ایجاب وقبول درست نہیں ہوگا اور اس طرح نکاح منعقد نہیں ہو سکے گا۔

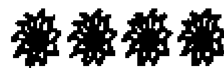
البتہ یہ صورت درست ہوگی کہ انٹرنیٹ پر نکاح کا وکیل بنا دیا جائے اور وکیل کی وساطت سے گواہان کے سامنے ایجاب وقبول ہو جائے۔

ٹیلیفون پر نکاح کے ایجاب وقبول کے سلسلہ میں بھی اکثر مقالہ نگاروں کا نقطہ نظر یہی ہے کہ گو فون ایسا ہو کہ جس کی آواز گواہان سن سکیں اور عاقدین میں سے ایک کے پاس گواہان موجود ہوں، پھر بھی صرف فون پر ایجاب وقبول درست نہیں ہوگا، کیونکہ ایجاب وقبول میں تو صرف اتصال واقتران مطلوب ہے، لیکن گواہان کا حسی طور پر ایجاب وقبول کرنے والے کے پاس موجود ہونا ضروری ہے، البتہ مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد اعظمی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، مولوی نافع عارفی، مولوی مجتبیٰ حسن قاسمی اور مولوی محمد عمر عابدین قاسمی کی رائے میں اگر ہینڈ فری (Hand Free) ٹیلیفون ہو، جس کی آواز دوسرے حضرات بھی سن سکتے ہوں اور عاقدین میں سے ایک کے پاس گواہان موجود ہوں تو ان حضرات کی رائے میں نکاح منعقد ہو جائے گا، ان حضرات کا مستدل عام طور پر وہی نکاح بالکتابۃ والی جزئیات ہیں، لیکن جیسا کہ مذکور ہوا نکاح بالکتابہ کی صورت وکالۃً نکاح کی ہے نہ کہ مشافہۃً نکاح کی، اور یہاں جو صورت زیر بحث ہے وہ مشافہۃً نکاح کی ہے۔

وکالۃً نکاح فون، فیکس، انٹرنیٹ اور پیغام رسانی کے کسی بھی ذریعہ سے ہو سکتا ہے، لیکن ان صورتوں میں وکیل کی طرف سے اپنے موکل کے کلام کی جو حکایت ہوگی وہ ایجاب ہوگا، اس طرح گواہان ایجاب وقبول دونوں کو سن سکیں گے، اور جیسا کہ فقہاء نے تفصیلات لکھی ہیں، اگر عاقدین میں سے ایک مجلس میں موجود نہ ہوا اور اس کی طرف سے وکالۃً ایجاب ہو تو ضروری ہے کہ عاقدین میں سے جو موجود نہ ہو، گواہان کے لئے اس کی ذات مشخص ومتعین ہو، خواہ اس طور پر کہ وہ اس سے پہلے سے متعارف ہو، یا اس طرح کہ اس کے نام اور ولدیت کا ذکر کر دیا جائے۔

غرض یہ جدید آلات ذرائع ووسائل ہی کا درجہ رکھتے ہیں، شریعت کا مزاج یہ ہے کہ عبادات کے باب میں طریقہ کار اور مقاصد دونوں شارع کی طرف سے متعین ہے، اور اس لئے دونوں مطلوب ہیں، ان کی ظاہری ہیئت اور کیفیت میں بھی

کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ لیکن معاملات میں وسائل اور طریقے متعین نہیں، مقاصد شارع کی طرف سے متعین ہیں، اس لئے اس باب میں زمانہ کے احوال اور ایجادات کے اعتبار سے وسائل میں فرق واقع ہوسکتا ہے، لیکن مقاصد میں کوئی فرق نہیں ہوسکتا، پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ نکاح میں عبادت کا پہلو بھی ہے اور معاملہ کا بھی، اور بیع خالص معاملہ ہے، اسی لئے نکاح کے احکام میں، بمقابلہ بیع کے وسائل وذرائع کے اعتبار سے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔



مفصل مقالات

جدید ذرائع اتصال کے ذریعہ معاملات کرنے کا حکم

ڈاکٹر وہبہ مصطفی زحیلی

مقدمہ:

جدید دنیا میں جدید ترین ذرائع مواصلات کے ذریعہ مالی اور دوسرے معاملات انجام دیئے جارہے ہیں، ان ذرائع میں فون، تار، ٹیلکس، فیکس، ٹیلی فیکس اور انٹرنیٹ اور وائرلیس وغیرہ ہیں۔ اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ان ذرائع سے جو معاملات انجام دیئے جاتے ہیں ان کے شرعی حکم کو معلوم کیا جائے، اس بارے میں ہمارے فقہاء نے جو کچھ لکھا ہے مثلاً صیغہ عقد، وایجاب وقبول کی شرطیں اور ایجاب وقبول ساتھ ساتھ ہونے کے حکم کی تفصیل، مجلس واحد کیا ہے؟ وغیرہ کو سامنے رکھا گیا ہے، تاہم چونکہ یہ چیزیں جامعات میں عام طور پر معروف ہیں اس لئے ان کا ذکر مختصراً ہوگا تاکہ وہ موضوع بحث کی تمہید بن جائیں۔

صیغۃ العقد:

متعاقدین معاملہ پکا کرنے کے لئے جو الفاظ ادا کرتے ہیں وہ ان کے باطنی ارادہ پر دلالت کرتے ہیں، اور ان کا ارادہ جو بواسطہ لفظ یا قول ہوتا ہے، لین دین، اشارہ یا تحریر کے قائم مقام ہوتا ہے، صیغۃ العقد ایجاب وقبول ہی کو کہتے ہیں، جو تراضی جانبین کی دلیل ہے کہ انہوں نے معاملہ پکا کرلیا ہے، قانون دانوں کے نزدیک صیغہ تعبیر عن الارادہ کا نام ہے۔

معاملہ پختہ کرنے کی تعبیر ہر اس صیغہ سے ممکن ہے جو عرفاً یا لغتاً انشاء عقد پر دلالت کرے چاہے قول سے ہو یا فعل سے یا اشارہ سے یا تحریر سے(۱)۔ یہ قول یا لفظ یوں ہوتے ہیں، "بعت"، "اشتریت"، "رہنت"، "ارجعت"، "وہبت"، "قبلت"، "تزوجت" یا "زوجت"۔ لین دین یا فعل تبادلہ عقد کا نام ہے، جو لفظاً یا قولاً ایجاب وقبول کے بغیر تراضی پر دلالت کرے(۲)۔ اس طرح کہ خریدار مال لے لے اور بائع کو قیمت دے دے اور فریقین کچھ بھی بات چیت نہ کریں، چاہے مال حقیر ومعمولی ہو یا نفیس ہو۔ یہ چیز معروف ہونے کی وجہ سے جمہور کے نزدیک جائز ہے، سوائے شافعیہ

کے۔ البتہ بعض شافعیہ مثلاً امام نووی نے لین دین کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، لیکن عقد زواج بالا جماع عمل سے اور صبر وغیرہ دے کر نہ منعقد ہوگا نہ صحیح، اسی طرح گواہوں کے سامنے جدید ذرائع معاملات کے ذریعہ بھی نہیں ہوگا، اس کی اہمیت، نزاکت اور عورت پر اس کے دائمی اثرات کی وجہ سے اور شرعاً عزت وآبرو کی حفاظت کی وجہ سے اس میں ایجاب وقبول کو زبان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

البتہ عقد گونگے اور زبان بند کے ایسے اشارہ سے منعقد ہوجائے گا جو سمجھ میں آجائے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے، تاکہ گونگے معاملہ کرنے کے حق سے محروم نہ رہیں، فقہی قاعدہ ہے: "الإشارات المعهودة للأخرس كالبيان باللسان" (۳) جس کا اشارہ سمجھ میں آتا ہو اور عرفاً متداول ہو اس کے اشارہ سے اپنا ارادہ بتانے کو مالکی اور حنبلی فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، کیونکہ لین دین میں جو فعل ہوتا ہے اور اس سے عقد صحیح ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ میں اشارہ کی دلالت زیادہ قوی ہے (۴)۔

تحریر کے ذریعہ معاملہ کرنا:

حنفیہ اور مالکیہ کی رائے میں لکھا پڑھی کے ذریعہ معاملہ کرنا درست ہوگا چاہے فریقین بول سکتے ہوں یا گونگے ہوں، ایک مجلس میں موجود ہوں یا موجود نہ ہوں، زبان کوئی بھی استعمال کی جاسکتی ہے جسے دونوں سمجھتے ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ تحریر واضح ہو جس کے نقوش محفوظ رہیں، معروف طریقہ پر لکھی جائے، مرسل کی دستخط اور مرسل الیہ کا ذکر ہو، اگر تحریر واضح نہ ہوئی جیسے یہ کہ پانی پر لکھا، یا ہوا میں لکھا، یا غیر معروف طریقہ پر ہو جیسے یہ کہ دستخط نہ ہوں (۵) تو اس سے معاملہ منعقد نہ ہوگا، اس سلسلہ میں فقہی ضابطہ یہ کہتا ہے کہ "الكتاب كالخطاب" (۶) اس کی مثال یہ ہوگی کہ ایک شخص دوسرے کو خط بھیج کر یہ کہے کہ "بعتک سیارتی بکذا" دوسرے کو خط مل جائے اور جس جگہ پڑھا جائے وہیں وہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا، تو اس طور پر بیع درست ہوجائے گی، ہاں اگر مجلس چھوڑ دی یا وہاں پر کچھ ایسا اظہار کیا کہ ایجاب کی نفی ہوتی ہو اور بعد میں قبول کیا تو اس کا قبول کرنا معتبر نہ ہوگا۔

مراسلت کے ذریعہ معاملہ کرنا:

ایک آدمی دوسرے کے پاس پیامبر بھیجے جس کے مضمون سے ایجاب ہوتا ہو تو یہ بھی خط بھیجنے کی مثل سمجھا جائے گا، اور جس مجلس میں پیغام بر پہنچے گا اسی کو مجلس عقد سمجھا جائے گا اور اس میں ہی قبول کرنا لازم ہوگا، لہٰذا اگر قبول کرنے سے پہلے ہی مجلس سے اٹھ گیا تو ایجاب کا اثر ختم ہوجائے گا، یعنی اعتبار اس مجلس کا ہوگا جس میں خط یا پیغام پہنچا ہو، مثلاً ایک آدمی

دوسرے کو بھیج کر کہے کہ میں نے فلاں کو فلاں چیز بیچ دی تم اس سے یہ جا کر کہہ دو، وہ جائے اور خبر کر دے، اور خریدار اپنی اسی مجلس میں قبول کر لے تو معاملہ صحیح ہو جائے گا۔

پیغامبر کا کام وکیل کے کام سے کمزور ہوتا ہے کیونکہ وہ بغیر کسی زیادتی کے بس مرسل کی تعبیر پہنچانے کا مکلف ہے، جبکہ وکیل اپنے الفاظ میں معاملہ کرتا ہے، وکالت مطلقہ میں وہ اسی طریقہ کا پابند ہوگا جو متعارف ہے، لیکن وکالت مقیدہ میں جس میں مکان، زبان، شخص محل عقد یا بدل عقد وغیرہ کی قید ہو تو اس میں معاملہ وکیل اور قبول کرنے والے کے بیچ اس وکیل کی عبارت میں ہوگا، جو قیود وکالت کا پابند ہے، حقوق عقد یعنی اس کے التزامات سب وکیل کو کرنے ہوں گے، برعکس قاصد کے جو کسی چیز کا پابند نہیں ہوتا، معاملہ اصل حکم یعنی نقل ملکیت موکل اور مرسل کو یکساں طور پر ملے گا۔

تحریر کے ذریعہ نکاح جبکہ مجلس عقد میں طرفین موجود ہوں صرف اسی صورت میں ہوگا جب بولنے سے عجز یعنی گونگا پن پایا جا رہا ہو، کیونکہ نکاح میں عادل گواہوں کا موجود ہونا اور فریقین کی بات سننا ضروری ہے، تحریر کی شکل میں یہ شرط پائی جائے گی، شافعیہ اور حنابلہ نے کتابت یا پیغام بری کے واسطہ ہر معاملہ کو صرف اسی صورت میں صحیح قرار دیا ہے جب فریقین موجود نہ ہوں، موجودگی کی صورت میں تحریر کی ضرورت نہیں، کیونکہ عقد کرنے والا قادر علی النطق ہے، اس کے بغیر عقد درست نہ ہوگا (۷)۔

ایجاب وقبول کی شرطیں:

معاملہ کے انعقاد کے لئے فقہاء نے ایجاب وقبول کے بارے میں تین شرطیں عائد کی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں (۸)۔

۱- ایجاب وقبول کی دلالت واضح ہو، یعنی ایجاب وقبول دونوں واضح ہوں، عاقدین کی مراد واضح ہو، جو لفظ دونوں کے لئے استعمال کئے جائیں، وہ لغتاً یا عرفاً عقد مقصود کی نوعیت کو بتاتے ہوں، کیونکہ ارادہ باطنی مخفی ہوتا ہے، اور موضوع واحکام میں عقود ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اگر یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ عاقدین نے کوئی عقد معین مراد لیا ہے تو ان کو اس کے احکام کا پابند بنانا مشکل ہوگا، اس دلالت کا کوئی لفظ یا شکل متعین نہیں، کیونکہ عقد زواج، جس میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اور وہ عقود خاصہ جن میں عقد کی انجام پذیری کے لئے قبضہ کی شرط ہوتی ہے مثلاً امانت، اعارہ، رہن، ہبہ اور قرض وغیرہ کے علاوہ معاملات میں شکلیت فقہی طور پر مطلوب نہیں کہ عقود میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے، الفاظ واشکال کا نہیں، لہٰذا عوض کے ساتھ لفظ ہبہ استعمال کیا جائے تو بیع درست ہوگی، عقد زواج ہبہ بول کر درست ہوگا جبکہ مہر بھی دی جائے۔

۲- ایجاب وقبول مطابق ہوں: اس طرح کہ قبول ایجاب کے موافق ہو، ایجاب کرنے والا جہاں اور جیسے ایجاب

کرے، اس کا جواب دیا جائے محل عقد پر بھی اور معاملہ معاوضات کی صورت میں بدل کی مقدار پر بھی، موافقت حقیقی ہو، یا ضمنی، حقیقی یہ ہوگی کہ بائع کہے: میں نے فلاں چیز ۱۰ میں بیچی، تو خریدار کہے میں نے اسے ۱۰ میں خرید لیا، ضمنی یہ ہوگی کہ بائع کہے کہ میں نے ۱۵ میں بیچا یا عورت کہے: میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں دے دیا سو کے بدلہ، تو شوہر کہے کہ میں نے عقد نکاح ۱۵۰ میں قبول کر لیا، اس طرح موافقت ضمنی حاصل ہوگی، یہ مخالفت موجب خیر ہے لیکن عقد لازم نہیں ہوگا مگر اسی مقدار میں جو موجب نے واجب کی ہے، یعنی دوسری مثال میں ۱۰۰ ہی لازم ہوں گے اور زیادتی مجلس عقد میں موجب کے قبول پر موقوف ہوگی، اگر موجب قبول کرلے تو قبول کرنے والے پر لازم ہوگا، کیونکہ مال بغیر کسی آدمی کے اختیار کے بس میراث میں ہی انسان کی ملک میں داخل ہوتا ہے، یہی حنفیہ کا مذہب ہے، لیکن شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی بھی مخالفت ایجاب کی نفی بھی جائے گی (۹)۔

اگر قبول ایجاب کے موافق نہ ہو اور دونوں کے بیچ مخالفت ہو جائے تو عقد منعقد نہ ہوگا، جیسے یہ کہ قبول کرنے والا محل عقد میں مخالفت کردے، اس کے علاوہ کو یا اس کے بعض کو قبول کرلے، مثلاً بائع کہے: میں نے تجھے فلانی زمین بیچ دی، تو خریدار کہے کہ میں نے اس کے پاس کی زمین کی خرید منظور کی، یا آدھی زمین آدھی قیمت میں یا بدلہ میں قبول کی، جس پر اتفاق ہے، تو محل عقد کی مخالفت کی وجہ سے، یا بائع کا مال متفرق ہونے کی وجہ سے بیع نہ ہوگی۔ کیونکہ خریدار اس کو متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرسکتا کہ بعض کو قبول کرے بعض کو نہ کرے۔ اور جب مقدار ثمن میں مخالفت ہو کہ بائع سے کم میں خریدار قبول کرے تب بھی عقد نہ ہوگا، ایسے ہی اگر قیمت کی مقدار میں نہیں وصف میں اختلاف کرے اس طرح کہ بائع موجودہ نقدی میں قیمت لگائے، اور خریدار تاخیر کی قیمت پر قبول کرلے، یا بائع ایک متعین مہینہ کی بات کرے اور خریدار اس کے بعد کی مدت قبول کرے تو دونوں حالتوں میں بیع نہ ہوگی کیونکہ ایجاب وقبول میں تطابق نہیں ہوا، اس لئے اس میں نئے ایجاب کی ضرورت پڑے گی۔

۳- ایجاب وقبول ایک ساتھ ہو: یعنی ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہو اور فریقین موجود ہوں یا ایسی مجلس میں جس میں غیر حاضر فریق ایجاب کو جانتا ہو۔ اتصال یوں بھی حاصل ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی بات کو جانیں، مثلاً یہ کہ ایجاب کو سن کر سمجھ لے اور بائع یا مشتری کی طرف سے کوئی ایسی چیز صادر نہ ہو جو عقد نہ کرنے پر دلالت کرے۔

مجلس عقد:

مجلس عقد اس حالت کو کہتے ہیں جس میں معاملہ کرنے والے فریق معاملہ کرتے ہیں، یا معاملہ کے موضوع پر اتحاد کلام کا نام ہے، ایجاب وقبول ساتھ ساتھ ہونے کی یہ شرط ہے کہ:

۱-وہ دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں۔

۲-طرفین میں سے کوئی بھی عقد سے اعراض کا اظہار نہ کرے۔

۳-موجب دوسرے فریق کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب سے رجوع نہ کرے۔

ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہونے کی شرط میں یہ بھی شامل ہے کہ ایجاب ایک مجلس میں اور قبول دوسری مجلس میں نہ ہو، ایجاب معاملہ کا ایک جز اسی وقت سمجھا جائے گا جب قبول بھی اس کے ساتھ ہو، لہذا اگر بائع یوں کہے: میں نے تجھے یہ گھر اتنے میں بیچا یا گھر اتنے میں کرایہ پر دیا پھر وہ اس مجلس سے دو میٹر یا تین میٹر دور یا دوسرے کمرہ میں چلا جائے تو پہلی مجلس ختم سمجھی جائے گی، اور نقل مکان کے بعد اگر طرف ثانی قبول کرے تو عقد نہ ہوگا، اور ایجاب جدید کی ضرورت ہوگی، کیونکہ ایجاب کلام اعتباری ہے، باقی نہیں رہتا جب تک ایک ہی مجلس میں قبول بھی ساتھ نہ ہو۔

فوراً قبول کرنا:

شافعیہ کے علاوہ تمام جمہور کے نزدیک فوراً قبول کرنا ضروری نہیں (۱۰)، کیونکہ قبول کرنے والے کو غور وفکر کے لئے کچھ وقت چاہئے، فوریت کی شرط لگانے سے اس کے لئے غور وفکر کرنا ممکن نہ ہوگا، ہاں مجلس کا ایک ہونا کافی ہے، اگرچہ آخر مجلس تک وقت دراز ہو جائے، کیونکہ ایک مجلس ضرورتاً مختلف چیزوں کی جامع ہوتی ہے، فوریت کی شرط لگانے سے قبول کرنے والے کے لئے تنگی ہوگی، اور بغیر کسی راجح مصلحت کے سودا فوت ہو جائے گا، اگر فوراً انکار کرتا ہے تو سامان کے ضیاع کا اندیشہ، اور اگر فوراً قبول کرتا ہے تو عقد میں اسے نقصان کا امکان، جس کے لئے اسے تامل کی ضرورت ہے کہ لینے نہ لینے پر غور کر سکے، اور نفع ونقصان کی سوچ سکے، کیونکہ مجلس میں اس سب کی گنجائش ہے، لوگوں کی آسانی کے لئے اس کا زمانی دائرہ ایک وحدت سمجھا جائے گا، تنگی وحرج اور عاقدین سے بقدر الامکان دفع ضرر کے مقصد سے۔

شافعیہ میں سے الرملی کہتے ہیں: ایجاب کے فوراً بعد قبول ضروری ہے، اگر بیع سے غیر متعلق معمولی سا لفظ بھی آ گیا جو معاملہ کے تقاضے، مصلحت یا مستحبات میں سے نہ ہو تو قبول وایجاب میں اتصال نہ پایا جائے گا، اس لئے بیع نہ ہوگی، لیکن ایجاب کے بعد خریدار اگر بسم اللہ، الحمد للہ اور الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ کہہ دے، پھر کہے میں نے بیع قبول کی، تو بیع ہو جائے گی (۱۱)۔ قبولیت کے سلسلہ میں جو اصل ہے یعنی یہ کہ قبول ایجاب سے متصل اور فوراً بعد ہو، یہ رائے اس کے مطابق ہے، لیکن رملی کے علاوہ دوسرے شافعیہ اتصال القبول بالایجاب کی یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہ عرف عام کے مطابق ہوگا، اس لئے تھوڑا فصل نقصان دہ نہ ہوگا، لمبا فصل نقصان دہ ہوگا، یعنی اس میں قبولیت سے اعراض جھلکے گا۔ اس صورت میں شافعیہ کا مسلک بھی جمہور کی رائے سے قریب ترین ہو جائے گا۔ شرط ثانی سے مراد یہ ہے کہ عاقدین میں سے کسی سے بھی ایسی بات

کا اظہار نہ ہو جو بیع سے اعراض پر دلالت کرنے والا ہو، لہذا کلام معاملہ کے بارے میں ہی رہے، اور بیع میں کوئی ایسی بات نہ چھڑ جائے جس سے بیع سے اعراض کا اظہار ہوتا ہو، لہذا اگر بائع مشتری کے قبول کے بعد مجلس عقد چھوڑ دے، یا ایجاب کے بعد فریق ثانی مجلس چھوڑ دے یا دونوں معاملہ سے غیر متعلق کسی بات میں لگ جائیں تو ایجاب باطل ہو جائے گا، اب اگر دوسرا قبول بھی کرتا ہے تو اس کے قبول کرنے سے بیع مکمل نہ سمجھی جائے گی، کیونکہ ایجاب ختم ہو گیا، اس کا وجود نہ رہا، اس کے ختم ہو جانے کا سبب یہی ہے کہ وہ اعتباری چیز ہے، اگر قبول ساتھ نہ ہو تو وہ بے کار ہے، جب تک مجلس رہے اس وقت تک اسے برقرار رکھنا طرفین کے لئے آسانی پیدا ہو جانے کے لئے ہے، تا کہ مشکل کو دور کیا جا سکے، قبولیت بھی ساتھ میں ہو جائے گی معاملہ بھی منعقد ہو جائے گا۔

تغیر مجلس:

لوگوں کے درمیان جو عرف رائج ہے وہی اتحاد مجلس یا تغیر مجلس کے بارے میں فیصلہ کن ہوگا، اتحاد مجلس کی صورت میں قبول واقع ہوا تو عقد صحیح ہوگا تغیر مجلس کے بعد ہوا تو عقد درست نہ ہوگا اور اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جب تک مجلس قائم ہے، ایجاب وقبول کے بیچ عقد سے اعراض والی کوئی بات پیش نہ آئی تو قبول معتبر ہوگا، اس کی مثال حنفیہ کے یہاں یوں ہے کہ مثلاً اگر ایک فریق نے بیع واجب کر دی، دوسرا قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا، یا کسی اور کام میں مشغول ہو گیا جس سے تغیر مجلس لازم آتا ہو، اس کے بعد قبول کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی، کیونکہ کھڑا ہونا اعراض اور رجوع عن العقد کی دلیل ہے(۱۲)، شافعیہ جو فوریت قبول کے قائل ہیں یہ کہتے ہیں کہ مجلس سے عاقدین کے تفرق میں اعتبار عرف کا ہوگا جسے لوگ اختلاف وتفریق سمجھیں گے اسی کا اعتبار ہوگا، جسے نہ سمجھیں اس کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ لغت اور شرع میں جس کی کوئی تعریف نہ ہو اس کے لئے عرف سے رجوع کیا جاتا ہے، تفرق کی مثال یہ ہے کہ گھر اور کمرہ سے صحن میں نکل آنا یا اس کے برعکس کرنا، یا چھوٹے گھر سے سڑک پر نکل آنا، چھت پر چڑھ جانا، تین قدموں سے زیادہ چلنا جبکہ زمین پر ہی کھڑا ہو، ہاں اگر دونوں چلتے رہیں اور معاملہ کے بارے میں ہی بات چیت جاری ہے تو کتنا ہی لمبا وقت ہو جائے مجلس ایک ہی شمار ہوگی۔ شرط ثالث یعنی موجب ایجاب سے رجوع نہ کرے اس سے پہلے کہ خریدار اسے قبول کرے، پر یہ بھی مرتب ہوگا کہ موجب اپنے ایجاب پر قائم رہے اور اس سے انحراف نہ کرے، کیونکہ اس نے ایجاب سے انحراف کیا تو قبول صحیح نہ ہوگا۔

معاملہ سے رجوع کرنا:

مالکیہ کے علاوہ جمہور کے نزدیک مجلس عقد میں عقد سے رجوع کرنا صحیح ہے، موجب فریق ثانی کے قبول سے پہلے

ایجاب کو واپس لے سکتا ہے، اس صورت میں ایجاب باطل ہوجائے گا، کیونکہ عقد کا التزام ابھی تک پیدا نہیں ہوا، اور وہ ایجاب وقبول کے ارتباط کے بغیر پیدا بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ موجب اپنی ملکیت اور حقوق میں تصرف کے لئے آزاد ہے، اپنے ایجاب سے ہی وہ فریق ثانی کے لئے حق تملک ثابت کرسکتا ہے، حق ملک حق تملک سے زیادہ قوی ہے، تعارض کی صورت میں وہ اس پر مقدم ہوگا کہ اول اصالۃً ثابت ہے اور دوسرا فریق اول کی رضا سے ثابت ہوسکتا ہے، جانبین کی تراضی ہی صحت عقود کی اساس ہے (۱۳)۔

اکثر مالکیہ کہتے ہیں کہ موجب اپنے ایجاب سے رجوع نہیں کرسکتا، وہ اپنے ایجاب پر باقی رہنے کا التزام اس وقت تک کرے گا جب تک فریق ثانی اعراض نہ کرلے یا مجلس ختم نہ ہوجائے، کیونکہ موجب نے فریق ثانی کے لئے قبول وتملک کا حق ثابت کردیا ہے، وہ اسے استعمال بھی کرسکتا ہے، ترک بھی کرسکتا ہے۔ اگر قبول کرلیا تو عقد ثابت ہوگا اور اگر ایجاب سے اعراض کیا تو عقد ہوگا ہی نہیں، لہٰذا رجوع ایجاب کو باطل نہیں کرسکتا (۱۴)۔

مدت قبول کی تعیین:

جب موجب فریق ثانی کے لئے قبول کی مدت متعین کردے، تو وہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس کا التزام کرے گا، کیونکہ جیسا کہ گذرا، وہ کہتے ہیں کہ موجب اپنے ایجاب سے رجوع نہیں کرسکتا جب تک کہ فریق ثانی اعراض نہ کرے، لہٰذا اگر وہ قبول کے لئے کوئی مدت متعین کردے تو بدرجہ اولی اپنے ایجاب پر باقی رہنا ضروری ہوگا، یعنی موجب یوں کہے کہ میں اپنے ایجاب پر ایک دن، دو دن یا کچھ گھنٹے تک رہوں گا، تو اب اسے اس پابندی کا لحاظ رکھنا ہوگا گرچہ مجلس ختم ہوجائے، یہ شریعت کے عمومی اصول "المسلمون علی شروطھم" (اخرجہ الترمذی عن عمرو بن عوف وقال: ھذا حدیث حسن صحیح) سے بھی مطابقت رکھتا ہے، اس جیسی شرط مقتضائے عقد کے منافی نہیں۔

وہ معاملات جن میں اتحاد مجلس کی شرط نہیں ہے:

اتحاد مجلس تین معاملات وصیت، ایصاء اور وکالت کے علاوہ تمام عقود میں شرط ہے:

وصیت (جو مابعد موت تصرف کا نام ہے) میں اتحاد مجلس ممکن ہی نہیں، کیونکہ وصیت کرنے والے کی حیات میں موصی لہ کی جانب سے قبول درست نہیں، وہ تو اس کی وفات کے بعد ہی وصیت کے لئے اصرار کرے گا۔

ایصاء (غیر کو اپنی اولاد کا وصی بنا دینا کہ وہ اس کی موت کے بعد ان کی خبرگیری کرے) اس کو قبول کرنا بھی موصی کی

حیات میں لازم نہیں، اس کی وفات کے بعد ہی وہ درست ہوگا، اور کسی بھی حال میں وصی موصی کی وفات کے بعد ہی ہوگا گرچہ اس کی زندگی میں ہی قبول کرلیا ہو۔

وکالت (اپنی زندگی میں تصرف وحفاظت کے اختیارات وکیل کو دینا) توسع، یسر اور دریادلی پر مبنی ہے، اس میں اتحاد مجلس کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی قبولیت بھی تو لفظ (قول) سے ہوگی، اور کبھی بالفعل ہوگی اس طرح کہ وکیل اپنے حوالہ کیا گیا کام شروع کردے، اس میں غائب کو وکیل بنانا درست ہوگا (یعنی مجلس عقد سے غیر موجود کو) اور صرف وکالت کا علم رکھنے کی بناء پر ہی وہ اپنے کام کو انجام دینے کا مجاز بھی ہوگا (۱۵)۔

حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ وکالت کی طرح ہی ہر اس جائز عقد کو بھی سمجھا جائے گا جو غیر لازم ہو، اور اس میں کچھ دیر کے بعد قبول صحیح ہو، مثلاً شرکت، مضاربت، مزارعت، مساقات، امانت اور کمیشن وغیرہ۔

فون اور وائرلیس وغیرہ کے ذریعہ معاملات کرنا:

ہر عقد میں مطلوب اتحاد مجلس کا مطلب یہ نہیں کہ متعاقدین ایک ہی مکان میں ہوں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دونوں الگ اور مختلف مقام پر ہوں، جب دونوں کے بیچ ذریعہ اتصال پایا جائے، جیسے فون، وائرلیس یا مراسلت (کتابت) کے ذریعہ معاملات انجام دینا، اتحاد مجلس سے مراد زمانہ اور اس وقت کا اتحاد ہے جس میں عاقدین عقد کریں، لہذا مجلس عقد اس حالت کا نام ہے جس میں عاقدین عقد کی گفتگو کریں۔ اسی بنیاد پر فقہاء کا قاعدہ ہے کہ 'إن المجلس يجمع المتفرقات" (۱۶) چنانچہ ٹیلی فون پر گفتگو یا وائرلیس پر بات چیت میں مجلس عقد زمانہ اتصال کا نام ہوگا جب تک کلام عقد کے بارے میں ہو، لیکن جب وہ دوسری بات شروع کردیں تو مجلس ختم ہوجائے گی۔ کوئی پیغام بر بھیج کر یا خط یا تار یا ٹیلکس یا فیکس وغیرہ کے ذریعہ تعاقد کی صورت میں مجلس عقد وہ مجلس ہوگی جس میں خط، پیغام، تار یا ٹیلکس یا فیکس پہنچے، کیونکہ پیغامبر مرسل کا سفیر وترجمان ہے، اس لئے ایسا سمجھا جائے گا کہ جیسے وہ خود آیا اور ایجاب کا مخاطب بنایا گیا اور اس نے قبول کرلیا۔ چنانچہ عقد ہوجائے گا، کہ غائب کو خط یا تار وغیرہ سے پیغام دینا اسے گویا خود مجلس میں حاضر کرنا ہے، اور ایجاب کا مخاطب بنانا ہے، اگر مجلس میں قبول کرلے گا تو معاملہ پورا ہوجائے گا، اور اگر قبول دوسری مجلس تک مؤخر ہوا تو پورا نہ ہوگا، اس سے ظاہر ہوا کہ حاضر عاقدین کے لئے مجلس وہ ہوگی جس میں ایجاب صادر ہو، اور غائب عاقدین کے لئے وہ جس میں پیغام، خط یا ٹیلی فون کی گفتگو پہنچے۔

لیکن مرسل یا کاتب کو حق ہے کہ وہ گواہوں کے سامنے اپنے ایجاب سے رجوع کرے، شرط یہ ہوگی کہ رجوع دوسرے کے قبول اور خط یا تار وغیرہ کے پہنچنے سے پہلے ہو۔ جمہور مالکیہ کہتے ہیں کہ موجب قبول کرنے والے کو عرف کے

مطابق ایک مہلت دیے بغیر ایجاب سے رجوع نہیں کرسکتا۔ اتحاد مجلس کے علاوہ ایجاب وقبول کی دوسری تمام شرائط کا جدید آلات ووسائل اتصال کے ذریعہ عقد میں بھی ہونا ضروری ہے۔ البتہ انٹرنیٹ ان تمام وسائل میں زیادہ نازک ہے کیونکہ اس میں اچانک آدمی کے ویب سائٹ میں مداخلت کا امکان ہے، کوئی نامعلوم آدمی بیچ میں گھس کر اسے شکار بنا سکتا ہے، یا خطرات ومشکلات سے دوچار کرسکتا ہے، اس لئے اہم معاملات میں اس سے احتراز واجب ہے، یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقد زواج میں حنفیہ کے نزدیک مرد وعورت کے ایجاب وقبول کو سننے کے لئے دو گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کے ولی کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا عقد زواج کی اہمیت، نزاکت اور مخصوص طبیعت کی بنا پر اسے جدید وسائل کے ذریعہ انجام دینا درست نہیں ہوگا، اس کی نزاکت نئے وسائل کے احکام سے اسے مستثنی کردیتی ہے، اور اس میں مرد وعورت کے بیچ مناسب طور پر تعارف بھی ممکن نہیں، اس لئے اس میں ان جدید وسائل سے احتراز کیا جانا چاہئے۔

دو غیر حاضر فریقوں کے بیچ معاملہ میں اتمام عقد کا زمانہ:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ دو غائبوں کے بیچ عقد محض قبول کے اعلان سے ہوجائے گا جیسے کہ اتصال ورابطہ کے جدید ترین آلات کے ذریعہ عقد ہو، اس میں فریق موجب کو قبولیت کا علم ہونے کی شرط نہیں (۱۷) تو اگر عاقدین فون یا وائرلیس پر بات چیت کررہے ہوں اور ایک دوسرے سے کہے کہ میں نے تمہیں گھر یا فلانی کار بیچ دی، اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کرلیا، تو اس سے بیع ہوجائے گی، اگرچہ موجب کو قبول کا علم نہ ہوا ہو، مثلاً یہ کہ دونوں کے بیچ رابطہ منقطع ہوجائے، ایسے ہی طرفین میں سے ایک نے دوسرے کو پیغام بھیجا یا تار یا ٹیلکس یا فیکس، یا اور کسی چیز کی بیع کا ایجاب کیا، یا عقد زواج کا پکا فیصلہ کردیا تو دوسرے کو تار وغیرہ موصول ہونے اور اس کے قبول کرنے کا اعلان کرنے کے ساتھ ہی عقد پورا ہوجائے گا، موجب کو اسے جاننے اور قبولیت کی خبر سننے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی، تاہم ہر ابہام وغموض کو دور کرنے اور عقد کی تکمیل کی تحقیق وتاکید کی خاطر عرف موجودہ میں ہوتا یہ ہے کہ پہلے پیش کش کا ٹیلکس یا فیکس کیا جاتا ہے پھر قبولیت کا فیکس یا ٹیلکس بھیجا جاتا ہے، پھر بیع کی تکمیل کا ٹیلکس، اس عرف کو بعض وضعی قوانین کی دفعات نے بھی مؤکد اور راسخ کردیا ہے، مثلاً مصری سول قانون جس میں کہا گیا ہے کہ "دو حاضر شخصوں کے بیچ معاملات میں دفع نمبر (۹۱) کہتی ہے کہ ارادہ کی تعبیر کا اثر اس وقت ہوجاتا ہے جب فریق موجہ الیہ اسے جان لے، تعبیر کی موصولی اس کے علم کا قرینہ ہوگی جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ملے۔ ملحوظ رہے کہ حاضر فریقین کے درمیان سننے اور قبولیت کا علم ہونے کی شرط کا اعتبار بعض حنفی فقہاء نے بھی کیا ہے، مثلاً السلفی اور ابن کمال پاشانے۔

دو غائبوں کے بیچ تعاقد کے سلسلہ میں دفعہ نمبر (۹۷) یہ کہتی ہے کہ: غائبین کے مابین عقد کے اتمام کا اعتبار اس

زمان ومکان میں ہوگا جس میں موجب کو قبول کا علم حاصل ہو جائے، جب تک اس کے برعکس کی کوئی معاہدہ یا قانونی صراحت نہ پائی جائے یہ فرض کیا جائے گا کہ موجب کو اس زمان ومکان کا علم ہو گیا ہے جس میں یہ قبول ہوا ہے اور اسے پہنچا"۔

میری رائے یہ ہے کہ دو غائبین کے مابین تعاقد میں موجب کو قبولیت کا علم ضروری ہے، کیونکہ معاملات بہت پیچیدہ ہیں اور جدید ذرائع اتصال کافی ترقی کر چکے ہیں، یہ اس لئے کہ تعامل صحیح ہو اور موجب کو تشویش نہ ہو، عقد زیادہ مضبوط ہو اور قبول کرنے والے کو پابند کیا جائے، کیونکہ موجب کا قبولیت کو نہ جاننا اسے شدید حرج میں ڈال دے گا۔ یہی استاذ ڈاکٹر عبدالرزاق السنہوری کی بھی رائے ہے (۱۸)۔

حواشی:

۱- مجلۃ الاحکام العدلیہ، دفعہ ۱۷۳، ۱۷۴۔

۲- المجلۃ دفعہ ۱۷۵۔

۳- المجلۃ ۷۰۔

۴- الشرح الکبیر للدردیر ۳/ ۳، المغنی ۵/ ۵۶۲۔

۵- الدر المختار ورد المحتار لابن عابدین ۴/ ۱۰ اور اس کے بعد فتح القدیر ۵/ ۷۹، البدائع ۵/ ۷ ۱۳، الشرح الکبیر للدردیر مع الدسوقی ۴/ ۳۔

۶- المجلۃ: دفعہ ۶۹۔

۷- المہذب ۱/ ۲۵۷، غایۃ المنتہی ۲/ ۳۔

۸- البدائع ۵/ ۱۳۶، فتح القدیر ۵/ ۸۰، حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۵، الشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ۳/ ۵، نہایۃ المحتاج ۳/ ۸، ۱۰، مغنی المحتاج ۲/ ۵ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۹- مغنی المحتاج ۲/ ۶۔

۱۰- البدائع ۵/ ۱۳۷، فتح القدیر ۵/ ۷۸، مواہب الجلیل للحطاب ۴/ ۲۴۰، الشرح الکبیر مع الدسوقی ۳/ ۵، الشرح الصغیر و حاشیۃ الصاوی ۳/ ۱۷، الشرح الکبیر مع المغنی ۴/ ۳، غایۃ المنتہی ۲/ ۴۔

۱۱- نہایۃ المحتاج ۳/ ۸، مغنی المحتاج ۲/ ۶۔

۱۲- البدائع ۵/ ۱۳۷، فتح القدیر مع العنایہ ۵/ ۷۸، ۸۰۔

۱۳- البدائع ۵/ ۱۳۴، مغنی المحتاج ۲/ ۲۰، غایۃ المنتہی ۲/ ۲۹۔

۱۴- مواہب الجلیل للحطاب ۴/ ۲۴۱۔

۱۵- المدخل الفقہی العام للاستاذ مصطفی الزرقاء: ف ۱۷۱۔

۱۶- البدائع ۷/ ۱۵۳۔

۱۷- التعبیر عن الارادۃ فی الفقہ الاسلامی للدکتور وحید سوار ص ۱۱۸ طبع الجزائر۔

۱۸- مصادر الحق ۲/ ۵۷۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ عقود ومعاملات

ڈاکٹر محمد محروس المدرس

پہلی بحث:

لغت اور اصطلاح میں مجلس کا معنی:

مجلس (لام کے زیر کے ساتھ) مفعل کے وزن پر اسم مکان ہے۔ اسم مکان وہ اسم مشتق ہے جو وقوع فعل کی جگہ اور اس کے معنی پر دلالت کرتا ہے (۱)، کبھی کبھی مفعل کے وزن پر مصدر میمی آتا ہے۔ مصدر میمی وہ اسم ہے جس کی ابتداء میں وہ میم زائدہ مفتوحہ ہو جس سے تقابل مقصود نہیں ہوتا ہے۔ مصدر میمی محض وقوع پر دلالت کرتا ہے (۲)۔

فقہاء کی اصطلاح (۳) میں مجلس عقد اس اجتماع کو کہتے ہیں جو عقد بیع کے لئے ہو (۴)۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجلس وہ ہے جس میں بیع سے اعراض پر دلالت کرنے والی کوئی بات نہ ہو اور نہ کسی ایسی چیز میں مشغولیت پائی جائے جس سے بیع فوت ہو جائے، اور یہ کہ وہ اعراض کے لئے نہ ہو۔ اس کا یعنی ایجاب کا ذکر صاحب "النہر" نے کیا ہے لہذا اگر اعراض پایا جائے تو عقد اتحاد مکان کے باوجود باطل ہو جائے گا (۵)۔

ابن عابدین کی نقل کردہ عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ اتحاد مکان ہی بذات خود مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایجاب کرنے والا اپنے ایجاب پر برقرار رہے لہذا اگر وہ اتحاد مجلس کے باوجود منع کردے تو صرف اتحاد سے کام نہ چلے گا۔

ان کی یہ بات ایجاب کو باطل کردینے والے امور کے سلسلے میں ان کی ذکر کردہ تفصیل کے خلاف ہے۔ انہوں نے ایجاب کو باطل کرنے والے سات امور ذکر کئے ہیں (۶):

۱- رجوع صریح یا ضمنی جو اعراض پر دلالت کرے۔

۲- دونوں میں سے کسی ایک کی موت ہو جانا۔

۳- قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی بنا پر مبیع میں تغیر واقع ہو جانا مثلاً یہ کہ استحقاق یا شبہ استحقاق کی بنا پر مبیع بائع کے ہاتھ سے نکل جائے کیونکہ ملکیت کے سبب کی تبدیلی عین کی تبدیلی کے قائم مقام ہے (۷)۔

۴- جوس کا سرکہ بن جانا۔

۵-پیدائش کے ذریعہ افزائش۔
۶-مبیع کی ہلاکت۔
۷-قبضہ سے پہلے ثمن ہبہ کرنا۔

دوسری بحث:

فقہ حنفی کی رو سے معاملات میں اتحاد مجلس کی شرط:

معاملات میں اتحاد مجلس کی شرط کسی صریح نص شرعی میں وارد نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ اشارۃ النص سے معلوم ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا" (آپس میں خرید و فروخت کرنے والے دو اشخاص کو اختیار ہے جب تک وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں)۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "البائعان بالخیار مالم یتفرقا" (۸)۔

لہذا نص یہ ثابت کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ جب تک فریقین جدا نہ ہوں ان کا اختیار باقی رہتا ہے۔ فقہاء نے جدا نہ ہونے سے اتحاد مجلس سمجھا پھر ان امور کی وضاحت کی جن سے مجلس وجود میں آتی اور ختم ہوتی ہے تاکہ اس کی روشنی میں ایجاب یا قبول کا ساقط ہونا متعین ہو، لہذا اگر یہ دونوں ساتھ ساتھ ہوں تو عقد منعقد ہوگا اور عقد کے انعقاد کے بعد اختیار باقی نہیں رہے گا (۹)۔

حدیث میں مذکور "ما" مصدریہ ظرفیہ ہے، جس کا مفہوم مدت ہے، اس کے "لم" نافیہ پر آنے سے ہم اس حدیث کی تاویل یوں کر سکتے ہیں: "البیعان بالخیار مدۃ عدم تفرقھما" میں سمجھتا ہوں کہ مجلس سے ان کی مراد محدود تھی کہ مخصوص مکان کو مجلس قرار دیں، بلکہ مجلس ایسی حالت سے عبارت تھی جس میں ایک فریق دوسرے کی مراد کو جان سکے، اسی لئے فقہاء نے بالمشافہ گفتگو کے علاوہ پیغام رسانی کو جائز قرار دیا، یعنی کسی قاصد کے ذریعہ زبانی پیغام بھیجنا۔ اسی طرح انہوں نے تحریر کے ذریعہ معاملہ کرنے کو جائز قرار دیا (۱۰) یعنی ایجاب کرنے والا ایجاب تحریراً بھیجے۔ انہوں نے مخفی طور پر معاملات کے جاری ہونے کو جائز قرار دیا (۱۱)۔ ان کے نزدیک دونوں فریق دور ہوں لیکن ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں تو دونوں کے درمیان عقد ہو سکتا ہے، بشرطیکہ دوری سے ان دونوں کی گفتگو میں اشتباہ و التباس (۱۲) نہ پیدا ہو۔ اسی طرح انہوں نے تعاقد (باہمی معاملہ) پر دلالت کرنے والے تعاطی (لین دین) کی اجازت دی، یعنی یہ کہ بغیر ایجاب کے بالفعل معاملہ ہو جائے (۱۳)، نیز انہوں نے بالفعل بیع کی اجازت دی، جس میں ایجاب ہو اور جواب میں ایسا فعل ہو جو قبول پر دلالت کرے (۱۴)۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اس باب میں قابل اعتنا اصل یہ ہے کہ:

۱- ایجاب کے وقت ایجاب کرنے والے کی نیت کی ترجمانی صحیح ہو۔

۲- قبول کے وقت کرنے والے کی نیت کی ترجمانی صحیح ہو۔

۳- ایجاب وقبول میں ایسی مطابقت ہو اس کے ساتھ کہ انعقاد کا وصف پایا جائے، یہ اس لئے ہے کہ نیت دل کا ایک مخفی امر ہے، اس کی تعبیر بعض امور کے ذریعہ ہو سکتی ہے:

۱- الفاظ اور ان کے قائم مقام چیزیں، لہذا گونگے کا اشارہ گفتگو کے درجہ میں متصور ہوگا (۱۵) تحریر خطاب کے درجہ میں ہے (۱۶) اسی طرح عبارت بھی لفظ کے قائم مقام ہے، کیونکہ کسی چیز کا عرف جاری ہونا اس کے بولنے کی طرح ہے (۱۷)۔

۲- فعل جیسے تعاطی۔

۳- جنایات میں آلہ۔

۴- عرف جیسے طلاق میں کنایوں کے الفاظ۔

فقہاء نے بہت زور دے کر ان صورتوں کو اسی مجلس میں بائع کی طرف سے ہونے والے ہر تصرف کی تفسیر قرار دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے معاملہ سے اعراض کی بہت سی علامتیں ذکر کی ہیں (۱۸)۔

اس بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ صرف ایجاب وقبول کے درمیان مطابقت اور انعقاد عقد کے تحقق کے قبیل سے ہے۔

اسی لئے انہوں نے معاملہ سے اعراض پر دلالت کرنے والی صورتوں کو شمار کرایا ہے۔ یہ تمام صورتیں اس باب میں احتیاط، تفریع اور جزئیات کی مختلف انواع میں تقسیم شمار کی جائیں گی، اگر ہمیں اس سلسلہ کا قاعدہ کلیہ یا اصول بنانا ہو تو کچھ اس طرح کی تعبیر اپنانی ہوگی: "كل ما يدل على عدم توافق الإرادتين في التعاقد لا يعد التعاقد معه قائما" (ہر ایسی چیز جو معاملہ میں فریقین کے ارادوں کے درمیان ناموافقت پر دلالت کرے اس کی موجودگی میں معاملہ منعقد نہیں مانا جائے گا)

"البحر" کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ابن عابدین نے نقل کیا ہے: "فالمراد بالمجلس مالا يوجد فيه ما يدل على الإعراض وإن لا يشتغل بمفوت له، وإن لم يكن للإعراض" (مجلس سے مراد وہ چیز ہے جس میں بیع سے اعراض پر دلالت کرنے والی کوئی بات نہ ہو اور نہ کسی ایسے کام میں مشغولیت ہو جس سے بیع فوت ہو جائے نیز یہ کہ وہ اعراض کے لئے نہ ہو)۔

قاعدہ سازی متاخرین نے اس لئے اختیار کی تھی کہ اس سے فقہ کے فہم کو آسان کیا جائے، اور نئے مسائل کے لئے جدید احکام کی تخریج کا کام آسان ہو، اس طرح انہوں نے بہت سی مشکلات کو آسان کیا اور دشواریوں کا ازالہ کیا، بعد میں یہی چیز علم کی صورت اختیار کر کے ایک معمہ بن گئی!!

جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ فقہ اسلامی میں مسائل کی جہت سے پیدا ہوئی، پھر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مسائل فرض کرنے میں توسیع سے کام لیتے ہوئے اسے ایک زندگی اور تازگی بخش دی، اور نئے واقعات وحوادث کے مقابلہ کے قابل بنادیا، تو ہمارے لئے کسی بھی مسلک کے نصوص میں حرف پرستی برتنی ٹھیک نہ ہوگی، بلکہ اس سے آگے بڑھتے ہوئے ہمیں قاعدہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا، پھر ہم مسائل کی تخریج اس معتمد اصل کے مطابق کریں گے جس کی تائید کسی بھی مسلک کے نصوص سے ہوتی ہوگی۔

نئے مسائل میں اس طرح کی تخریج کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً بیع وفاء یا کوئی ایسی چیز جو بہت عام ہو، نصوص اس کے بارے میں مدونہ کرتے ہوں یعنی عموم بلوی کی صورت ہو جیسے بیع الاستجرار (۱۹)۔

بیع کی پہلی قسم کے سلسلہ میں فقہاء نے اس کے تعامل کو قبول کیا ہے اور اسے معروف معاملات ہی میں سے کسی ایک پر تخریج کرنا چاہا ہے، چنانچہ اس بیع کی شرعی حیثیت سے متعلق ان کے نو اقوال ہیں (۲۰)۔ دوسری قسم میں انہوں نے تعامل کو بطور استحسان قبول کیا ہے، پھر متعدد اقوال کے مطابق اس کی تخریج کی ہے جن میں اسے ایک معروف معاملہ سے مشابہت دی، حالانکہ وہ ایسا قیاس ہے جو یہاں جائز نہیں۔ البتہ بعض لوگوں کو اس کا احساس ہو گیا اور انہوں نے اس کی طرف متوجہ کیا (۲۱)۔

اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے پہلے ہی مرحلہ میں اسے باطل نہیں ٹھہرادیا، لیکن اس کے برعکس ہم مجلس کے معاملہ میں دیکھتے ہیں کہ انہوں نے دائرہ کو تنگ کردیا ہے، نصوص نے یہاں کام نہیں دیا!

مجھے حیرت ہے کہ فقہاء نے استحساناً اسے کیسے قبول کرلیا جس کا نصوص ساتھ نہیں دیتیں؟، اور اس بنیاد پر لوگوں کا تعامل ہے۔

مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ اتحاد مجلس اور اس کو باطل کرنے والے امور کی توسیع سے متعلق مسئلہ میں فقہاء نے کیسے اس چیز کا انکار کردیا جس کے انکار پر نصوص مدد نہیں دیتیں؟

ایک دوسرے زاویہ سے ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ عقود میں اصل رضامندی ہے، محض ظاہری شکل نہیں (اس سلسلہ میں بعض نصوص آگے آئیں گی) یہ ہماری شریعت کی بات ہے، محض ظاہری شکل تو رومی قانون کا خاصہ ہے، فقہ اسلامی کا خاصہ رضامندی ہے، اس کے برعکس دونوں میں کم ہی ہوتا ہے، جیسے کہ عین کی عین سے خرید وفروخت کے بعض معاملات میں ربا کے شبہ کو دفع کرنے کے لئے دست بدست حوالگی کی بات کہی جاتی ہے، جبکہ عقد صرف میں نقدین کا حوالہ کرنا اور وصول کرنا آج کے دور میں بالکل دشوار ہو گیا ہے، کیونکہ افراط زر ہوتا ہے اور اسے ایک ہی وقت میں بدلنا اور بدلوانا ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کے حل کے لئے ہمارے سامنے دو طریقے ہیں:

نمبر ایک تبدیلی کی کارروائی سے متعلق سرٹیفکیٹ کو یداً بید قبضہ کے مانند تسلیم کیا جائے، دوسرے یہ کہ تعامل جس چیز کا

ہوا سے ایک غیر منقسم کل سمجھ کر قبول کیا جائے، یہ ایسا نیا مسئلہ ہے جو پہلے نہ تھا، ہاں اگر سود کا شبہ ہو تو اس کا ایسا فقہی بدل ڈھونڈ کر مسئلہ حل کرنا ہو گا جو تجارتی تعامل کے مطابق بھی ہو اور اس میں ناگزیر حالات کے مطابق مسلمانوں کی مصلحت کی رعایت بھی کی جائے۔

لہذا مجلس کا جوڑ کر آیا وہ بذات خود مقصود نہیں، ایسا ہوتا تو اس میں توسع کی بات قابل قبول نہیں ہوتی، کیونکہ قاعدہ ہے: "الاستثناء لا یتوسع فیه، ولا ینقلب اصلاً" (استثناء میں نہ توسع ہوتا ہے اور نہ وہ اصل میں تبدیل ہوتا ہے)۔ اسی لئے ہمارے یہاں استحسان کی بات کہی جاتی ہے، اس کی حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ اس چیز کا بیان ہے جو خلاف اصل آئے، اسی لئے اس پر اس کے علاوہ کو قیاس نہیں کیا جاتا، کیونکہ قاعدہ ہے: "ماجاء علی خلاف القیاس فغیرہ علیه لایقاس" (جو خلاف قیاس آئے اس کے علاوہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا)(۲۲)۔ اسی طرح ایک اور قاعدہ ہے: "ماجاز لعذر بطل بزواله" (۲۳) (جو چیز عذر کی وجہ سے جائز ہو وہ عذر کے ختم ہوتے ہی باطل ہو جائے گی)، لہذا یہ مسئلہ اپنے استثناء پر باقی رہے گا، مقصود اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ایجاب کرنے والا اپنے ایجاب پر باقی رہے، اسی طرح یہ مقصود ہے کہ ایجاب کے ساتھ قبول کا اتصال صحیح ہو، اس سے پہلے ہم "المجمع" سے ایک فقہی نص بیان کر چکے ہیں، لیکن "المجمع" میں اتحاد مجلس کے لئے جو یہ شرط ہے کہ کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو، اس میں لوگوں کے لئے بڑا حرج ہے، اور اس سے لوگ ایک موہوم ممنوع عمل میں مبتلا ہو جائیں گے، کیونکہ فروخت کنندہ ایک سے زائد سے معاملہ کرے گا، کبھی اس سے بات کرے گا، کبھی اس سے، اگر پہلے والا قبول کر لے تو ان کے قول کے مطابق بیع صحیح نہیں ہونی چاہئے!! مجلس کو ساقط کرنے کے لئے اتنی شدید بے تابی استثنائی احکام ہی میں ہوتی ہے، جیسے شفعہ، کیونکہ شفعہ کو شارع حکیم نے ایسی شکلیات سے گھیر دیا ہے کہ اگر ان میں سے ایک میں بھی تاخیر ہو تو حق ختم ہو جائے گا، جبکہ بیع کا حق استثنائی نہیں بلکہ یہ حق اصل ہے اور یہ بہت سے معروف نصوص سے معلوم ہوتا ہے (۲۴)۔

حنفیہ فقہی دقت نظر میں بہت ہی ممتاز مقام کے حامل تھے، کیونکہ وہ صرف نص شرعی کے ظاہر پر نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ اس کے مفہوم کو پیش نظر رکھتے تھے، جب شرعی نصوص میں ایسا ہے تو یہ فقہی نصوص میں تو بدرجہ اولی ہوگا۔

دیکھئے حنفیہ نے احادیث "لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب" اور "لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل" کے سلسلہ میں دلالت الاقتضاء کی بات کہی ہے۔

اسی طرح انہوں نے حدیث "إن الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم" کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے شفاء کو صرف حرام چیزوں تک ہی محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس نے مباح غذاؤں اور دواؤں کے ذریعہ ہمیں حرام چیزوں سے مستغنی کر دیا ہے، تاکہ ہمارے دنیوی امور میں حرام قرار دی جانے والی چیزوں کے دستیاب نہ ہونے سے ہمیں نقصان نہ ہو (۲۵)۔

اسی طرح ان کا قاعدہ ہے: "تخصیص الشيء بالذکر لا ینفي ماعداہ" (۲۶) (کسی چیز کے بطور خاص ذکر سے اس کے علاوہ کی نفی نہیں ہوتی ہے)۔ دوسرا قاعدہ ہے: "التنصیص لا یدل علی التخصیص" (صراحت تخصیص پر دلالت نہیں کرتی ہے) (۲۷) ان دونوں قاعدوں کی تطبیقات بہت ہیں، مثلاً:

الف- آیت کریمہ "حرمت علیکم...... وربائبکم اللاتي في حجورکم من نساء کم اللاتي دخلتم بھن" (۲۸) تو کیا وہ سوتیلی لڑکیاں جو ماں کے شوہر کی پرورش میں نہ ہوں اس شوہر پر حرام نہ ہوں گی؟۔

ب- آیت کریمہ "یا أیھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم" (۲۹)۔

امام آلوسی بغدادی حنفی اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھتے ہیں کہ تجارت کا بطور خاص ذکر اس وجہ سے ہے کہ اس کا چلن زیادہ ہے، اور یہ غیور لوگوں کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ اس میں یہ معنی لینا جائز ہے کہ تجارت سے مراد شرعی طریقہ پر دوسرے شخص کی طرف سے مال کی منتقلی ہے چاہے یہ تجارت ہو یا میراث، یا ہبہ وغیرہ یعنی خاص کا استعمال کر کے اس سے عام مراد لیا گیا ہے (۳۰)۔

ج- اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد "الماء من الماء" (احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے) کا مطلب یہ نہیں کہ بغیر انزال کے التقاء ختانین سے غسل واجب نہیں ہوگا (۳۱)۔ اس کی بنیاد وہ قاعدہ ہے جو اس باب میں ان کی طرف سے طے کیا گیا ہے۔ اسی قبیل سے حدیث "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" بھی ہوگی، یہ حدیث لوگوں کے کثیر الوقوع معاملات کی تشریح وتوضیح کے لئے ہے، یعنی یہ کہ زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ فریقین کے معاملات کی ایک ہی مجلس میں جمع ہوتے ہیں، ورنہ زبانی پیغام رسانی اور تحریر کے ذریعہ معاملہ کرنے کے بارے میں کیا کہیں گے؟

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے پیغام رساں اور تحریر پہنچانے والے کو اصل کے درجہ میں رکھا ہو لیکن ان میں سے کوئی بھی خرید وفروخت کا معاملہ کرنے والا نہیں ہے۔

گذشتہ تفصیلات کی روشنی میں حدیث کا اجمالی مفہوم یہ ہوگا:

۱- جدا نہ ہونے کے وقت تک ہر فریق کو اختیار حاصل ہوگا۔

۲- بیع کا معاملہ صرف دو اشخاص کے بیچ نہیں ہوتا، اس لئے حدیث میں "المتبایعان" (فروخت کنندہ اور خریدار) کے ذکر کا مطلب یہ نہیں کہ معقد دو آدمیوں کے درمیان ہی ہو سکتا ہے، بلکہ یہ کئی فریقوں کے درمیان بھی ہو سکتا ہے، اس پر اجماع ہے۔

۳-اسی طرح عقد مجلس لفظی پر موقوف نہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ معاملہ ہے جو عقد چاہنے والے متعدد فریقوں کے مابین ہو اگرچہ وہ دور ہوں۔

۴-اسی طرح حدیث کا دائرہ صرف بیع تک محدود نہ ہوگا بلکہ اجارہ، ہبہ اور دیگر عقود سب اس میں شامل ہوں گے۔

ہمارے اس خیال کی تائید کئی نصوص سے ہوتی ہے، مثلاً آیت کریمہ: "والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم" (۳۲) کو لیں، آج کئی صدیوں بعد یہ معلوم ہوا کہ سورج نہیں چلتا بلکہ زمین ہی چلتی ہے!! اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے لوگوں کو ان کے اپنے علم اور تصور کے مطابق مخاطب کیا، اگر اس کا الٹا کہا جاتا تو نبی ﷺ کی عمر گذر جاتی لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ اسی طرح آیت: "یا أیها الناس إنا خلقنا کم من ذکر و أنثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل" (۳۳) کو لیجیے، ہم دیکھتے ہیں کہ آدم بغیر ماں باپ کے بنائے گئے، حواء بغیر عورت کے صرف مرد سے، عیسیٰ بغیر کسی باپ کے صرف ماں سے اور آج کلوننگ کے ذریعہ صرف مرد سے یا صرف عورت سے انسان ڈھالے جارہے ہیں!!! اگر یہ بات قرآن اس وقت کہتا تو کیا لوگ مان لیتے، اس کو ثابت کرنے میں شارع کا کتنا وقت لگتا؟

اسی لئے ہم کلوننگ کے جواز کی بات کہہ سکتے ہیں۔ یہ آیت حرمت کے قائلین کی دلیل نہیں بن سکتی (۳۴)۔

اسی طرح آیت: "إن اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الأرحام" کی بات ہے (۳۵) لوگ کہتے ہیں کہ یہ غیبی امور میں سے ہے، آج لوگوں کے لئے اس کا پتہ چلانا ممکن ہے، لیکن اس کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ اس وقت زیادہ تر ایسا ہی ہوتا تھا۔ نصوص اس سے مانع نہیں کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو (۳۶)، اسی طرح دیکھئے: آیت کریمہ "یا أیها الذین آمنوا إذا نودی للصلاة من یوم الجمعة فاسعوا إلی ذکر اللہ وذروا البیع" (۳۷) مقصود ہر وہ چیز ہے جو جمعہ کے لئے سعی سے مانع ہوسکتی ہو، بیع کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس وقت بیع لوگوں کو زیادہ غافل کرنے والی تھی ورنہ واجب تو ہر قسم کے معاملات کو چھوڑنا ہے، ہاتھ کے کام، ٹیلی ویژن کا دیکھنا سب اس میں آتا ہے۔ لہذا کسی شی کے خاص ذکر سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی (۳۸) لہذا اجتماع سابق کے بعد تفرق کا ذکر یہ معنی نہیں رکھتا کہ عقود ان ہی لوگوں کے بیچ میں ہوں گے جو ایک مجلس میں موجود ہوں۔

مجلس کے بارے میں ہم نے جو یہ کہا کہ وہ عارض ہے نہ کہ اصل، اس کی تائید جصاص کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ "یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" کے بارے میں کہا ہے کہ مجلس کا اختیار بیع کے انعقاد یا الفاظ کے ذریعہ جدائیگی سے ختم ہو جاتا ہے، ان کی عبارت ہے: "قوله تعالی لا تاکلوا اموالکم ..... یقتضی جواز الأکل بوقوع البیع عن تراض قبل الافتراق، إذ کانت التجارة هی الإیجاب والقبول فی عقد البیع و لیس التفرق والاجتماع من التجارة فی شی ولا

يسمى ذلك تجارة في شرع ولا لغة" (اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "لا تاکلوا اموالکم......" کا تقاضا ہے کہ اگر جدائیگی سے پہلے باہمی رضامندی کے ذریعہ بیع ہو جائے تو کھانا جائز ہو، کیونکہ تجارت بیع کے معاملہ میں ایجاب وقبول ہی سے عبارت ہے، ملنے اور جدا ہونے سے تجارت کا کوئی تعلق نہیں، اس کو نہ شریعت میں تجارت قرار دیا جاتا ہے اور نہ لغت میں)(۳۹)۔

میں کہتا ہوں کہ اصل تراضی (باہمی رضامندی) ہے، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے، یہ اپنے ثبوت ودلالت میں قطعی ہے جس کی تخصیص یا تنسیخ خبر واحد سے نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ اس کے ہم رتبہ نہیں، تخصیص کی شرط موازنہ ہے، اور نسخ کی شرط تراخی ہے۔ پھر لفظ "تراضی" مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے جب تک کہ صراحتہً یا ضمناً تخصیص کی دلیل نہ مل جائے(۴۰)۔ ہمارے مسلک کا قاعدہ یہ ہے: "المطلق لا يحمل على المقيد في حكمين مختلفين" (دو مختلف احکام میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا)(۴۱)۔ یہی بات دو مختلف واقعات کے بارے میں بھی کہی جائے گی جیسا کہ علم الاصول سے معلوم ہوتا ہے(۴۲)، ہاں کچھ شرطوں کے ساتھ بطور استثناء مطلق کو مقید پر محمول کیا جا سکتا ہے، وہ شرطیں یہ ہیں: محل ایک ہو، حکم ایک ہو اور حکم کے وارد ہونے کا سبب ایک ہو۔ یہ شرطیں آیت اور حدیث کے مابین موجود نہیں ہیں، کیونکہ آیت مطلق تراضی کی ضرورت بیان کرنے کے لئے ہے، اور حدیث ایجاب کرنے والے کے ایجاب سے رجوع کرنے کے حق کو ثابت کرنے کے لئے ہے، لہٰذا دونوں کا سبب مختلف ہے۔

آیت ثبوت ودلالت کے دونوں پہلوؤں میں قطعی ہے، اور حدیث ان دونوں پہلوؤں میں ظنی ہے، ثبوت کا ظنی ہونا بھی واضح ہے، اور دلالت کا ظنی ہونا بھی واضح ہے، کیونکہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اسے بدنی تفرق پر محمول کیا جائے گا یا لفظی تفرق پر۔ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث شریف سے ایجاب سے رجوع کا حق ثابت ہوتا ہے، کیونکہ تراضی صرف اسی سے وجود میں نہیں آ سکتی، اس لئے کہ تراضی مقابلہ پر دلالت کرتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کم سے کم دو فریقوں کی طرف سے فعل کا صدور ہو، یہی مطلوب بھی ہے، لہٰذا فقہاء نے جسمانی اتحاد کے سلسلہ میں جو شدت اختیار کی ہے وہ بے محل ہے، کیونکہ مطلوب دونوں ارادوں میں اتحاد ہے۔

اس کی دلیل یہ آیت بھی ہے: "والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس إلا وسعها لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده وعلى الوارث مثل ذلك فإن أرادا فصالاً عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما" (۴۳) (مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بالکل پوری کرنے کا ہو، اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو، ہر شخص پر اتنا ہی بوجھ ڈالا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت

ہو، ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے، وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے پھر اگر دونوں (ماں باپ) اپنی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔

تراضی کی تفسیر میں آلوسی نے جو لکھا ہے اس سے ہماری اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ فریقین کی طرف سے باہمی رضامندی کو دوسرے کسی بھی تصور سے آزاد ہونا چاہئے، ان کے الفاظ ہیں: "والمراد بالتراضي: مراضاة المتبايعين بما تعاقدا عليه في حال المبايعة وقت الإيجاب عندنا" (ہمارے نزدیک تراضی سے مراد باہمی بیع کی صورت میں ایجاب کے وقت فریقین کا آپس کے طے کردہ معاملہ پر باہم رضامند ہونا ہے)(۴۴)۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حنفیہ نے الفاظ سے جدا ہونے کا اعتبار کیا ہے نہ کہ جسم سے جدا ہونے کا۔ یعنی جب فریقین عقد سے دلالۃً یا صراحۃً اعراض کریں اس طور پر کہ قبول کرنے والے کا قبول ایجاب کرنے والے کے ایجاب کے مطابق نہ ہو تو یہ ایجاب سے اعراض سمجھا جائے گا، اس طرح ہمارے مسلک کے مطابق حدیث سے مراد یہ ہوگی کہ ایجاب یقینی طور پر صحیح ہوگا اور تفرق کلامی (بات کے ذریعہ جدائیگی) جس کو فقہاء "خیار مجلس" کہتے ہیں، سے دونوں یا ایک ایجاب سے اعراض کریں تو ایجاب ساقط نہ ہوگا(۴۵)۔

اسی طرح حکم کا محل بھی مختلف ہے، آیت رضامندی کو ثابت کرتی ہے، ناجائز طریقہ پر کسی کا مال کھانے سے منع کرتی ہے اور حدیث مجلس کے حکم کو بیان کرتی ہے، لہٰذا آیت اور حدیث دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

علاوہ ازیں جس بات کا دین سے بداہتاً ہونا معلوم ہے وہ یہ کہ ہمارا دین کامل ہے اور ہر طرح کے واقعات کے احکام کو محیط ہے(۴۶)، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ضرورت کی ساری چیزیں بیان کردی ہیں یا تو نص صریح سے یا دلالت کے ذریعہ، کوئی بھی چھوٹا بڑا ایسا واقعہ نہیں جس میں اللہ کا حکم نص یا دلیل سے ثابت نہ ہو(۴۷) جب اجتہاد مطلق مثلاً اصحاب مذاہب کا اجتہاد، ختم ہوگیا، اور مذاہب کے اندر رہتے ہوئے اجتہاد بھی ختم ہوا، مثلاً ائمہ مذاہب کے تلامذہ کا اجتہاد، تو علماء نے اس کا سہارا لیا کہ ائمہ کے اقوال کو نصوص شارع جیسا قرار دیں اور پھر ان پر تخریج کریں، اس طرح فقہ نے نئے مسائل کے حل کا بہترین راستہ نکال لیا اور اس مفید نہج کے اختیار کرنے کے بعد وہ جدید مسائل کے سامنے عاجز نہ رہی۔

تاہم یہ بات واضح رہے کہ معاملات کی جتنی قسموں پر سلف کے ہاں بحث ملتی ہے وہ انتہا نہیں، نہ ایسا ہے کہ ان پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا، یہ ایک بڑا دعویٰ ہے اور اس کے مدعی پر اپنی بات ثابت کرنا لازم ہے، ویسے اسے ثابت کرنا آسان نہیں ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے:

۱- اراضی کے انتظام کے لئے مفتوحہ ممالک کی تنظیمات کو قبول کیا بلکہ اس کا ایک نیا طریقہ نکالا جو کتاب وسنت

میں مذکور نہیں، لیکن کتاب وسنت کی طرف سے اس کا انکار بھی ثابت نہیں، مثلاً حضرت عمر بن الخطابؓ نے فاتحین کے درمیان زمینوں کو تقسیم نہیں کیا، جیسا کہ معلوم ہے۔

۲-اسی طرح مسلمانوں نے محکموں کی ترتیب اور مستقل لشکر کی تشکیل کو قبول کیا، جن کے اخراجات بیت المال سے پورے کیے جاتے تھے۔

۳-تعامل اور آسانی کی وجہ سے بیع الاستجرار کو قبول کیا(۲۸)۔

۴-عہد عثمانی کے آخر میں بحری ٹرانسپورٹ میں جو نئی شکلیں پیدا ہوئیں ان کو قبول کیا مثلاً بحری جہاز کے مال کی بلٹی اور نقل وحمل کی کمپنیاں وغیرہ۔

۵-پہلے ڈھلے سکے اور بعد میں کاغذی کرنسی یعنی بینک نوٹ قبول کیے۔

۶-احکام کی دفعہ وار تدوین قبول کی، بلکہ ہر موضوع کو الگ الگ دفعہ وار مرتب کیا، میں تو اسے اپنے زمانہ میں نادر اجماعات میں سے سمجھتا ہوں۔

۷-اشخاص کو چھوڑ کر کمپنیوں کو ٹھیکہ دے کر کام کرانا بھی منظور کیا، حرمین کی صفائی اور خدمت اسی طریقہ پر ہو رہی ہے۔

۸-اسی طرح دستوری اور ادارہ جاتی تنظیمات کو قبول کیا جس پر کسی بھی زمانہ میں عمل نہیں ہوا تھا۔

۹-اسی طرح جامعات اور کالجوں میں پڑھنا اور سرٹیفکیٹ دینا قبول کیا، اگر اس طرح کی چیزوں کا استقصاء کیا جائے تو حد شمار سے باہر ہو جائے گا۔

لہٰذا جب مسلمانوں نے جدید امور و تنظیمات کو جوں کا توں تسلیم کر لیا تو کیا ہمارے لئے مناسب نہ ہوگا کہ جن چیزوں کے بارے میں نص وارد نہ ہوئی ہو، جن کا تعامل نہ ہوا ہو تو انہیں ہم بالکل نئے معاملات قرار دے کر حکم لگائیں اور جو معاملات پہلے سے موجود ہیں مثلاً بیع و اجارہ وغیرہ ان ہی میں ان کو جوڑ دیں، لہٰذا بینک کے معاملات کو مستقل طور پر لیں، انہیں ودیعت اور قرض وغیرہ سے لاحق نہ کریں، ہاں اگر حرمت پائی جاتی ہو تو حرمت کا عنصر نکال دیں یا بالکل ہی حرام ہوں، تو انہیں چھوڑ دیں۔ان معاملات کو قدیم معاملات سے مشابہت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ جدید وسائل، فیکس، ای میل، ٹیلکس، تار اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ معاملات کرنے کو ہم قبول کریں، عقود اذعان کو بھی ہم قبول کرتے ہیں جن میں طرفین میں سے ایک کی رضامندی معدوم ہوتی ہے، اور اسے صرف عقد کرنے اور نہ کرنے کا ہی اختیار ہوتا ہے، مثلاً جدید آلات نقل وحمل کے ذریعہ سفر، فون کرنا انٹرنیٹ سے کام لینا وغیرہ......اس میں ایک فریق طاقتور ہے جو اپنی شرائط منوا سکتا ہے، وہ ان آلات کا مالک یا چلانے والا ہوتا ہے، دوسرا فریق کمزور ہے جو کام چاہتا ہے، اسے معاملہ کی تمام شرائط بغیر کسی بحث کے ماننا ہوگا یا

معاملہ کو بالکلیہ چھوڑنا ہوگا! یہاں نہ مجلس ہے نہ کامل رضامندی جو ارادہ کی تعبیر کرے، اس کے باوجود ہم بغیر استثناء کے اسے قبول کرتے ہیں، نہ کریں تو زندگی دشوار ہو جائے بلکہ ضرورت پڑنے پر معطل بھی۔ اگر کسی اعتبار سے ان کو ہم مانتے ہیں تو کئی سارے اعتبارات سے انٹرنیٹ کے تعامل کی بھی اجازت دینی ہوگی!! اسی طرح ہم امپورٹ اور سپلائی کے معاملات کو بھی جائز قرار دیتے ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے معاملات ہیں۔

ان بالکل نئے معاملات کو قدیم تعاملات سے تشبیہ دینے کی کوشش میں تنگی بھی ہے اور بہت سے امور کے منافع کو ضائع کرنا بھی، اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں!!

جسے ہم "تبادل کی فقہ" کہہ سکتے ہیں اس میں مشغول لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ سلبی موقف کا مطلب ان تمام جدید معاملات کا انکار ہے جن کا اوپر ذکر آیا۔ انہیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ جدید کے فوائد کیا ہیں، ان میں حرمت کا کوئی پہلو ہو تو اس میں کوتاہی سے کام نہ لیں، اس حرمت کے پہلو کو ساقط کریں تا کہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، یا ہمیں ایسا مجوزہ تبادل دیں جس میں متروک کے تمام فائدے ہوں، اسلامی طریقہ پر معاملات میں اساسیات نظر انداز نہ ہوں، مثلاً کتاب المخارج لمحمد بن الحسن الشیبانی کو سامنے رکھئے کہ امام صاحب نے یہی کام کیا ہے۔

موجودہ دور کے اس اہم پہلو پر اس سرسری نظر کے بعد اب ہم اصل موضوع پر گفتگو کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے:

انٹرنیٹ اور جدید وسائل کے ذریعہ معاملات کرنا۔

میرے خیال میں موضوع کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے اسے اس طرح کر دینا چاہئے: "موجودہ تجارتی اصولوں کے مطابق کاروبار" تا کہ اس میں ایجنٹ کے ذریعہ بیع بھی شامل ہو جائے جس میں ایجنٹ کو سامان پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ اس میں بھی وہی مشکلات ہیں جو جدید ذرائع سے کاروبار میں پائی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں:

الف- ایجاب کا باقی رہنا اور اس کی تجویز کردہ قیمت میں مالک یا صنعت کار کی طرف سے تبدیلی کی صورت میں اس کے ساقط ہونے کا وقت۔

ب- بیع کے منعقد ہونے کا زمانہ۔

ج- بیع کے منعقد ہونے کی جگہ۔

ان چیزوں سے اور کئی مسائل پیدا ہوتے ہیں، مثلاً:

الف- ملک کے اس قانون کی تعیین جو اس معاملہ میں چلے گا۔

ب- اس کورٹ کی تعیین جو اس موضوع پر فیصلہ کر سکے گا۔

ج- جو قانون اس ملک میں چلتا ہے اس کی تعیین، اور یہ اس صورت میں ہوگا جب عقد ہونے کے وقت رائج

قانون سے متصل کئی قوانین جاری ہوں یا ایسے قوانین جاری ہوں جن کی رو سے عقد کے وقت کے رائج قانون میں ترمیم ہوتی ہو۔

د۔ فریقین میں سے ہر ایک کی شہریت کی تعیین، تا کہ اس قانون کی تعیین ہو سکے جس کا نفاذ ہوتا ہے۔

اور اوپر ذکر کیے گئے وہ امور جن پر عالمی قانون کے ماہرین اپنی مخصوص قانونی تحقیقات میں بحث کرتے ہیں یعنی بین الاقوامی قانون۔ ہم پہلے ہی بغیر کسی اعتراض کے قانون کی دفعہ وار اور موضوعاتی تدوین کو قبول کر چکے ہیں، نیز اس بات کو کہ ہم ہر ملک کے فقہی احکام میں یکسانیت نہیں پیدا کر سکتے، بلکہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ پورے ملک میں مسلمانوں کا اقتدار ہو، ولی امر اپنے اختیار سے زمان و مکان اور نوعیت کی بنیاد پر عام فیصلوں سے ہٹ کر فیصلہ کرائے، اس صورت میں مختلف امور میں اختلاف رونما ہوگا اور اس لئے ان مسائل کو طے کرنا بہت ضروری ہوگا۔

جہاں تک میں جانتا ہوں اس سلسلہ میں مسلمانوں کے ہاں بحث نہیں پائی جاتی، نہ قدیم ذخیرہ میں نہ جدید میں۔

۲- قیمتوں کی تحدید جس سے عالمی سطح پر ادائیگیوں میں جہالت اور غرر کی نفی ہو۔ کسی بھی سکہ سے ان کی تحدید سے ضرر اور غرر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی مملکت اپنی کرنسی کی قیمت گھٹا دے تا کہ متعین فائدہ حاصل کر سکے، تو کیا متفق علیہ ثمن یا قیمت لازم ہوگی حالانکہ طرفین کی جانب سے دونوں میں سے کوئی بھی مقصود نہیں، کبھی عالمی افراط زر جو مقصود نہیں ہوتا، کے سبب بھی نرخوں اور کرنسیوں کی قیمت میں تبدیلی آتی ہے جس سے فریقین میں سے ایک کو نقصان پہنچتا ہے۔

اس کی تلافی کے لئے حکومتیں نئے طریقے اپناتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(الف) کرنسی باسکٹ کی ایجاد۔

(ب) ادائیگی کے لئے سونے کو اصل بنانا اور اس کی قیمت سے سودا کرنا۔

(ج) ری شیڈولنگ کرنا، جس کے ذریعہ قرض خواہ سے نقصان دور کیا جاتا ہے۔ اس پر زیادہ تر عمل حکومتوں کے مابین معاملات میں کیا جاتا ہے۔ مذہب کے اصولیات توازن پیدا کرنے کے ان طریقوں کے خلاف نہیں ہیں، چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے قرضوں کی ادائیگی قیمت سے نہ کہ عدد سے کرنے کی بات کہی ہے(۴۹)۔

مبحث ثالث:

انٹرنیٹ کے ذریعہ معاملات کرنا:

اس میں درج ذیل امور بحث طلب ہیں:

اول: یہ کہ انٹرنیٹ کیا ہے؟

انٹرنیٹ ایک ایسا جدید وسیلہ ہے جس کے ذریعہ بین الاقوامی سطح پر افراد و اداروں کے بیچ رابطہ کیا جاسکتا ہے، یہ رابطہ کے ایک نیٹ کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس نیٹ سے جڑے سبھی لوگ رابطہ کر سکتے ہیں، یہ رابطہ کبھی تحریر سے اور کبھی آواز اور کبھی ایک ساتھ ان دونوں سے ہوتا ہے، کبھی انٹرنیٹ کا استعمال محض ان معلومات کے حصول کے لئے ہوتا ہے جنہیں افراد اور ادارے پیش کرتے ہیں، انہیں حاصل کیا جاسکتا ہے، کبھی عوض دینا پڑتا ہے کبھی نہیں۔

انٹرنیٹ ایک سے زائد افراد کے مابین راست گفتگو کا موقع فراہم کرتا ہے، آواز سے اور تصویر سے، جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ میں ہیں۔

دوم: انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد کے احتمالات:

انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد میں کئی احتمال ہوتے ہیں:

پہلا احتمال یہ کہ ایک آدمی انٹرنیٹ کے ذریعہ آفر کرے جو ایجاب کے قائم مقام ہوگا جسے قبول کا انتظار ہوگا۔

دوسرا یہ کہ نیٹ کانفرنس ہو کہ اس کانفرنس میں ہر شرکت کرنے والا دوسروں کو دیکھے اور سنے۔

تیسرا یہ کہ ایک آدمی نیٹ کے ذریعہ اپنے سامان کے بارے میں اعلان کرے، اور جسے سامان مطلوب ہو اسے اپنے سے رابطہ کرنے کو کہے۔

ذیل میں بعض اہم نکات ہیں:

(الف) اثبات واقعہ کے امکان سے صرف نظر کر کے بحث ہوتی ہے، یعنی اثبات واقعہ کے بعد کا مرحلہ ہے، اثبات کی عدم قدرت اس کے یا اس کے حقوق مرتب ہونے میں مانع نہیں ہے، اگر اثبات ممکن نہ ہو تو اس سے اللہ تعالی کے ہاں بھی ثبوت حق کی نفی نہیں ہوتی نہ اخروی ذمہ داری سے بچا جاسکتا ہے، اور اس کے باوجود حالت اقرار میں حق کا پہنچانا ممکن ہوتا ہے۔

(ب) بحث میں اس سے بھی صرف نظر کیا جاتا ہے کہ حق کے حصول یا عدم حصول کا امکان ہے یا نہیں، یہ مسئلہ ثبوت حق کے بعد کا ہے۔

(ج) ہر ملک میں جو قوانین رائج ہیں اور مذکورہ بالا استعمالات کے لئے جو نظام بنایا گیا ہے، جنہیں حقیقت عرفیہ کہتے ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

ان نکات کے بعد اب ہم مذکورہ تینوں احتمالوں سے الگ الگ بحث کرتے ہیں:

انٹرنیٹ کے ذریعہ معاملات سے متعلق پہلا احتمال:

۱- ایک شخص یا ادارہ کوئی سامان پیش کرے، اس کی قیمت اور ضروری لوازمات مثلاً کہاں سامان سونپا جائے گا، کورنگ کیسی ہوگی اور ٹرانسپورٹ کا کیا خرچ ہوگا وغیرہ بھی بیان کرے۔

اس پیش کش کو ایجاب سمجھا جاتا ہے، جسے متعین قبولیت کا انتظار ہوتا ہے تا کہ عقد صحیح ہو سکے۔

اس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایجاب کرنے والے کی آفر میں ترمیم کرے تو یہ اس شخص کی طرف سے ایک ایجاب ہوگا جس میں دوسرے فریق کی طرف سے جو پہلے پہل ایجاب کرنے والا تھا، قبولیت کی ضرورت ہوگی اور پھر اس کے بعد قبول، انکار یا ترمیم ہوگی، ترمیم کی صورت میں وہ پھر ایجاب کرنے والا ہو جائے گا، اسی طرح بات آگے بڑھے گی۔

کبھی یہ گفتگو ایک مدت تک چل سکتی ہے تو جب تک فریقین سے ایجاب وقبول نہ ہو جائے مجلس عقد (حکمی) قائم رہے گی۔

یہاں یہ یاد رہے کہ انعقاد کے وقت اور جگہ کی تحدید اور عقد کا اثبات ایسے ضروری امور ہیں جن پر الگ سے بحث ہونی چاہئے۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ معاملات سے متعلق دوسرا احتمال:

دوسرا احتمال انٹرنیٹ کانفرنس ہے، جس میں دو یا دو سے زائد فریق بات چیت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات سنتے ہیں۔

میری رائے میں اسے مجلس عقد نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، لہذا اس کے احکام بھی لاگو ہوں گے، لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوگا کہ عقود کے ارکان اور ان کی شرائط کے سلسلہ میں قوانین کے اختلاف کی صورت میں اس عقد کو معتبر قرار دینے کے لئے کون سا قانون واجب العمل ہوگا۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ معاملات کا تیسرا احتمال:

اس شکل میں ایک شخص کسی شی کی مانگ کا اعلان کرے گا اور سامانوں کی آفر طلب کرے گا، یہ معاملہ کی دعوت ہے، اس اعلان کو ایجاب نہیں سمجھا جائے گا، اس اعلان کے بعد جو آفر ہوگی اسے ایجاب سمجھا جائے گا، اس کے بعد بقیہ امور سابقہ صورت کی طرح ہوں گے۔

مبحث چہارم:

انٹرنیٹ کے ذریعہ معاملات سے متعلق ممکنہ اشکالات:

چند امور اس سلسلہ میں بحث طلب ہیں:

اول: عقد کے منعقد ہونے کی جگہ اور وقت:

پہلا یہ کہ عقد کے انعقاد کا وقت اور جگہ کیا ہوگی، انعقاد کی جگہ قبول کرنے والے کی جگہ ہوگی اور یہی اس کا وقت بھی ہوگا، قبولیت جب کمپیوٹر پر ڈالی جائے گی تبھی سے اعتبار ہوگا، اس وقت کی تحدید کے لئے جس میں قبول کرنے والا کمپیوٹر میں اپنی قبولیت درج کرے گا، مقامی قوانین کا التزام بھی کیا جاسکتا ہے، وہ تنظیمی امور جو لائحہ عمل اور قوانین میں بیان ہوتے ہیں ان سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں، اثبات کے طریقہ کی تعیین ممکن ہے، اسی طرح ان مسائل کی تحدید بھی ممکن ہے جو کبھی مستقبل میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

دوم: اثبات وقائع کا مسئلہ:

اثبات وقائع سے مراد ایجاب کا اثبات، قبولیت صادر ہونے کا اثبات اور وقت انعقاد کی تحدید کا اثبات ہے نیز اس قانون کی تحدید کا اثبات جو عقد کے انعقاد میں واجب العمل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

مختلف ممالک کے قوانین میں ان چیزوں کا ذکر ہونا چاہئے اور ان پر انٹرنیشنل لا کے احکام کی تطبیق کی جانی چاہئے، اسی طرح اگر مختلف ممالک کے قوانین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو ان کا کیا حکم ہوگا اس کی تفصیل ہونی چاہئے۔

لیکن ان اشکالات سے یوں بچا جاسکتا ہے کہ فریقین خود ان تمام معاملات کو طے کرلیں۔ کیونکہ ملکی احکام بھی مطلق واجب العمل نہیں ہوتے، جیسا کہ ماہرین قانون کہتے ہیں یعنی یہ کہ یہ ایسے احکام ہیں جن میں قانون میں صراحتاً ذکر کردہ امور کے خلاف پر اتفاق جائز ہوگا لیکن اگر فریقین اس پہلو کو نظر انداز کردیں تو پھر وہی قوانین نافذ ہوں گے جو ہر ملک میں ہوتے ہیں۔ یہ بھی مناسب ہوگا کہ جن ملکوں کے فریق معاملہ کرنا چاہتے ہیں وہ قانون دانوں سے بھی رائے مشورہ کرلیں کہ اس معاملہ پر کون کون سے احکام مرتب ہوں گے اور اگر معاملہ ایک ہی ملک کے دائرہ میں انجام پا رہا ہے تو نسبتاً آسان ہوگا۔

میں اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتا کہ قوانین کے اختلاف کی صورت میں کیا ہوگا، لیکن بات دور نکل جائے گی، اس لئے میں عراقی قانون کو نمونہ بنالیتا ہوں، ویسے یہ بحث بھی ضروری ہے لیکن میرے لئے یہاں بھی کافی ہے کہ میں نے زیر بحث مسئلہ کے ایک ضروری پہلو کی طرف اشارہ کردیا ہے۔

حواشی:

۱- موسوعۃ النحو والصرف والاعراب، ڈاکٹر امیل بدیع یعقوب ۶۳، ۴۳۸۔

۲- حوالہ سابق، ۴۳۰، مذکورہ کتاب کے مؤلف نے اس کے مختلف صیغے بھی ذکر کیے ہیں۔

۳- اصطلاح (کسی چیز کے لئے مصطلح وضع کرنا) سے مراد یہ ہے کہ ایک مخصوص طبقہ یا اس کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کسی متعین لفظ کے ایک معنی پر اتفاق کرلیں۔

مصطلح: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ وضاحت کے ساتھ ایک متعین معنی کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اگر ایک متعین اختصاص کے ماہرین کا اس معنی پر اتفاق ہو تو اس کو اصطلاح عرفی خاص کہتے ہیں، اور اگر عام لوگوں کا اس پر اتفاق ہو، خواہ وہ ابتداءً ہو یا اصطلاح عرفی خاص کے عموم کے ذریعہ ہو تو اسے اصطلاح عرفی عام کہتے ہیں)۔

۴- مجلۃ الاحکام العدلیہ: دفعہ ۱۸۱۔

۵- رد المحتار لابن عابدین الشامی ۴؍۵۲۶۔

۶- رد المحتار ۴؍۵۲۷۔

۷- مجلۃ الاحکام العدلیہ: دفعہ ۹۸۔

۸- احکام القرآن للجصاص ۲؍۱۷۹، اس حدیث کی روایت بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمر سے اس اضافہ کے ساتھ کی ہے: "أو يقول أحدهما لصاحبه اختر" (یا یہ کہ ان میں سے ایک فریق دوسرے سے کہے: تم اختیار کرلو) اس کی روایت احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے، نیز اس کی روایت ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت سمرہ سے اضافہ کے بغیر کی ہے۔ اس کی روایت نسائی، حاکم اور بیہقی نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے: "مالم يتفرقا" نسائی، حاکم اور بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "حتى يتفرقا، ويأخذ كل واحد منهما من البيع ما هوى، ويتخاير ثلاث مرات" (یہاں تک کہ وہ دونوں جدا ہوجائیں اور ان میں سے ہر ایک بیع سے اپنی پسندیدہ چیز لے لے اور وہ دونوں آپس میں تین مرتبہ ایک دوسرے کو اختیار دے دیں)، امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے: "البيعان بالخيار مالم يتفرقا"۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "إلا أن تكون صفقة خيار، ولا يحل له أن يفارق صاحبه خشية أن يستقيله" (دو خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں الا یہ کہ عقد خیار ہو، اور ایک فریق کے لئے دوسرے سے اس ڈر سے جدا ہونا جائز نہیں ہے کہ وہ بیع کو ختم کردے گا)، نیز شیخین، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت حکیم بن حزام سے اس طرح روایت کی ہے: "البيعان بالخيار مالم يتفرقا"، "فإن صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما، وإن كتما وكذبا محقت بركة بيعهما" (دو خرید وفروخت کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں، لہٰذا اگر وہ دونوں سچ بولیں اور حقیقت بیانی سے کام لیں تو ان کے معاملہ میں برکت عطا کی جاتی ہے، اور اگر وہ دونوں حقیقت کو چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان دونوں کے معاملہ کی برکت ختم کردی جاتی ہے) دیکھئے: کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، للشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی (متوفی ۱۱۶۲ھ) ۱؍۲۹۷۔

۹- حوالہ سابق۔

۱۰- مجلۃ الاحکام العدلیہ (دفعہ ۱۷۳) مع شرح درر الحکام ۱؍۱۲۱ تا ۱۲۲۔

۱۱- مجلۃ الاحکام: دفعہ ۱۷۸۔

۱۲- درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام علی حیدر آفندی ۱؍۲۰۳ بحوالہ البحر و قہستانی و مجمع الانہر۔

۱۳۔ مجلۃ الاحکام دفعہ ۱۷۵، اقتناء میں اجارہ وغیرہ بھی آتے ہیں، اسی لئے یہاں تعاقد سے تعبیر کیا گیا، رد المحتار للشامی ۴/ ۵۰۳، ۵۰۷۔

۱۴۔ رد المحتار علی الدر المختار ۴/ ۵۰۷۔

۱۵۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعہ ۱۰۷، اس کو مختلف عبارتوں میں بیان کیا گیا ہے مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ دیکھئے: دفعہ ۱۶۷۔

۱۶۔ مجلۃ الاحکام دفعہ ۶۹۔

۱۷۔ احکام القرآن للجصاص ۲/ ۱۷۳، ۱۷۴۔

۱۸۔ رد المحتار ۴/ ۵۲۷۔

۱۹۔ بیع الاستجرار یہ ہے کہ آدمی فروخت کنندہ سے سامان خریدے اور ان کے استعمال کے بعد سامان کی قیمت کا حساب کرکے قیمت ادا کرے (الدر المختار مع الحاشیہ ۴/ ۵۱۶)۔

۲۰۔ دیکھئے: ہماری کتاب: [illegible] ۲/ ۸۱۰، [illegible] ۱/ ۴۰۸۔

۲۱۔ رد المحتار ۴/ ۵۱۶۔

۲۲۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعہ ۱۵۔

۲۳۔ مجلۃ الاحکام دفعہ ۲۳۔

۲۴۔ ملاحظہ: واحل اللہ البیع وحرم الربوا (سورۂ بقرہ ۲۷۵) اور یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم (سورۂ نساء ۲۹)، تجارت بیع سے وسیع تر ہے، چنانچہ اس لفظ کا اطلاق معاوضات کے ان تمام صورتوں پر ہوتا ہے جن سے منافع مقصود ہوتے ہیں، دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۱/ ۱۷۳۔

۲۵۔ احکام القرآن للجصاص ۲/ ۱۷۱۔

۲۶۔ اسی طرح کسی چیز کے بطور خاص ذکر سے اس کے علاوہ سے حکم کی نفی عام لوگوں کے کلام اور عرف میں ہوتی ہے نہ کہ شارع کے خطاب میں (البرکتی قاعدہ ۷۸)۔

۲۷۔ احکام القرآن حوالہ سابق۔

۲۸۔ سورۂ نساء ۲۳۔

۲۹۔ سورۂ نساء ۲۹۔

۳۰۔ تفسیر روح المعانی لابی الثناء آلوسی ۱۶/ ۵۔

۳۱۔ قواعد البرکتی قاعدہ ۹۳، ص ۷۳۔

۳۲۔ سورۂ نمل ۳۸۔

۳۳۔ سورۂ حجرات ۳۔

۳۴۔ دیکھیں: ہماری کتاب [illegible] جو ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی۔

۳۵۔ سورۂ لقمان ۳۲۔

۳۶۔ دیکھیں: کشف اللثام [illegible] ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۳۷۔ سورۂ جمعہ ۹۔

۳۸۔ اصول المسائل الخلافیۃ [illegible] بحوالہ "تاسیس النظر" البرکتی نے اپنی "القواعد" میں نقل کیا ہے، ص ۲۸۔

۳۹- احکام القرآن للجصاص ۲/۱۷۵۔

۴۰- المجلۃ دفعہ ۱۶۵، دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام لعلی حیدر آفندی ۱/۵۶، نیز البیری ۱۲۴ مع حاشیہ قاعدہ نمبر ۳۲۰۔

۴۱- البیری ۱/۱۲۴ قاعدہ نمبر ۳۲۹۔

۴۲- کشف الاسرار للبزدوی ۲/۲۸۹ تا ۲۹۰، ۳/۱۲۰۔

۴۳- سورۃ البقرۃ/ ۲۳۳۔

۴۴- سورۃ الطلاق ۶۵/۶۔

۴۵- دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام لعلی حیدر آفندی ۱/۳۳۔

۴۶- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً" سورۃ المائدہ ۳۔

۴۷- حوالہ سابق ۲/۱۷۰، اس کی تائید میں یہ آیتیں ہیں جن سے جصاص نے بھی استدلال کیا ہے: سورۃ نساء ۲۶، سورۃ قیامہ ۱۹، سورۃ آل عمران ۱۳۸، سورۃ انعام ۳۸۔

۴۸- اس کی صورت یہ ہے کہ یہ فریقین کے درمیان بھاؤ تاؤ اور ثمن کی وضاحت کے بغیر ہو، ردالمحتار، بحوالہ دررالحکام ۱/۱۵۷۔

۴۹- مجموعہ رسائل ابن عابدین: رسالہ تنبیہ الرقود علی مسائل النقود باختصار، منحۃ ردالمحتار لابن عابدین الشامی ۴/ ۵۳۳۔ واضح رہے کہ یہ قیمت کی ادائیگی اس وقت ہوگی جب نقود وہاں سونے چاندی کے ہوتے ہیں کہ بازار میں ان کا رواج ختم ہو، اس صورت میں یہ تجارتی سامان میں بدل جائیں گے یعنی ان کی حیثیت کا تعین عدد سے نہیں قیمت سے لگایا جائے گا، اور عام رائج سکوں میں بدل دیا جائے گا، جنہیں بینک نوٹ بھی کہتے ہیں، کیونکہ بینک نوٹ اصلاً سامان میں سے ہیں، سونے چاندی میں سے نہیں ہیں۔



فقہ اسلامی کی روشنی میں جدید وسائل کے ذریعہ معاملات کا مسئلہ

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
کلیۃ الشریعۃ جامعۃ الکویت

شریعت اسلامی آخری شریعت ہے، آخری شریعت کی شان یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے ظروف واحوال کے لائق ہو اور قیامت تک کے لئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرے۔ کیونکہ وہ اس علیم وحکیم کے پاس سے صادر ہوئی ہے جو قوموں کے انجام اور ان کے احوال ومعاملات کو جانتا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے، جو یہ عقیدہ نہ رکھے وہ مسلمان ہی نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں وہ اللہ کی طرف جہل یا تصرف میں عدم حکمت کی نسبت کرتا ہے جو اللہ سبحانہ وتعالی سے محال ہے، آج معاملات وسائل کے نئے طریقے دریافت ہوگئے ہیں، مثلاً ٹیلی فون، ٹیلکس یا انٹرنیٹ وغیرہ دوسرے طریقوں سے معاملات کرلینا، لہذا فقہ اسلامی کی روشنی میں ان وسائل کے ذریعہ معاملات کے حکم کو بیان کرنا ضروری ہے، معاملہ کرنے کی صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ ایک عاقد دوسرے کے نزدیک مجہول ہو، اور اگر معلوم ہو تو اسے دیکھا نہ ہو۔ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے، ان وسائل کے ذریعہ معاملات کے جواز کے سلسلہ میں شرعی حکم بیان کرنے کے لئے بعض مقدمات کا بیان کرنا ضروری ہے، کیونکہ حکم اسی کی طرف منسوب ہے، آگے ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔

مقدمات:

وہ اصول کیا ہیں جو فقہ المعاملات کی بنیاد ہیں، اگر ہم قرآن کی آیات احکام اور حدیث میں جو احکام آئے ہیں ان کو جمع کریں تو معلوم ہوگا کہ فقہ معاملات سے متعلق چیزیں کم ہیں، کیونکہ شارع نے بہت سی چیزیں لوگوں کے اوپر چھوڑ دی ہیں تاکہ تدبیر معاش میں لوگوں کو آسانی ہو، ابن تیمیہؒ نے اس بارے میں تصرفات کی دو قسمیں قرار دی ہیں: عبادات۔ جن میں شریعت سے ہی کوئی چیز ثابت ہوگی، اور عادات (انہیں میں معاملات بھی ہیں) اصل اس میں اباحت ہے اور اس میں حرام وہی ہوگا جو نص سے حرام ہو، شریعت عادات حسنہ لے کر آئی ہے، اور جس چیز میں فساد ہو اسے حرام قرار دیا ہے، جو

ضروری ہیں انہیں واجب کیا ہے، جو مناسب نہ ہوا سے مکروہ قرار دیا ہے، ان عادات، مقدار اور صفات کی قسموں میں جس میں مصلحت راجح ہو اسے راجح قرار دیا۔

چونکہ فقہ المعاملات میں قرآن وسنت کے نصوص کم ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع نے معاملات میں اجتہاد کو وسعت دی ہے، یہیں سے ہم دیکھتے ہیں کہ عام فقہاء نے اس میں توسع برتا ہے، قاری کے سامنے یہ آئے گا کہ فقہ المعاملات کی اکثر شروط وقیود اجتہادی ہیں اور روح شریعت اور اس کے عام مزاج سے ماخوذ ہیں۔

تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ المعاملات ذیل کے اصول پر مبنی ہے:

الف- عاقدین کے مقاصد پورے ہوں، اسی لئے عقد بیع اور اجارہ میں قبضہ لازم ہے، کیونکہ خریدار یا کرایہ دار نے مبیع اور موجر سے انتفاع کے لئے ہی معاملہ کیا ہے، اور انتفاع بغیر قبضہ کے ممکن نہیں، مقاصد کی تکمیل کے لئے وسائل کی تبدیلی جائز ہے، لہذا اگر شریعت میں کسی مقصد کے حصول کے لئے کسی وسیلہ کو مشروع کیا گیا ہو اور وہ وسیلہ کسی سبب سے اس مقصد کا حصول نہ کرتا ہو تو اس کے بدلے کسی دوسرے مشروع وسیلہ کو اختیار کیا جائے گا، یہی صحابہ کرام کا مذہب تھا، چنانچہ بہت سی صحیح روایات سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کنوارے زناکار کے لئے ایک سال کی جلاوطنی اور ۱۰۰ کوڑوں کا حکم دیا، اسی پر حضرت ابوبکرؓ نے عمل کیا، لہذا ایک سال جلاوطنی کے ساتھ انہوں نے ۱۰۰ کوڑے لگوائے، ایک بار یوں ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایک شخص نے ایک کنواری دوشیزہ سے زنا کرلیا اور وہ حاملہ ہوگئی، وہ کنوارا تھا، اس نے اعتراف کرلیا، ابوبکرؓ نے اس کو سو کوڑوں اور جلاوطنی کا حکم دیا، اسی پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا اور اسی پر حضرت عثمانؓ نے عمل کیا، ان کے زمانے میں ایک عورت نے زنا کیا تو آپ نے اسے سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لئے خیبر جلاوطن کردیا، اسی پر حضرت علیؓ نے بھی عمل کیا، پھر انہوں نے خیال کیا کہ اس سے شریعت کا مقصد یعنی مجرم کی اصلاح حاصل نہیں ہو پارہی ہے، بلکہ جلاوطنی اسے اور بگاڑ دیتی ہے تو حضرت علیؓ نے اس کے بجائے اسے جیل میں ڈال دیا اور زانی کی سزا جلاوطنی کی جگہ ایک سال کی قید کردی، اس واقعہ میں حضرت علیؓ نے اصلاح کے منصوص وسیلہ کو بدل دیا کیونکہ اس سے ان کی نظر میں مقصود حاصل نہ ہو رہا تھا، اور اس کی جگہ دوسرا وسیلہ اختیار کرلیا، جو مقصد کے حصول کے لئے زیادہ مناسب تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک اقتصادی پالیسی اختیار فرمائی، اور اس کی رو سے زراعت کی ترقی واصلاح کے لئے زمین کے احیاء اور جاگیر پر دینے کا طریقہ اختیار فرمایا۔ جن کو زمینیں دی گئیں ان میں بلال بن الحارث بھی تھے جنہیں عقیق کی وسیع زمین دی گئی تھی، یہ زمین حضرت عمرؓ کے زمانہ تک ان کے ہاتھ میں رہی، جب حضرت عمرؓ کو یہ معلوم ہوا کہ بلالؓ زمین سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو آپ نے انہیں بلوا بھیجا: اور کہا جتنی زمین تم کاشت کرسکتے ہو وہ رکھو بقیہ ہمیں دے دو ہم اسے مسلمانوں میں تقسیم کردیں، بلالؓ بولے: واللہ جو زمین مجھے رسول اللہ ﷺ نے دی ہے وہ میں نہیں دوں گا، عمرؓ کہنے لگے کہ تمہیں دینی پڑے گی، چنانچہ عمرؓ نے بقیہ زمین ان سے لے کر مسلماں میں بانٹ

دی، اس طرح جب انہوں نے دیکھا کہ بلال اس مقصد کو پورا نہیں کر رہے ہیں جس مقصد سے انہیں زمین دی گئی تھی تو ان سے واپس لے لی تاکہ مکمل مقصد حاصل ہو۔

ب-عرف:

عرف شریعت کے عام مصادر میں ہے، فقہ المعاملات میں اس کا کافی اعتبار کیا جاتا ہے، اور مختلف واجبات کے ثبوت کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے قرآن کی یہ آیت پڑھئے:

"ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف" (سورۂ بقرہ ۲۲۸)۔

یعنی اتنی مقدار جو لوگوں کے نزدیک متعارف ہو ان کو ملے گی۔

"وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف" (سورۂ بقرہ ۲۳۶)۔

یعنی انہیں اتنا دو جو تمہارے جیسے لوگ دیتے ہوں۔

"من كان فقيرا فليأكل بالمعروف" (سورۂ نساء ۶)۔

یعنی ولی فقیر کے لئے جائز ہے کہ جس کا وہ سرپرست ہے اس کے مال سے بھی اتنا کھا لے جتنا رائج ہو، اس میں زیادتی نہ کرے۔

"وعاشروهن بالمعروف" (سورۂ نساء ۱۹)۔

یعنی اس کا برتاؤ جو عام طور پر چلتا ہو۔

جمہور فقہاء نے اس غرر کو بھی جائز رکھا ہے جس کا عرف میں رواج ہو، اسی لئے ان کے نزدیک کھانے پینے پر نوکر رکھنا جائز ہے، کیونکہ عرف اس کی اجازت دیتا ہے، حمام کی اجرت بھی لینا جائز ہے، عرف کی وجہ سے، حالانکہ اس میں غرر کا اندیشہ ہے، مرغینانی کہتے ہیں کہ ایسا عرف کی بنا پر ہے۔ ان کی عبارت ہے:

"ويجوز أخذ اجرة الحمام لتعارف الناس، ولم تعتبر الجهالة لإجماع المسلمين قال ﷺ: ما راه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن" فقہاء نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ دائی کو معلوم اجرت پر رکھا جائے، یا صرف کھانے اور کپڑے پر، حالانکہ اس میں غرر کا اندیشہ ہے، مرغینانی کہتے ہیں کہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: "فان ارضعن لكم فآتوهن اجورهن" ہے کیونکہ اس کا تعامل عہد نبوی سے پہلے اور آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی تھا، اور آپ نے اس کی اجازت دی تھی، اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرف کے ذریعہ غرر دور ہو جاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں تنازعہ نہیں ہوتا بلکہ عرف میں اگر شرط جتنی ہو تو شریعت بھی اس کی اجازت دے، حنفیہ نے شرط صحیح کی تعریف میں کہا ہے کہ شرط صحیح

وہ ہے جس کا تقاضا عقد کرتا ہو، یا جو اس کے مناسب ہو، یا شریعت میں وارد ہو، یا عرف میں رائج ہو۔ شرط فاسد وہ ہے جسے نہ عقد چاہے، نہ اس کے مناسب ہو، نہ شرع میں وارد نہ ہو، اور نہ عرف میں رائج ہو اور جس میں صرف ایک فریق کی رعایت ہو۔

ج-تراضی:

یہ تمام تر معاملات میں شرط ہے، عام احوال میں کوئی بھی عقد اس کے بغیر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر تراضی کسی حرام پر ہو جیسے سود کے معاملہ پر، یا کسی ایسی چیز پر جو عقد کے مقصد میں مخل ہو تو وہ لغو ہوگا، جیسے نکاح پر بغیر مہر کے تراضی ہو، کیونکہ مہر ایک ہدیہ ہے جسے شوہر اپنی بیوی کو پیش کرتا ہے، اور وہ دونوں کے بیچ محبت وسکون کا قاصد ہوتا ہے، جیسا کہ سورۂ روم/۲۱ میں ارشاد ہے:

"ومن آیاتہ أن خلق لکم من انفسکم أزواجا لتسکنوا إلیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ"۔

اور جو اس کے علاوہ ہو تو جن پر عاقدین راضی ہوں وہ جائز ہے، لیکن ان کو اپنا ارادہ بتا دینا ضروری ہے، جو ایجاب وقبول سے ہوگا۔ ایجاب وقبول صحت عقود کے لئے شرط ہے۔

الف-"تعبیر عن الإرادۃ" کے وسائل:

تعبیر عن الارادہ کے وسائل چار ہیں: زبان سے کہنا مثلاً "بعت"، "اجرت"، "قبلت" اور "اشتریت" وغیرہ۔

کتابت: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ غائب جو کلام نہ کر سکتا ہو، اس کی طرف سے کتابت کے ذریعہ غیر کلامی عقود جائز ہوں گے۔ قواعد فقہیہ میں سے یہ ہے: "الکتاب ممن نای کالخطاب ممن دنا" حاضر کی بیع کی بھی فقہاء نے اجازت دی ہے کہ وہ کلام کی قدرت کے باوجود کتابت کے ذریعہ بیع کر سکتا ہے، کیونکہ کتابت بھی کلام کی طرح ارادہ بتاتی ہے، بغیر کسی کی کے، لیکن شافعیہ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حاضر کے معاملات کتابت کے ذریعہ کسی ضرورت پر ہی درست ہوں گے ورنہ نہیں، مثلاً یہ کہ وہ گونگا ہو، کیونکہ کتابت کلام کا بدل ہے، اور اصل کے ہوتے ہوئے بدل درست نہ ہوگا۔

اشارہ: جمہور کہتے ہیں کہ جو شخص نطق یا کتابت پر قادر ہے اس کے اشارہ سے معاملات نہ ہوں گے، کیونکہ اشارہ بھی بدل ہے، مبدل کے ہوتے بدل درست نہ ہوگا، مالکیہ کہتے ہیں کہ قدرت کلام کے باوجود اشارہ سے عقد ہو جائے گا کیونکہ اشارہ بھی کتابت اور کلام کی طرح اپنی بات پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

لین دین: مالکیہ اور حنابلہ معاطاۃ (لین دین) کے ذریعہ عقود کو درست سمجھتے ہیں، چاہے معقود علیہ گھٹیا ہو یا نفیس، حنفیہ کہتے ہیں کہ (معاطاۃ) لین دین کے ذریعہ عقد اسی وقت صحیح ہوگا جب معقود علیہ گھٹیا ہو، نفیس ہونے کی صورت میں نہ ہوگا،

شافعیہ کہتے ہیں کہ معقود علیہ گھٹیا ہو یا نفیس دونوں صورتوں میں عقد نہ ہوگا، یہاں ہم وسائل تعبیر میں صرف دو یعنی کلام اور کتابت پر بحث کریں گے۔

ب- تعبیر عن الارادہ کی شرطیں:

تعبیر ارادہ کی صحت کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱- تکمیل پر دلالت کرنے والا صیغہ ہو۔

۲- ایجاب وقبول ساتھ ساتھ ہو۔

۳- ایجاب وقبول میں مطابقت ہو۔

ایجاب وقبول کے اتصال کے سلسلہ میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر مجلس عقد میں ہوں تو ایجاب وقبول کا متصل ہونا ضروری ہے، مجلس عقد کیا ہے اس پر گفتگو آ رہی ہے۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ جب موجب فریق ثانی کے قبول سے پہلے ایجاب سے رجوع کرلے گا تو ایجاب باطل ہو جائے گا، اسی طرح اس وقت بھی باطل ہو جائے گا جب عاقد ثانی ایجاب کو ٹھکرا دے، یا موجب کی اہلیت ہی ختم ہو جائے، مثلاً یہ کہ قبول سے پہلے وہ پاگل ہو جائے، یا ہلاک ہو جائے یا قبولیت سے پہلے سامان ہی ختم ہو جائے، شافعیہ اور حنابلہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بغیر سودے پر اتفاق کے مجلس عقد سے عاقدین متفرق ہو جائیں تو بھی ایجاب باطل ہو جائے گا، اسی طرح شافعیہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایجاب وقبول میں طویل فصل ہو یا کوئی گفتگو بیچ میں آ جائے جو عقد سے متعلق نہ ہو تب بھی یہ شرط پوری نہ ہوگی۔

ج- تعبیر ارادہ کی جگہ:

مجلس عقد کی تشریح فقہاء نے مادی طور پر کی ہے اور اسے صحت عقد کی شرط قرار دیا ہے، پھر اسی تشریح کے مطابق انہوں نے اس کے نتائج مرتب کئے یہاں تک کہ معاملہ غیر معقول حد تک پہنچ گیا، مثلاً شافعیہ کہتے ہیں کہ جب عاقدین مکان عقد میں اکٹھے ہوں، دونوں کے بیچ پردہ ڈال دیا جائے، یا ایک شخص مچھر دانی میں داخل ہو جائے، دوسرا باہر رہے یا اس جگہ کے بیچ دونوں کے درمیان دیوار کردی جائے تو خیار مجلس ختم ہو جائے گا، حنفیہ نے بھی دور از کار مسائل فرض کئے ہیں، مثلاً کہا اگر کسی نے کسی عورت کو لکھ کر پیغام بھیجا کہ وہ اپنے کو اس کے نکاح میں دے دے، اس نے ایک مجلس میں یہ پیغام پڑھا پھر دوسری مجلس میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس اگر زبانی پیغام بھیجا، ایک مجلس میں اسے پیغام ملا، اور دوسری مجلس میں اس نے نکاح کیا تو جائز نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ لکھا ہوا پیغام مادی وجود کی بنا پر اس شخص کے قائم مقام ہوگا،

اس لئے نکاح جائز ہوگا۔لیکن زبانی پیغام مادی وجود نہ ہونے کے باعث اس کا قائم مقام نہ ہوگا،اس لئے جائز نہ ہوگا۔اس مادی معنی کے لحاظ سے مجلس عقد عاقدین کے ایسی جگہ اکٹھے ہونے کا نام ہے جن کے بیچ کوئی چیز حائل نہ ہو۔صحت عقد کے لئے اس کی شرط فقہاء کا اجتہاد ہے،جس کی قرآن وسنت میں کوئی دلیل نہیں،اس بارے میں حدیث میں جو کچھ آیا ہے وہ یہ ہے کہ: "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" اس حدیث سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ عاقدین میں کوئی اگر مجلس عقد سے نکل جائے تو خیار مجلس ساقط ہو جائے گا،یہ نہیں کہ عاقدین کے جسموں کے بیچ حائل کے آجانے سے بیع منعقد نہ ہوگی۔عدم صحت عقد اور سقوط خیار مجلس کے مابین زبردست فرق ہے۔میری رائے میں مجلس عقد اس نشست کو قرار دیا جانا چاہئے جس میں عاقدین عقد کے سلسلہ میں بات چیت کریں اور وہ عقد کے منعقد ہونے یا نہ ہونے تک چلے۔اس صورت میں مجلس برخواست ہوسکتی ہے،عاقدین جدا ہو سکتے ہیں لیکن مجلس عقد باقی رہے گی،مثلاً یہ کہ آرام کے لئے یا مشورہ کے لئے نشست سے اٹھ جائیں۔ مجلس عقد کی اس تعریف سے مجلس عقد کے روایتی مفہوم سے پیدا ہونے والی ساری الجھنیں رفع ہو جاتی ہیں۔

د ۔ تعبیر ارادہ کا زمانہ:

پہلے گذر چکا کہ قبولیت کے ارادہ کی تعبیر کا وقت اسی وقت تک رہے گا جب تک ایجاب درست ہے،معلق ایجاب کا ذکر بھی گذرا،لیکن ایک سوال یہ رہ گیا کہ کیا زمانہ ایجاب کو پھیلانا اور مجلس عقد کے ختم ہونے تک اسے دراز کرنا ممکن ہے؟شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ قبول سے پہلے مجلس عقد کی برخواستگی ایجاب کو باطل کر دیتی ہے،کیونکہ حدیث نبوی:"البیعان بالخیار مالم یتفرقا" کا مفاد یہی ہے،تفرق سے یہاں تفرق الابدان مراد لیا گیا ہے،لیکن یہ ان کے نزدیک مجلس عقد کے حکم کو دو حالتوں میں مزید وسعت دینے سے مانع نہیں ہے:

۱۔ عاقدین اس پر اتفاق کرلیں کہ تفرق بالابدان کے باوجود مجلس عقد برقرار رہے گا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یا ایها الذین آمنو اوفوا بالعقود" (سورۂ مائدہ:۱) اور حدیث نبوی ہے:"المسلمون علی شروطهم" (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں)۔

۲۔ عرف میں ایسا کوئی رواج ہو مثلاً عاقدین میں سے ایک کو پیشاب لگ گیا،وہ پیشاب کے لئے مجلس چھوڑ دے،یا کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ اسے کھولنے کے لئے اٹھ گیا وغیرہ،اگرچہ ان باتوں کی شرط نہ لگائی ہو۔کیونکہ معروف مشروط کی مانند سمجھا جاتا ہے،اور اس لئے بھی کہ تفرق ابدان کے باوجود یہاں مجلس عقد ابھی برخواست نہیں ہوئی،حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اصل مذہب میں معاملہ طے شدہ ہے،کیونکہ ان کے نزدیک مجلس عقد باقی ہے اور اس وقت تک چلے گی جب

تک متعاقدین انکار یا قبول کا فیصلہ کر کے نہیں اٹھتے، کیونکہ ان کے نزدیک خیار مجلس ثابت نہیں، انہوں نے گزشتہ حدیث "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" کی تشریح یوں کی ہے کہ تفرق بالاقوال ہو، قبول ہو یا انکار۔

ھ- عاقدین کی معرفت:

عقد میں معاملہ کرنے والوں کی معرفت ضروری نہیں، لیکن اگر وہ خود محل عقد ہوں تو معرفت ضروری ہے، لہذا غیر معروف شخص کو گھر بیچنا جائز ہے، گھر کی صفائی کے لئے نامعلوم کو اجرت پر لانا جائز ہے، نامعلوم شخص کے ساتھ مشارکت بھی صحیح، جیسے شیئروں کی شرکت میں ہوتا ہے، لیکن کسی نامعلوم سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا، جب تک اس کی شناخت نہ ہو، کسی نامعلوم دائی کو اجرت پر لانا جائز نہ ہوگا، کیونکہ محل کی ناواقفیت سے عقد فاسد ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر دونوں عاقدین عقد میں مقصود ہوں تو بھی ان کی معرفت ضروری ہوگی، اس لئے مجہول کے حوالہ کرنا درست نہ ہوگا۔

جدید ذرائع سے معاملہ کرنے کا حکم:

۱- سمعی وسائل سے معاملہ کرنا:

سمعی وسائل جن سے معاملات ہوتے ہیں وہ ہیں فون، ٹیپ رکارڈ کہ ایک عاقد دوسرے کی آواز سنتا ہے، اسے دیکھتا نہیں، کلام بھی تعاقد میں بنیادی وسیلہ ہے، اس پر جو سوالات وارد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

الف- فون سے معاملہ کرنے میں عاقدین کے بیچ کئی رکاوٹیں ہوتی ہیں، جیسا کہ مقدمہ میں ہم نے کہا تھا کہ یہ حواجز مجلس عقد میں اس وقت تک مخل نہ ہوں گے جب دونوں ایک دوسرے کی آواز سن رہے ہوں۔

ب- متکلم کی آواز کو نہ جاننا یا اس میں اشتباہ ہو جانا، اس صورت میں درج ذیل صورتیں ہوں گی، اگر عاقد اول عاقد ثانی سے پہلی بار کلام کر رہا ہے، اور اس وجہ سے دونوں ایک دوسرے کی آواز کو نہیں جانتے، تو عقد تب تک جائز نہ ہوگا جب تک دونوں اس کا اطمینان نہ کرلیں کہ متکلم فریق ثانی ہی ہے۔ یہ اطمینان یوں ہوگا کہ فریق ثانی کی جانب سے کوئی معروف آدمی شہادت دے یا کوئی قرینہ ایسا ہو جو بتائے کہ متکلم عاقد ثانی ہی ہے، اگر دونوں ایک دوسرے سے پہلے بھی بات چیت کر چکے ہوں تو پھر دو حالتیں ہوں گی: ۱- عاقد اول کو قطعی یقین ہو جائے کہ متکلم عاقد ثانی ہی ہے، اس حالت میں عقد جائز ہوگا، اس ضمن میں جو غلطیاں ممکن ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ ایسی غلطیاں کم ہوتی ہیں اور نادر چیز کو غالب سے ہی جوڑ دیا جاتا ہے، دوسری حالت یہ ہوگی کہ عاقدین میں سے کسی کو شک ہو جائے کہ بات کرنے والا عاقد ثانی ہے یا اور کوئی، اس صورت میں عقد جائز نہ ہوگا جب تک یہ دلیل نہ ملے کہ بات کرنے والا فریق ثانی ہی ہے، آج عرفاً ٹیلی فون پر معاملات ہوتے ہیں جیسا کہ تفصیل گذری، اس بنیاد پر میں ٹیلی فون سے عقد کے جواز کی رائے رکھتا ہوں۔

۲۔تحریری وسائل سے معاملات کرنا:

اس سے پہلے گزر چکا کہ تحریر بھی تعبیر ارادہ کے طریقوں میں سے ایک ہے، جو زبانی گفتگو میں بات ہوتی ہے وہی تحریر سے ہوسکتی ہے۔ آج تحریری وسائل میں یہ ہے کہ تحریری پیغام بھیج کر معاملہ کیا جائے، یہ ایک قدیم ذریعہ ہے، اور قدیم فقہاء نے اس پر خاصی تفصیلی گفتگو کی ہے، ان کا اتفاق ہے کہ جب عاقدین ایک دوسرے کی تحریر اور دستخط پہچان جائیں تو تحریر سے معاملہ ہو جائے گا، ان کا کہنا ہے: "الکتاب ممن نأی کالخطاب ممن دنا"۔ اور جس وقت تحریر پہنچے گی اسی کو مجلس عقد اعتبار کیا جائے گا، اسی مجلس میں اس نے تحریر پڑھ کر کہا کہ میں نے قبول کیا تو معاملہ پکا ہو جائے گا، حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی نے عورت کو پیغام بھیجا اور گزارش کی کہ وہ اس سے نکاح کر لے، اس نے مجلس میں پیغام پڑھا پھر دوسری مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں، جنہوں نے پیغام کو سنا اور عورت کے کلام کو سنا اپنے کو اس کے نکاح میں دیدیا تو نکاح درست ہو جائے گا، موجودہ زمانہ کے تحریری وسائل میں جن سے معاملات ہوتے ہیں ان روایتی طریقوں کے علاوہ جن میں قاصد پیغام لے کر جاتا ہے، یہ ہیں: تار، ٹیلکس، فیکس، انٹرنیٹ، ای میل وغیرہ۔ یہ سارے آلات پیغامبر کے قائم مقام ہوتے ہیں، کیونکہ یہ براہ راست یا کسی امانت دار شخص کے ذریعہ پیغام مرسل الیہ کو پہنچا دیتے ہیں، بالواسطہ یوں کہ کوئی شخص تار وغیرہ کو پوسٹ آفس سے مرسل الیہ کو پہنچائے۔ جب ہم ان عقود کو جائز قرار دیتے ہیں جو زبانی پیغام سے انجام پاتے ہیں، جسے ایک شخص لے کر جاتا ہے، پھر مرسل الیہ کو اپنی زبان میں پہنچا دیتا ہے، اور اس تحریری پیغام کے ذریعہ عقد کو بھی، جسے ایک شخص دوسرے کو پہنچاتا ہے، تو ہمیں تار، ٹیلکس، فیکس وغیرہ سے عقود کی اجازت تو دینی ہی پڑے گی، کیونکہ ان سے مقصود و مطلوب یہی ہے کہ پیغام مرسل الیہ کو بغیر کسی تبدیلی کے پہنچ جائے، اور یہ چیز متحقق ہوتی ہے۔

۳۔سمعی بصری وسائل سے معاملات کرنا:

موجودہ دور کے سمعی بصری وسائل میں مرئی انٹرنیٹ ہے، یعنی جس میں بات کرنے والے کی صورت ظاہر ہوتی ہے، اور ویڈیو کیسٹ ہیں، اگر ہم صرف سمعی وسائل سے انعقاد عقود کو درست سمجھتے ہیں تو سمعی بصری وسائل سے تو اس کی اجازت بدرجہ اولیٰ دینی ہوگی، کیونکہ ان میں بالکل بھی اشتباہ نہیں ہوتا۔



انٹرنیٹ اور جدید وسائل کے ذریعہ عقود ومعاملات

ڈاکٹر نورالدین مختار الخادمی

انٹرنیٹ کی تعریف(۱):

انٹرنیٹ غیر عربی لفظ ہے، یہ ایک سائنسی اصطلاح ہے جو بیسویں صدی کے اواخر میں رائج ہوئی۔ اس لفظ کی اصل انٹرنیشنل نیٹ ورک ہے، جسے اختصار کے ساتھ انٹرنیٹ کہنے لگے۔ مختصراً یہ کمپیوٹرز کا ایک عالمی نیٹ ورک ہے جو باہم مربوط ہے، اور اس نیٹ ورک سے جڑے کسی بھی کمپیوٹر کے ذریعہ اس سے رابطہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے اسے عالمی معلوماتی نیٹ ورک بھی کہتے ہیں(۲)۔

انٹرنیٹ ثقافت، معاش، معلومات، تحقیق، تعلیم، صحت، سیاست، امن، سیاحت اور تفریح کے میدانوں میں متنوع سرگرمیاں انجام دیتا ہے(۳)، معاشی، تجارتی اور مالیاتی کام انٹرنیٹ کے اہم استعمالات میں سے ہیں، اور بھی خاص عوامل واسباب ہیں جنہوں نے انٹرنیٹ کے قیام وارتقاء میں اہم رول ادا کیا، چنانچہ آج تجارت، مارکٹنگ اور عقد بیع کے نفاذ سے متعلق معروف امور کا انٹرنیٹ کے ذریعہ انجام ہو پانا ممکن بن چکا ہے، خواہ ایجاب کے بعد فوراً ہی بالمشافہ قبول کا اظہار کرکے ہو، یا ایجاب کے فوراً بعد ہی کتابت کے ذریعہ قبول حاصل کرکے ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر دستخط، خطاب اور رسائل (پیغامات) کے تبادلہ کے ذریعہ متعاقدین کے درمیان ایجاب وقبول پایا جائے۔ یہ واضح رہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ بیع وشراء براہ راست آپسی گفتگو کے ذریعہ بھی ہوتی ہے اور لکھے ہوئے پیغامات کے باہم تبادلہ کے ذریعہ بھی(۴)، ذیل میں ہم انٹرنیٹ کے ذریعہ باہمی ارتباط کے انہیں دونوں قسموں یعنی براہ راست آپسی گفتگو اور مکتوب پیغامات کا باہم تبادلہ کی روشنی میں انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد بیع وشراء کے نفاذ سے متعلق شرعی حکم بیان کریں گے۔

انٹرنیٹ پر بیع وشراء مکتوب پیغام (ای میل) کے ذریعہ:

انٹرنیٹ پر ای میل کے ذریعہ عقد بیع کرنے کو فقہاء کے نزدیک معروف عقد بالکتابۃ یا عقد بالرسالہ کے قبیل سے

شمار کیا جاتا ہے، لیکن یہ اسی وقت جبکہ اس میں بیع کی شرطیں اور ضوابط پائی جائیں، عقد بالکتابۃ یا عقد بالرسالہ کی صحت وانعقاد پر فی الجملہ فقہاء کا اتفاق ہے، اگر ایجاب وقبول ہو جائے، سوائے عقد نکاح کے (۵)، مرغینانی نے کہا ہے: "الکتاب کالخطاب" (۶)، الدسوقی نے باب البیع میں لکھا ہے کہ بیع جانبین کے قول یا کتابت سے یا ایک کے قول اور دوسرے کی کتابت سے درست ہوگی (۷) لہذا کتابت مستبینہ (واضح کتابت) جو ارادہ کے اظہار کا ایک ذریعہ اور متعاقدین کے درمیان رضامندی کی ایک دلیل بھی جاتی ہے، بالکلیہ نطق کی طرح ہے، حاشیۃ الدسوقی میں آیا ہے: "ینعقد البیع بما یدل علی الرضا من العاقدین کالکتابۃ والإشارۃ والمعاطاۃ" (۸)۔ یہی رائے فقہاء کے ذکر کردہ دلائل کی وجہ سے راجح ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ یہ معاملات کے ان اصول ومقاصد سے ہم آہنگ ہے جن کا تعلق عاقدین کے درمیان رضا کے تحقق اور غبن، غرر اور ضرر کے نہ پائے جانے سے ہے، اور جن کا تعلق تعامل کی تسہیل اور منافع کے فوری تبادلہ اور عقد کے مصالح کے حصول اور عقد کے باطل یا اہمال کی صورت میں مفاسد کے ازالہ سے ہے، نیز یہ رائے اس لئے بھی راجح ہے کہ روح عصر سے قریب تر اور جدید ترقیوں کا ساتھ دینے والی ہے، جن سے اسلامی ترقیاتی نظام کو بڑھوتری اور افزائش ملے گی اگر حقیقی زندگی میں مثبت اور تعمیری شکل میں اور ایسے طریقے سے وہ داخل ہو جائے جس میں معتبر شرعی ضوابط کا لحاظ کیا گیا ہو، اور اگر اس کا الٹا ہو یعنی اس رائے کو ترجیح نہ دی جائے اور ای میل کے ذریعہ بیع وشراء کی ممانعت کا حکم لگایا جائے تو پورے اسلامی ترقیاتی نظام میں تراجع، جمود اور پسپائی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی، اس لئے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ تعامل بطور خاص تجارتی اور اقتصادی میدانوں میں عموم بلوی کی قبیل سے ہو گیا ہے، اور یہ قوموں اور ملکوں کی اقتصادیات پر زبردست اثر ڈال رہا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے اپنے درج ذیل فیصلہ میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے (۹):

"مجلس مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے چھٹے سمینار منعقدہ جدہ سعودی عرب مؤرخہ ۱۷ تا ۲۳ رشعبان المعظم ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۴-۲۰ مارچ ۱۹۹۰ء میں جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات کے موضوع پر اکیڈمی کو موصول ہونے والے مباحث کو دیکھنے کے بعد، اور ذرائع مواصلات میں ہونے والی زبردست ترقی اور عقود ومعاملات کے طے کرنے میں ان کے استعمال کو دیکھنے کے بعد تاکہ مالی معاملات وتصرفات تیزی سے انجام پائیں، اور عقود کی تکمیل سے متعلق فقہاء نے جن امور کا ذکر کیا ہے یعنی خطاب، کتاب، اشارہ، قاصد، اور یہ کہ متعاقدین حاضر ہوں تو اس وقت شرط یہ ہوگی کہ اتحاد مجلس ہو، ایجاب وقبول میں زمانی لحاظ سے تطابق ہو، متعاقدین میں سے کسی کی طرف سے عقد سے اعراض پر دلالت کرنے والا کوئی امر پیش نہ آئے اور عرف کے مطابق ایجاب وقبول کے درمیان تسلسل پایا جائے، ان سب پر غور وفکر کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ:

۱- جب دو ایسے غائب افراد کے مابین معاملہ طے پائے جو ایک جگہ پر جمع نہ ہوں، نہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور نہ گفتگو کر رہے ہوں، اور دونوں کے بیچ رابطہ کا ذریعہ کتابت، رسالہ یا قاصد ہو، اور اس کا انطباق تار، ٹیلکس، فیکس

اور کمپیوٹر اسکرین پر ہوتا ہے تو ایسی صورت میں جب ایجاب موجب الیہ کو پہنچا اور وہ اسے قبول کر لے تو عقد منعقد ہو جائے گا۔

۲-جب معاملہ ایک وقت میں دو فریقوں کے بیچ طے ہو اور وہ دونوں دور اور الگ مقام پر ہوں، اور اس کا انطباق ٹیلی فون اور وائرلیس پر ہوتا ہے، تو دونوں کے بیچ عقد کا معاملہ دو حاضر افراد کے بیچ عقد کے معاملہ کی طرح سمجھا جائے گا، اور اس حالت پر وہ اصل احکام منطبق ہوں گے جو ان فقہاء کے نزدیک معتبر ہیں۔

۳-ان وسائل کے ذریعہ اگر کوئی شخص کسی متعینہ مدت تک کے لئے ایجاب کرے تو اس مدت تک اس کے لئے اپنے ایجاب پر باقی رہنا ضروری ہوگا اور اس سے رجوع کا حق اس کو نہیں ہوگا۔

۴-قواعد سابقہ میں نکاح شامل نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں گواہوں کی شرط ہوتی ہے اور نہ ہی بیع صرف شامل ہوگا کہ اس میں قبضہ کی شرط ہوتی ہے، اور نہ ہی بیع سلم شامل ہوگا کہ اس میں راس المال کو پہلے ہی دینے کی شرط ہوتی ہے۔

۵-جس معاملہ میں کھوٹ یا دھوکہ یا غلطی کا احتمال ہو اس میں اثبات کے عام قواعد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ لکھے جانے والے رسائل کے لئے شرطیں:

انٹرنیٹ کے ذریعہ جو پیغام بھیجے جائیں اس میں شرط یہ ہے کہ وہ واضح و ظاہر ہوں، تاکہ ان کی مراد سمجھ میں آجائے، اور غلطی، دھوکہ، غبن اور دوسرے کے مال کو باطل طریقہ سے کھانے کا احتمال ختم ہو جائے، چنانچہ اس میں مرسل اور مرسل الیہ کا نام مذکور ہو، دستخط ہوں اور مہر وغیرہ بھی لگے ہوں۔ الموسوعہ الفقہیہ (۲۱۵/۳۰) میں آیا ہے:

"عقد کے منعقد ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں انجام پائے، اگر مجلس مختلف ہو تو عقد منعقد نہیں ہوگا، اور مجلس عقد متعاقدین کی حالت، عقد کی نوعیت اور تعاقد کی کیفیت کے فرق سے علاحدہ علاحدہ ہوتی ہے، فریقین کی موجودگی والی مجلس عقد ان کی غیر موجودگی والی مجلس عقد سے مختلف ہوگی، اسی طرح الفاظ و عبارت کے ذریعہ ایجاب و قبول والی مجلس عقد تحریر و پیغام رسانی والی مجلس عقد سے مختلف ہوگی"۔

اگر کتابت واضح نہ ہو، مثلاً روشنائی صاف نہ ہو، کاغذ خراب ہو یا پرنٹ اچھی نہ آئے، یا بجلی منقطع ہو جائے یا انٹرنیٹ کام کرنا بند کر دے یا اور کوئی سبب ہو تو اس صورت میں مذکورہ بالا شرط معدوم متصور ہوگی، ایسے ہی اگر رائٹنگ صحیح نہ ہو، اس کے نقوش درست نہ ہوں، اور جلد ختم ہو جانے والے ہوں اس طرح کہ کاغذ اور روشنائی خراب ہوں، آلات میں بگاڑ ہو جائے تو بھی یہی حکم ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں حقوق ضائع ہو جائیں گے کیونکہ ان حقوق و منافع کے سرٹیفیکٹ ہی تلف ہو گئے۔

الیکٹرانک دستخط کا حکم:

دستخط ایک شخصی ممیز علامت ہوتی ہے، دستخط کنندہ کسی بھی ذریعہ سے اپنی قبولیت کے وثیقہ پر اسے کرتا ہے(۱۰) وہ یا تو لکھ کر یا رمز سے یا انگوٹھے کے ٹھپہ سے کی جاتی ہے، یا ان کے علاوہ وہ طریقے جو وثیقہ کے التزام اور اسے تسلیم کر لینے پر دلالت کرتے ہوں۔ موجودہ دور میں ایک طریقہ الیکٹرانک دستخط کا بھی ہے۔ یعنی اس میں انٹرنیٹ یا فیکس وغیرہ کے ذریعہ دستخط ہوتی ہے، کوئی خفیہ کوڈ یا متعین اشارہ کیا جاتا ہے جو اس کے ارادہ و رضامندی کی دلیل ہوتا ہے(۱۱)۔ اس دستخط کو استحقاق والتزام میں معتبر حجت مانا جاتا ہے، کیونکہ ارادہ و رضا کے اظہار میں وہ روایتی دستخط کے مانند ہوتی ہے، اور اس لئے بھی کہ اس طرح کے ذرائع مواصلات سے جو لوگ تعامل کرتے ہیں ان کے بیچ یہ دستخط متعارف ہو چکی ہے۔ اور عرف میں جو چیز معروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔ تاجروں میں جو معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔ الشرح الکبیر اور اس کے حاشیہ میں آیا ہے: "ینعقد البیع بما یدل علی الرضا من قول أو کتابة أو إشارة منهما او من احدھما" (بیع ہر ایسے قول یا تحریر یا فریقین کے اشارہ یا کسی ایک فریق کے اشارہ سے منعقد ہو جاتی ہے جو رضامندی پر دلالت کرے)(۱۲)۔

انٹرنیٹ پر تحریری پیغام کے ذریعہ عقد بیع کی مجلس:

الموسوعہ الفقہیہ میں آیا ہے کہ "فقہاء کے نصوص سے ظاہر ہے کہ عاقدین کے غائبانہ میں مجلس عقد اس شخص کی مجلس قبول کو سمجھا جائے گا جس کو پیغام بھیجا گیا ہے، تحریراً یا قاصد کے ذریعہ"(۱۳)۔ بہوتی نے لکھا ہے: اگر مشتری مجلس سے غائب ہو اور بائع نے اس سے خط و کتابت کی ہے یا پیغام بھیجا ہو کہ میں نے تجھے اپنا گھر اتنے میں بیچ دیا، خریدار کو جب یہ خبر پہنچے اور خریدار بیع قبول کر لے تو عقد صحیح ہو جائے گا(۱۴)، تو انٹرنیٹ پر تحریراً مجلس عقد مجلس قبول ہو گی یعنی مرسل نے انٹرنیٹ کے ذریعہ جسے پیغام بھیجا ہے وہ قبول کر لے، اور اس کا پیغام کی اطلاع پانا ہی وصولی ایجاب سمجھا جائے گا، گویا کہ ایجاب کرنے والا خود وہاں آیا اور اس نے اسی وقت عقد واجب کر دیا، تو جب مرسل الیہ پیغام کے مضمون سے موافقت کر لے وہ قبولیت سمجھی جائے گی اور بیع منعقد اور تام ہو گی۔ لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو عرفاً اعراض عن القبول پر دلالت کرتی ہو یا مجلس ختم ہو جائے تو بیع نہ ہو گی۔ اس طرح ایجاب اس وقت ہو گا جب انٹرنیٹ کے ذریعہ پیغام پہنچ جائے اور قبولیت پیغام کے وصول کر لینے کے فوراً بعد ہو گی، صرف مرسل الیہ کے کمپیوٹر اور میموری میں پیغام پہنچنے سے ایجاب نہیں ہو گا۔ اور چونکہ ممکن ہے کہ کمپیوٹر میں پیغام پہنچا اور اسے ایک زمانہ کے بعد اس کی اطلاع ہو، اس سے مرسل کے بہت سے حقوق پر ضرب پڑ سکتی ہے، اس لئے مرسل کو حق ہے کہ قبولیت صادر ہونے کے لئے ایک مدت متعین کر لے، اس مدت کے ختم ہونے کے پہلے وہ ایجاب

سے رجوع نہیں کرسکتا۔ یہ مدت ختم ہو جائے اور مرسل الیہ اسے قبول نہ کرے تو ایجاب کرنے والا اپنی پیشکش سے رجوع کرسکتا ہے(۱۵)۔

اس میں یہ شرط نہیں کہ انٹرنیٹ پر پیغام بھیجنے والا (موجب) مرسل الیہ کے اس پیغام کے قبول کرنے پر ہو۔ کیونکہ عقد تو محض مرسل الیہ کی پیشکش کو قبول کرنے سے ہی ہو جائے گا۔ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ غائبین کے درمیان عقد مجلس میں محض قبول کرنے سے ہی ہو جائے گا(۱۶)۔

اسی بنیاد پر انٹرنیٹ پر تحریری پیغام کے ذریعہ عقد بیع کی مجلس وہی ہوگی جس میں مرسل الیہ کو انٹرنیٹ کا پیغام مل جائے اور وہ اسے قبول کرلے، اس میں یہ شرط نہیں کہ مرسل بھی اس کے قبول کو جان لے۔ مرسل اپنے ایجاب اور پیشکش کے لئے تین دن یا ہفتہ وغیرہ کی مدت بھی متعین کرسکتا ہے، چونکہ عقود میں شرعی شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اس لئے شرط کی اجازت ہے، کیونکہ مدت کی شرط سے عقد کے مقصود اور جوہر میں کوئی خلل نہیں پڑتا ہے، بلکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ قبولیت کی تاخیر سے مرسل کو بچایا جاسکے۔ اعلان قبول اور موافقت کی کارروائی میں عرف عام کا اعتبار ہوگا، مثلاً عرف اگر یہ ہے کہ مکتوب الیہ اپنے قبول کے بارے میں جوابی خط سے مطلع کرے یا یہ کہ عرفاً جوابی پیغام مدت متعینہ میں ہونا چاہئے یا اس کے علاوہ کوئی ایسا طریقہ ہو جو انٹرنیٹ اور جدید ذرائع اتصال کے ذریعہ تعامل کرنے والوں کے عرف میں ہو تو اس کا اعتبار ہوگا، کہ اس سلسلہ میں عادات اور اعراف معتبرہ کو صحیح اور محکم سمجھا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ پر تحریری پیغام بھیجنے والے فریقین کو اختیار:

اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب کرنے والے اور قبول کرنے والے کے مابین انٹرنیٹ پر جو تحریری پیغام جاتا ہے اس کو فسخ کرنے یا جاری کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ فقہ اسلامی میں خیار کے احکام اپنی جگہ میں معروف ومفصل ہیں، اور وہ اجمالی طور پر خیار مجلس، خیار شرط، خیار غبن، خیار تدلیس اور خیار عیب وغیرہ میں منقسم ہیں(۱۷)، یہ خیار مرسل یا کاتب (ایجاب کرنے والے) کو بھی حاصل ہے اور مرسل الیہ یا مکتوب الیہ (قبول کرنے والے) کو بھی، اس کی تفصیل یوں ہے:

انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری پیغام بھیجنے والے کا اختیار:

انٹرنیٹ سے پیغام بھیجنے والا ایجاب کرنے والا ہوتا ہے، اور اس کو جمہور فقہاء کے نزدیک اپنی پیشکش سے رجوع کا حق ہے جب تک مرسل الیہ اسے قبول نہ کرے، لیکن فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ اسے اپنی پیشکش اور ایجاب سے رجوع کا حق نہیں ہے، خواہ فریق ثانی یا مکتوب الیہ کے اتفاق سے پہلے ہی ہو۔ کیونکہ ایجاب کرنے والے نے قبول کرنے والے کے لئے

قبول و تملک یا رفض و اعراض کا حق ثابت کیا ہے، اس لئے رجوع ایجاب کو باطل کرنے والا نہ ہوگا (۱۸)۔ یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ صیغہ ماضی سے ایجاب کی صورت میں یا معاملہ تبرعات سے متعلق ہو، ایجاب کرنے والے کے اختیار کی اور بھی تفصیلات ہیں، اس کی مزید تفصیل کے لئے فقہ مالکی کی کتابیں دیکھی جائیں۔

مکتوب الیہ یا تحریری خط پانے والے کا اختیار:

مکتوب الیہ انٹرنیٹ کے ذریعہ جو پیغام وصول کرتا ہے، جب تک مجلس قائم رہے وہ اس سے نہ اٹھے اور جب تک موجب یا مرسل قبول اور موافقت سے پہلے رجوع نہ کرے مکتوب الیہ کو رد و قبول کا حق ہوگا (۱۹)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ بھیجے گئے پیغام کی تجدید:

قدیم فقہاء اور معاصر علماء دوسری مجلس میں ایجاب بالکتابہ کی تجدید سے متعلق مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں، ابن عابدین کے حاشیہ میں آیا ہے (۲۰):

شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی "مبسوط" میں لکھا ہے: خطاب اور تحریر یکساں ہیں سوائے ایک فرق کے، وہ یہ کہ اگر شخص حاضر ہو اور اس نے نکاح کے متعلق عورت کو خطاب کیا، اس نے مجلس خطاب میں جواب نہ دیا، دوسری مجلس میں جواب دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا، لیکن پیغام کی شکل میں جب عورت کو پیغام پہنچے، وہ خط کو پڑھ لے اور اسی مجلس میں قبول نہ کرے، لیکن دوسری مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں قبول کرلے، اس کے کلام کو گواہ سن لیں اور خط کے مضمون کو بھی، تو نکاح صحیح ہوگا، کیونکہ غائب اسے پیغام دے گا تحریر کے ذریعہ، اور تحریر اپنی جگہ باقی ہے دوسری مجلس میں بھی، جیسے کہ حاضر کا خطاب دوسری مجلس میں دوبارہ ہوگیا ہو۔ اور حاضر ہونے کی صورت میں اسے کلام کے ذریعہ پیغام دے گا، جو دوسری مجلس میں باقی نہ رہے گا، ابن عابدین کہتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ بیع بھی اسی طرح ہو، اور یہ ہدایہ کے قول ظاہر کے خلاف ہے، اس پر غور کیجئے۔

دوسری مجلس میں تحریر کے ذریعہ ایجاب کی تجدید میں علماء معاصرین کی دو رائیں ہیں (۲۱):

پہلی رائے یہ ہے کہ دوسری مجلس میں ایجاب کی تحریراً تجدید نہ ہوگی، یہ رائے استاذ محمد ابوزہرہ اور ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ کی ہے۔

دوسری رائے شیخ علی الخفیف نے ہدایہ اور فتح القدیر کی رائے پر اپنے تبصرہ میں کہا ہے: میری رائے میں عقد بیع وغیرہ مالی عقود نکاح کے مقابلہ میں اس حکم کا بدرجہ اولی مستحق ہیں، کہ عقد بیع وغیرہ میں ان چیزوں کی چھوٹ ہوتی ہے جن کی

عقد نکاح میں نہیں ہوتی، اسی بنیاد پر جو تحریری ایجاب موصول ہوا ہے جب اسے پڑھے اور اول مجلس میں قبول نہ کرے اسے یہ حق ہونا چاہئے کہ دوسری مجلس میں پڑھے پھر قبول کرے، ہر بار پڑھنا ہی مجلس عقد ہوگی (۲۲)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ مرسلہ پیغام کی تجدید کی صورت یہ ہوگی کہ مرسل (ایجاب کرنے والا) انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری پیغام بھیجے اور اس میں پیشکش کرے، پھر قبول کرنے والا اس مجلس میں قبول کیے بغیر پڑھے، پھر دوسری مجلس میں پڑھے اور قبول کرے، کیا اس قبول سے بیع ہو جائے گی یا نہیں؟ ہماری رائے میں ہر بار پڑھنے کی مجلس میں منعقد ہو جائے گا جیسا کہ شیخ علی خفیف کا کہنا ہے کہ مجلس عقد ہر بار پڑھنے کی مجلس ہوگی، کیونکہ انٹرنیٹ کے سرعت اتصال کے باعث تجدید ایجاب سے وہ تاخیر نہ ہوگی جس سے نقصان ہو، البتہ اس سے بہت زیادہ تاخیر مستثنی ہوگی جس سے غالباً اور عرفاً مرسل (ایجاب کرنے والے) کو ضرر لاحق ہو۔

اسی طرح مالی صرفہ کم ہونے اور آسانی و سہولت کی وجہ سے انٹرنیٹ کے ذریعہ رابطہ اور بار بار رابطہ آج کا معمول بن چکا ہے۔ اس لئے بار بار ایجاب کے اعادہ میں کوئی حرج نہیں جب کہ مرسل کو کوئی ضرر نہ پہنچے، اور اس کا کوئی حق یا مصلحت فوت نہ ہو رہا ہو۔ انٹرنیٹ سے تحریری پیغام کی تجدید کی قبیل سے ہی یہ ہوگا کہ مرسل الیہ کو مثلاً فون یا قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجے جانے کی یاددہانی کرے اور اسے دوبارہ پڑھنے اور اس پر غور کر کے موافقت یا انکار کی گذارش کرے۔

فون کے ذریعہ بیع و شراء کرنا:

فون بھی جدید ذرائع اتصال میں سے ہے، وہ فوراً اور راست طور پر دو مخاطبوں کے بیچ گفتگو پہنچاتا ہے، اور فون پر بات کرنے والوں کے بیچ گرچہ بعد المشرقین ہو لیکن مکانی فاصلہ کے علاوہ فون کی بات چیت بھی راست گفتگو کے مثل ہی ہوتی ہے۔ ٹیلی فون کی موجودہ دور میں دو قسمیں ہیں: وہ فون جو صرف بات نقل کرتا ہے، یہ قسم سب سے قدیم اور دنیا بھر میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی ہے، اور دوسرا وہ فون جو آواز کے ساتھ تصویر بھی نقل کرتا ہے، یہی قسم جدید ہے اور دن بدن پھیلتی جارہی ہے، لہذا اگلی سطور میں ہم ان دونوں قسموں کے ذریعہ ہونے والے مالی معاملات پر بات کریں گے۔

آواز منتقل کرنے والے فون سے بیع و شراء:

صحیح اور صاف آواز فون منتقل کرے تو اس سے بیع و شراء کرنی جائز ہوگی، اس کا قیاس فقہاء کے اس قول پر ہے کہ دو دور رہنے والے افراد کے بیچ تعاقد جائز ہوگا اگر دونوں آواز دیں اور ایک فریق دوسرے کی آواز سن لے گرچہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے (۲۳)۔ اور اسی طرح ایسے عاقدین کے بیچ جائز ہے جن کے درمیان پردہ اور آڑ ہو (۲۴)، دوری، عدم موجودگی، پردہ

اور ٹیلی فون وغیرہ کی وجہ سے عدم رویت عقد کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتی اور نہ فریقین کے بیچ رضامندی کے تحقق اور حصول ارادہ میں مانع ہوتی ہے، ٹیلی فون صرف نکلنے والی آواز کو دوسرے تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، ارادہ کے اظہار کا کوئی نیا آلہ نہیں ہے(۲۵)۔

اور معلوم ہے کہ عرف وعادت کا معاوضات ومعاملات میں اعتبار ہوتا ہے، اور افراد، کمپنیوں، مملکتوں اور اداروں کے بیچ ٹیلی فون سے گفتگو کا عام رواج ہے، اور اس کی بنیاد پر مالی حقوق والتزامات عرفاً مرتب ہوتے ہیں۔ اور کتاب وسنت کے نصوص یا دین کے ثوابت اور ضوابط شرعیہ میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو عرف وعادت سے معارض ہو، بلکہ یہ عرف ان مقاصد شریعت کے مطابق ہے جو تعامل کو آسان بنانے، منافع کے حصول اور حقوق کو اصحاب حقوق تک پہنچانے سے متعلق ہیں، اور تدلیس، ظلم، غبن، غرر اور زیادتی وغیرہ مفسدات عقود کو روکتے ہیں۔

ٹیلیفون کے ذریعہ بیع وشراء میں مجلس عقد:

اس مسئلہ میں مجلس عقد ٹیلی فونی بات چیت میں ایجاب صادر ہونے سے قبول صادر ہونے تک ہوگی۔ اس حالت میں ایجاب کرنے والے یا قبول کرنے والے کے لئے رجوع کرنا درست نہ ہوگا گرچہ گفتگو چل ہی رہی ہو۔ یا گفتگو دونوں کی طرف سے یا ایک کی طرف سے اختیاری یا اضطراری طور پر منقطع ہوجائے تو اس حالت میں عقد لازم وملزم ہوگا۔ جتنے عرصہ بات ہوگی وہ مجلس عقد نہ سمجھا جائے گا بلکہ جتنی دیر میں ایجاب اور قبول صادر ہوا، بس وہی عرصہ مجلس عقد میں شمار ہوگا، زائد وقت مجلس سے خارج ہوگا۔ اسے عقود فوریہ کی جتنی بھی قسمیں ہیں مثلاً دو پیدل چلنے والوں یا سواروں کے بیچ عقد پر قیاس کیا جائے گا جن میں قبول کرنے والے کے لئے خیار نہیں ہوتا، دو بیٹھے ہوئے افراد کے عقد کے برخلاف (۲۶)۔ بات چیت ٹوٹ جائے اور قبول کرنے والے کی طرف سے قبولیت کا صدور نہ ہوا ہو لیکن وہ عقد کرنا چاہتا ہو تو دوبارہ رابطہ کیا جاسکتا ہے، اس صورت میں وہ ایجاب کرنے والا ہوگا اور فریق ثانی کی قبولیت پر معاملہ موقوف رہے گا۔ یہ ان لوگوں کی رائے پر مبنی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی فریق ایجاب کرسکتا ہے(۲۷)۔

اس رائے میں تھوڑا توسع اور ہوسکتا ہے کہ مجلس عقد پوری ٹیلی فونی گفتگو کو قرار دیا جائے جب تک وہ اسی معاملہ کے بارے میں ہو، اور جس میں ایجاب وقبول ساتھ ساتھ ہی ہو، کلام اسی موضوع پر ہو اور کوئی ایسا فصل نہ پایا جائے جو عقد سے انصراف سمجھا جائے(۲۸)، اور اسی طرح تھوڑا سا فصل معتبر نہ ہوگا بس اعراض والی بات نہ ہو۔ کسے اعراض سمجھا جائے گا اور کسے عقد کی طرف توجہ اس کا مدار عرف پر ہوگا جیسا کہ فقہاء کے کلام سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے(۲۹)۔

ٹیلی فون کے ذریعہ بیع وشراء کی مجلس عقد کا خیار:

راجح یہ ہے کہ فون پر بیع کرنے والوں کے لئے خیار مجلس ہے، یہ خیار تفرق سے ختم ہوگا، اور اس صورت میں تفرق اقوال سے ہوگا جسموں سے نہیں۔ کیونکہ فون پر گفتگو کرنے والے باہم مکانی دوری کی وجہ سے فی الواقع متفرق ہیں۔ جمہور فقہاء نے بیع میں خیار کے جواز کو اختیار کیا ہے، اور اس سلسلہ میں حدیث "البیعان کل واحد منهما بالخیار علی صاحبه مالم یتفرقا، إلا بیع الخیار" سے استدلال کیا ہے، یہ حنفیہ اور مالکیہ کے خلاف ہے، جنھوں نے خیار کو ساقط کردیا ہے، سوائے اس صورت کے کہ اس کی شرط لگی ہو، تفرق یہاں اقوال کا ہوگا، یعنی فون پر بیع کی مجلس عقد اس صورت میں ختم ہوجائے گی۔

آواز اور تصویر دونوں کو منتقل کرنے والے فون کے ذریعہ عقد بیع:

تعاقد کی یہ قسم جائز ومباح ہے جبکہ اتحاد مجلس ہو اور اعراض وانصراف پر دلالت والی کوئی چیز نہ پائی جائے، اس قسم کو اس معاملہ کی مثل سمجھا جائے گا جو دو ایسے دور رہنے والے افراد کے درمیان ہو جو ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہوں اور سنتے بھی ہوں، اور یہ جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس میں اتحاد مجلس، ایجاب اور قبول کے ساتھ ہونے اور اعراض وتفرق پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہ ہو، اس میں یہ سہولت دی جائے گی کہ عقد سے متعلق چیز کو لانے کے لئے مجلس چھوڑ دے، اور مجلس عقد اس سلسلہ میں تین حالات میں سے کسی ایک حالت میں ختم ہوجائے گی (۳۰)۔

فون پر گفتگو ختم ہوجائے۔ دونوں کے بیچ گفتگو جاری رہنے کے باوجود اعراض عن العقد کی دلیل پائی جائے۔ متعاقدین ایک دوسرے کو مجلس چھوڑتا ہوا دیکھ لیں گرچہ دونوں کے بیچ گفتگو جاری ہو، اس سے مجلس کا وہ چھوڑنا مستثنیٰ ہوگا جو معاملہ کی تیاری کے سلسلہ میں ہو۔

انٹرنیٹ اور فون وغیرہ کے ذریعہ عقد نکاح کرنا:

انعقاد نکاح میں اصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے لئے لفظی صیغہ ہو، کیونکہ لفظ ہی کے ذریعہ عقد کرنے، نہ کرنے اور اس کے نتائج کو قبول کرلینے کے لئے عاقدین کے ارادہ کی بدرجہ اولیٰ تعبیر ہوسکتی ہے، جمہور فقہاء بھی کہتے ہیں، نطق سے عاجز رہ جانے والے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اس کا نکاح صاف تحریر سے ہوجائے گا، کیونکہ اس کے حق میں تحریر ناطق کے نطق کے قائم مقام ہوگی، یہی تمام جمہور کی متفقہ رائے ہے، ایسے ہی انعقاد نکاح میں اصل یہ ہے کہ طرفین مجلس عقد میں حاضر ہوں، اور یہی مقاصد نکاح، تحقیق تعارف، تعلقات کی مضبوطی اور حقوق کی حفاظت وتوثیق میں زیادہ اولیٰ، انسب اور محتاط بات ہے۔

تحریر کے ذریعہ غائب کے عقد نکاح کا حکم:

وہ غائب جو قادر علی النطق ہو تحریر سے اس کے نکاح کے انعقاد کے بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول: یہ ہے کہ نکاح منعقد نہ ہوگا، اور نہ غائب کی تحریر سے صحیح ہوگا، یہ مالکیہ کا قول ہے (۳۱)، شافعیہ کا بھی قول صحیح یہی ہے (۳۲)، اور حنابلہ کا بھی ایک قول یہی ہے (۳۳)، اس کی دلیلیں مختصراً یوں ہیں:

۱- تحریر نکاح کے کنایوں میں سے ایک کنایہ ہے جس میں نکاح کا بھی احتمال ہے دوسری چیز کا بھی، اور نکاح تو اس لفظ صریح سے منعقد ہوگا جس پر گواہی دی جاسکے۔

۲- عقد نکاح میں دوسرے عقود کی بنسبت زیادہ احتیاط برتی جاتی ہے، اس لئے اس میں کتابت کے برخلاف تلفظ کے ذریعہ یا احتیاط حاصل ہوگی۔

دوسرا قول: کتابت سے نکاح منعقد ہوگا اور صحیح ہوگا، یہ حنفیہ کا قول ہے (۳۴)، شافعیہ کا بھی ایک قول ہے (۳۵)، اور یہی ایک روایت حنابلہ کی بھی ہے (۳۶) اور اجمالاً اس قول کی دلیل یہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت تحریر خطاب کے مثل ہوتی ہے، اور کاتب کی تحریر اس کی رضامندی کی تعبیر ہوتی ہے۔

قول راجح:

دوسرا قول ہی راجح ہے، یعنی عقد نکاح، غائب کی تحریر سے منعقد ہوگا اور صحیح ہوگا، اس شرط کے ساتھ کہ پیغام کے مضمون سے گواہ واقف ہو جائیں اور قبولیت کی شہادت دیں، کیونکہ شہادت صحت زواج کی شرط ہے، لہٰذا اس نکاح کی صحت کی شرط ایجاب وقبول کو سننا ہے، اور اگر صرف ایک ہی فریق کی بات سنی تو شرط حاصل نہ ہوگی، تاہم یہ ترجیح خلاف اولیٰ اور خلاف انسب ہے، کہ اولیٰ تو یہی ہے کہ ایک ہی زمان ومکان اور حال میں ایجاب وقبول کے دونوں فریق موجود ہوں، اس سے نکاح کے مقاصد، دواعی، مقدمات، قربت تعارف اور میل جول وغیرہ زیادہ مناسب اور مضبوط طریقہ پر حاصل ہوں گے، کہ لوگ بذات خود موجود ہوں گے دیکھیں گے، بجائے مکان میں صرف اپنے تصور وخیال سے موجود ہو سکیں گے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ تاہم تحریر کے ذریعہ عقد نکاح کا سہارا بعض حاجتوں اور ضرورتوں کا لحاظ کر کے لیا جاتا ہے، اس میں مناسب یہ ہے کہ ایجاب وقبول پر گواہی واقعۃً دی جائے بایں طور کہ ایجاب میں دو گواہ حاضر ہو کر گواہی دیں کہ فلاں نے ایجاب کیا ہے، اور قبول میں بھی دو گواہ حاضر ہوں اور نکاح کا تحریری پیغام بھیجنے پر قبول وموافقت کو وہ سنیں، اس صورت میں پیغام بھیجنے والا انکار نہیں کرسکتا کہ اس نے نہیں بھیجا یا بیچ میں کسی نے اچک کر تبدیلی کردی وغیرہ۔

یہ رائے شافعیہ کی ہے جنھوں نے یہ اجازت دی ہے کہ ایجاب وقبول میں دو الگ الگ گواہ حاضر ہوں (۳۷)، ہم

سمجھتے ہیں کہ شافعیہ کی رائے زیادہ احتیاط والی ہے تاکہ مرسل کے انکار کی نفی کی جائے، اس لئے کہ پیغام کے مضمون پر گواہی دلوانے سے مرسل کے انکار کا احتمال ختم نہیں ہوتا، برخلاف اس کے کہ عرض اور ایجاب وقبول کے بیچ ہی گواہی دی جائے۔

تحریر کے ذریعہ عقد نکاح کی مجلس:

یہ وہ مجلس ہوگی جس میں گواہ حاضر ہوں، پیغام کا مضمون سنایا جائے اور گواہوں کے سامنے مرسل الیہ کے قبول کا اعلان ہو۔ پیغام کا پہنچنا اور موجب الیہ کا اسے جاننا مجلس انعقاد کہلائے گا، کیونکہ عقد نکاح گواہوں پر موقوف ہوتا ہے، اس بنیاد پر مرسل الیہ کے لئے اگر اس کے پاس خطاب پہنچا ہے، جائز ہے کہ وہ اس مجلس سے جس میں خطاب پہنچا ہے نکل کر جائے اور اپنے قبول وموافقت کے لئے گواہوں کو لے کر دوسری مجلس میں آئے(۳۸)۔

انٹرنیٹ اور فون وغیرہ پر عقد نکاح کا حکم:

عقد نکاح انٹرنیٹ پر ہونے کی صورت میں تحریر، آواز اور تصویر کے ذریعہ ہوگا، اور فون پر ہونے کی صورت میں تصویر اور آواز کے ذریعہ ہوگا، انٹرنیٹ پر تحریر کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے تحریری پیغام کمپیوٹر سے بھیجا جائے گا جو ریسیو کرنے والے کی اسکرین پر ظاہر ہوگا، یا تحریر شدہ کاغذ پر کمپیوٹر سے نکل آئے گا۔

بہرحال انٹرنیٹ میں تصویر اور آواز کی صورت یہ ہوگی کہ چیٹنگ کے کمرہ میں متخاطبین کے مابین راست گفتگو ہوگی، یا ویب سائٹ کے ذریعہ، جس میں آواز بھی نقل ہوتی ہے اور آواز کے ساتھ صورت بھی نقل ہوتی ہے، اس کے لئے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ہوتا ہے اور فون پر عقد کی صورت میں صورت اور آواز بھی آئے گی یا صرف آواز نقل ہوگی، راست گفتگو اور صورت وآواز کے لئے رابطہ کی معروف ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنا ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ ان تمام اتصالات (انٹرنیٹ، فون، فیکس اور تار) کے درمیان مشترک یہ ہے کہ وہ دو غیر موجود دور رہنے والے لوگوں کے بیچ رابطہ کا کام کرتے ہیں، فون اور انٹرنیٹ سے براہ راست رابطہ کے ذریعہ یہ دونوں زماناً متحد بھی ہوسکتے ہیں اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ بالواسطہ تحریری پیغام بھیجنے کی صورت میں زماناً غیر متحد بھی، کیونکہ اس پیغام کو مرسل الیہ کچھ وقفہ کے بعد ہی جان سکتا ہے، اس بنیاد پر انٹرنیٹ اور فون وغیرہ کے ذریعہ تحریراً نکاح کے انعقاد کا معاملہ مشہور فقہی مسئلہ "انعقاد النکاح بین الغائبین بالکتابۃ" سے متعلق ہے، جسے حنفیہ اور بعض دوسرے فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، اور یہ شرط لگائی ہے کہ ایجاب کے مضمون پر اور موجب الیہ کے قبول کی اطلاع پر گواہی دلوائی جائے، تحریری پیغام نقل کرنے والے جدید وسائل اتصال، فیکس، ای میل، ٹیلکس اور تار پر بنیادی طور پر یہی حکم منطبق ہوگا، ایسے ہی یہ صورت وآواز کو راست طور پر نقل

کرنے والے وسائل اتصال پر بدرجہ اولی منطبق ہوگا، کیونکہ اس میں راست ہونے کا عنصر پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مجلس عقد ایسی ہو جاتی ہے کہ گویا وہ حاضرین کی مجلس ہو، کیونکہ اسے سن بھی سکتے ہیں، دیکھ بھی سکتے ہیں، اس سے جعل سازی، مغالطہ اور انکار کا احتمال کمزور ہو جاتا ہے۔

بہوتی کی "کشاف القناع" میں اس سے مشابہ ایک مسئلہ آیا ہے، اور وہ یہ کہ کچھ لوگ ایک آدمی کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ فلاں سے شادی کر دو، تو وہ کہے: میں نے ایک ہزار پر شادی کر دی، پھر وہ لوگ شوہر کے پاس جا کر خبر دیں، تو وہ کہے: "میں نے قبول کیا"، تو اس صورت میں بہوتی نے فقہاء حنابلہ میں سے ابو طالب کا قول نقل کیا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوگا (۳۹)۔

انٹرنیٹ اور فون وغیرہ کے ذریعہ عقد نکاح کی مجلس:

ان ذرائع اتصال سے عقد نکاح کی مجلس وہ ہوگی جس میں قبولیت کا اعلان ہوگا۔ اگر پیغام دینے والا شخص فیکس، ٹیلکس یا فون اور انٹرنیٹ سے اپنے چہرہ اور آواز کے ساتھ تحریری پیغام بھیجے اور مرسل الیہ سے کہے: میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اور دوسرا کہے: میں اس سے اتفاق کرتا ہوں اور قبول کرتا ہوں، تو محض اس اعلان سے ہی نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ ایجاب وقبول پر گواہوں کو حاضر کرنا ضروری ہوگا۔

فیکس، تار، ٹیلکس اور ڈاک (خطوط) کے ذریعہ عقد بیع وشراء کرنا:

فیکس دور سے نقل کرنے والا آلہ ہے (۴۰) جو فون کی طرح سرعت رکھتا ہے، اور یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اصل وثیقہ و سرٹیفکیٹ کے مطابق اس کی کاپی کرے، فیکس کے ذریعہ بیع وشراء کا تعاقد ایسے شمار ہوگا جیسے دو غائب عاقدین کے بیچ تحریر کے ذریعہ تعاقد ہو، اس میں شرط یہ ہوگی کہ تحریر محفوظ وواضح ہو، اس میں دستخط اور مہر بھی ہو، اور اس کے علاوہ وہ ساری شرطیں ہوں گی جو عقد اور متعلقات عقد کے لئے لازم ہیں، معاصر علماء نے ڈاک، تار اور ٹیلکس وغیرہ کے ذریعہ عقد بیع پر گفتگو کی ہے اور اسے اس عقد کے مانند قرار دیا ہے جو غائب عاقدین کے مابین تحریر یا مراسلت کے ذریعہ انجام پاتا ہے، انہوں نے اس کی ساری تفصیلات اور نوعیت بھی بیان کی ہے، میں یہاں اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ عقد بیع وشراء کرنا:

ویڈیو کانفرنس ان لوگوں کے بیچ ملاقات کا نام ہے جو اس ویڈیو کے ذریعہ رابطہ کرتے ہیں جو آواز اور شکل دونوں کو

نقل کرتا ہے، یہ ملاقات کبھی براہ راست ہوتی ہے جیسا کہ آواز اور شکل دونوں کو منتقل کرنے والے فون میں ہوتا ہے اور جیسا کہ انٹرنیٹ اور سٹلائٹ کے ذریعہ رابطہ ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ ملاقات براہ راست نہیں ہوتی جیسا کہ ریکارڈ شدہ ویڈیو کیسٹ میں ہوتا ہے جسے بروقت نشر نہیں کیا جاتا، بلکہ ضرورت پڑنے پر کیا جاتا ہے، ذیل میں ہم ان عقد بیع وشراء کا حکم بیان کرتے ہیں۔

راست ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ عقد بیع وشراء کا حکم:

اس قسم کے عقد میں عاقدین زماناً متحد اور مکاناً مختلف ہوتے ہیں، یعنی وہ ایک دوسرے کو دیکھتے، چنتے اس کے ساتھ گفتگو کرتے اور اس کا کلام سنتے ہیں، اس قسم کا عقد تعاقد من المتباعدین کے حکم میں ہے، جس میں سے ایک شخص دوسرے کو سنتا اور دیکھتا ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ یہ تعاقد صحیح ہوگا، المجموع میں آیا ہے:

"لو تنادیا وھما متباعدان و تبایعا صح البیع بلا خلاف" (۴۱)۔

ابن قدامہ نے لکھا ہے:

"ولو أقاما المجلس وسدلا بینھما ساترا أوبنیا بینھما حاجزا... فالخیار بحالہ وإن طالت المدۃ" (۴۲)۔

لہذا جب فقہاء ایسے دو دور رہنے والے عاقدین کے معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں جن میں سے ایک دوسرے کو نہ دیکھتا ہو تو ایسے دو دور رہنے والوں کے مابین تعاقد تو بدرجہ اولی جائز ہوگا جن میں سے ایک دوسرے کو دیکھتا ہو، کیونکہ اس میں مشاہدہ اور رویت کا عنصر ہے، جس سے رضا بین العاقدین اور مؤکد ہو جاتی ہے، پہلے میں یہ عنصر نہیں، لہذا اس قسم کا معاملہ عدم اتحاد مکان اور دوری کے باوجود عقد مشروع اور تعامل مباح کے درجہ میں ہوگا، کیونکہ لوگوں کے مابین معاملات میں اساس یہ ہے کہ رضامندی ہو، ظلم، غبن اور دھوکہ اور مال الغیر کو باطل سے کھانا نہ پایا جائے، موجودہ زمانے کے رجحانات اور مطالبات اور لوگوں کی ضرورتوں و مصلحتوں اور ان کے معتبر عرف وعادت وغیرہ کا تقاضا یہی ہے کہ جواز کا حکم ہو، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ صحیح عادات واعراف کی رعایت کی جاتی ہے، المجموع میں آیا ہے کہ عرف کی طرف رجوع واجب ہے، اور جسے لوگ بیع سمجھتے ہیں وہ بیع ہوگی (۴۳)۔

راست ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ عقد بیع کی مجلس اور اس میں خیار کا معاملہ:

اس سے قبل آواز اور شکل نقل کرنے والے فون اور انٹرنیٹ کے بارے میں جو کچھ مجلس عقد اور اس میں خیار کے سلسلہ میں کہا گیا ہے وہی یہاں کہا جائے گا، یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جدید آلات اتصال ایک ہی جیسا کام انجام دیتے ہیں اور راست آواز وغیرہ کو نقل کرنے میں ایک جیسے ہیں۔

ریکارڈ شدہ ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ عقد بیع وشراء کا حکم:

ریکارڈ شدہ ویڈیو کانفرنس میں آواز وشکل براہ راست طریقہ پر نقل نہیں ہوتی، بلکہ ایجاب کرنے والے کی رائے اور پیشکش ریکارڈ ہوتی ہے، اور فریق ثانی کو اس کی رائے جاننے کے لئے دی جاتی ہے، الگ جگہوں کے علاوہ اس میں زمانی اختلاف بھی پایا جاتا ہے، حق یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ غائبین کے بیچ تحریر یا مراسلت کے ذریعہ عقد جیسا ہی سمجھا جائے، ساتھ ہی اس میں رؤیت اور مشاہدہ کا عنصر بھی ہے، اس لئے ان علماء کی رائے زیادہ راجح اور قوی ہے جو غائبین کے درمیان تحریر کے ذریعہ عقد کو مباح قرار دیتے ہیں، اسی طرح ویڈیو کیسٹ کو محفوظ رکھنا اور ضرورت کے وقت بسہولت حاصل کرنا بھی ممکن ہے، اس لئے کہ موجودہ مواصلاتی طریقہ سے معاملہ کرنا زیادہ اطمینان کا باعث بنتا ہے، بشرطیکہ ایجاب وقبول، عاقدین اور شئی معقود علیہ وغیرہ سے متعلق لازم تمام شرطیں پوری ہوں۔

مجلس عقد، اتحاد مجلس اور اختلاف مجلس:

اصل یہ ہے کہ عقد حاضرین کے بیچ ہو اور الفاظ کے ذریعہ ہو، غائبین کے بیچ نہ ہو، اشارہ اور تحریر کے ذریعہ نہ ہو۔
حاضرین کے درمیان تعاقد کی صورت میں مجلس عقد تین عناصر سے بنتی ہے:

۱- مکان، ۲- وقت، ۳- عاقدین کے اجتماع وانصراف کی حالت۔

مجلس عقد زماناً ومکاناً اور حالاً متصل ایجاب وقبول کی تشکیل کرتی ہے، مطلب یہ کہ ایک ہی جگہ ایک وقت میں اور عاقدین کی باہمی رغبت سے ایجاب وقبول ہوتا ہے، جس میں اعراض یا فصل نہیں ہوتا ہے۔ تاہم کبھی مکان کا عنصر نہیں ہوتا، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب عقد غائبین کے درمیان ہو، بعض علماء اس عقد کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ مجلس متحد ہو، اتحاد مجلس کا معنیٰ مجلس واحد میں ایجاب وقبول کا ساتھ ہونا ہے جو عقد کے منعقد ہونے اور اس کی صحت کی شرط ہے، اسی بنیاد پر فقہاء کہتے ہیں کہ مجلس عقد کا اتحاد عاقدین کی موجودگی وغیر موجودگی سے مختلف ہو جاتا ہے:

۱- عاقدین کی موجودگی میں مجلس عقد کا اتحاد:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی جگہ ایک وقت میں ہو، اس میں اعراض اور فصل نہ ہو۔

۲- عاقدین کی غیر موجودگی میں مجلس عقد کا اتحاد:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول مجلس عقد میں ہو، اور اس صورت میں مجلس عقد اس شخص کے قبول کرنے کی

مجلس ہوگی جسے پیغام بھیجا گیا ہے یا خط بھیجا گیا ہے، اور اس میں عقد سے غیر متعلق کلام کے ذریعہ تھوڑی سی فصل درست ہے، جیسا کہ حطاب مالکی نے ذکر کیا ہے(۴۴)، شافعیہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ ایجاب وقبول کے بیچ سکوت کے ذریعہ فصل لمبا نہ ہو، چاہے بھول کر ہو یا انجانے میں، معتمد قول کے مطابق، ان کا کہنا ہے کہ جو گفتگو عقد کے تقاضوں، مصلحتوں اور مستحبات میں سے نہ ہو وہ تھوڑی بھی ہوگی تو نقصان دہ ہوگی(۴۵)۔

ایجاب سے قبول کے متصل ہونے میں یعنی اتحاد مجلس میں یہی مجلس معتبر ہوگی، لہٰذا جب ایجاب مخاطب کو موصول ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ ایجاب کرنے والا خود آیا اور اس نے ایجاب کیا، اور جب مجلس برخواست ہو جائے یا فریق ثانی کی طرف سے ایسی کوئی بات پائی جائے جو عرف میں قبولیت سے اعراض سمجھی جائے تو عقد منعقد نہ ہوگا(۴۶)۔

قبول میں تراخی یا فوریت کا مسئلہ:

کیا ایجاب وقبول کے درمیان فصل اتحاد مجلس میں مخل مانا جائے گا یا نہیں؟ جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ فوریت قبول کی شرط نہیں ہے، ایجاب وقبول اگر ایک ہی مجلس میں ہو جائیں تو تراخی یعنی ایجاب وقبول میں فاصلہ مضر نہ ہوگا، اس لئے کہ قبول کرنے والے کو تامل اور غور کی ضرورت ہوگی، بہوتی نے لکھا ہے: "وان تراخی القبول عن الایجاب صح مادا ما فی المجلس"(۴۷)۔

مجلس عقد کا اختلاف(۴۸):

اختلاف مجلس کا مطلب ہے اتحاد مجلس کا نہ ہونا، یعنی اسی مجلس عقد میں ایجاب وقبول کا ساتھ ساتھ نہ ہونا، بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں اتحاد واتصال کی شرط نہیں ہوتی، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱- عقد وصیت (جو مابعد موت مالک بناتا ہے)، وصیت کو موصی کی وفات کے بعد قبول کیا جاتا ہے۔

۲- عقد وصایۃ یا ایصاء: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنی وفات کے بعد اپنی نابالغ اولاد کے معاملات کا نگراں بنادے، اس عقد میں بھی قبولیت وفات کے بعد ہی ہوگی۔

۳- عقد وکالت: اس میں وکیل کے لئے مجلس عقد کے علاوہ میں قبول کرنا جائز ہے، اور موکل اسے باطل بھی کر سکتا ہے، کیونکہ وہ عقد غیر لازم ہے۔

حواشی:

۱- دیکھئے: الانٹرنیت، الشبکۃ الدولیۃ للمعلومات: حسین فاروق السید، ص ۸۲، الانٹرنیت وآفاق البحث العلمی العربی: منیر فریدی، ص ۵۲، الوسائل

التعلیم و مستجدات التکنولوجیا: جمال الشرہان ص ۷۵، ۷۹۔

۲- دیکھئے: الانترنیت و مقاصد الشریعۃ و اصولہا و اوقاف: نور الدین مختار الخادمی ص ۱۰۔

۳- الانترنیت ثروۃ الثقافۃ والتعلیم: اُ۔د۔ شوقی سلمان الدرکزلی ص ۷، ۲۳، ۲۷، الانترنیت فی خدمۃ الاسلام: محمد المعظم حسن المہدی ص ۱۱، الانترنیت وسیلۃ و اسلوب للتعلیم المفتوح داخل حجرۃ الدراسۃ من بعد: اُ۔د۔ مجدی کامل عزیز ص ۸۹، ۹۰، الوسائل التعلیمیۃ و مستجدات تکنولوجیا التعلیم: د۔ جمال الشرہان ص ۱۳، ۲۳۔

۴- انٹرنیٹ کے ذریعہ بات چیت، گفتگو کا طریقہ وہ ہے جو چیٹنگ روم وغیرہ میں ہوتا ہے اور تحریری پیغامات کا باہمی تبادلہ ای میل کے معروف طریقہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۵- الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۰۹۔

۶- الہدایہ مع فتح القدیر ۵/ ۷۹۔

۷- حاشیۃ الدسوقی وبہامشہ الشرح الکبیر للدردیر ۳/ ۳۔

۸- حاشیۃ الدسوقی ۳/ ۳، کچھ تصرف کے ساتھ۔

۹- مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی (جدہ) چھٹا اجلاس شمارہ ۶: ۲/ ۱۲۶۷، ۱۲۶۸۔

۱۰- مجلۃ شؤون اجتماعیۃ: شمارہ ۴۸، سن ۱۲، ص ۸۸، بحوالہ التوثیق بالکتابۃ: د۔ عبداللہ المشعل ۲/ ۶۵۸۔

۱۱- التوثیق بالکتابۃ......: د۔ عبداللہ المشعل ۲/ ۶۶۱ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۱۲- الشرح الکبیر وحاشیۃ الدسوقی ۳/ ۳۔

۱۳- الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۱۷۔

۱۴- کشاف القناع ۳/ ۱۴۸۔

۱۵- دیکھئے: فیصلہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ ۵۴/ ۳/ ۶، بدائع الصنائع ۶/ ۲۹۹۳۔

۱۶- فتح القدیر ۵/ ۸۱ اور اس کے بعد کے صفحات، بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۸، کشاف القناع ۳/ ۱۴۸۔

۱۷- الملخص الفقہی: صالح الفوزان ۲/ ۱۱۷ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۱۸- مواہب الجلیل للحطاب ۴/ ۲۴۱، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/ ۱۷۵۔

۱۹- یہ حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے، شافعیہ نے خیار قبول کے لئے فوریت کی شرط لگائی ہے، مالکیہ نے تھوڑی تاخیر کی اجازت دی ہے جو اعراض کی دلیل نہ ہو، دیکھئے: فتح القدیر ۵/ ۷۸، ۷۹، المجموع ۹/ ۱۷۹، الفروق ۳/ ۱۶۲، ۱۶۳۔

۲۰- حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۵۱۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۲۱- دیکھئے: التوثیق بالکتابۃ فی الفقہ الاسلامی وتطبیقاتہا المعاصرۃ: عبداللہ محمد ابراہیم المشعل ۲/ ۴۴۸۔

۲۲- احکام المعاملات المالیۃ: علی الخفیف ۱/ ۱۷۹ بحوالہ مرجع سابق۔

۲۳- المجموع ۹/ ۱۹۳، مغنی المحتاج للخطیب الشربینی ۲/ ۵۔

۲۴- المغنی ۴/ ۴۸۳۔

۲۵- حکم التعاقد عبر اجہزۃ الاتصال الحدیثۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ: د۔ عبدالرزاق الہیتی ص ۱۸۔

۲۶- مرجع سابق ص ۲۵، ۲۶، ۳۰۔

۲۷- الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/ ۱۵۷۔

۲۸- الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۳۔

۲۹- مرجع سابق۔

۳۰- مجلہ مجمع الفقہ جدہ ۶، آلات الاتصال الحدیثہ شمارہ ۶ جلد ۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔

۳۱- مواہب للحطاب ۴/ ۲۱۹۔

۳۲- المجموع ۹/ ۱۶۷، ۱۶۸۔

۳۳- کشاف القناع للبہوتی ۵/ ۴۱۔

۳۴- حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۱۲، بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۰۔

۳۵- المجموع ۹/ ۱۶۷، ۱۶۸۔

۳۶- الانصاف للمرداوی ۸/ ۵۰۔

۳۷- المجموع ۹/ ۱۷۸، حنفیہ کے یہاں یہ شرط نہیں کہ گواہ ایجاب کرنے والے کی طرف سے پیغام صادر ہونے کی مجلس میں بھی حاضر ہوں، ان کے نزدیک یہ کافی ہے کہ مجلس قبول میں دونوں گواہ ایجاب کے مضمون کو سن لیں اور اس پر گواہ بنیں۔ حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۱۲، ۱۳، بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۰۔

۳۸- حاشیہ ابن عابدین ۴/ ۵۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی، چھٹا اجلاس منعقدہ سعودی عرب، جز ۲، جلد ۲ ص ۹۵۵ تا ۹۵۶۔

۳۹- کشاف القناع ۳/ ۳۸۔

۴۰- تکنولوجیا المعلومات: ڈاکٹر عبدالرزاق یونس، جورڈن ۱۹۸۵ء، بحوالہ التوثیق بالکتابہ: ڈاکٹر عبداللہ المشعل ۲/ ۷۶۴۔

۴۱- المجموع للنووی ۹/ ۱۴۳۔

۴۲- المغنی ۴/ ۴۸۴۔

۴۳- المجموع ۹/ ۱۴۳، نیز دیکھئے المغنی ۴/ ۵۶۱، ۵۶۲۔

۴۴- مواہب الجلیل ۴/ ۲۴۱۔

۴۵- مغنی المحتاج ۲/ ۵-۶، اور حاشیۃ القلیوبی ۲/ ۱۵۴۔

۴۶- الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۱۸، اس میں مذاہب اربعہ کے متعدد فقہی مصادر کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۴۷- کشاف القناع ۳/ ۱۳۸، ۱۴۷۔

۴۸- الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۱۸، نیز مجمع الفقہ الاسلامی کے فیصلے۔



جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد)

شریعت میں انسان کو جن احکام کا مکلف کیا گیا ہے، وہ دو طرح کے ہیں: عبادات اور عادات، عبادات سے وہ افعال مراد ہیں جو براہ راست بندہ اور خدا کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکاۃ، قربانی وغیرہ، اور عادات وہ افعال ہیں جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہئے؟ خواہ ملک کے ایک شہری کا دوسرے شہری کے ساتھ، یا فرد کا حکومت یا حکومت کا فرد کے ساتھ، اس کو واضح کرتے ہوں، عبادات کی بنیاد نصوص پر ہے اور اس کی کیفیت شارع کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر نہیں جانی جا سکتی، چنانچہ احکام سے متعلق نصوص کا مناسب حصہ ہمیں حدیث میں ملتا ہے اور احادیث احکام میں کم و بیش تین چوتھائی حصہ عبادات ہی سے متعلق ہے، اسی لئے عبادت کے باب میں اپنی طرف سے کمی اور اضافہ کی گنجائش نہیں بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے، اور اصل ان احکام میں حظر و ممانعت ہے، جب تک کہ اباحت و جواز پر کوئی دلیل فراہم نہ ہو جائے، معاملات کی بنیاد مصالح پر ہے، جو بات معاملہ کرنے والوں کے مفاد میں ہو اور جن امور سے کسی مصلحت کی تکمیل ہوتی ہو وہ جائز ہے، سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس کے خلاف آجائے، اس لئے معاملات کے باب میں توسع ہے اور اصل ان میں جواز و اباحت ہے۔

معاملات میں کچھ اصول و قیود شریعت نے متعین کر دیئے ہیں، ان کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو طریقہ کار بھی اختیار کیا جائے درست ہے، اس سلسلہ میں بنیادی طور پر چند باتوں سے منع کیا گیا ہے، ربا، قمار، ایسی چیز کی خرید و فروخت جو شریعت کی نظر میں مال اور قابل قیمت نہیں ہے، عقد میں کسی بھی پہلو سے دھوکہ اور معاملہ کی ایسی صورتیں جو اپنے ابہام و اجمال کی وجہ سے آئندہ فریقین کے درمیان نزاع کا باعث بن سکتی ہیں، اور بنیادی طور پر ایک بات کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور وہ ہے طرفین کی طرف سے رضامندی کا اظہار، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (۱)۔

"تراضی" قلب کا فعل ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کے بارے میں اس بات سے واقف نہیں ہو سکتا کہ اس معاملہ میں اس کی رضا کیا ہے؟ اس لئے اس سے آگاہ ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں: الفاظ سے رضامندی کا اظہار ہو یا عمل سے، شارع نے اظہار تراضی کے لئے کوئی خاص کیفیت یا طریقہ متعین نہیں کیا ہے، فقہاء نے عقود و معاملات کی اہمیت کے اعتبار سے کیفیت مقرر کی ہے، نکاح کا معاملہ چونکہ عصمت انسانی سے متعلق ہے اور اس پہلو سے اس کی خاص اہمیت ہے، اس لئے اس میں الفاظ و کلمات سے رضامندی کا اظہار ضروری ہے، جسے اصطلاح میں "ایجاب و قبول" کہا جاتا ہے، اور مالی معاملات میں کسی اور مناسب و معروف عمل کے ذریعہ بھی رضامندی کا اظہار کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہاء کے نزدیک ہر طرح کی اشیاء کی خرید و فروخت اور بعض فقہاء کے نزدیک معمولی اشیاء کی خرید و فروخت "تعاطی" کے ذریعہ بھی انجام پاسکتی ہے۔

پھر الفاظ و کلمات کے ذریعہ رضامندی کے اظہار کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک قول کے ذریعہ، اور یہی طریقہ اکثر معاملات میں مروج ہے، دوسرے تحریر و کتابت کے ذریعہ، قول کے ذریعہ معاملات کو طے کرنا تو خود رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور ہمیشہ سے اس کا توارث و تعامل رہا ہے، تحریر و کتاب کے ذریعہ عقد کا ثبوت بھی حدیث میں موجود ہے۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بعض اقوام کو دعوت اسلام دینے کے لئے آپ ﷺ نے تحریر و کتابت ہی کا طریقہ اختیار فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی طرف سے فریضۂ نبوت کی ادائیگی اور تبلیغ رسالت سے بڑھ کر اہم اور کیا امر ہو سکتا ہے، جب اس کے لئے تحریری ذریعہ کو اختیار کرنا کافی ہے تو دوسرے امور میں یہ کیوں کر کافی نہ ہوگا؟ کتابت و تحریر اور "قلم" کی کوئی خاص ہیئت شریعت کی طرف سے متعین نہیں، اسلام دنیا میں جس وقت آیا اس وقت لکڑی کا قلم اور ہڈیوں، جھلیوں اور پتھروں کا "صفحہ" اظہار کا ذریعہ تھا، اب اس قلم نے ترقی کر کے کمپیوٹر کی صورت اختیار کی ہے، اور مستقبل میں نہ جانے اور کیا کیا صورتیں صفحۂ ہستی پر جلوہ فرما ہوں، صدیوں پہلے ترسیل و ابلاغ کا ذریعہ صرف انسانی فرستادہ تھا اور اب انٹرنیٹ کی صورت میں ایک ایسا فرستادہ انسان کے قابو میں ہے جو لمحوں میں مشرق سے مغرب تک ہمارا پیغام پہنچا سکتا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ:

(۱) خرید و فروخت معاملات و عادات کے قبیل سے ہے، جس میں اصل اباحت و جواز اور مصلحت کی رعایت ہے، جب تک کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو۔

(۲) عبادات میں مقصد اور طریقہ کار دونوں شارع کی طرف سے متعین ہوتا ہے جس میں کسی کمی اور اضافہ کی گنجائش نہیں ہوتی، معاملات میں مقاصد متعین ہیں، طریقہ کار متعین نہیں۔

(۳) معاملات میں بنیادی اہمیت "تراضی طرفین" کی ہے جس کا اظہار زبان سے بھی ہوسکتا ہے، قلم سے بھی اور کسی اور مناسب و مروج فعل سے بھی۔

(۴) کمپیوٹر تحریر کے حکم میں ہے اور انٹرنیٹ، سادہ فون یا ویڈیو فون تحریر و آواز کی ترسیل و ابلاغ کا ایک ذریعہ و وسیلہ ہے۔

ان تمہیدات کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں:

مجلس کی تعریف اور مجلس کے اتحاد و اختلاف سے مراد:

"جلوس" کے معنی بیٹھنے کے ہیں، "مجلس" اسی سے اسم ظرف ہے جس کے معنی بیٹھنے کی جگہ کے بھی ہو سکتے ہیں اور بیٹھنے کے وقت کے بھی، عام طور پر معاملات کے طے کرنے کے لئے گفت و شنید اور تبادلۂ خیال کی بیٹھک ہوا کرتی ہے، اس لئے کسی معاملہ کے وجود میں لانے کے لئے تبادلہ خیال کی صورت کو فقہاء "مجلس" سے تعبیر کرنے لگے، عقود کے علاوہ عبادات میں بھی بعض مسائل سجدہ، تلاوت وغیرہ کے احکام "مجلس" سے متعلق ہیں، مجلس چونکہ ایک معروف و مروج لفظ ہے، اس لئے عام طور پر فقہاء کے یہاں اس کی تعریف نہیں ملتی، موجودہ دور کے اہل علم نے مجلس کی اصطلاحی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے، غالباً مجلس کی باضابطہ تعریف سب سے پہلے "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کے فاضل مرتبین نے کی ہے:

"مجلس البيع هو الاجتماع الواقع لعقد البيع" (۲) (مجلس بیع وہ اجتماع ہے جو عقد بیع کے لئے منعقد ہو)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں: "مجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد وبعبارة أخرى اتحاد الكلام في موضوع التعاقد" (۳) (مجلس عقد فریقین کی وہ حالت ہے جس میں وہ معاملات کے سلسلہ میں مشغول ہوتے ہیں، دوسرے الفاظ میں معاملات کے موضوع پر گفتگو میں اتحاد کا نام مجلس عقد ہے)۔

فقہاء کی ۔ ۔ ۔ ان قیود اور مجلس سے متعلق احکام کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری نے اس کو مزید واضح کیا ہے: "مجلس العقد هو المكان الذي يوجد فيه المتعاقدان ويبدأ من وقت صدور الإيجاب ويبقى مادام المتعاقدان منصرفين إلى التعاقد ولم يبدأ إعراض من أي منهما" (۴) (مجلس عقد وہ جگہ ہے جس میں فریقین پائے جاتے ہیں اور یہ ایجاب کے صادر ہونے سے شروع ہوتی ہے اور اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک فریقین معاملات میں منہمک ہوتے ہیں اور ان میں سے کسی کی طرف سے اعراض ظاہر نہیں ہوتا ہے)۔

ان تعبیرات میں گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو سنہوری نے مجلس کی تعریف میں مکان کی قید کو ملحوظ رکھا ہے، مجلۃ الاحکام میں "اجتماع عاقدین" کو مجلس کا مصداق قرار دیا گیا ہے، لیکن یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ ایک ہی مکان میں اجتماع

عاقدین ضروری ہے یا اختلاف مکان کے باوجود بھی اجتماع کا تحقق ہوسکتا ہے؟ لیکن غالب گمان یہی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک بھی "اجتماع مکان" ہی مراد ہوگا، کیونکہ اس زمانہ میں اتحاد مکان کے بغیر اجتماع کا شاید تصور بھی نہیں تھا، ڈاکٹر زحیلی کی تعریف میں "مجلس" اس حالت وکیفیت کو قرار دیا گیا ہے، جس میں فریقین ایجاب وقبول میں مشغول ہوں، گویا "اتحاد مکان" کا نام مجلس نہیں بلکہ مجلس سے مراد عقد کی بابت اتحاد کلام ہے۔

یہ تعریف زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، کیونکہ:

(الف) کتاب وسنت میں کہیں عقود کے لئے مکان کے ایک ہونے کی شرط مذکور نہیں۔

(ب) عقد میں بنیادی اہمیت فریقین کی جانب سے رضامندی کی ہے اور یہ تراضی طرفین فی نفسہ مجلس کے متحد ہونے سے متعلق نہیں۔

(ج) فقہاء کے یہاں ایسی جزئیات ملتی ہیں جن میں ایک گونہ اختلاف مکان کے باوجود ایجاب وقبول کو درست مانا گیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ فقہاء متقدمین کے یہاں مجلس کی حقیقت میں اتحاد مکان کا تصور پایا جاتا ہے، لیکن یہ اس لئے ہے کہ اس عہد میں مشافہۃً ایک ہی وقت میں ایجاب وقبول کی اس کے سوا کوئی اور صورت ممکن نہ تھی، اس لئے یہ تعبیر حکایت واقعہ کے درجہ میں ہے۔

مجلس کا اختلاف واتحاد:

ایجاب وقبول کے ایک ہی مجلس میں مکمل ہونے کی شرط کا اصل مقصد عاقدین کے کلام میں اتصال وارتباط ہے، اصل تو یہ ہے کہ ایجاب وقبول میں حقیقی اتصال ہو، یعنی جوں ہی ایجاب کیا جائے دوسرے فریق کی طرف سے قبول کا اظہار ہو جائے، لیکن اس میں حرج اور تنگی ہے، اس لئے فقہاء کی رائے ہے کہ جب تک دوسرے فریق کی طرف سے کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جو اس کے اعراض کو بتاتا ہو اس وقت تک قبول کو ایجاب سے متصل اور مربوط سمجھا جائے گا، گویا یہ قبول حکماً ایجاب سے متصل ہے، اعراض وگریز کا اظہار کبھی تو جگہ کی تبدیلی سے ہوتا ہے اور کبھی اس طرح کہ ایک فریق کی طرف سے ایجاب کے بعد دوسرا فریق جس فعل میں مشغول تھا، اس کو چھوڑ کر کسی اور فعل میں مشغول ہو جائے: "حتى لو أوجب أحدهما البيع فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل آخر يوجب اختلاف المجلس ثم لو قبل لا ينعقد" (۵) (یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بیع کا ایجاب کرے اور دوسرا قبول سے پہلے مجلس سے اٹھ جائے یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جائے جو اختلاف مجلس کا باعث ہو پھر قبول کرے تو بیع منعقد نہ ہوگی)۔

کیونکہ اگر دوسرے فریق کی طرف سے "اعراض" کے باوجود ایجاب باقی رہتا اور دوسرے فریق کے لئے قبول کی گنجائش ختم نہ ہوتی تو اس سے بڑی دشواری پیدا ہو جاتی اور فریق اول کو عرصہ تک فریق ثانی کے رویہ کا انتظار کرنا پڑتا، اور جب تک وہ صراحتاً انکار نہ کر دیتا وہ کہیں اور معاملہ طے نہیں کر پاتا۔

پس مجلس کے اتحاد سے مراد قبول کا ایجاب سے مربوط ہونا اور اختلاف سے مراد قبول کا ایجاب سے مربوط نہ ہونا ہے، اور اس ارتباط کے لئے دو باتیں ضروری ہیں: اول یہ کہ ایجاب وقبول کا زمانہ ایک ہی ہو، دوسرے ایجاب کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے کوئی ایسی بات صادر نہ ہو جو اس کے گریز کو بتاتی ہو، چنانچہ فقہاء نے اتحاد مجلس کے لئے "ایجاب وقبول کے ارتباط" کو ضروری قرار دیا ہے، اور اس ارتباط کے لئے اتحاد زمان کو شرط ٹھہرایا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"لو اختلف المجلس لم ينعقد فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب لأن شرط الارتباط هو اتحاد الزمان" (٦) (اگر مجلس مختلف ہو جائے تو بیع منعقد نہ ہوگی، تو اگر ان میں سے ایک نے ایجاب کیا اور دوسرا کھڑا ہو گیا یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ ارتباط کی شرط زمانہ کا اتحاد ہے)۔

ابن نجیم کے یہاں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ اتحاد مجلس سے مراد ایجاب وقبول کی مجلس کا اتحاد ہے، نہ کہ متعاقدین کی مجلس کا اتحاد، چنانچہ فرماتے ہیں: "اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين: وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد بأن يتحد مجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين، لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا لأطرافه تيسيرا على العاقدين" (٧) (اتحاد مجلس اس وقت ہوگا جب فریقین موجود ہوں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، بایں طور کہ ایجاب وقبول کی مجلس متحد ہو، نہ کہ فریقین کی، اس لئے کہ ارتباط کی شرط اتحاد زمانہ ہے، لہٰذا فریقین کی سہولت کے لئے مجلس کو اس کے تمام پہلوؤں کا جامع قرار دیا گیا)۔

ابن نجیم نے تو یہ بات عقد بالرسالہ اور عقد بالکتابہ وغیرہ کے پس منظر میں کہی ہوگی، لیکن انٹرنیٹ وغیرہ کے مسئلہ میں بھی ہم اس اصول سے استفادہ کر سکتے ہیں کہ متعاقدین کی مجلس کا متحد ہونا ضروری نہیں، ایجاب وقبول میں اتحاد ضروری ہے۔

نیز معاملات کے انعقاد کی کیفیت کے سلسلہ میں فقہاء کی ذکر کی ہوئی جزئیات کو جمع کیا جائے تو متعدد مواقع پر اختلاف مکان کے باوجود ایجاب وقبول میں زمانہ کی وحدت کی وجہ سے ایجاب وقبول کو ایک ہی مجلس میں مانا گیا ہے۔

(الف) "وعلى اشتراط اتحاد المجلس ما إذا تبايعا وهما يمشيان أو يسيران لو كانا على

دابة واحدة فأجاب علي فور كلامه متصلا جاز، وفي الخلاصة عن النوازل: إذا أجاب بعد ما مشي خطوة أو خطوتين جاز، ولا شک أنهما إذا کانا يمشيان مشيناً مثلا لايقع الإيجاب إلا في مکان آخر بلا شبهة" (۸)(اتحاد مجلس ہی کی شرط پر وہ مسئلہ متفرع ہے جب فریقین پیدل چل رہے ہوں یا وہ دونوں ایک ہی سواری پر چل رہے ہوں تو اگر اس کے کلام کے فوراً بعد متصلا ایجاب کرے تو جائز ہے۔اور خلاصہ میں نوازل کے حوالہ سے ہے کہ اگر ایک قدم یا دو قدم چلنے کے بعد ایجاب کرے تو جائز ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ دونوں مثلاً کچھ چلیں تو بلاشبہ ایجاب دوسری ہی جگہ میں واقع ہوگا)۔

(ب)"رجل في البيت فقال للذي في السطح بعته منک بکذا فقال: اشتريت، صح إذا کان کل منهما يری صاحبه ولا يلتبس الکلام للبعد" (۹)(ایک شخص جو گھر میں ہو چھت پر موجود شخص سے کہے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ اتنے میں فروخت کیا اور وہ کہے: میں نے خریدا تو بیع صحیح ہے بشرطیکہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو دیکھ رہا ہو اور دوری کی وجہ سے کلام میں التباس نہ پیدا ہو رہا ہو)۔

(ج)"ولو تعاقد البيع وبينهما النهر المزدحصاني يصح البيع" (۱۰)(اگر وہ دونوں بیع کا معاملہ کریں اور ان دونوں کے درمیان نہر مزدحصانی ہو تو بیع صحیح ہوگی)۔

اس طرح کی متعدد جزئیات نقل کرنے کے بعد علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

"وقد تقرر رأيي في أمثال هذه الصورة علي أنه إن کان البعد بحال يوجب التباس ما يقول کل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا" (۱۱)(اس طرح کی مثالوں میں میری رائے یہ طے پائی ہے کہ اگر دوری ایسی ہو جو فریقین میں سے ہر ایک کے کلام میں التباس پیدا ہونے کا موجب ہو تو بیع ممنوع ہوگی، ورنہ درست ہوگی)۔

غرض کہ اتحاد مجلس کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کا زمانہ ایک ہو، خواہ اس طرح کہ عاقدین ایک ہی جگہ ہوں یا وہ الگ الگ مقامات پر ہوں لیکن کوئی اور ذریعہ ان کے ایجاب وقبول کو مربوط کردے۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت:

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

اول: یہ کہ عاقدین بہ یک وقت انٹرنیٹ پر موجود ہوں اور ایک فریق دوسرے فریق کو مخاطب کرکے کہے کہ میں نے فلاں شئی تمہارے ہاتھ فروخت کی اور دوسرا فریق کہے کہ میں نے قبول کیا، اس صورت میں بیع منعقد ہو جائے گی اور سمجھا جائے گا کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوا ہے، کیونکہ زمانہ ایک ہے اور ایجاب وقبول کا صیغہ مکمل ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ ایک شخص نے انٹرنیٹ پر کسی شخص کو خطاب کرتے ہوئے ایجاب کیا، لیکن مخاطب اس وقت انٹرنیٹ پر موجود نہیں تھا، بعد میں جب اس نے انٹرنیٹ کھولا تو اسے یہ پیغام دستیاب ہوا تو یہ صورت عقد بالکتابہ کی ہے، اگر یہ تحریر پڑھنے کے بعد دوسرا فریق اسی وقت قبول کرلے تو بیع منعقد ہوجائے گی، فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں چونکہ ایجاب سے متصل قبول پایا گیا ہے، اس لئے ایجاب کرنے والے کے لئے اپنے ایجاب سے رجوع کی گنجائش نہیں رہی اور دوسری صورت میں جب تک دوسرا فریق انٹرنیٹ آن نہ کرے اور اس پیغام کو نہ پڑھے، ایجاب مکمل نہیں ہوا ہے، اس لئے دوسرے فریق کی طرف سے قبولیت کا پیغام انٹرنیٹ پر آنے تک اسے اپنے ایجاب سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

تحریر کے ذریعہ بیع کے سلسلہ میں علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

"وأما الكتابة فهي أن يكتب الرجل إلى الرجل أما بعد: فقد بعت عبدي فلانا منك بكذا فبلغه الكتاب فقال في مجلسه اشتريت لأن خطاب الغائب كتابه فكأنه حضر بنفسه وخاطب بالإيجاب وقبل الآخر في المجلس ولو كتب شطر العقد ثم رجع صح رجوعه لأن الكتاب لا يكون فوق الخطاب ولو خاطب ثم رجع قبل قبول الآخر صح رجوعه فههنا أولى" (۱۲) (جہاں تک تحریر کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک شخص کو لکھے: میں نے اپنا فلاں غلام تم سے اتنے میں فروخت کیا، یہ تحریر اس شخص تک پہنچ جائے اور وہ اپنی مجلس میں کہے: میں نے خریدا، اس لئے کہ غیر موجود کو مخاطب کرنا کتابت ہے، گویا وہ خود موجود ہوا اور اس نے ایجاب کے ذریعہ خطاب کیا اور دوسرے نے مجلس میں قبول کیا۔ اور اگر عقد کا ایک جز تحریر کرے اور رجوع کرلے تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا، اس لئے کہ تحریر خطاب سے بڑھ کر نہیں ہے، اور اگر خطاب کرے پھر دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے رجوع کرلے تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوتا ہے تو یہاں رجوع کرنا بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا)۔

موجودہ دور کے اہل تحقیق علماء میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے صراحتاً ٹیلی فون یا اس کے مماثل ذریعہ مواصلت سے ایجاب کو معتبر مانا ہے: "وكذالك الحال إذا صدر الإيجاب من شخص إلى آخر بطريق التليفون أو بأي طريق مماثل" (۱۳) (یہی حکم اس وقت ہوگا جب ایجاب ایک شخص کی طرف سے ٹیلیفون یا اسی جیسے کسی طریقہ سے صادر ہوکر دوسرے تک پہنچے)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

بہ مقابلہ دوسرے عقود و معاملات کے نکاح کا مسئلہ زیادہ اہم ہے، چنانچہ عام معاملات میں تو اصل اباحت ہے: "الأصل في الأشياء الإباحة" لیکن عصمت انسانی کے معاملہ میں ممانعت اصل ہے: "الأصل في الأبضاع

التحريم"۔ اس لئے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے جہاں ایجاب وقبول کا اتصال ضروری ہے، وہیں گواہان کی موجودگی بھی ضروری ہے اور شہادت کی یہ شرط نص سے ثابت ہے: "عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ "لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل، وما كان من نكاح على غير ذلك فهو باطل فإن تشاجروا فالسلطان ولي من لا ولي له" (۱۴) (حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نکاح درست نہیں ہے مگر ولی اور دو عادل گواہوں کے ذریعہ اور جو نکاح اس کے علاوہ کسی طریقہ پر ہوگا وہ باطل ہے تو اگر لوگ آپس میں اختلاف کریں تو حاکم وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو)۔

اور گو یہ نص خبر واحد ہے، لیکن چونکہ شرط شہادت پر فقہاء (۱۵) کا اجماع ہے (۱۶) اس لئے یہ قطع ویقین کا فائدہ دیتی ہے، اور شاہد کہتے ہی ہیں اس کو جو مجلس نکاح میں خود بنفس نفیس حاضر ہو، عاقدین کے کلام کو سن سکتا ہو، تاکہ بوقت ضرورت گواہی دے سکے: "ولا يصح النكاح ما لم يسمع كل واحد من العاقدين كلام صاحبه ويسمع الشاهدان كلامهما معا" (۱۷) (اور نکاح درست نہیں ہوگا جب تک کہ فریقین میں سے ہر ایک اپنے مقابل کے کلام کو نہ سنے اور جب تک دونوں گواہ ان دونوں کے کلام کو ایک ساتھ نہ سنیں)۔

اور بہتر ہے کہ دیکھ بھی سکتا ہو، اس لئے کہ بعض فقہاء کے یہاں تو شہادت اعمی سے نکاح ہی منعقد نہیں ہو (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۷۹)، نیز مجرد انٹرنیٹ کے ذریعہ ایجاب وقبول میں التباس کا بھی اندیشہ ہے کہ کوئی اور شخص کسی اور شخص کی طرف سے ایجاب وقبول کردے اور گواہان اسی کو درست سمجھ کر ایجاب وقبول کی شہادت دے دیں، اس طرح کا اندیشہ گو بیع میں بھی ہے، لیکن ایک تو بیع عقد مالی ہے اور نکاح عقد علی النفس اور دونوں میں جو فرق ہے وہ محتاج اظہار نہیں، دوسرے انٹرنیٹ میں بائع اپنا سامان کمپنی کے واسطہ سے ارسال کرتا ہے اور اس کی بنیاد پر بنک وغیرہ کے ذریعہ رقم خریدار کے کھاتہ سے بائع کو منتقل ہوتی ہے، اس لئے اس میں دھوکہ کا امکان کم ہے اور ہو تو اس کی تلافی ممکن ہے، نکاح کا معاملہ اس سے مختلف ہے، اس لئے عقد نکاح میں براہ راست انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول معتبر نہیں، البتہ نکاح بالکتابہ کے طریقہ پر انٹرنیٹ کی مدد سے نکاح کیا جاسکتا ہے کہ ایک شخص انٹرنیٹ پر دوسرے فریق کو یا کسی تیسرے شخص کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنادے اور وہ بہ حیثیت وکیل اس کا نکاح کردے یا انٹرنیٹ پر ایک فریق نکاح کا پیغام لکھ دے، دوسرا فریق گواہان کے سامنے اسے سنائے اور پھر اپنی طرف سے قبول کرے، ایسی صورت میں وکالۃً یا رسالۃً ایجاب اور اصالۃً قبول دونوں گواہان کے سامنے ہوگا اور نکاح منعقد ہوجائے گا، جیسا کہ فقہاء نے کتابۃً یا رسالۃً نکاح کی صورت تحریر فرمائی ہے: "ولو أرسل إليها رسولا أو كتب إليها بذلك كتابا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقراءة الكتابة جاز ذلك باتحاد المجلس من حيث المعنى لأن كلام الرسول كلام المرسل لأنه ينقل عبارة المرسل وكذا الكتابة

بمنزلة الخطاب من الكاتب فكان سماع قول الرسول وقراء ة الكتاب سماع قول المرسل و كلام الكاتب معنیً وإن لم يسمعا كلاما" (۱۸)(اور اگر مرد عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجے یا اس سلسلے میں اس کے نام کوئی تحریر لکھے اور وہ عورت دو ایسے گواہوں کی موجودگی میں اسے قبول کر لے جنہوں نے قاصد کے کلام اور تحریر کے پڑھنے کو سنا ہو تو یہ نکاح اس لئے درست ہو جائے گا کہ معناً اتحاد مجلس پایا گیا، اس لئے کہ قاصد کا کلام بھیجنے والے کا کلام ہے، کیونکہ قاصد بھیجنے والے ہی کی عبارت نقل کرتا ہے، اسی طرح تحریر بھی لکھنے والے کی طرف سے خطاب کے درجہ میں ہے تو قاصد کے قول کو سننا اور تحریر کو پڑھنا معناً بھیجنے والے کے قول اور لکھنے والے کے کلام کو سننا ہے اگر چہ ان دونوں نے کوئی کلام نہیں سنایا)۔

اس طرح فقہاء نے جو بات کہی ہے کہ ایجاب وقبول کا سننا نکاح کے درست ہونے کے لئے شرط ہے، "لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح" (۱۹)(اس لئے کہ دونوں اجزاء کا سننا نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے) وہ پوری ہو جاتی ہے، یہ تفصیل حنفیہ کے مسلک پر ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک "کتابت" کنایہ کے درجہ میں ہے اور نکاح کے منعقد ہونے کے لئے صریح تعبیر ضروری ہے، کنایہ کافی نہیں، اس لئے ان کے نزدیک تحریر یا انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ہو سکتا: "وقال المالكية والشافعية والحنابلة لا ينعقد الزواج بكتابة في غيبة أو حضور" (۲۰)(مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ غیر موجودگی یا موجودگی کی صورت میں تحریر سے نکاح منعقد نہیں ہوگا)۔

تیسرے شخص کی طرف سے خفیہ معلومات کا حصول:

اگر انٹرنیٹ پر خریدار اور بیچنے والے نے ایسے نظام کا استعمال کیا ہے جس سے کوئی تیسرا شخص واقف نہ ہو سکے تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس معاملہ کی تفصیلات کو مخفی رکھنا چاہتا ہے اور ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نجی امور و معاملات کو پوشیدہ اور محفوظ رکھے، اس لئے کسی تیسرے شخص کا اس راز کو چرانا درست نہیں، رسول اللہ ﷺ نے کسی کے گھر میں جھانکنے سے منع فرمایا ہے، بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی کے گھر میں جھانکا جائے اور کنکری پھینکے اور اس جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے تو اس پر کوئی تاوان واجب نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من اطلع في بيت قوم بغير إذنهم فقد حل لهم أن يفقؤا عينه" (۲۱)(اگر کوئی لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ اس کی آنکھیں پھوڑ دیں)۔

اس لئے انٹرنیٹ کے خفیہ سسٹم سے خرید و فروخت کے راز کو حاصل کرنا جائز نہیں اور خیانت کی قبیل سے ہے۔

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت:

جب انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ طے کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ایجاب وقبول ایک ہی وقت میں ممکن ہے، تو ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ بدرجہ اولی خرید وفروخت منعقد ہوگی، کیونکہ انٹرنیٹ میں بہرحال التباس واشتباہ کا امکان ہے، ویڈیو کانفرنس میں اشتباہ کا پہلو نہیں یا بہت کم ہے، ہاں خود ویڈیو گرافی کا مسئلہ محل نظر ہے کہ آیا شرعاً یہ صورت گری کے دائرہ میں آتا ہے یا نہیں؟

فون کے ذریعہ خرید وفروخت:

تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت کو فقہاء نے درست قرار دیا ہے، علامہ شامی کا بیان ہے: "یکون بالکتابة من الجانبین فإذا کتب اشتریت عبدک فلانا بکذا و کتب إلیه البائع فقد بعت فهذا بیع" (۲۲)۔

لہذا فون پر بھی خرید وفروخت درست ہوگی۔

فون پر نکاح:

نکاح میں شہادت کے مقاصد دو ہیں: ایک شاہدین کا ایجاب وقبول کو سننا، دوسرے ایجاب اور قبول کرنے والے کا اس کے سامنے ہونا، اس لئے ایجاب وقبول کی سماعت کے ساتھ ساتھ فقہاء نے شاہدین کے حضور کی بھی شرط لگائی ہے: "وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما جمیعا" (۲۳) (دو آزاد مکلف گواہوں کا موجود رہنا شرط ہے جو ایک ساتھ دونوں کے قول کو سن رہے ہوں)۔

دوسرے فقہاء نے بھی گواہ کی موجودگی کو ضروری قرار دیا ہے (۲۴)۔

لہذا فون کو حاضرین کے لئے قابل سماعت ہو پھر بھی صرف فون کی آواز کا سن لینا "شہادت" کی شرط پوری کرنے کے لئے کافی نہیں، اس کے لئے نکاح کا وکیل بنانا ضروری ہوگا، وکیل بنانے کی ایک صورت یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کو وکیل بنائے، دوسری صورت اس کے برعکس ہے کہ لڑکی لڑکے کو وکیل بنائے کہ وہ اس کا نکاح اپنے آپ سے کردے، تیسری صورت یہ ہے کہ عاقدین میں سے کوئی تیسرے شخص کو وکیل بنائے کہ وہ اس کا نکاح فلاں شخص سے کردے، اگر لڑکا اور لڑکی شرعاً خود نکاح کرنے کا اہل نہ ہو تو اس کے ولی کی طرف سے وکیل بنانا ضروری ہوگا، بہرصورت وکیل دو گواہوں کے سامنے کہے گا کہ فلاں نے مجھے اس بات کا وکیل بنایا ہے، اس لئے میں اس کا اپنے آپ سے نکاح کرتا ہوں، یا فلاں شخص سے نکاح کا وکیل بنایا ہے، لہذا میں اس شخص سے اس کا نکاح کرتا ہوں اور وہ شخص ان گواہان کے سامنے کہے کہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا، یہ ضروری

ہے کہ گواہان اس فریق سے متعارف ہوں جو مجلس میں موجود نہ ہو اور متعارف نہ ہو تو اس کا اور اس کے والد کا نام ذکر کرنا ضروری ہوگا، فقہاء نے تو دادا کا نام لینے کو بھی ضروری قرار دیا ہے، لیکن یہ دراصل اس زمانے کے عرف پر مبنی ہے، کیونکہ اس زمانے میں تعارف کے لئے دادا کا نام بھی ذکر کیا جاتا تھا، برصغیر میں تعارف کے لئے صرف والد کا نام ذکر کرنا معروف ہے، اس لئے وکیل بنانے والے کا اور اس کے والد کا نام ذکر کر دیا جائے تو کافی ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالرشید طاہر بخاری فرماتے ہیں: "امرأة وكلت رجلا بان يزوجها من نفسه فقال الوكيل اشهدوا أني قد تزوجت فلانة من نفسي إن لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن عرف الشهود فلانة وعرفوا أنه أراد به تلك المرأة يجوز" (۲۵) (اگر کوئی عورت کسی شخص کو اس بات کا وکیل بنائے کہ وہ اس کی شادی اپنی ذات سے کرائے اور وکیل کہے: تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنی شادی فلاں عورت سے کرائی تو اگر گواہ فلاں عورت کو نہ جانتے ہوں تو نکاح درست نہیں ہوگا۔ جب تک کہ عورت کا، اس کے باپ کا اور اس کے دادا کا نام ذکر نہ کیا جائے اور اگر گواہ اس فلاں عورت کو جانتے ہوں اور وہ جانتے ہوں کہ اس نے اس سے فلاں عورت ہی مراد لی ہے تو نکاح درست ہے)

خلاصۂ بحث:

۱-(الف) مجلس سے مراد وہ حالت ہے جس میں عاقدین کسی [illegible] کو طے کرنے میں مشغول ہوں۔

(ب) مجلس کے اتحاد سے مراد قبول کا ایجاب سے مربوط و متصل ہونا اور اختلاف سے مراد ایجاب وقبول کے درمیان ارتباط واتصال کا نہیں پایا جانا ہے۔

۲-اگر بیک وقت فریقین انٹرنیٹ پر موجود ہوں اور اسی وقت ایجاب اور دوسری طرف سے قبول بھی ہو جائے تو بیع منعقد ہو جائے گی، اور اگر ایجاب کے وقت دوسرا فریق انٹرنیٹ پر موجود نہ ہو بعد میں وہ بائع کے پیغام کو انٹرنیٹ کے ذریعہ پڑھے تو یہ صورت عقد بالکتابۃ کی ہوگی اور عقد بالکتابۃ کی جو تفصیل فقہاء نے لکھی ہے اس کے مطابق خریدار کی طرف سے بیع کو مکمل کرنے کی گنجائش ہوگی۔

۳-انٹرنیٹ پر نکاح کا ایجاب وقبول معتبر نہیں ہوگا، البتہ انٹرنیٹ کے واسطہ سے دوسرے فریق یا کسی تیسرے شخص کو وکیل بنا کر غائبانہ نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔

۴-خریدار اور بیچنے والے کی اجازت کے بغیر تیسرے شخص کا انٹرنیٹ کی ان معلومات تک پہنچنا درست نہیں۔

۵-ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت درست ہے۔

۶- تحریر کے ذریعہ بھی خرید وفروخت درست ہے۔

۷- ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول درست نہیں، گو گواہان فون کی آواز سن سکتے ہوں، البتہ فون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وکالۃً نکاح منعقد ہوسکتا ہے۔

حواشی:

۱- سورۂ نساء ۲۹۔

۲- مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ ۱۸۲، ص ۳۸۔

۳- الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۴/۱۰۶۔

۴- مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲/۹۔

۵- بدائع الصنائع ۴/۲۲۳۔

۶- رد المحتار ۴/۲۹۔

۷- البحر الرائق ۴/۸۳۔

۸- فتح القدیر ۵/۶۱، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۴/۲۳۵، خلاصۃ الفتاوی ۳/۱۵، ہندیہ ۳/۱۷، البحر الرائق ۵/۲۷۲۔

۹- البحر الرائق ۵/۲۶۱۔

۱۰- أیضاً۔

۱۱- أیضاً۔

۱۲- بدائع الصنائع ۴/۲۳۶۔

۱۳- الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۴/۱۲۱۔

۱۴- نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ ۳/۱۶۷، کتاب النکاح۔

۱۵- اس مسئلہ میں اختلاف صرف اس قدر ہے کہ جمہور کے یہاں تو شاہدین کا ایجاب وقبول کے وقت ہونا ضروری ہے اور مالکیہ کے یہاں اگر عقد کے وقت گواہان نہ ہوں اور رخصتی سے پہلے گواہ بنا لئے جائیں تو یہ بھی کافی ہے (دیکھئے: الشرح الصغیر ۲/۳۳۵ اور اس کے بعد)۔

۱۶- دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۴۷، ۴۸۔

۱۷- قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱/۳۳۲۔

۱۸- بدائع الصنائع ۲/۲۹۱، نیز دیکھئے: تاتارخانیہ ۳/۵۷، فتح القدیر ۳/۱۰۹، ہندیہ ۱/۲۶۹، رد المحتار ۲/۲۶۱۔

۱۹- رد المحتار ۴/۴۳، ہدایہ ۲/۲۸۶۔

۲۰- الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۳۶۔

۲۱- مسلم ۲/۲۲۳، باب تحریم الغرر فی بیع غیرہ۔

۲۲- رد المحتار ۷/۲۶۔

۲۳- الدر المختار مع رد المحتار ۴/۸۷۔

۲۴- دیکھئے: المجموع شرح المہذب ۱۷/۳۶۱، المغنی ۷/۳۴۱۔

۲۵- خلاصۃ الفتاوی ۲/۱۵۔

عقود و معاملات اور نئے وسائل ارتباط

مولانا شفیق احمد بستوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

انٹرنیٹ اور دیگر جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ کئے گئے عقود و معاملات کے سلسلہ میں اٹھائے گئے سوالات کا متعین جواب دینے سے پہلے یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ معاملات اور تجارت کے مسائل میں کتاب وسنت نے عموماً زیادہ جزئیات اور تفصیلات میں جانے کے بجائے چند اصولی ہدایات پر اکتفا کیا ہے اور جزئیات وتفصیلات کو عرف اور حالات کے حوالہ کیا ہے، اس کے برخلاف اسلام کے عائلی مسائل (نکاح، طلاق، میراث وغیرہ) کے بارے میں کتاب وسنت میں اصولی ہدایات کے ساتھ جزئی مسائل اور تفصیلات کا بھی بڑا حصہ پایا جاتا ہے۔

تجارت اور باہمی لین دین کے مسائل (ربا اور صرف کے مسائل کو چھوڑ کر) میں شریعت نے عموماً تفصیلات میں جانا پسند نہیں کیا، بلکہ کچھ اصولی ہدایات جاری کر کے ان کے مطابق معاملات کی صورت گری کو عرف اور حالات پر چھوڑ دیا کہ ہر دور کے لوگ اپنے زمانہ کے حالات اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے معاملات کی صورتیں بروئے کار لائیں، علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

"البيع على ضربين، أحدهما الإيجاب والقبول...، الضرب الثاني المعاطاة مثل أن يقول: أعطني بهذا الدينار خبزا فيعطيه مايرضيه، أو يقول: خذ هذا الثوب بدينار فيأخذه فهذا بيع صحيح، نص عليه أحمد...... وقول مالك نحو من هذا فإنه قال: يقع البيع بما يعتقده الناس بيعا، وقال بعض الحنفية: يصح في خسائس الأشياء وحكى عن القاضي مثل هذا، قال: يصح في الأشياء اليسيرة دون الكبيرة، ومذهب الشافعي رحمه الله أن البيع لا يصح إلا بالإيجاب والقبول وذهب بعض أصحابه إلى مثل قولنا۔

ولنا أن الله أحل البيع ولم يبين كيفية فوجب الرجوع فيه إلى العرف كما رجع إليه في

القبض والإحراز والتفرق والمسلمون في أسواقهم وبياعاتهم على ذلك ..... ولأن الإيجاب والقبول إنما يرادان للدلالة على التراضي فإذا وجد مايدل عليه من المساومة والتعاطي قام مقامهما وأجزأ عنهما لعدم التعبد فيه" (المغنی ۶/۷، ۸، ۹)۔

(بیع کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے ایک ایجاب وقبول ہے..... دوسری قسم معاطاۃ (لین دین) ہے، مثال کے طور پر یہ کہے کہ مجھے اس دینار کے عوض ایک روٹی دو، چنانچہ وہ اس کو وہ چیز دے جو اس کو پسند آئے، یا وہ کہے کہ: یہ کپڑا ایک دینار کے عوض لے لو تو وہ اسے لے لے تو یہ بیع صحیح ہے۔ امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے..... امام مالک کا قول بھی اسی طرح ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا: اس چیز سے بیع واقع ہو جائے گی جسے لوگ بیع سمجھیں۔ بعض حنفیہ نے کہا: معمولی اشیاء میں بیع صحیح ہو جائے گی۔ قاضی سے اسی کے مثل منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں: چھوٹی چیزوں میں بیع صحیح ہوگی، بڑی چیزوں میں نہیں۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بیع صرف ایجاب وقبول ہی کے ذریعہ صحیح ہوگی اور ان کے بعض اصحاب کی رائے ہمارے قول کی طرح ہے)۔

(ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور اس کی کیفیت نہیں بیان فرمائی ہے، لہذا اس سلسلے میں عرف کی طرف رجوع کرنا واجب قرار پایا، جیسا کہ اس کی طرف قبضہ، حصول اور الگ ہونے میں رجوع کیا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کا اپنے بازاروں اور اپنی خرید وفروخت میں اسی پر عمل ہے..... نیز اس لئے کہ ایجاب وقبول کی ضرورت باہمی رضامندی کو بتانے کے لئے پڑتی ہے، لہذا جب باہمی رضامندی پر دلالت کرنے والی چیز پائی گئی یعنی بھاؤ تاؤ اور لین دین تو یہ ایجاب وقبول کے قائم مقام ہوگی اور ان دونوں کی طرف سے کافی ہوگی، کیونکہ اس میں عبادت کا پہلو نہیں ہے)۔

مثلاً شریعت نے ایک دوسرے کا مال لینے اور تجارت وتبادلہ کی تمام صورتوں کے جواز کے لئے یہ شرط لگادی کہ آپس کی رضامندی سے معاملہ طے پائے، اس میں جبر واکراہ کا عنصر شامل نہ ہو، بلکہ کتاب وسنت نے یہ صراحت کردی کہ کسی کے لئے دوسرے کا مال اس کی رضامندی اور خوش دلی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یا ایها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (سورۂ نساء ۲۹) (اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق، مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے)۔

"وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فإن طبن لکم عن شيء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا" (سورۂ نساء ۴)
(اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے، پھر اگر وہ اس میں کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے.....)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا یحل لامرئ مسلم أن یأکل مال أخیه إلا عن طیب نفسه" (کسی مرد مسلم کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر کھائے)۔

مالی عقود میں باہمی رضامندی کو لازم قرار دینے ہی کی وجہ سے شریعت نے دور جاہلیت کے ان عقود پر پابندی عائد کی، انہیں ممنوع قرار دیا جن میں فریقین کی باہمی رضامندی کا عنصر پورے طور پر نہیں پایا جاتا تھا مثلاً بیع منابذہ، بیع ملامسہ، بیع القاء الحجر وغیرہ۔ مالی عقود میں باہمی رضامندی لازم قرار دینے کے باوجود شریعت نے باہمی رضامندی کی کوئی مخصوص شکل متعین نہیں فرمائی، بلکہ اسے عرف اور حالات پر چھوڑ دیا۔

اسی طرح باہمی لین دین اور مالی عقود میں شریعت نے فریب دہی، غلط بیانی اور تدلیس وغیرہ کو ناجائز قرار دیا، ایسی جہالت کو عقد کا فاسد کرنے والا قرار دیا جس کے نتیجہ میں نزاع اور کشاکش کا قوی اندیشہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تجارت اور مالی لین دین کے معاملات میں شریعت اسلامی نے عموماً کچھ اصولی ہدایات جاری کر کے ان کی تفصیل و تطبیق کا کام ہر دور کے بالغ نظر علماء، اور اصحاب افتاء کے حوالہ کیا ہے۔

مجلس عقد اور اتحاد مجلس کے بارے میں فقہاء کرام کی تحریروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود و مطلوب ایجاب و قبول کا باہمی اتصال ہے، کیونکہ ایجاب و قبول کے باہم متصل اور مربوط ہونے ہی سے عقد وجود میں آتا ہے، اسی سے عقد و تبادلہ پر دونوں فریقوں کی کامل رضامندی ظاہر ہوتی ہے، اور دور قدیم میں اس اتصال کا سب سے بڑا ذریعہ یہ تھا کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول انجام پائیں، اس لئے فقہاء نے عقود میں مجلس عقد اور اتحاد مجلس کو غیر معمولی اہمیت دی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر عقد کے وجود میں آنے کے لئے ایجاب و قبول کی مجلس کا حقیقی اتحاد ناگزیر اور ضروری ہے، اگر ایسا ہوتا تو عقد کے دونوں فریقوں کے روبرو ہوئے بغیر کوئی عقد وجود میں نہ آتا، جبکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ جمہور فقہاء نے عام مالی عقود کو دو غائب شخصوں کے درمیان بھی متصور اور منعقد مانا ہے اور اس پر تفصیلی بحثیں کی ہیں، دور قدیم میں دو غائب شخصوں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ عموماً تحریری ہوتی تھی، یا پھر قاصد کے ذریعہ رابطہ قائم ہوتا تھا، فقہاء نے ان دونوں ذرائع پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور دونوں کے ذریعہ ایجاب و قبول کے اتصال وارتباط کو تسلیم کیا ہے، ذیل میں اس کی تفصیل دی جاتی ہے:

دونوں عقد کرنے والے اگر آمنے سامنے موجود ہوں تو ان کے تئیں مجلس عقد کا تصور بہت واضح ہے، لیکن عقد کرنے والے دونوں افراد اگر دو مختلف جگہوں پر ہوں تو دونوں کے درمیان مشترک مجلس عقد کی کیا صورت ہوگی، ایجاب و قبول میں اتصال کس طرح ہوگا؟ اس کا تخیل و تصور اتنا آسان نہیں ہے، حقیقی اتحاد مجلس تو اس صورت میں نہیں پائی جائے گی، حکمی مجلس عقد ہی بروئے کار آسکتی ہے۔

فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عقد کے ایک فریق نے جب تحریر کے ذریعہ یا قاصد کے ذریعہ اپنی طرف سے عقد کی پیشکش (ایجاب) بھیجی تو جس مجلس میں یہ پیشکش دوسرے فریق تک پہنچی اور اس کے علم میں آئی اسی کو مجلس عقد قرار دے کر اسی مجلس میں دوسرے فریق کی طرف سے قبول کا وجود میں آنا ضروری ہے۔

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: "والکتاب کالخطاب و کذا الإرسال حتی اعتبر مجلس بلوغ الکتاب وأداء الرسالة" (ہدایہ مع فتح القدیر ۵/۴۶۱ طبع المکتبۃ الرشیدیہ پاکستان)۔

(تحریر مخاطب ہونے کی طرح ہے، یہی حکم بھیجنے کا بھی ہے یہاں تک کہ تحریر پہنچنے اور پیغام وصول ہونے کی مجلس کا اعتبار کیا گیا ہے)۔

علامہ کاسانی تحریر کے ذریعہ عقد بیع کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وأما الکتابة فھي أن یکتب الرجل إلی رجل: أما بعد فقد بعت عبدي فلانا منک بکذا فبلغه الکتاب، فقال في مجلسه: اشتریت، لأن خطاب الغائب کتابة، فکأنه حضر بنفسه و خاطب بالإیجاب وقبل الآخر في المجلس" (بدائع الصنائع ۵/۱۳۸)۔

(جہاں تک تحریر کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو لکھے: میں نے اپنے غلام فلاں کو تم سے اتنے میں فروخت کیا اور یہ تحریر اس شخص تک پہنچے اور وہ اپنی مجلس ہی میں یہ کہے: میں نے خرید لیا، کیونکہ غائب سے خطاب تحریر ہے، گویا وہ خود موجود ہوا اور اس نے ایجاب کے ذریعہ اس کو مخاطب کیا ہو اور دوسرے نے مجلس ہی میں اسے قبول کیا ہو)۔

علامہ ابن ہمام اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فلما بلغه الکتاب وفھم ما فیه وقال: قبلت في المجلس انعقد......" (فتح القدیر ۵/۴۶۲)۔

(جب اسے خط پہنچ جائے اور وہ اس کے مضمون کو سمجھ لے اور مجلس ہی میں کہے: میں نے قبول کیا تو بیع منعقد ہو جائے گی)۔

مالی عقود (بیع وغیرہ) میں مالکیہ اور حنابلہ بھی تحریر کے ذریعہ انعقاد عقد کو درست قرار دیتے ہیں، اور مجلس عقد اسی مجلس کو قرار دیتے ہیں جس میں ایک فریق کی طرف سے دوسرے کو عقد کی تحریری پیشکش پہنچتی ہے اور اس کے علم میں آتی ہے، ایک فریق کی طرف سے تحریری ایجاب آنے کے بعد اسی مجلس میں دوسرے فریق کی طرف سے زبانی یا تحریری قبول کا پایا جانا انعقاد عقد کے لئے ضروری ہے۔

"واشترط المالکیة الفوریة في الإیجاب حین العلم" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۸ بحوالہ الرہونی ۳/۱۹۱)۔

(مالکیہ نے معلوم ہونے کے وقت ایجاب میں فوری ہونے کی شرط لگائی ہے)۔

صاحب کشاف القناع علامہ بہوتی لکھتے ہیں: "وإن کان المشتري غائبا عن المجلس فکاتبه البائع أو راسله: إني بعت داري بکذا فلما بلغه الخبر قبل البیع صح العقد" (۳/۱۳۸)۔

(اور اگر مشتری مجلس میں موجود نہ ہو اور بائع اس سے خط و کتابت یا مراسلت کرے کہ میں نے اپنا گھر اتنے میں فروخت کیا اور جب اسے خبر پہنچے اور وہ بیع کو قبول کرے تو عقد منعقد ہو جائے گا۔

شافعیہ کے یہاں اس سلسلہ میں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ نطق پر قدرت کے باوجود تحریر سے عقد منعقد نہیں ہوگا، دوسری رائے یہ ہے کہ تحریر سے عقد منعقد ہو جائے گا، ابو اسحاق شیرازی نے پہلی رائے کو اور نووی نے دوسری رائے کو ترجیح دیا ہے۔

" ابو اسحاق شیرازی المہذب میں لکھتے ہیں: "وإن كتب رجل إلى رجل ببيع سلعة فوجهان: احدهما: ينعقد البيع لأنه موضع ضرورة، والثاني: لا ينعقد وهو الصحيح فإنه قادر على النطق" (المہذب ار۲۵۷)۔

(اگر کوئی شخص کسی کو کوئی سامان بیچنے کے لئے لکھے تو اس سلسلے میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ بیع منعقد ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ ضرورت کا مقام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بیع منعقد نہیں ہوگی اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ نطق پر قادر ہے)۔

امام نووی لکھتے ہیں: "الأصح انه يصح البيع ونحوه بالمكاتبة لحصول التراضي وقد صرح الغزالي في الفتاوى والرافعي في كتاب الطلاق بترجيح صحة البيع ونحوه بالكتابة، قال أصحابنا: وإن قلنا يصح، فشرطه أن يقبل المكتوب إليه بمجرد اطلاعه على الكتاب هذا هو الأصح" (المجموع ۹ر۱۶۷)۔

(اصح یہ ہے کہ تحریر سے بیع اور دیگر معاملات صحیح ہو جائیں گے۔ کیونکہ باہمی رضامندی پائی جارہی ہے۔ غزالی نے فتاوی میں اور رافعی نے کتاب الطلاق میں تحریر سے بیع وغیرہ کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا: اگر ہم کہیں کہ بیع صحیح ہوگی تو اس کی شرط یہ ہے کہ مکتوب الیہ تحریر کی اطلاع پاتے ہی قبول کرے۔ یہی اصح ہے)۔

خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک اگر دو شخصوں میں سے ایک نے دوسرے کو عقد مالی کی تحریری پیشکش کی (یعنی ایجاب کیا) اور صورت حال یہ ہے کہ دونوں دو مختلف جگہوں پر ہیں اور دوسرے شخص کو جس مجلس میں یہ پیشکش پہنچی اور اس کے علم میں آئی اسی مجلس میں اس نے زبانی یا تحریری طور پر اس پیشکش کو قبول کر لیا تو عقد منعقد ہو جائے گا، لیکن شافعیہ کے یہاں یہ بھی شرط ہے کہ قبول فوری طور پر پایا جائے، ایجاب کے علم میں آنے کے بعد قبول میں تاخیر نہ کی جائے، ورنہ ایجاب کے ساتھ قبول مربوط نہیں ہوگا اور عقد وجود میں نہیں آئے گا۔

مذکورہ بالا تفصیل مالی عقود کے بارے میں ہے، دو غائب شخصوں کے درمیان تحریر کے ذریعہ عقد نکاح کا مسئلہ مالی عقود سے کافی مختلف ہے، عقد نکاح دوسرے عقود سے زیادہ اہمیت اور تقدس کا حامل ہے، اسی لئے شریعت نے اس کے لئے کچھ مزید شرطیں اور احکام رکھے ہیں، مثلاً عقد نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی شرط ہے اور کسی عقد میں یہ شرط نہیں ہے۔

اس لئے دو غائب شخصوں کے درمیان بذریعہ تحریر نکاح کے بارے میں بعض فقہاء کا موقف کافی سخت ہے، اس سلسلہ میں مسالک کی تفصیل یہ ہے:

مالکیہ کے نزدیک بذریعہ تحریر نکاح درست نہیں ہے۔

الشرح الصغیر میں ہے: "ولا تكفي الإشارة ولا الكتابة إلا لضرورة خرس" (الشرح الصغیر مع بلغۃ السالک ۲/۱۷)۔

(اشارہ اور تحریر کافی نہیں ہے گونگے پن کی ضرورت کے پیش نظر)۔

شافعیہ کا بھی راجح قول یہی ہے کہ تحریر کے ذریعہ نکاح درست نہیں، شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ تحریری نکاح درست ہے، اس قول کی تفصیل کرتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں:

"وحيث حكمنا بانعقاد النكاح بالمكاتبة فليكتب: زوجتك بنتي ويحضر الكتاب عدلان ولا تشترط أن يحضرهما بل لو حضرا بأنفسهما كفى، فإذا بلغ الكتاب الزوج فليقبل لفظا أو يكتب القبول، ويحضر القبول شاهدا عدل، فإن شهد آخران فوجهان، أصحهما: لا يصح، لأنه لم يحضره شاهداه، والثاني الصحة، لأنه حضر الإيجاب والقبول شاهدان" (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص ۳۲۲)۔

(چونکہ ہم نے تحریر سے نکاح منعقد ہونے کا حکم لگایا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ لکھے: میں نے اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرائی اور دو عادل شخص تحریر کے وقت موجود ہوں۔ یہ شرط نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کے پاس جائے بلکہ گر وہ دونوں خود ہی اس کے پاس آ جائیں تو بھی کافی ہے۔ اب جب تحریر شوہر کے پاس پہنچے تو اسے چاہئے کہ زبان سے قبول کرے یا قبول کو تحریر کردے، اور دو عادل گواہ قبول کے وقت موجود ہوں، اگر دوسرے دو آدمی گواہی دے دیں تو اس میں دو اقوال ہیں: اصح قول یہ ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ نکاح میں اس کے دو گواہ موجود نہیں تھے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح درست ہوگا، کیونکہ ایجاب وقبول میں دو گواہ موجود تھے)۔

حنابلہ اور حنفیہ دو غائبوں کے درمیان تحریری نکاح کو درست قرار دیتے ہیں، حنفیہ کے یہاں اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل ملتی ہے، اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

حنفیہ دو حاضر اشخاص کے درمیان تحریری ایجاب وقبول کو نکاح کی طرح عقود مالیہ میں بھی درست نہیں قرار دیتے ہیں، اور اگر دونوں عقد کرنے والے دو مختلف مقامات پر ہوں تو بھی دونوں کی طرف سے نکاح میں تحریری ایجاب وقبول کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ ایجاب تحریری اور قبول زبانی ہو، ابن ہمام کے حوالہ سے علامہ شامی تحریری نکاح کی تفصیل یوں قلمبند کرتے ہیں:

"وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إليّ يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وباسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما إذا انتفيا" (ردالمحتار ۳/۱۲، ۱۳)۔

(اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو پیغام نکاح دیتے ہوئے اس کے نام تحریر لکھے، پھر جب تحریر عورت کے پاس پہنچے تو وہ گواہوں کو حاضر کرے اور ان کے سامنے تحریر پڑھے اور کہے: میں نے اپنی شادی اس سے کرائی یا کہے: فلاں نے مجھے پیغام نکاح دیتے ہوئے تحریر لکھی ہے لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں نے اپنی شادی اس سے کرائی۔ اگر گواہوں کی موجودگی میں صرف اتنا کہے کہ میں نے اپنی شادی فلاں سے کرائی تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ دونوں اجزاء کا سننا نکاح کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور اگر ان کو تحریر سنادی جائے یا اس عورت کی طرف سے اس کی تعبیر کردی جائے تو وہ دونوں اجزاء کو سن لیں گے برخلاف اس صورت کے جب یہ دونوں چیزیں نہ پائی جائیں)۔

حنفیہ کے نقطۂ نظر سے دو گواہ بنانے کی شرط اس مرحلہ میں نہیں ہے جب نکاح کا تحریری ایجاب لکھ کر ایک فریق روانہ کررہا ہے بلکہ دوسرا فریق جس مجلس میں قبول کے الفاظ کہہ رہا ہے اس میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، دوسرے مالی عقود کی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جس مجلس میں ایجاب کی تحریر پہنچے اسی میں قبول کیا جائے، بلکہ اس کے بعد اگر کسی دوسری مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں اس عورت نے مرد کی تحریر پڑھ کر یا اس کا مضمون بتا کر قبول نکاح کے الفاظ کہہ دے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

ایسے دو افراد جو ایک ساتھ ایک مجلس میں موجود نہ ہوں، ان کے درمیان مالی اور غیر مالی عقود کو تحریری طور پر بروئے کار لانے کی تفصیل یہ بتانے کے لئے درج کی گئی کہ ہمارے قدیم فقہاء نے اس پر اصرار نہیں کیا کہ ہر حال میں دونوں عقد کرنے والوں یا ان کے نائبین کا ایک مجلس عقد میں روبرو جمع ہونا ضروری ہے، بلکہ ان حضرات کے زمانہ میں ایجاب وقبول کے اتصال وارتباط کی جو دوسری شکلیں موجود تھیں ان کو بھی ہمارے فقہاء نے اصولی ہدایات کے دائرے میں سند جواز عطا کی، مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہوچکی کہ اصل مطلوب ایجاب اور قبول کرنے والوں کا ایک مجلس میں جمع ہونا نہیں بلکہ ایجاب وقبول کا باہمی اتصال وارتباط ہے۔

تجارتی معاملات کا پھیلاؤ اور انسانوں کی نت نئی تجارتی ضروریات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ مجلس عقد کے حقیقی اتحاد پر اصرار کرنے کے بجائے، ایجاب وقبول کے باہمی ارتباط کو زیادہ اہمیت دی جائے اور سائنس ٹکنالوجی کی ترقیوں سے ارتباط کی جو نت نئی شکلیں وجود میں آئی ہیں ان کا حتی الامکان اعتبار کیا جائے۔

یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہئے کہ ٹیلیفون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ تعبیر کے نئے ذرائع نہیں بلکہ ارتباط کے نئے ذرائع ہیں، دور قدیم میں دو آدمیوں کے کلام کے مربوط ہونے کی شکل یہی تھی کہ دونوں کے درمیان مکانی فاصلہ نہ ہو، دونوں ایک جگہ اکٹھا ہو کر گفتگو کریں، یا فاصلہ اتنا محدود اور مختصر ہو کہ اس فاصلہ کے باوجود دونوں ایک دوسرے کی بات سن رہے ہوں، چنانچہ امام نووی نے لکھا ہے کہ اگر دو اشخاص ایک دوسرے سے دور ہیں اور زور زور سے چلا کر خرید و فروخت کر لیتے ہیں اس طور پر کہ دونوں ایک دوسرے کے الفاظ سن رہے ہیں تو فروختگی درست ہے، دور جدید کی ایجادات نے ہزاروں میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے دو اشخاص کے کلام کو مربوط کرنا آسان بنا دیا ہے، آج ہندوستان کا ایک تاجر سکنڈوں میں امریکہ کے دوسرے تاجر سے گھر بیٹھے بڑے سے بڑا سودا کر سکتا ہے، دونوں ایک دوسرے کی گفتگو اچھی طرح سنتے اور سمجھتے ہیں، اس طرح اتنے طویل مکانی فاصلہ کے باوجود دونوں کا ایجاب و قبول فوری طور پر مربوط ہو جاتا ہے۔

فیکس کے ذریعہ دونوں کا تحریری ایجاب و قبول مربوط ہو جاتا ہے، فیکس کے ذریعہ تحریری ایجاب و قبول انجام پاتا ہے اور بذریعہ تحریر عقد کے بارے میں ہمارے فقہاء نے مفصل بحثیں کی ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نہ صرف زبانی اور تحریری رابطہ قائم ہوتا ہے بلکہ دونوں عقد کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں اور عقد کی پیشکش پر فوری طور پر زبانی اور تحریری قبول کا اظہار بھی کر سکتے ہیں۔

جواب (۲): انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔

اگر ایک فریق نے انٹرنیٹ کے ذریعہ خریداری یا فروختگی کی پیشکش کی (ایجاب کیا) اور دوسرے فریق نے فوری طور پر یا انٹرنیٹ کے اسی رابطہ میں قبول کا اظہار کر دیا تو شرعاً خرید و فروخت کا معاملہ مکمل ہو گیا۔

جواب (۴): کوئی تاجر اپنے جن معاملات کو دوسروں سے راز رکھنا چاہتا ہے ان رازوں سے واقف ہونے کی کوشش کرنا خواہ اس کی تجارتی ڈاک چرا کر ہو یا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ ہو درست نہیں ہے۔

جواب (۵): ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید و فروخت، لین دین اور تجارت شرعاً درست ہے، کیونکہ دونوں معاملہ کرنے والے نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے کی بات پورے طور پر سنتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہیں، لہٰذا ایجاب و قبول میں حقیقی اتصال پایا گیا۔

جواب (۶): فون پر خرید و فروخت بھی شرعاً درست ہے، بشرطیکہ دونوں عقد کرنے والے ایک دوسرے کی آواز پہچان رہے ہوں۔

جواب (۳): اگر انٹرنیٹ کے ذریعہ دونوں طرف سے نکاح کا صرف تحریری ایجاب و قبول ہوا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا خواہ دونوں طرف دو دو گواہ بیٹھے اس تحریری ایجاب و قبول کو دیکھ رہے ہوں، انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری طور پر نکاح

منعقد ہونے کی صرف یہ صورت ہے کہ نکاح کا تحریری ایجاب موصول ہونے اور اس کے علم میں آنے پر دوسرا فریق دو گواہوں کی موجودگی میں زبانی طور پر نکاح کی پیشکش کا ذکر کرے اور قبول کے الفاظ کہے۔

جواب (۷): ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایجاب وقبول دونوں کو عاقدین کے پاس بیٹھے ہوئے دو گواہان سن رہے ہوں یا کم از کم قبول کرنے والے کے پاس بیٹھے ہوئے دو گواہ سن رہے ہوں اور گواہان دونوں عاقدوں کی آوازیں پہچانتے ہوں۔

لیکن نکاح کے معاملہ کی نزاکت وتقدس اور شہادت شرط ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ٹیلیفون وغیرہ پر نکاح کرنے سے گریز کیا جائے، نکاح بار بار ہونے والے مالی لین دین کی طرح نہیں ہے، اگر عاقدین کا یکجا ہونا کسی وجہ سے مشکل ہے تو ان میں سے ایک دوسرے کے شہر میں رہنے والے کسی شخص کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے، وکیل بنانا خط لکھ کر بھی ہوسکتا ہے، اور فون، فیکس، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ سے بھی ہوسکتا ہے۔



انٹرنیٹ اور معاملات

مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی
جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

۱- اتحاد مجلس و اختلاف مجلس:

مختلف احکام کی نسبت فقہاء نے مجلس کے اتحاد و اختلاف کی جو بات کی ہے، اس کے مطابق ایک کام جس کی طرف آدمی متوجہ ہو، تسلسل کے ساتھ اس میں اور اس کے متعلقات میں رہنا، اتحاد مجلس مانا جاتا ہے اور دوسرے کسی کام کی طرف متوجہ ہو جانا اختلاف مجلس ہے، اگرچہ جگہ میں فرق نہ ہو۔

معاملات میں اس کا حاصل یہ ہے کہ فریقین و عاقدین میں سے اس نے پہل کی جس کی بات کو ایجاب کہتے ہیں، دوسرے کو جس مجلس میں اس کا علم ہوا، اسی میں اس کے قبول کا اظہار و اعلان اگر ہو تو اس کو اتحاد مجلس کہتے ہیں اور اگر فرق و فصل ہوا تو اختلاف مجلس۔ یعنی مدار "اتحاد مکان" پر نہیں اور نہ اتحاد زمان پر، ہر حال میں۔ بلکہ مدار ہے دوسرے فریق کا علم اور اس کی مجلس علم۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ:

درست ہے بشرطیکہ دوسرے فریق کے سامنے جب پہلے فریق کی بات، پیشکش و ایجاب آئے تو وہ اسی مجلس میں قبول کا اظہار کر دے، دلیل خط و کتابت کے ذریعہ خرید و فروخت وغیرہ کے معاملات کا جواز ہے، جو کم از کم حنفیہ کے یہاں معروف ہے۔

بلکہ انٹرنیٹ کا معاملہ فون کی طرح خط و کتابت سے یوں فائق ہے کہ دوسرے فریق تک یہ خط کے پہنچنے میں اور اس کی طرف سے جواب کی وصولیابی میں کافی وقت لگتا ہے۔ اور انٹرنیٹ وغیرہ میں بروقت بھی جواب دیا اور لیا جا سکتا ہے، جانا بھی جا سکتا ہے اور سنا بھی جا سکتا ہے جیسے کہ اس میں مشاہدہ کی سہولت بھی میسر ہے۔

۳-انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کا مشاہدہ:

اگر اس مشاہدہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک فریق کے پاس دو گواہ موجود ہیں اور وہ سارے معاملات کو دیکھ سن رہے ہیں تو کتابت والی شکل پر قیاس اس کے جواز کو چاہتا ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ جیسے فریقین دو مقامات پر ہیں گواہ کسی تیسرے مقام پر ہیں یا چند گواہ الگ الگ چند مقامات پر ہیں تو درست نہیں، گواہوں کو مجلس قبول میں اور بوقت قبول دوسرے فریق کے پاس موجود ہونا چاہئے۔

۴-انٹرنیٹ پر کئے جانے والے معاملہ سے تیسرے فریق کا استفادہ:

دو آدمی انٹرنیٹ کے ذریعہ کوئی معاملہ کریں یا فون پر اور تیسرے فریق کو علم ہو جائے اور وہ اس سے فائدہ اٹھائے جبکہ اس کی اس حرکت سے فریقین یا کسی ایک کا کوئی نقصان ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔

۵-ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت:

ویڈیو کانفرنسنگ بظاہر انٹرنیٹ کا معاملہ ہے جو بواسطہ مائکروفون اور کیمرہ ہوتا ہے، اور فریقین اس طرح ایک دوسرے کی حرکات وسکنات سے واقف ہوتے ہیں جیسے ایک کمرے میں اور ایک جگہ بیٹھے ہوں، پیچھے آچکا ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کے معاملات درست ہیں۔

۶-فون پر خرید وفروخت کا حکم:

آواز کی شناخت اور معاملہ کی نوعیت وتفصیلات پر اطمینان ہو جائے تو فون پر خرید وفروخت درست ہے، کیونکہ فون میں تو ایجاب وقبول کا زمانہ ایک ہی ہوتا ہے، مکان کا فرق ضرور ہوتا ہے (فتاوی محمودیہ ۱۷ر ۳۲۹، اس میں اس بابت کچھ تھوڑی بات بھی آئی ہے)۔

۷-ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح:

پیچھے آچکا ہے کہ اتحاد مجلس کے لئے اتحاد مکان اور ایک ہی جگہ فریقین کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، بلکہ ضروری مدار ہے جس حال ومکان وزمان میں دوسرے فریق نے ایجاب کو جانا اور سنا وہیں قبول کا اظہار کرنا۔

لہذا اگر فون سے ایجاب ہوا اور فریق ثانی نے یا اس کے وکیل نے ایجاب کو سنا اور اس وقت اس کے پاس گواہ

موجود ہیں جو خود بھی ایجاب کو سن رہے ہیں یا جان رہے ہیں، اور پھر ان کے سامنے فریق ثانی فون پر جواب میں قبول کا اظہار کر رہا ہے، جس کو موجود لوگ سن رہے ہیں تو درست ہے، اب فون کا ایسا نظام موجود ہے کہ بیک وقت متعدد لوگ اور ایک مجمع فون کی بات سن سکتا ہے اور وکیل کے واسطے سے ایجاب وقبول میں تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے (محمودیہ ۱۱/۲۶۲، میں وکیل بنانے کی بات آئی ہے فون یا خط کے ذریعہ)۔

کتابت وغیرہ کے ذریعہ صحت معاملات کی عبارات وصراحتیں:

"القاعدة الأصلية في هذا أن أحد شطري العقد الصادر من أحد العاقدين في البيع، يتوقف على الآخر في مجلس العقد، ولا يتوقف على الشطر الآخر من العاقد الآخر فيما وراء المجلس بالاتفاق إلا إذا كان عنه قابل أي وكيل أو كان بالرسالة أو الكتابة۔

أما الكتابة فهي أن يكتب رجل إلى آخر أما بعد، فقد بعت فرسي منك بكذا، فبلغه الكتاب فقال في مجلسه أي مجلس بلوغ الكتاب: "اشتريت أو قبلت" ينعقد البيع - لأن خطاب الغائب كتابة يجعله كأنه حضر بنفسه وخطب بالإيجاب فقبل في المجلس فإن تأخر القبول إلى مجلس ثان لم ينعقد البيع" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۳۰۶۵، بدائع الصنائع ۴/۳۲۵ طبع زکریا دیوبند)۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا نذیر احمد قاسمی
جامعہ عربیہ اشرف العلوم، سیتامڑھی

میں نے اپنے غور وفکر کے بعد اب تک جو کچھ سمجھا ہے، وہ یہی ہے کہ وہ تمام عقود ومعاملات جن میں طرفین کی جانب سے کسی نہ کسی روپ یعنی مال یا غیر مال کی شکل میں عوض ادا کیا جاتا ہے، اس کی صحت اور انعقاد کے لئے اصل بنیادی چیز طرفین کی رضامندی ہے، جس کا اظہار بلا کسی جبر واکراہ کے بوقت معاملہ ایجاب وقبول کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ معاملات کا ان تمام جہالتوں سے صاف ستھرا رہنا ضروری ہے جو کسی کے ضرر وغرر کا ذریعہ بن کر آئندہ کسی باہمی جھگڑے کا سبب بن سکتا ہو۔ چنانچہ عوضین کی تعیین وشناخت، اس کی تسلیم وسپردگی کے اوقات ومکان کی صراحت وغیرہ بعض معاملہ میں اسی محتملہ نزاع کے سدباب کے لئے ضروری کہا جاتا ہے۔

ایجاب کے ساتھ قبول کا اتصال حقیقی (زمانا) یا حکمی (مع اتحاد المجلس) بھی اسی لئے عند الفقہاء ضروری ہے کہ بصورت دیگر ایجاب کرنے والا فریق یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنے ایجاب سے جب میں نے اپنی عقد پر رضامندی ظاہر کیا تو تم نے فوراً یا اس پوری مجلس میں قبول نہ کرکے گویا اعراض کیا تھا، اور اب میری رائے بدل چکی ہے، اب میں ہی راضی نہیں ہوں وغیرہ وغیرہ، اب بھی اگر فریق آخر کے قبول کا اعتبار کیا جائے تو ظاہر ہے کہ ایک نزاعی صورت پیدا ہوگی۔

اسی طرح طرفین عاقدین کے درمیان حسی طور پر ایسی بعد مسافت ہو یا دونوں کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل ہو جو عموماً ایک دوسرے کی بات سننے سنانے اور سمجھنے سمجھانے میں رکاوٹ یا نقص وفتور کا سبب بن جاتا یا بن سکتا ہے تو ہمارے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اختلاف مجلس کی بنا پر معاملہ میں ایجاب وقبول کا اتصال نہیں ہوا، عقد صحیح نہیں ہوا، لیکن میرا خیال ہے کہ اس صورت میں جو فقہاء اختلاف مجلس کے عنوان سے عقد کے عدم صحت وانعقاد کی بات کہتے ہیں وہ دراصل محض ایک عنوان ہے، حقیقی عنون یہی ہے کہ اس صورت میں وہ صحیح ایجاب وقبول جو دلیل تراضی ہوتی ہے متصل نہ ہوسکا اور بعد مسافت یا حیلولت شی کی بنا پر نفس ایجاب وقبول ہی میں نقص وفتور آ گیا یعنی معاملات کی تفصیلات اور ضروری ارکان وشرائط کو مکمل اور صحیح طور پر نہ

سمجھ سکنے یا نہ سمجھا سکنے کی بنا پر ضرر وغرر اور وقوع نزاع کے احتمال پیدا ہو جانے کی وجہ سے گویا طرفین کی طرف سے عقد پر رضا ہی مشتبہ بن گئی تھی۔

بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ عقود میں اصل چیز تراضی طرفین ہے، اور تراضی طرفین کا مکمل ظہور اسی وقت سمجھ میں آسکتا ہے جب دلیل تراضی یعنی ایجاب وقبول میں زماناً حقیقتاً اتصال رہے، یا پھر اتصال حکماً ہی موجود ہو جائے یعنی اتحاد مجلس ہو، اب اگر بظاہر اختلاف مجلس کے باوجود زماناً ایجاب وقبول متصل ہو جائے تو تراضی طرفین کے متحقق ہو جانے سے اس عقد کو صحیح اور منعقد کہا جانا چاہئے۔

گویا صحت عقد کے لئے اصل بنیاد تو طرفین کا اس عقد پر رضامند ہونا ہے، اور مکمل رضامندی اسی وقت کہی جاسکتی ہے جب ایجاب کے ساتھ ہی حکماً یا حقیقتاً اتصال قبول ہو جائے، اگر ایجاب وقبول میں مجلس کے بدل جانے سے حقیقتاً انفصال ہو جائے تو عقد منعقد نہیں ہوگا، لیکن بظاہر تعدد مجلس اور بعد مسافت وغیرہ کے باوجود ایجاب وقبول میں واقعی اور حقیقی اتصال کسی نو ایجاد ذرائع مواصلات کے ذریعہ ہو رہا ہے اور طرفین کی مکمل رضامندی اس عقد پر ظاہر ہو رہی ہے، ساتھ ہی کسی ضرر وغرر کا امکان اور جھگڑے کا احتمال بھی باقی نہیں رہ رہا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے عقود کو صحیح اور منعقد کیوں نہیں مانا جائے۔

اس کے بعد ضابطہ کا جواب حسب ذیل ہے: "إن أصبت فمن الله وإلا فمني و من الشيطان"۔

۱- قدیم فقہاء کی اصطلاح میں تو مجلس سے مراد وہی خاص جگہ ہے جہاں عاقدین بیٹھتے اور بالمشافہ ایجاب وقبول اور گفتگو کرتے ہیں، اور اتحاد مجلس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس بیٹھک اور جس جگہ میں ایجاب ہوا ہو بس اسی نشست و بیٹھک میں اسی جگہ قبول بھی ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ بلا قبول کئے دوسرا فریق اس جگہ سے اٹھ کر چلا جائے یا اسی جگہ نشست پر رہتے ہوئے ایجاب کو ان سنی کر کے دوسرے ایسے کام ومشغلہ میں لگ جائے کہ اس ایجاب سے کھلا ہوا اعراض ہی سمجھ میں آنے لگے تو گویا اختلاف مجلس ہو چکا، اور فریق اول کا وہ ایجاب، قبول سے متصل نہ ہونے کی بنا پر کالعدم ہو چکا۔

۲- انٹرنیٹ پر بظاہر بعد مسافت اور تعدد مکان کے باوجود اگر فریقین کا ایجاب وقبول زماناً متصل ہو جائے اور کسی طرف سے بھی کسی ضرر وغرر وغیرہ کا کوئی امکان نہ ہو تو خرید وفروخت کا معاملہ ہماری سمجھ کے مطابق شرعاً منعقد کیا جاسکتا ہے۔

۳- عقد نکاح میں جس طرح فریقین کا ایک دوسرے کے ایجاب وقبول کو سننا ضروری ہے اسی طرح اس کے دو گواہوں کا بھی ایجاب وقبول کو سننا شرط ہے۔ انٹرنیٹ پر کسی تحریری ایجاب وقبول کو دیکھنا اور پڑھنا آنکھ وزبان کا فعل ہے، کانوں کا کام سننا نہیں پایا گیا اس لئے یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، اس کی نظیر جیسے کہ کوئی عورت ومرد تنہائی میں ایجاب وقبول کر کے اس کو کسی کاغذ پر لکھ کر رکھ دے۔

اور اس کے بعد اس تحریر کو گواہ از خود یا زوجین میں سے کسی کے دکھانے سے دیکھ لیں اور پڑھ لیں تو ایسے نکاح کو بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

ہاں! اگر ایسا ہو کہ اولاً انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کی یہ تحریر مرتسم ہو جائے، اس کے بعد زوجین میں سے کوئی دو گواہ کو بلا کر لائے اور یہ تحریر دکھلا کر زبان سے کہے کہ فلاں نے ہم سے نکاح کا ایجاب کیا ہے میں اس کو قبول کرتا یا کرتی ہوں تو پھر نکاح منعقد اور صحیح ہو سکتا ہے، اس کی نظیر جیسے کہ تحریری طور پر بشکل خط کسی کا ایجاب کسی کے پاس پہنچے اور وہ مکتوب الیہ دو گواہوں کو خط پڑھ کر یا زبانی اس تحریری ایجاب کو سناتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد وصحیح ہوتا ہے۔

۴- انٹرنیٹ پر دو افراد کے مابین ہونے والے خرید وفروخت کے معاملہ کی تفصیل کوئی تیسرا فرد حاصل کر کے ذاتی طور پر زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا عمل ومعاملہ کرتا ہے جس سے بالواسطہ اس بائع مشتری کو زک اور نقصان پہنچانا ہو یا نتیجۂ نقصان پہنچ جائے گا تو اس فرد ثالث کے لئے ایسا عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، "لا ضرر ولا ضرار في الإسلام" کی واضح ہدایت شرعیہ کی خلاف ورزی کا مجرم وگنہگار کہلائے گا، لیکن اگر اس کے عمل سے ان دونوں کا کسی طرح کا کوئی نقصان نہ ہو تو گنجائش ہوگی۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ جس میں دو معاملہ کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھتے بھی ہیں اور ہر دونوں ایک دوسرے کی بات بھی سنتے سمجھتے ہیں تو ایسے ذرائع مواصلات کے توسط سے خرید وفروخت اور دیگر تجارتی معاملے اور معاہدہ طے کرتے ہوئے ایجاب وقبول کر لینے سے سارے عقود شرعاً صحیح اور منعقد کیے جا سکتے ہیں، بلکہ ایسے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ اگر عقد نکاح کیا جائے اور وہاں گواہ بھی موجود ہوں جو عاقدین کو دیکھتے پہچانتے اور دونوں کی بات بھی سنتے ہوں تو ان کی موجودگی میں عاقدین کا ایجاب وقبول اور گواہوں کا ایجاب وقبول سننا سب کچھ متحقق ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں میرا خیال ہے کہ اس نکاح کو منعقد نہ کہنے کی کوئی وجہ معقول نہیں رہ جاتی، اس لئے ویڈیو کانفرنسنگ پر کیا ہوا نکاح بھی صحیح قرار دیا جا سکتا ہے۔

۶- فون پر بات کرنے والے کو قرائن وشواہد اور تجربہ سے یہ ظن غالب حاصل ہو کہ دوسری طرف سے بات کرنے والا فلاں معین شخص ہی ہے تو ایسی صورت میں فون پر کئے ہوئے اور سنے ہوئے ایجاب وقبول کے بعد عقد بیع وشراء کو ہمارے خیال میں صحیح ہی کہنا چاہئے۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مفتی ذاکر حسن نعمانی
جامعہ عثمانیہ پشاور (پاکستان)

وہ عقود اور معاملات جن میں طرفین کی طرف سے مالی یا غیر مالی عوض ادا کیا جاتا ہے، ان میں عاقدین کی رضامندی شرط ہے، بیع وشراء کا عقد ہو یا عقد نکاح ہو، ان عقود میں اصل چیز عاقدین کی رضامندی ہے، مثلاً بیع وشراء میں مال کے تبادلہ کے ساتھ فقہائے کرام نے "إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے (سورۂ نساء) کی وجہ سے آپس کی خوشی کی قید لگائی ہے، اس قید کی رعایت ہر معاملہ میں ہوگی خواہ معاملہ قولی ہو، فعلی ہو تحریری ہو، یا قاصد کے ذریعہ یا ٹیلیفون وغیرہ پر ہو۔ قولی معاملہ کو ایجاب اور قبول کہتے ہیں، اور فعلی معاملہ کو تعاطی کہتے ہیں۔

زبانی اور قولی معاملہ یہ ہے: میں نے فروخت کیا، میں نے خرید لیا، یا میں فروخت کرتا ہوں، میں خریدتا ہوں، فعلی اور عملی معاملہ کو بیع تعاطی کہتے ہیں، اس میں بائع اور مشتری یا دونوں زبان سے ایجاب وقبول نہیں کرتے ہیں یا صرف ایک زبان استعمال کرتا ہے اور دوسرا عملاً اپنی رضا کا اظہار کرتا ہے مثلاً بائع خریدار کو شی دکھائے اور خریدار بائع کو قیمت دے دے۔

مجلس عقد:

(Place of Contract) محل عقد اور اتحاد مکان زبانی ایجاب وقبول کے لئے اتحاد مجلس شرط ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فواحد وهو اتحاد المجلس بأن كان الإيجاب والقبول في مجلس واحد فإن اختلف المجلس لا ينعقد" (بدائع ۵/۱۳۷)۔

مجلس عقد کی وجہ شرط:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ بیع کے لئے اصل چیز آپس کی خوشی ہے، اس آپس کی خوشی پر دلیل ایک مجلس میں ایجاب

وقبول ہے، اگر ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے مجلس کسی طرح بدل جائے تو بیع کا انعقاد نہ ہوگا، اس لئے کہ اب تراضی کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا، یہ اتحاد مجلس صرف زبانی ایجاب وقبول کے لئے ہے، جب دونوں جانب حاضر ہوں، اگر عاقدین کی بیع قولی نہ ہو بلکہ فعلی ہو اور یا عملی (تعاطی) ہو، یا جانبین میں کوئی غیر حاضر ہو تو اتحاد مجلس ضروری نہیں، بیع تعاطی میں تو اس لئے ضروری نہیں کہ دونوں جانب سے قولی ایجاب وقبول نہیں ہوتا یا صرف ایک جانب سے زبانی ایجاب یا قبول ہوتا ہے، مثلاً ٹیلی فون بوتھ سے ٹیلی کارڈ یا کائن (سکہ) کے ذریعہ فون کرنا، یا کسی بازار میں نصب شدہ شیلف میں مختلف قسم کی مشروبات ہوتی ہیں، مقررہ رقم داخل کرکے مطلوبہ مشروب حاصل کرلینا، اسی طرح تحریری یا قاصد کے ذریعہ ایجاب وقبول میں بھی اتحاد مکان شرط نہیں۔ مبادلہ میں اصلی شی تو لین دین ہے، بائع اور مشتری کا زبانی اقرار تو اس لین دین کی دلیل ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: "وحقيقة المبادلة بالتعاطي وهو الأخذ والإعطاء وإنما قول البيع والشراء دليل عليهما" (بدائع ۵/۱۳۴) فرماتے ہیں: "والتجارة عبارة عن جعل الشيء للغير ببدل وهو التفسير للتعاطي" بدل اور عوض کی وجہ سے کوئی شی کسی کو دینا بیع تعاطی کی حقیقت ہے، گویا عقد بیع کا اصل طریقہ تعاطی یعنی فعلی اور عملی بیع ہے، اس کے لئے زبانی ایجاب وقبول اس بیع تعاطی کی دلیل ہے، اور ایجاب وقبول کے لئے اتحاد مجلس ضروری ہے تاکہ جانبین کی رضامندی معلوم ہوسکے، حاصل یہ نکلا کہ اتحاد مجلس جانبین کی رضامندی کی دلیل ہے، یعنی جانبین کی رضامندی کا حصر صرف اتحاد مجلس میں نہیں، اگر کسی اور طریقہ سے جانبین کی صحیح رضامندی معلوم ہوسکے تو پھر بھی بیع کا انعقاد ہوگا، جیسے بیع تعاطی یا تحریری میں۔ بعض فقہی عبارتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد مکان اس وقت ضروری ہے جب عاقدین حاضر ہوں اور ایجاب وقبول زبانی ہو، علامہ کاسانی نکاح کی بحث میں فرماتے ہیں: "وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فهو اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد" عقد میں اتحاد مکان اس وقت ہے جب عاقدین دونوں حاضر ہوں اور وہ یہ کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہو (بدائع ۲/۲۳۲)۔

مجلس کے اتحاد واختلاف کی حقیقت:

عقود میں اصل چیز جانبین کی رضامندی ہے، رضامندی کے اظہار کے لئے قول، فعل، تحریر اور رسالت وغیرہ ہے، قولی رضامندی میں ایجاب کے ساتھ قبول کا اتصال ضروری ہے، اگر حقیقتاً اتصال کو ضروری قرار دیا جائے تو ایک جانب کو غور وفکر کا موقع ملنا ہی دشوار ہے، جس کی وجہ سے عقد کی اصل روح تراضی سرے سے حذف ہوجائے گی، اس طرح عقد ناجائز بن جائے گا۔

اگر ایجاب کے بعد دوسری جانب کے خیار کو ماوراء المجلس پر موقوف رکھیں تو بائع کو انتہائی دشواری ہوگی، نہ جانے بیع

کب تام ہوگی، اس لئے فقہاء نے دونوں جانبوں کے لئے اتحاد مکان شرط قرار دیا، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "لأن المجلس جامع للمتفرقات فاعتبرت ساعاته ساعة واحدة دفعاً للعسر وتحقيقا لليسر" مجلس متفرقات کو جمع کرنے والی ہے، دشواری دور کرنے کے لئے اور سہولت پیدا کرنے کے لئے (ہدایہ)، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل چیز ایجاب وقبول میں اتصال ہے جو ایک ساعت میں یعنی فوری طور پر ہو، لیکن دشواری دور کرنے اور سہولت پیدا کرنے کے لئے ایک مجلس جو کئی ساعات پر مشتمل ہوتی ہے کو بمنزلہ ایک ساعت کے قرار دیا، لہذا مجلس کا اعتبار جانبین کے اقوال کے اتصال کے لئے ہے، اس لئے کہ عقد کے لئے اصل چیز اتحاد اقوال یعنی ایجاب وقبول ہے لیکن دشواری کی وجہ سے اتحاد اقوال کی جگہ اتحاد مکان اور مجلس کو شرط قرار دے دیا۔

عاقدین جب آمنے سامنے اور حاضر ہوں تو اتحاد مکان اور اتحاد مجلس کے علاوہ ایجاب وقبول کے لئے کوئی صورت نہیں، جب کسی مجلس میں عرف کے لحاظ سے ایک جانب کی طرف سے یا دونوں جانبوں سے قولی یا فعلی اعراض پایا جائے تو یہ اختلاف مجلس ہوگا، اگرچہ اتحاد مکان موجود ہو، مثلاً کسی کمرہ میں بیٹھے ہوئے دو افراد میں ایک نے ایجاب کیا اور قبول سے پہلے چائے وغیرہ کی مجلس شروع ہوگئی تو یہ اختلاف مجلس ہوگا، کیونکہ یہ فعلی اعراض ہے، اگر عاقدین ایک دوسرے سے دور ہوں اور آپس میں کوئی عقد کرنا چاہیں تو اس کے لئے فقہاء کرام نے اپنے دور میں دو طریقے بتلائے ہیں، خط وکتابت اور رسالت یعنی پیغام رسانی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة" تحریر خطاب کی مانند ہے اور یہی حکم قاصد بھیجنے کا ہے، خط پہنچنے اور پیغام ادا کرنے کی مجلس معتبر ہوگی (ہدایہ)۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: "وأما الكتابة أن يكتب الرجل إلى رجل أما بعد فقد بعت عبدي فلانا منک بکذا فبلغه الكتاب فقال في مجلسه اشتريت لأن خطاب الغائب كتابة فكأنه حضر بنفسه وخاطب بالإيجاب وقبل الآخر في المجلس" ایک شخص نے کسی کو خط لکھا کہ میں نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اتنے عوض پر فروخت کیا، اس کو خط ملا اور اس مجلس میں کہا: میں نے خرید لیا، تو بیع تام ہوجائے گی کیونکہ غائب کے ساتھ تحریری خطاب ایسا ہے گویا وہ خود حاضر ہے اور یہ اس کے ساتھ قولی ایجاب کر رہا ہے، لہذا غائب اس مجلس میں قبول کرے گا تا کہ بیع تام ہوجائے (بدائع ۵/۱۳۸)، یا بائع نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے اپنا فلاں غلام فلاں (زید) کو اتنے درہم کے عوض فروخت کیا تم یہ پیغام فلاں (مشتری) کو پہنچادو، قاصد جب بائع کا پیغام لے کر مشتری کی جس مجلس میں پہنچا اگر مشتری نے اس مجلس میں اشتریت "میں نے خرید لیا" یا قبلت "میں نے قبول کیا" کہا تو بیع تام ہوجائے گی۔

جدید دور میں ٹیلی فون، فیکس اور انٹرنیٹ وغیرہ ایجاد ہو گئے، جو پیغام رسانی کے انتہائی تیز رفتار ذرائع ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ فریقین یا جانبین میں سکرین پر ایک تو صرف تحریری گفتگو ہوئی جس کو (Chatting) کہتے ہیں، جانبین میں بعد مکانی ہوتا ہے، لیکن ایک جانب سے تحریری ایجاب جب جانب آخر کو پہنچے تو وہ زبان سے قبلت (میں نے قبول کیا) کہہ دے اور پھر اپنے اس قبول کی سکرین پر تحریری اطلاع کردے، سکرین کی تحریر اور کاغذی تحریر کا کوئی فرق نہیں، کاغذی تحریر دیر سے پہنچتی ہے اور سکرین کی فوری طور پر، جب فقہاء نے کاغذی تحریر کے ذریعے دور بیٹھے ہوئے شخص کے لئے بیع کا طریقہ بتلادیا تو انٹرنیٹ کے سکرین کے ذریعہ بھی جائز ہونا چاہئے۔

انٹرنیٹ پر دوسرا طریقہ پیغام رسانی کا ای میل ہے جس کو برقی ڈاک کہہ سکتے ہیں، جانب آخر کے انٹرنیٹ کے (Main Box) میں پیغام محفوظ ہو جاتا ہے، وہ کسی بھی وقت مین بکس کو کھول کر اپنا پیغام وصول کر سکتا ہے، یہ ڈاک کا جدید اور تیز ترین نظام ہے، اب ممالک میں ای میل کے ذریعہ ڈاک کا نظام شروع ہو گیا، ای میل کے ذریعہ ایجاب کو تحریری ایجاب پر قیاس کر سکتے ہیں، جانب آخر جس مجلس میں پیغام وصول کرے اس مجلس میں "قبلت" (میں نے قبول کیا) کہہ دے تو بیع تام ہو جائے گی۔ تیسرا طریقہ انٹرنیٹ کے ذریعہ رابطہ کا ویڈیو کانفرنسنگ ہے، اس میں فریقین یا جانبین ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، اور ایک دوسرے کی گفتگو بھی سن سکتے ہیں، اس میں کیمرہ مائیک، ہیڈ فون یا سپیکر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ طریقہ ممکن ہے لیکن اس میں بہت زیادہ سرمایہ لگتا ہے، کیمرہ کے رینج میں جتنے افراد آجائیں سکرین پر سب کی تصویر آئے گی۔

موجودہ دور کے علماء کرام نے ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعہ عقود کو جائز قرار دیا ہے، جس مجلس میں فون کے ذریعہ ایجاب ہو، اس مجلس میں قبول کر لینے سے عقد تام ہو جائے گا، ویڈیو کانفرنسنگ میں تو آواز کے ساتھ ایک دوسرے کی تصویری صورت بھی دیکھ سکتے ہیں، اس طرح تو بطریق اولیٰ عقد جائز ہونا چاہئے، جانبین ایجاب وقبول کر لیں، لیکن ایجاب وقبول اسی گفتگو کی مجلس میں ضروری ہے تاکہ جانبین کی رضامندی معلوم ہو سکے۔

اگر ٹیلی فون کے ذریعہ عقد نکاح کا ایجاب وقبول ہو رہا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے، جب کہ بیع وشراء میں یہ شرط نہیں ہے، جانبین کی ٹیلی فونک گفتگو کو گواہ نہیں سن سکتے اگرچہ کسی ایک جانب کے پاس گواہ موجود ہوں، اس لئے کہ ٹیلی فون پر ہر جانب دوسرے سے گواہوں کے حق میں غائب ہوتا ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "ومنها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً" گواہ عاقدین کے کلام کو سنیں گے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا (بدائع ۲ / ۲۵۵)۔

البتہ کسی کو ٹیلی فون پر وکیل بنایا جا سکتا ہے، دوسرے معاملات کی طرح وکالت بھی موکل اور وکیل کے مابین ایک عقد ہے، دونوں زبانی یا تحریری طور پر ایجاب وقبول کر لیں، بالغ مرد یا عورت کسی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے کہ فلاں سے میرا

نکاح کردیں، باپ وکیل کی حیثیت سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرادے، یا بالغ مرد اور عورت دونوں کسی کو ٹیلیفون پر وکیل بنادیں، "أو كان وكيلا من الجانبين" یا ایک جانب سے کوئی ولی ہو اور دوسرا جانب اس کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے او كان ولياً من جانب وو كيلاً من جانب آخر"، کوئی عورت ٹیلی فون پر کسی مرد کو اختیار دے دے کر تو اپنے ساتھ میرا نکاح کردے۔

ان صورتوں میں عاقد ایک ہوگا، گواہوں کی موجودگی میں نکاح کردے، بشرطیکہ گواہ لڑکے اور لڑکی کو جانتے ہوں، عالمگیری میں: "امرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فقال الوكيل بحضرة الشهود تزوجت فلانة ولم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها لأنها غائبة والغائب تعرف بالتسمية" کسی عورت نے مرد کو وکیل بنا کر کہا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کردے، وکیل نے گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے شادی کرلی، اور گواہ فلانی عورت کو نہیں جانتے تو نکاح جائز نہیں، جب تک کہ لڑکی کے باپ دادا کا نام معلوم نہ ہو، کیونکہ عورت غائب ہے اور غائب کا جاننا نام ونسب سے ہوتا ہے (۲۶۸/۱)۔

انٹرنیٹ پر نکاح:

انٹرنیٹ پر اگر صرف سکرین کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول ہو تو نا جائز ہے، اس لئے کہ گواہ ایک جانب سے بے خبر ہوں گے، اور نہ جانبین کے ایجاب وقبول کو سن سکتے ہیں، حالانکہ ایجاب وقبول میں جانبین کے کلام کو ایک ساتھ گواہوں کا سننا شرط ہے۔

عالمگیری میں ہے: "ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاً"، اگر کوئی یہ کہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ مجلس متحد ہے اگر چہ حساً متحد نہیں ہے، تو پھر اتحاد مجلس اور عاقدین کے آمنے سامنے ہونے کے لئے زبانی ایجاب وقبول شرط ہے، کتابت سے نکاح صحیح نہیں، علامہ شامی فرماتے ہیں: "فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد" اگر مرد عورت کو لکھ کردے کہ میں نے تجھ سے شادی کی، عورت تحریراً کہے میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہیں (شامی ۲۶۵/۲)۔

البتہ فیکس اور انٹرنیٹ پر نکاح کے انعقاد کا طریقہ یہ ہے کہ فیکس اور انٹرنیٹ پر عورت کو لکھ دیں کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں، عورت گواہوں کو فیکس یا انٹرنیٹ کی کاغذ اور سکرین والی تحریر کو دکھا کر کہے کہ میں نے اس شخص سے شادی کرلی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے شادی کی آفر کی ہے، تم گواہ رہو میں نے اس سے شادی کرلی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: "فإنه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول أن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه"۔

نکاح خط کے ذریعہ ہو جاتا ہے جس طرح زبانی ایجاب وقبول سے، صورت اس کی یہ ہے کہ مرد عورت کو تحریری خطبہ کی اطلاع دے، جب عورت کو خط مل جائے تو گواہوں کو حاضر کر کے تحریر دکھلائے اور کہہ دے کہ میں نے فلاں آدمی کے ساتھ شادی کر لی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے شادی کی آفر کی ہے تم گواہ رہو میں نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ شادی:

اس طریقہ میں جانبین ایک دوسرے کی آوازیں سننے کے ساتھ ایک دوسرے کو سکرین پر دیکھ بھی سکتے ہیں، جانبین اور گواہ اگر ایک دوسرے کے بارے میں اطمینان کر لیں تو ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نکاح جائز ہے، اس لئے کہ گواہ عاقدین کے ایجاب وقبول کو بھی سنتے ہیں اور دیکھ بھی سکتے ہیں، اگر چہ ظاہری طور پر عاقدین اور گواہوں کی مجلس متحد نہیں ہے لیکن معنی متحد ہے، اس لئے کہ ایک دوسرے کے کلام سن رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں، اور ایک دوسرے کو پہچان رہے ہیں، کسی قسم کا خفا نہیں ہے، کیونکہ جانبین کے مابین اصل چیز قابل اطمینان رابطہ ہے، خواہ اس میں بعد مکانی ہو یا نہ ہو، اتحاد مجلس اور مکان کا حاصل بھی اطمینان ہے، اس لئے کہ اصل چیز اتحاد اقوال ہے، اس کے لئے اتحاد مجلس کو شرط قرار دیا، مکان عقد کمرہ بھی ہو سکتا ہے، کھلی فضا بھی ہو سکتی ہے، کوئی کشتی بھی ہو سکتی ہے، کوئی گاڑی وغیرہ بھی ہو سکتی ہے، اتحاد مکان میں یہ ضروری نہیں کہ عاقدین ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہوں، بلکہ اصل چیز قابل اطمینان اور یقینی ایجاب وقبول ہے، جب کہ گواہ عاقدین کا کلام سن رہے ہوں، فقہاء کرام کے اس جزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد مجلس میں مکان کی تحدید ضروری نہیں، نہ عاقدین کا ایک دوسرے کو دیکھنا ضروری ہے، قابل اطمینان رابطہ ضروری ہے، اور ویڈیو کانفرنسنگ میں یہ رابطہ یقینی اور قابل اطمینان ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے: "رجل قال لقوم اشهدوا إني تزوجت هذه المرأة التي في هذا البيت فقالت المرأة قبلت فسمع الشهود مقالتها ولم يروا شخصها فإن كانت في البيت وحدها جاز النكاح وإن كانت في البيت معها اخرى لا يجوز" ایک شخص نے لوگوں سے کہا کہ تم گواہ رہو میں نے اس گھر میں موجود عورت کے ساتھ شادی کر لی، عورت گھر کے اندر سے کہے میں نے قبول کیا، اور گواہ عورت کے اس کلام کو سن لیں اور عورت کو نہ دیکھ پائیں، تو اگر اس گھر میں صرف یہی ایک عورت تھی تو نکاح جائز ہے، اور اگر اس گھر میں اس کے ساتھ کوئی اور عورت بھی تھی تو نکاح ناجائز ہے (۱؍۲۶۸)۔

اس جزیہ سے صاف معلوم ہوا ہے کہ اصل چیز عاقدین کا ایسا قابل اطمینان رابطہ ہے جس میں گواہ عاقدین کی گفتگو سن سکیں، ویڈیو کانفرنسنگ میں اگر چہ بعد مکانی زیادہ ہوتا ہے، لیکن عاقدین ایسی گفتگو کر سکتے ہیں جس کو گواہ سن رہے ہوں،

مذکورہ جزئیہ میں ایک عاقد نظروں سے اوجھل ہے، لیکن قرائن کی وجہ سے یہ رکاوٹ مانع عقد نہیں، اس لئے کہ پردہ والے مکان میں صرف ایک عورت تھی، اس لئے اشتباہ پیدا نہیں ہوا۔

انٹرنیٹ پر خرید وفروخت اور دیگر معاملات کرتے وقت جانبین سے تیسرا شخص خبردار ہوسکتا ہے یا نہیں، تو اس کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ فی الحال دوفریق کے مابین کسی معاملہ کو تیسرا شخص تیسرے کمپیوٹر پر نوٹ نہیں کرسکتا، البتہ وہ شخص جو کسی ایک فریق کے ساتھ بیٹھا ہوا اس کو پتہ چل سکتا ہے کہ دونوں فریق آپس میں کیا معاملہ طے کررہے ہیں، وہ اگر چاہے تو فائدہ اٹھاسکتا ہے، البتہ مستقبل میں امکان ہے کہ جانبین کے معاملات کو تیسرا شخص کسی طرح تیسرے کمپیوٹر کے ذریعہ جان لے، اگر یہ ممکن ہوگیا تو پھر اس کا حکم یہ ہے۔ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نیلام کی شکل میں خرید وفروخت ہوسکتی ہے، اس لئے کہ بیع من یزید جائز ہے، اگر کسی تیسرے شخص کو پتہ چل جائے کہ فلاں فلاں کے مابین خرید وفروخت کا معاملہ ہورہا ہے تو اس کو چاہئے کہ ان دونوں کا انتظار کرے، اگر وہ آپس کی بیع پر راضی ہوگئے ہیں تو تیسرا آدمی بیع کو خراب نہ کرے۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے: "لا یسوم احدکم علی سوم اخیہ" اور اگر وہ دونوں آپس کی بیع پر بھی راضی نہ ہوئے تو تیسرا شخص اس سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے، اسی طرح اگر ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ جانبین میں عقد نکاح کے بارے میں بات چیت ہورہی ہے، تو تیسرے شخص کو اگر کسی طرح پتہ چل جائے تو ان کے مابین دخل اندازی نہ کرے، ہاں اگر مکمل طور پر پتہ چل جائے کہ جانبین میں بات نہ بن سکی تو پھر اپنے لئے رابطہ شروع کرے، البتہ فریقین کو چاہئے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ اگر برقی پیغام ہو، ای میل کو (Sign Out) تالا کرنا ہوگا خیال رکھنا ہوگا کہ (Open) کھلا تو نہیں، اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ کاروباری افراد کا کریڈٹ کارڈ (Credit Card) ہوتا ہے، اس کو محفوظ کرنا ہوگا، اس کے نمبر کا کسی فراڈی کو پتہ نہ چل جائے، ورنہ بدترین فراڈ کا خطرہ ہوگا، فراڈ کے ایسے کئی واقعات پیش آچکے ہیں، پشاور یونیورسٹی کے طلباء کا اس طرح کا فراڈ اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آچکا ہے، کریڈٹ کارڈ اگر کسی کے ہاتھ چڑھ گیا تو بالکل (In cash) چیک کی طرح ہے، پھر فوراً سب کو مطلع کرنا ہوگا تاکہ کسی کو فراڈ کا موقع نہ ملے۔



انٹرنیٹ اور جدید نظام مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا اختر امام عادل
جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور

ایسے معاملات جن کی تکمیل دو یا دو سے زائد اشخاص سے ہوتی ہے، ان میں بنیادی چیز باہمی رضامندی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (سورۂ نساء: ۲۹)
(اپنے اموال آپس میں غلط طور پر نہ کھاؤ، ہاں باہمی رضامندی سے تجارت کے طور پر ہو تو درست ہے)۔

خواہ وہ خالص مالی معاملہ ہو مثلاً بیع وشراء وغیرہ، یا خالص مالی معاملہ نہ ہو مثلاً عقد نکاح وغیرہ۔

ایجاب وقبول اظہار رضامندی کا ذریعہ:

قرآن نے اس باہمی رضامندی کے حدود یا طریقہ کار کی تعیین نہیں کی ہے کہ رضامندی کے اظہار کی صورتیں کیا ہیں اور کن ذرائع سے باہم رضامندی کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے؟

البتہ ایک حدیث پاک سے اس پر روشنی پڑتی ہے، بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا" (بخاری شریف ۳/۲۶، حدیث: ۲۱۰۷، ۲۱۱۱، مسلم شریف ۳/۱۱۶۳ تا ۱۵۳۱) کہ دو معاملہ کرنے والے اشخاص کو اس وقت تک اختیار رہے گا جب تک کہ وہ دونوں علیحدہ نہ ہو جائیں۔

اس حدیث سے فقہاء نے مجلس کی قید کا اضافہ کیا ہے اور عقد کی درستگی کے لئے اتحاد مکان کی شرط لگائی ہے، یعنی جو دو افراد یا فریقین باہم کوئی معاملہ کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا معاملہ ایک مجلس ہی میں طے کرلیں، مجلس بدل جانے کے بعد سابقہ مجلس کی کسی بات سے بعد کی مجلس کی کسی بات کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

اسی بات کو فقہاء نے اپنی اصطلاح میں "ایجاب وقبول" سے تعبیر کیا ہے، یعنی دو شخص یا دو فریق کسی معاملہ پر بات کرنے کے لئے جب مجلس میں بیٹھتے ہیں تو ایک فریق اپنی طرف سے معاملہ کی پیشکش کرتا ہے اور دوسرے شخص کو اگر اس سے

اتفاق ہو تو اس کو منظور کرتا ہے، معاملہ کی پیشکش کا نام "ایجاب" ہے اور اس کو منظور کرنے کا نام "قبول" ہے۔

حدیث کے مطابق ایجاب وقبول کا عمل دونوں کی باہم علیحدگی سے قبل مکمل ہو جانا ضروری ہے، اور کسی کو معاملہ کے رد یا قبول کرنے کا اختیار اسی دائرے کے اندر اندر ہے، علیحدگی یا مجلس کی تبدیلی کے بعد یہ اختیار باقی نہیں رہے گا، اور جو معاملہ طے پاچکا ہے اس کی پابندی لازم ہو جائے گی: "یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود" (سورۂ مائدہ:۱) (اے ایمان والو! باہم طے شدہ معاملات کو پورا کرو)۔

اور اگر مجلس میں معاملہ ادھورا رہ گیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور دوبارہ اس کو طے کرنے کے لئے پھر نئے سرے سے دونوں کو مل بیٹھنا ہوگا۔

ایجاب وقبول کا باہمی ربط:

مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول کا باہم مربوط ہونا لازم ہے، اور کوئی بھی معاملہ ایک سلسلۂ گفتگو میں طے ہو جانا ضروری ہے اور ایک فریق کی جانب سے معاملہ کی پیشکش کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جس سے یہ احساس ہو کہ وہ زیر گفتگو معاملہ سے اعراض کر رہا ہے۔

اسی لئے بعض فقہاء (مثلاً امام شافعی) نے یہ قید لگائی ہے کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول کا ہونا ضروری ہے، ذرا بھی تاخیر کی صورت میں معاملہ درست نہ ہوگا: "وعند الشافعي الفور مع ذلك شرط لا ينعقد الركن بدونه" (بدائع الصنائع ۵/۱۳۷، کتاب البیوع)۔

مگر فقہاء حنفیہ نے کچھ توسع سے کام لیا ہے، ان کے نزدیک فوری جواب دینا شرط نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایجاب وقبول کے درمیان حقیقی اتصال کے لئے قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایجاب کے بعد فوری جواب ملے، لیکن اس حقیقی اتصال کی رعایت مشکل ہے، کیونکہ فریق ثانی کو کچھ غور وفکر کرنے کی مہلت بھی درکار ہے اور کسی بات کا جواب دینے کے لئے اس کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دینا بھی ضروری ہے، اس لئے اس نشست یا اس سلسلۂ گفتگو میں اگر وہ اس کا جواب دے دے تو حکماً ایجاب وقبول کو مربوط ہی مانا جائے گا اور معاملہ کو درست قرار دیا جائے گا: "ولنا ان في ترك اعتبار الفور ضرورة لأن القابل يحتاج إلى التأمل ولو اقتصر على الفور لا يمكنه التأمل" (بدائع الصنائع ۵/۱۳۷)۔

فقہاء حنفیہ کے موقف کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں معاملہ کو باہم تفرق وعلیحدگی پر موقوف کیا گیا ہے، فوری جواب پر نہیں اور رد وقبول کا اختیار علیحدگی سے قبل تک کے پورے وقفہ میں دیا گیا ہے، اس کو چند منٹوں یا سکنڈوں میں محصور نہیں کیا گیا ہے۔

اتحادِ مجلس کا مفہوم:

پھر فقہاء کے یہاں یہ بحث آئی ہے کہ اتحادِ مجلس کی حد کیا ہے؟ اور باہم علیحدگی کا اطلاق کس صورت پر ہوگا؟، امام شافعی اور امام احمد علیحدگی کا اطلاق جسمانی اور ظاہری علیحدگی پر کرتے ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اس کو سلسلۂ گفتگو کے اختتام اور موضوعِ مجلس کی تبدیلی پر محمول کرتے ہیں (شامی ۷، ر ۷ ۴)۔ یعنی امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کے مطابق ظاہری اور مادی مکان اصل درجہ رکھتا ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ ظاہری مجلس اور مادی مکان محض ایک ذریعۂ اتصال اور وسیلۂ ربط ہے، اس کی حیثیت بنیادی نہیں ذیلی ہے، اور ذریعہ اسی وقت تک ذریعہ رہتا ہے جب تک اس کی ضرورت ہے، ضرورت کے ختم ہونے کے ساتھ ذریعہ کی حیثیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو حنفیہ کا موقف زیادہ مضبوط نظر آتا ہے، اس لئے کہ حدیث میں فریقین کے لئے "متبایعان" کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، اور یہ باب تفاعل سے ہے جو باہم اشتراک پر دلالت کرتا ہے، اس کے لفظی معنی ہیں معاملہ میں مشغول دو شخص، اور معاملہ کے ساتھ اشتغال کا حقیقی مصداق وہ صورت ہے جب کہ ایک نے ایجاب کیا ہو اور دوسرے کی جانب سے قبولیت کا انتظار ہو، یہی وہ صورت ہے جس میں حقیقی طور پر فریقین کو کاروبار میں مشغول کہا جا سکتا ہے، معاملہ کے شروع ہونے سے قبل یا معاملہ کے ختم ہونے کے بعد ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے فریقین کو "متبایعان" حقیقی معنی میں نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ فی الواقع وہ لوگ ابھی کوئی معاملہ نہیں کر رہے ہیں، ان صورتوں میں اگر فریقین کو بھی متبایعان کہا جاتا ہے تو حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی میں، یعنی کبھی مایؤل (یعنی آئندہ) کے اعتبار سے اور کبھی ماکان (یعنی گذشتہ) کے اعتبار سے، یعنی معاملہ کرنے والے ہیں یا کر چکے ہیں، ضابطہ یہ ہے کہ کسی بھی کلام کو اگر اس کے حقیقی مصداق پر محمول کیا جا سکتا ہو تو اسی پر محمول کیا جانا چاہئے۔ اس ضابطہ کی روشنی میں اگر حدیث پاک کو دیکھا جائے تو فریقین کو معاملہ کے رد وقبول کا اختیار اس صورت میں دیا گیا ہے جب کہ وہ "متبایعان" کی پوزیشن میں ہوں، اور یہ پوزیشن حقیقی طور پر اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ فریق اول کی جانب سے ایجاب کے بعد فریق ثانی کی طرف سے قبول کا انتظار ہو، لیکن فریق ثانی کی طرف سے جواب مل جانے کے بعد دونوں میں سے کوئی "متبایعان" کے دائرے میں داخل نہ رہا۔ اس لئے معاملہ کی تکمیل کے بعد اس معاملہ کے رد وقبول کا اختیار بھی کسی کو حاصل نہ رہا، خواہ دونوں بظاہر اسی مجلس میں موجود ہوں اور جسمانی طور پر دونوں میں علیحدگی عمل میں نہ آئی ہو۔

مجلس محض ایک ذریعۂ اتصال:

اس کا مطلب ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان حکمی اتصال کی جس شرط کو مجلس پورا کرتی ہے وہ اسی وقت تک ہے

جب تک کہ اس اتصال کی ضرورت ہے، قبولیت کے پائے جانے کے بعد چونکہ اتصال کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لئے اب مجلس کو بھی ذریعۂ اتصال ماننے کی ضرورت نہیں رہی۔ مجلس کی اہمیت تو صرف اس لئے ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان حقیقی اتصال پر عمل کرنا مشکل ہے، اس لئے کوئی ایسی چیز چاہئے جو اس حقیقی اتصال کی قائم مقامی کرے اور اسی قائم مقامی کے لئے اتحاد مجلس کی شرط لگائی گئی۔

حدیث میں "مالم یتفرقا" کا لفظ آیا ہے، ظاہری اور جسمانی علیحدگی کو فقہاء نے تفرق ابدان" اور معنوی علیحدگی کو "تفرق اقوال" سے تعبیر کیا ہے، بات نہ بننے کو بھی اصطلاح اور عرف میں "علیحدگی" ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، عرف وشرع میں اس کے کئی نظائر موجود ہیں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وما تفرق الذین أوتوا الکتاب إلا من بعد ما جاء تھم البینة" (سورۂ بینہ ۴) (اور اہل کتاب نے دلائل کے آجانے کے بعد بھی اپنی اپنی الگ راہ بنالی)۔

اسی طرح ارشاد نبوی ہے: "افترقت بنو إسرائیل علی اثنین وسبعین فرقة وستفترق أمتي علی ثلاث وسبعین فرقة" (ابن ابی عاصم ۱/ ۳۲، الطبرانی فی الکبیر ۱۸/ ۷۰، ابوداؤد حدیث ۴۵۹۶، ابن ماجہ حدیث: ۳۹۹۲) (بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی)۔

مذکورہ دونوں نصوص میں "تفرق" سے جسمانی تفرق نہیں بلکہ معنوی تفرق مراد ہے (رد المحتار، کتاب البیوع ۷/ ۴۸۳)۔

مقصود رابطہ ہے مجلس نہیں:

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اتصال وافتراق سے اصلاً معنوی اتصال وافتراق مراد ہے، جسمانی یا مکانی اتحاد وافتراق ثانوی درجہ کی چیز ہے، یعنی اس کی اہمیت محض ذریعہ اور وسیلہ ہونے کی بنا پر ہے، کیونکہ بالعموم جسمانی یا مکانی اتحاد کے بعد ہی معنوی اتصال اور رابطہ پیدا ہوتا ہے، بالخصوص آج سے بہت پہلے کا دور جب کہ معنوی اتصال اور رابطہ کا بڑا ذریعہ اتحاد مکانی ہی تھا۔ لیکن اگر اتحاد مکان کے بغیر ہی رابطہ کی کوئی شکل پیدا ہو جائے جیسا کہ آج کل اس کی شکلیں عام ہیں، تو حنفیہ اور مالکیہ کے اصول کے مطابق اس رابطہ کا اعتبار ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اتحاد مکانی ان کے نزدیک محض ذریعہ ہے اور ذریعہ بھی مطلوب نہیں ہوتا، اس لئے ایجاب وقبول اصل اور رضامندی کے دو رکن ہیں اور اس کے لئے رابطہ شرط ہے، اور مجلس اور اتحاد مکان محض اس کا ایک ذریعہ ہے، شرط کے ساتھ اگر رکن پایا جائے اور ذریعہ تبدیل ہو جائے تو میرے خیال میں کم از کم فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق اس سے معاملہ کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

فقہی نظائر:

یہ تو اصولی گفتگو تھی، لیکن اگر جزئیات میں جائیں تو فقہاء کے یہاں کئی ایسے نظائر ملتے ہیں جن میں فریقین کے درمیان مکانی اتحاد نہ پائے جانے کے باوجود محض رابطہ اور معنوی اتصال کو بنیاد بنا کر ان کے جواز کا فتویٰ دیا گیا، مثلاً:

تحریر یا پیغام رسانی کے ذریعہ معاملہ کرنا:

فقہاء نے خط وکتابت یا قاصد کے ذریعہ معاملہ کے جواز کی صراحت کی ہے، خط وکتابت سے معاملہ کرنے کی صورت یہ لکھی ہے کہ کوئی شخص کسی کو خط لکھے جس میں اس کو مخاطب کر کے یہ تحریر کرے کہ میں نے اپنی فلاں چیز تمہارے ہاتھ اتنی قیمت پر فروخت کی، پھر جب یہ تحریر متعلقہ شخص کو ملے تو جس مجلس میں اسے خط ملے اور پڑھے اس میں وہ اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس چیز کو خریدا، تو یہ بیع درست ہوگی باوجودیکہ دونوں کے درمیان ظاہری طور پر اتحاد مکان موجود نہیں ہے، لیکن تحریری رابطہ کو اتحاد مجلس کے قائم مقام قرار دیا گیا۔

قاصد کے ذریعہ معاملہ کرنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کے پاس اپنا قاصد یہ پیغام دے کر بھیجے کہ فلاں شخص کو جا کر کہو کہ فلاں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ کہنے کے لئے کہا ہے کہ میں نے اپنی فلاں چیز تمہارے ہاتھ اتنی قیمت پر فروخت کی، پھر متعلقہ شخص قاصد کا بیان سننے کے بعد کہے کہ مجھے یہ معاملہ منظور ہے، تو معاملہ درست ہو جائے گا جب کہ اس صورت میں بھی معاملہ کرنے والے فریقین ایک مقام پر موجود نہیں ہیں، وہ ایک قاصد کے واسطے سے آپس میں بات کر رہے ہیں، لیکن فقہاء نے اس پیغامی رابطہ کو اتحاد مکان کے قائم مقام قرار دیا۔

تحریر اور پیغام معنوی طور پر اتحاد مجلس کے قائم مقام:

نکاح اور بیع وشراء دونوں کے لئے مسئلہ یہی ہے، کتاب البیوع میں علامہ کاسانی اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں: "لأن الرسول سفير ومعبر عن كلام المرسل ناقل كلامه إلى المرسل إليه فكأنه حضر بنفسه فأوجب البيع وقبل الآخر في المجلس،..... لأن خطاب الغائب كتابه فكأنه حضر بنفسه وخاطب بالإيجاب وقبل الآخر في المجلس" (بدائع الصنائع ۵/۱۳۸)(اس لئے کہ قاصد اپنے بھیجنے والے کا محض ترجمان ہوتا ہے، جو اس کی بات متعلقہ شخص تک پہنچاتا ہے تو گویا اس واسطے سے وہ خود حاضر ہوا اور ایجاب کیا اور دوسرے شخص نے مجلس میں قبول کیا، اسی طرح غیر موجود شخص کے لئے تحریر کا وہی درجہ ہے جو موجود کے لئے بالمشافہ بات چیت کا ہے تو گویا لکھنے والا شخص تحریر کے واسطے سے خود حاضر ہوا اور دوسرے فریق سے مجلس میں ایجاب وقبول کیا)۔

کتاب النکاح میں لکھتے ہیں: "ولو أرسل إليها رسولاً و كتب إليها بذلك كتابا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقراءة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيث المعنى لأن كلام الرسول كلام المرسل لأنه ينقل عبارة المرسل و كذا الكتاب بمنزلة الخطاب من الكاتب" (بدائع الصنائع ۲/ ۲۳۳، وکذا فی الہندیہ ۱/ ۲۶۹) (اگر کسی نے عورت کے پاس قاصد بھیجا یا تحریر بھیجی اور عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں جنہوں نے قاصد کی بات اور خط کا مضمون سنا ہو پیغام کو قبول کر لیا تو معنوی طور پر اتحاد مجلس پائے جانے کی بنا پر نکاح جائز ہوگا، اس لئے کہ قاصد یا تحریر بھیجنے والے کی ترجمانی کرتے ہیں (خود ان کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا))۔

تحریری رابطہ کی قوت:

بلکہ بعض صورتوں میں فقہاء نے تحریر کو بالمشافہ بات چیت کے بالمقابل زیادہ قوی اور دیرپا تسلیم کیا ہے۔

علامہ شامی نے شیخ الاسلام خواہرزادہ کے حوالہ سے لکھا ہے: "الكتاب والخطاب سواء إلا في فصل واحد وهو أنه لو كان حاضرا فخاطبها بالنكاح فلم تجب في مجلس الخطاب ثم أجابت في مجلس آخر فإن النكاح لا يصح، وفي الكتاب إذا بلغها وقرأت الكتاب ولم تزوج نفسها منه في المجلس الذي قرأت الكتاب فيه ثم زوجت نفسها في مجلس آخر بين يدي الشهود وقد سمعوا كلامها وما في الكتاب يصح النكاح، لأن الغائب إنما صار خاطباً لها بالكتاب والكتاب باق في المجلس الثاني فصار بقاء الكتاب في مجلسه وقد سمع الشهود ما فيه في المجلس الثاني بمنزلة ما لو تكرر الخطاب من الحاضر في مجلس آخر، فأما إذا كان حاضرا فإنما صار خاطباً لها بالكلام وما وجد من الكلام لا يبقى إلى المجلس الثاني وإنما سمع الشهود في المجلس الثاني أحد شطري العقد" (ردالمحتار ۷/ ۲۶، کتاب البیوع وکذا فی الہندیہ ۱/ ۲۶۹) (تحریر اور بالمشافہ گفتگو دونوں حکم میں برابر ہیں، البتہ ایک صورت کا استثناء ہے، وہ یہ کہ بالمشافہ معاملہ کرنے کی صورت میں اسی مجلس میں ایجاب کی منظوری ملنا ضروری ہے، ورنہ نکاح درست نہ ہوگا، اس کے برخلاف تحریر کا مسئلہ یہ ہے کہ جس مجلس میں تحریر ملی ہے، اسی مجلس میں قبول کرنا شرط نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد کسی دوسری مجلس میں بھی خط کا مضمون گواہوں کو سنا کر قبول کیا جا سکتا ہے اور اس طرح بھی نکاح ہو جائے گا، دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ غائبانہ رابطہ کا ذریعہ تحریر ہے اور تحریر ختم نہیں ہوتی، وہ پہلی مجلس کے بعد بھی باقی رہتی ہے، اس لئے دوسری مجلس میں اگر وہ خط کا مضمون سناتی ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا مرد دوسری مجلس میں دوبارہ اپنا ایجاب پیش کر رہا ہے، اس لئے عورت اس کو منظور کر سکتی ہے، اس کے برخلاف زبانی گفتگو مجلس گفتگو تک ہی قائم مانی جا سکتی ہے، دوسری مجلس تک اس کے باقی رہنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اس لئے

پہلی مجلس کے ایجاب کی بنیاد پر اگر عورت گواہوں کے سامنے دوسری مجلس میں اپنی قبولیت کا اظہار کرے تو یہ قبولیت سابقہ ایجاب سے مربوط نہ ہوگی اور یہ عقد کا صرف ایک حصہ ہوگا)۔

اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ تحریری رابطہ مکانی رابطہ کے مقابلہ میں زیادہ پائیدار ہے اور اس سے زیادہ دیر تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یعنی ظاہری اتحاد مکان کی صورت میں ایجاب کا جواب اسی مجلس میں ملنا ضروری ہے، جب کہ معنوی اتحاد مجلس (یعنی تحریر) کی صورت میں ایجاب کا جواب تحریر پہنچنے کی مجلس میں ہی ملنا ضروری نہیں، بلکہ بعد میں بھی کسی موقع پر گواہوں کے سامنے تحریر سنا کر اپنی قبولیت کا اظہار کیا جاسکتا ہے، البتہ "قاصد" کی صورت میں یہ گنجائش نہ ہوگی، بلکہ ضروری ہوگا کہ قاصد نے جس مجلس میں خبر سنائی ہے اسی مجلس میں اپنی منظوری کا اظہار کرے (ردالمحتار ۴؍۷۶)۔

البتہ ایک گنجائش یہ نظر آتی ہے کہ قاصد کو پیغام سنانے سے روک دے اور مناسب وقت کا انتظار کرے اور مناسب وقت پر کسی مجلس میں گواہوں کے سامنے اس کا بیان سنے اور پھر اپنی منظوری ظاہر کرے۔

صرف تحریری تبادلے کے ذریعہ معاملات طے کرنا:

بلکہ بیع وشراء اور مالی معاملات پر بحث کے ذیل میں فقہاء نے اس سے بھی آگے بڑھ کر محض تحریر کو دونوں جانب سے نمائندہ تسلیم کیا ہے، یعنی کسی کو کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں، نہ کسی ایک مقام پر جمع ہونے کی حاجت ہے اور نہ زبان سے الفاظ ادا کرنے کی ضرورت ہے، دونوں جانب سے محض تحریری رابطہ کافی ہے اور تحریری تبادلے کے ذریعہ معاملہ کرنے کی گنجائش ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں فتاویٰ ظہیریہ کے حوالے سے اور شامی میں فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالہ سے یہ جزئیہ ذکر کیا گیا ہے:

"ويكون بالكتابة من الجانبين فإذا كتب اشتريت عبدك فلانا بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع كما في التاتارخانية" (ردالمحتار ۷؍۲۶، کتاب البیوع، عالمگیری ۳؍۹، کتاب البیوع) (یعنی دونوں جانب سے محض تحریر کے ذریعہ بھی معاملہ کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی شخص کسی کو لکھے کہ میں نے تمہارا فلاں غلام اتنی قیمت کے بدلے خریدا اور بائع اس کے جواب میں اس کو لکھے کہ میں نے تمہارے ہاتھ اس کو فروخت کیا تو بیع ہو جائے گی)۔

غرض: ہمارے قدیم فقہی ذخیرے میں بھی بعض ایسی جزئیات موجود ہیں جن سے صاف طور پر اشارہ ملتا ہے کہ معاملہ کی صحت کے لئے عاقدین کا کسی ایک مقام پر باہم مل بیٹھنا ہی ضروری نہیں ہے، بلکہ بنیادی چیز رابطہ اور اتصال ہے، رابطہ اور اتصال کسی ذریعہ سے ہو جائے معاملہ کرنا درست ہوگا، البتہ نکاح میں چونکہ شہادت بھی ضروری ہے، اس لئے اس میں اس کا لحاظ رکھنا ہوگا کہ ایک ہی مجلس میں گواہوں کے سامنے معاملہ کی پوری کارروائی ہو جائے، یعنی رابطہ کے لئے فریقین

کا اجتماع ضروری نہیں، دور سے بھی رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے، البتہ معاملہ کی کارروائی ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، اس میں تفریق نہیں ہونی چاہئے، اسی لئے فقہاء نے نکاح کے باب میں تحریر اور پیغام رسانی کی صورت میں اگر چہ فریقین کی جسمانی حاضری کو ضروری نہیں قرار دیا ہے۔ مگر یہ لازمی ہدایت دی ہے کہ معاملہ کی پوری کارروائی ایک ہی مجلس میں طے ہو جانی چاہئے، بایں طور کہ گواہ مجلس میں موجود ہوں اور ان کے سامنے تحریر یا پیغام سنایا جائے اور اسی مجلس میں فریق ثانی اپنے جواب کا اظہار بھی کرے۔

یعنی معاملہ کی کارروائی کے لئے اتحاد مکانی ضروری ہے، فریقین کے رابطہ اور ایجاب وقبول کے اتصال کے لئے نہیں۔

موجودہ مواصلاتی مسائل کا حل:

ان تفصیلات کی روشنی میں عصر حاضر کے بہت سے مواصلاتی مسائل حل ہو جاتے ہیں، موجودہ دور جدید ترین ٹکنالوجی اور مواصلاتی انقلاب کا دور ہے، آج ساری دنیا سمٹ کر ایک گھر آنگن بن گئی ہے، ہزاروں میل کے فاصلہ سے آن واحد میں رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے اور اپنے احساسات وخیالات چند منٹوں میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچائے جاسکتے ہیں، اس لئے آج کے جدید مواصلاتی نظام کے دور میں رابطہ کے لئے اتحاد مکانی کی کوئی شرط نہیں ہے، چنانچہ آج کے زیادہ تر معاملات ومسائل میں انہیں جدید ترین مواصلاتی نظام سے استفادہ کیا جارہا ہے۔

اسلام ایک ابدی اور آفاقی نظام قانون ہے، یہ تاریخ کے ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے، بلکہ دنیا کا انسانی نظام جس قدر ترقی یافتہ ہوتا جائے گا اسلامی قانون کی وسعت وآفاقیت اسی قدر آشکارا ہوتی جائے گی، اللہ تعالی فقہاء کو جزائے خیر دے، انہوں نے بڑی بصیرت کے ساتھ اسلام کے فقہی ذخیرہ کو مرتب کیا ہے، بالخصوص فقہاء حنفیہ نے کہ ہر دور کے لئے ان میں پوری رہنمائی اور گنجائش موجود ہے، اصول اور جزئیات کی روشنی میں اوپر جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں ان سے عصر جدید کے بہت سے عقود ومعاملات پر روشنی پڑتی ہے، مثلاً:

(۱) حنفیہ اور مالکیہ کے لئے مجلس معنوی رابطہ واتصال کا نام ہے اور اس کے اتحاد واختلاف سے مراد معنوی اتحاد واختلاف ہے، مکانی اتحاد واختلاف اس کا صرف ایک حصہ ہے، البتہ نکاح میں ایجاب کے بعد بوقت قبول معاملہ کی کارروائی کی تکمیل ایک ہی مجلس میں ہونی چاہئے، یعنی کم از کم مجلس قبول میں دو گواہ موجود ہوں جنہوں نے ایجاب کا مضمون بھی سنا ہو۔

(۲، ۳) اس دور میں انٹرنیٹ رابطہ کا بہت اہم اور تیز رفتار ذریعہ ہے، اس لئے اس کے ذریعہ خرید وفروخت اور نکاح کا معاملہ شرعاً درست ہے، البتہ نکاح میں شرط یہ ہے کہ تحریری ایجاب آجانے کے بعد تحریری قبولیت کے وقت دو گواہ

موجود ہوں، انٹرنیٹ چونکہ جدید ترین تحریری رابطہ ہے، اس لئے اس میں جانبین سے انٹرنیٹ ہی پر بیع وشراء اور دیگر مالی معاملہ کرنے کی گنجائش موجود ہے، زبان سے کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی بھی گنجائش ہے کہ ایک فریق کی جانب سے انٹرنیٹ پر ایجاب ہو جائے اور فریق ثانی اس کا علم ہو جانے کے باوجود فوری اپنا جواب نہ دے، بلکہ مکمل غور وخوض کے بعد دوسری مجلس میں انٹرنیٹ پر اپنا جواب بھیج دے، اس معاملہ میں بظاہر نکاح اور خرید وفروخت کے معاملات کے درمیان کوئی فرق نہیں، بس ایک فرق یہ ہے کہ نکاح میں شہادت کے پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس لئے نکاح کی صورت میں انٹرنیٹ آن کرنے کے بعد گواہوں کو ایجاب کا مضمون دکھانا بھی ضروری ہے اور پھر ان کے سامنے اپنی منظوری انٹرنیٹ پر بھیج دے۔

(۴) نکاح کے علاوہ کوئی بھی کاروباری معاملہ فریقین اور گواہوں کے درمیان راز ہوتا ہے اور اسلام میں دوسروں کے معاملات میں بیجا تجسس اور ٹوہ لینے کی سختی سے ممانعت آئی ہے، اس لئے جو لوگ انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنے معاملات کرتے ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق کو مطمئن کرنے کے لئے متعلقہ ضروری معلومات ودستاویزات انٹرنیٹ کے ذریعہ بھیجتا ہے، کسی تیسرے غیر متعلق شخص کو شرعی طور پر ہرگز اجازت نہیں کہ وہ ان دونوں کے معاملات کی تفصیلات جاننے کی کوشش کرے، اور کوئی اپنا تجارتی مفاد حاصل کرے، بشرطیکہ فریقین کو اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، لیکن کوئی بات تیسرے شخص کے علم میں آجانے سے اگر فریقین کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو میرے خیال میں تیسرے شخص کے لئے گنجائش نکلتی ہے، اس لئے کہ انٹرنیٹ ایک عالمی ذریعہ ابلاغ ہے، اور پورا کا پورا باہم مربوط ہے اور کہیں کا انسان کہیں سے انٹرنیٹ کی کوئی بھی تفصیل معلوم کرسکتا ہے یعنی یہ ایک کھلا نظام اور کھلی کتاب ہے، جس کو کوئی بھی کبھی بھی کھول کر دیکھ سکتا ہے اور یہ سب کچھ جانتے ہوئے دو اشخاص اپنے کاروباری راز انٹرنیٹ کے حوالہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے ان تفصیلات کے جاننے کی ممانعت نہیں ہے، اس لئے محض تفصیلات کا علم اور شخصی منافع کی حد تک کوئی بھی شخص انٹرنیٹ میں محفوظ تفصیلات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، البتہ اگر اس سے اصل اہل معاملہ کو کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۵) اسی اصول کی روشنی میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ بھی خرید وفروخت، لین دین اور کاروباری معاملہ کرنا درست ہے، اس لئے کہ ویڈیو کانفرنسنگ میں دو معاملہ کرنے والے ایک دوسرے سے نہ یہ کہ صرف بات کرسکتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

(۶) ٹیلیفون پر خرید وفروخت کا معاملہ کرنا درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک دوسرے کی آواز پہچان رہے ہوں، اور اس میں کسی قسم کے فریب کا اندیشہ نہ ہو، بہتر ہے کہ ٹیلیفون پر معاملہ کرتے وقت عاقدین میں کسی کے پاس گواہ موجود ہوں اور ٹیلیفون کا وہ سیٹ استعمال کیا جائے جس میں مجلس کے دوسرے لوگ بھی دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

(۷) ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول بھی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ ایجاب وقبول کے وقت عاقدین یا ان میں سے ایک

کے پاس دو گواہ موجود ہوں جو ایجاب وقبول سن رہے ہوں، ایسی صورت میں عاقدین اور گواہ معنوی طور پر متحد المجلس تصور کئے جائیں گے۔

(۸) ٹیلیفون پر نکاح کا وکیل بھی بنایا جا سکتا ہے، اس کی صورت فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ عاقدین میں سے کوئی شخص فون پر دوسرے سے کہے کہ تم میرا نکاح اپنے آپ سے کردو، ایسی صورت میں دوسرا شخص ایک جانب سے وکیل اور دوسری جانب سے اصل ہو جائے گا اور پھر وکالت کے اصول پر الگ الگ ایجاب وقبول کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ ایک ہی جملہ سے دونوں کا باہم نکاح ہو جائے گا، مثلاً اب وہ دو گواہوں کی موجودگی میں کہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں شخص سے کیا، اس صورت میں گواہوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس شخص سے نکاح کیا جارہا ہے اس کی جانب سے کیا تحریر یا پیغام آیا ہے؟

علامہ شامی لکھتے ہیں: "أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله زوجي نفسك مني لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب لأنها تتولي طرفي العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفي الخلاف في صورة الأمر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين" (ردالمحتار، کتاب النکاح ۴/۷۳)۔

البتہ شامی نے اس پر ایک مناقشہ یہ پیش کیا ہے کہ اصولی طور پر گواہوں کے سامنے یہ ایجاب بھی آنا چاہئے: "قال الرحمتي: فيه مناقشة لما تقدم إن من قال إنه توكيل يقول توكيل ضمني فيثبت بشروط ما تضمنه وهو الإيجاب كما قدمناه ومن شروطه سماع الشهود فينبغي اشتراط السماع هنا على القولين" (ردالمحتار، کتاب النکاح ۴/۷۳)۔

(۹) اگر ٹیلیفون کا سیٹ ایسا ہو جس میں آواز ٹیپ ہو سکتی ہو اور کوئی شخص اس میں ایجاب کو ٹیپ کرلے اور اس کا جواب اس وقت نہ دے بلکہ دوسرے کسی وقت فون کے ٹیپ آن کر کے ایجاب کے الفاظ گواہوں کو سنائے اور پھر انہی گواہوں کے سامنے فون پر متعلقہ شخص کو اپنی منظوری کی اطلاع دے تو یہ صورت شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ایجاب کا جواب دوسری مجلس میں دینے کا اختیار صرف تحریر وکتابت والے رابطہ میں ہے، زبانی گفتگو والے رابطہ میں نہیں۔ اس لئے انٹرنیٹ میں تو یہ بات چل سکتی ہے، فون میں نہیں، اس لئے کہ فون بات چیت کا رابطہ ہے، تحریر کا نہیں۔

البتہ ایک صورت اس میں یہ بھی آتی ہے کہ فریقین کو فون کی صورت حال کا علم ہو کہ اس میں آواز ٹیپ ہو سکتی ہے، اور یہ جانتے ہوئے فریق اول اپنا ایجاب اس میں محفوظ کردے، تا کہ دوسرا فریق کسی وقت جب ٹیپ کو آن کرے اور ایجاب سنے تو فون پر اس کا جواب دے، اس صورت میں خیال یہ ہوتا ہے کہ گواہوں کے سامنے ٹیپ کی آواز سنا کر اپنا جواب فون پر فریق اول کو سنائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا ابوسفیان مفتاحی

جامعہ عربیہ مفتاح العلوم، مئو

۱- مجلس سے مراد وہ ہے کہ جس میں بیع سے اعراض پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے اور یہ بھی کہ مجلس میں کسی ایسے کام میں مشغول نہ ہو جو بیع و شراء کو فوت کرنے والا ہو اگر چہ وہ کام بیع سے اعراض کے لئے نہ ہو، لہذا اگر بیع کو فوت کردینے والا کوئی کام پایا جائے تو اتحاد مجلس باطل ہو جائے گا اگر چہ جگہ و مکان متحد ہو۔

شامی میں ہے: "حتی لو تکلم البائع مع إنسان في حاجة فإنه يبطل بحر فالمراد بالمجلس ما لا يوجد فيه ما يدل على الإعراض وأن لا يشتغل بمفوت له فيه وأن لم يكن للإعراض أفاده في النهر فإن وجد بطل ولو اتحد المكان" (۴/۲۱)۔

اتحاد مجلس سے مراد یہ ہے کہ متعاقدین میں سے کوئی مشغول نہ ہو، مجلس کے علاوہ کسی کام میں جس کے لئے مجلس منعقد ہوئی ہے، یا کوئی ایسا کام نہ ہو جو اعراض عن البیع کی دلیل ہو اور کشتی گھر کے مانند ہے لہذا کشتی کے چلنے سے مجلس ختم نہ ہوگی کیونکہ متعاقدین کشتی روکنے کے مالک نہیں ہیں۔

اسی طرح اگر متعاقدین میں سے کوئی کھڑا تھا پھر بیٹھ گیا تو اتحاد مجلس باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں بیٹھے ہوئے سوئے تھے اور بیدار ہو گئے تو بھی اتحاد مجلس باطل نہ ہوگا۔

شامی میں ہے: "وفي المجتبى المجلس المتحد أن لا يشتغل أحد المتعاقدين بغير ما عقد له المجلس أو ما هو دليل الإعراض والسفينة كالبيت فلا ينقطع المجلس بجريانها لأنهما لا يملكان إيقافها وفي الجوهرة لو كان قائما فقعد لم يبطل وكذا لو ناما جالسين لا لو مضطجعين أو أحدهما" (۴/۲۲)۔

اختلاف مجلس سے مراد یہ ہے کہ بیع کے علاوہ کسی دوسرے عمل میں مشغول ہو جائے جو بیع سے اعراض پر دلالت

کرے جیسے کھانا کھانے میں مشغول ہونا، ہاں اگر صرف ایک لقمہ ہوتو اس سے مجلس مختلف نہ ہوگی، اور پانی پینا لیکن اگر برتن اس کے ہاتھ میں ہوتو اس سے مجلس مختلف نہ ہوگی، اور سو جانا لیکن اگر دونوں بیٹھے ہوئے ہوں تو مجلس مختلف نہ ہوگی، اور نماز میں مشغول ہو جانا لیکن فریضہ مکمل کرنے سے مجلس مختلف نہ ہوگی، یا نفل دو رکعت پڑھ لے اور بات کرلے اگر چہ بضرورت ہی ہو، اور مجلس سے چلا جائے حتی کہ اگر متعاقدین پیدل چلتے ہوئے بیع کریں یا ایک ہی سواری پر سوار ہو کر بیع کریں تو بیع کے لئے یہ اتحاد مجلس صحیح نہیں ہے۔

شامی میں ہے: "قال في النهر واختلاف المجلس باعتراض ما يدل على الإعراض من الاشتغال بعمل آخر كأكل إلا إذا كان لقمة وشرب إلا إذا كان الإناء في يده ونوم إلا أن يكونا جالسين وصلوة إلا إتمام الفريضة أو شفع نفلا وكلام ولو لحاجة ومشي مطلقاً في ظاهر الرواية حتى لو تبايعا وهما يمشيان أو يسيران ولو على دابة واحدة لم يصح، واختار غير واحد كالطحاوي أنه إن أجاب على فور كلامه متصلاً جاز وصححه في المحيط، وقال في الخلاصة لو قبل بعد ما مشى خطوة أو خطوتين جاز وفي مجمع التفاريق وبه نأخذ" (۴؍۲۲)۔

۴- انٹرنیٹ کے ذریعہ چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ ایجاب کے بعد فوراً دوسرا فریق قبول کا اظہار کردے، بنابریں انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا، اور جہاں تک اتحاد مجلس کا سوال ہے تو یہاں اتحاد مجلس کے لئے تحریر میں ایجاب یا قبول کا اظہار کافی ہے۔

شامی میں ہے: "قوله إلا إذا كان بكتابة أو رسالة صورة الكتابة أن يكتب أما بعد فقد بعت عبدي فلانا منك بكذا فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك اشتريت تم البيع بينهما، وصورة الإرسال أن يرسل رسولاً فيقول البائع بعت هذا من فلان الغائب بألف درهم فاذهب يا فلان وقل له فذهب الرسول فأخبره بما قال فقبل المشتري في مجلسه ذلك وفي النهاية وكذا هذا في الإجارة والهبة والكتابة، بحر، قلت ويكون بالكتابة من الجانبين فإذا كتب اشتريت عبدك فلانا بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع، قوله فيعتبر مجلس بلوغها أي بلوغ الرسالة أو الكتابة قال في الهداية والكتابة كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتابة وأداء الرسالة ......ثم لا يخفى أن قراء ة الكتاب صارت بمنزلة الإيجاب من الكاتب فإذا قبل المكتوب إليه في المجلس فقد صدر الإيجاب والقبول في مجلس واحد فلا حاجة إلى قوله إلا إذا كان بكتابة أو رسالة نعم بالنظر إلى مجلس الكتابة يصح فإنه لما كتب بعتك لم يبلغ بل توقف على القبول وإذا كان ذلك القبول متوقفا على قراء ة الكتاب" (۴؍۱۱)۔

۳- انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول کو دوگواہ دیکھ رہے ہوں تو یہ ایجاب وقبول اور شہادت نکاح منعقد ہونے کے لئے شرعاً کافی نہیں ہے اور نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ ایجاب وقبول ایسے دولفظوں کو کہا جاتا ہے جو تملیک وتملک کے معنی کو بتاتے ہیں اور دونوں ماضی یا حال مضارع بغیر سین وسوف کے ہوں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول کو دو گواہوں کے دیکھنے سے یہ بات حاصل نہیں، اور جب رکن بیع ایجاب وقبول حاصل نہیں ہوں گے تو بیع منعقد نہ ہوگی، اور شہادت نکاح میں دونوں گواہوں کے لئے متعاقدین کے ایجاب وقبول کو ایک ساتھ سننا شرط ہے جو محض دیکھنے سے حاصل نہیں، نیز شرط شہادت حاصل نہیں اس لئے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

شامی میں ہے:"وهما عبارة عن كل لفظين ينبئان عن معنى التملك والتمليك ماضيين كبعت واشتريت أو حالين كمضارعين لم يقرنا بسوف والسين كأبيعك فيقول أشتريه او احدهما ماض والآخر حال"(۴؍۱۰)۔

"قال الزيلعي وينعقد بكل لفظ ينبيء عن التحقيق والبيع لا يختص بلفظ وإنما يثبت الحكم إذا وجد معنى التمليك والتملك كبعت واشتريت ورضيت واعطيتك أو خذه بكذا"۔

تنبیہ:"ظاهر قوله عن لفظين أنه لا ينعقد بالإشارة بالرأس ويدل عليه ما في الحاوي الزاهدي في فصل البيع الموقوف فضولي باع مال غيره فبلغه فسكت متأملا فقال ثالث هل أذنت لي في الإجازة فقال نعم فأجازه ينفذ ولو حرك رأسه بنعم فلا لأن تحريك الرأس في حق الناطق لا يعتبر، لكن قد يقال إذا قال له بعني كذا بكذا فأشار برأسه نعم فقال الآخر اشتريت حصل التسليم بالتراضي يكون بيعا بالتعاطي . قلت ولكن رده صاحب التقرير الرافعي حيث قال فيه ان المعتبر إنما هو التسليم ولها مدخل لتحريك الرأس فيه ولذا لو لم يحصل التسليم لا يتم البيع كما ذكره بعد فلا يصلح للاستدراك"۔

۴- انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کے سلسلہ میں ایجابی پہلوؤں کے ساتھ دوسرے پہلوؤں کو سامنے رکھ کر مثلاً دو افراد کے درمیان ہوئے معاملہ کی تفصیل ایک تیسرا شخص حاصل کرے اور وہ اس سے تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھائے تو اس سلسلہ میں اگر بیع وشراء کے شرعی منافی کوئی امر درمیان میں نہ آتا ہو تو اس تیسرے شخص کے لئے ایسا کرنا شرعاً صحیح ہوگا۔

۵- چونکہ ویڈیو کانفرنسنگ میں دو معاملہ کرنے والے ایک دوسرے سے بات کرسکتے ہیں، نیز دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں، نیز تمام معاملات کا ریکارڈ بھی محفوظ ہوتا ہے جسے بآسانی حاصل بھی کیا جاسکتا ہے، بنابریں رکن بیع ایجاب وقبول اتحاد مجلس کی

شرط کے ساتھ پایا جاتا ہے، لہذا ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت ممکن ہونے کی وجہ سے اس کی شرعی حیثیت صحت بیع کی ہوگی اور خرید وفروخت لین دین اور تجارت کرنا شرعاً جائز ہے۔

درمختار میں ہے: "ویکون بقول او فعل اما القول فالإیجاب والقبول وهما رکنه وشرطه أهلیة المتعاقدین ومحله المال ..... فالإیجاب هو ما یذکر أولا من کلام أحد المتعاقدین والقبول ما یذکر ثانیاً من الآخر سواء کان بعت أو اشتریت الدال علی التراضی" (۵/۴)۔

۶- چونکہ صحت بیع کے لئے رکن بیع ایجاب وقبول اور شرط بیع اہلیت متعاقدین اور محل بیع مال پایا جانا چاہئے، اور انعقاد بیع کے لئے شہادت شاہدین کی کوئی قید نہیں ہے اور فون پر یہ ساری چیزیں پائی جاتی ہیں اور آج کی دنیا میں فون پر خرید وفروخت کا ابتلاء عام بھی ہے لہذا فون پر خرید وفروخت جائز ہے۔

اور اتحاد مجلس سے مراد یہ نہیں ہے کہ متعاقدین حقیقۃً آمنے سامنے ایک جگہ ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجلس جس کے لئے منعقد ہوئی ہے تو متعاقدین اس کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں:

شامی میں ہے: "وذکر في البحر أن شرائط البیع أربعة أنواع شرط انعقاد ونفاذ وصحة ولزوم فالأول أربعة أنواع في العاقد وفي نفس العقد وفي مکانه وفي المعقود علیه فشرائط العاقد اثنان العقل والعدد فلا ینعقد بیع مجنون وصبي لایعقل ولا وکیل من الجانبین إلا في الأب ووصیه والقاضي وشراء العبد لنفسه من مولاه بأمره والرسول من الجانبین ولا یشترط فیه البلوغ ولا الحریة فیصح بیع الصبي أو العبد لنفسه موقوفا ولغیره نافذاً ولا الإسلام والنطق والصحو وشرط العقد اثنان أیضاً موافقة الإیجاب للقبول فلو قبل غیر ما أوجبه أو بعضه أو بغیر ما أوجبه أو ببعضه لم ینعقد ...... وشرط مکانه واحد وهو اتحاد المجلس وشرط المعقود علیه ستة کونه موجوداً مالا متقوماً مملوکا في نفسه وکون الملک للبائع فیما یبیعه لنفسه وکونه مقدور التسلیم فلم ینعقد بیع المعدوم وماله خطر العدم ...... وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فاثنان الملک أو الولایة وأن لا یکون في البیع حق لغیر البائع" (۵/۳)۔

۷- ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ انعقاد نکاح کے لئے متعاقدین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے کا لفظ ایجاب وقبول کا سننا دونوں کی رضامندی کی تحقیق کے لئے شرط ہے اور دونوں متعاقدین کے ایجاب وقبول کو دو ایسے گواہوں کا حاضر رہ کر سننا شرط ہے کہ وہ دونوں آزاد مرد ہوں یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتیں ہوں، اور دونوں مکلف یعنی عاقل وبالغ ومسلمان ہوں، اور دونوں گواہ ایک ساتھ متعاقدین کے قول ایجاب وقبول کو سنیں، لہذا اگر دونوں گواہ الگ الگ سنیں بایں طور کہ ایک گواہ مجلس عقد میں حاضر ہوا پھر غائب ہوگیا اور دوسرے گواہ کی موجودگی میں ایجاب وقبول کا اعادہ

کیا گیا، یا صرف ایک گواہ عقد کو سنے پھر اعادہ کیا گیا تو صرف دوسرا اس عقد کو سنے یا ایک گواہ ایجاب سنے اور دوسرا گواہ قبول سنے پھر ایجاب وقبول کا اعادہ کیا گیا تو ہر ایک اس قول کو تنہا سنے جس کو پہلے نے نہیں سنا اس لئے کہ ان صورتوں میں دو عقد ایسے پائے گئے کہ کسی میں دو گواہ حاضر نہیں تھے، بنا بریں ٹیلیفون پر یہ شرط ممکن نہیں ہے، لہذا ٹیلیفون پر ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا تو رکن وشرط دونوں مفقود ہوئے لہذا انعقاد نکاح نہیں ہوگا۔

شامی میں ہے: "وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح فاهمين انه نكاح على المذهب، بحر، مسلمين وخرج بقوله معاً ما لو سمعا متفرقين بأن حضر أحدهما العقد ثم غاب وا... بحضرة الآخر او سمع احدهما فقط العقد فأعيد فسمعه الآخر دون الأول أو سمع احدهما الإيجاب والآخر القبول ثم أعيد فسمع كل وحده ما لم يسمعه أولا لأن في هذه الصورة وجد عقد ان لم يحضر كل واحد منهما شاهدان" (۲/۲۹۴، ۲۹۶)۔

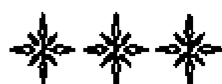
اگر ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کے وقت عاقدین یا ان میں سے ایک کے پاس دو گواہ بیٹھے ہوں جو ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو یہ صورت خارج از امکان ہے، لہذا عاقدین اور شاہدین متحد المجلس تصور نہیں کئے جائیں گے جبکہ انعقاد نکاح کے لئے عاقدین اور شاہدین کا متحد المجلس ہونا شرط ہے۔

درمختار میں ہے: "حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح" (۲/۲۹۶)۔

ٹیلیفون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کے لئے اتحاد مجلس شرط نہیں ہے اور یہ محض نکاح کی وکالت ہے، محض اس وکالت سے نکاح منعقد نہیں ہوتا تو نکاح کی صورت یہ ہوگی کہ عاقدین اور شاہدین کی مجلس میں موجود رہ کر وکالت کے ذریعہ نکاح کا ایجاب وقبول کرادیں۔

شامی میں ہے: "أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته" (۲/۲۹۵)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فون پر ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا، اور فون پر ایجاب وقبول کے وقت عاقدین یا ان میں سے ایک کے پاس دو گواہ بیٹھے ہوں جو ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو عاقدین وشاہدین متحد المجلس تصور نہیں کئے جائیں گے اور فون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے، اور اس سے نکاح کی صورت یہ ہوگی کہ عاقدین اور شاہدین کی مجلس میں موجود رہ کر وکالت کے ذریعہ نکاح کا ایجاب وقبول کرادیں۔ واللہ اعلم



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا خورشید احمد اعظمی
المکتب العلمی، ہرگھونا تھ پورہ، مئو

بیع اور نکاح کے معاملات کے منعقد ہونے کے لئے ایجاب وقبول کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کا صدور ایک ہی مجلس میں ہو، اور اگر ایجاب کسی مجلس میں ہوا اور قبول کسی دوسری مجلس میں تو پھر اس ایجاب وقبول سے یہ معاملات درست نہ ہوں گے۔

مجلس کا معنی لغت میں "موضع الجلوس" بیٹھنے کی جگہ ہے، اور مجازاً اس کا اطلاق اہل مجلس پر بھی ہوتا ہے، بیع وشراء اور نکاح کے باب میں مجلس سے مراد وہ حالت ہے جس میں عاقدین عقد معاملہ میں مصروف ومشغول ہوں: "مجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مقبلين على التفاوض في العقد، فيلغو الإيجاب إذا انفض المجلس قبل القبول، ولا ينعقد العقد بالقبول بعد ذلك، بل يعتبر هذا القبول إيجاباً جديداً يبدأ به مجلس جديد" (المدخل الفقهي العام ۱/ ۳۷۴)۔

اتحاد مجلس کا یہ مطلب ہے کہ ایجاب کے بعد فریق ثانی کی طرف سے ایسی کسی حرکت، حالت یا فعل کا صدور نہ ہو جو ایجاب سے اعراض پر دال ہو جب تک یہ حالت باقی رہے گی فریق ثانی کو قبول کرنے کا حق ہوگا اور اسی طرح فریق اول موجب کو اپنے ایجاب سے رجوع کرنے کا حق حاصل رہے گا۔

"وإذا أوجب أحد المتعاقدين فالآخر بالخيار، وهذا خيار القبول إن شاء قبل وإن شاء رده وللموجب أيهما كان بائعا ومشتريا أن يرجع قبل قبول الآخر عن الإيجاب" (الہدایہ مع فتح القدیر ۵/ ۴۶۰)۔

"وفي المجتبى: المجلس المتحد أن لا يشتغل أحد المتعاقدين بعمل غير ما عقد له المجلس أو ما هو دليل الإعراض عن العقد" (البحر الرائق ۵/ ۲۷۲)۔

"ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال كمخيرة" (الدر المختار مع رد المحتار ۴/ ۷۶)۔

اور اختلاف مجلس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد اور منشاء کے لئے مجلس کا انعقاد ہوا ہو اس کے معارض کوئی حرکت عاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے پائی جائے، یعنی ایجاب سے اعراض پر دلالت کرنے والی کوئی حرکت یا فعل عاقدین میں سے کسی کی طرف سے بھی پایا جائے تو اسے تغیر وتبدل مجلس اور اختلاف مجلس سے تعبیر کیا جائے گا۔

"ولابد من كون القبول في مجلس الإيجاب فلو قام أحدهما قبله بطل، وقيل لا، مادام في مكانه، ولو تكلم البائع مع إنسان في حاجة له فإنه يبطل" (البحر الرائق ۵/۲۶۷)۔

"فالمراد بالمجلس ما لا يوجد فيه ما يدل على الإعراض وأن لا يشتغل بمفوت له فيه، وأن لم يكن للإعراض أفاده في النهر فإن وجد بطل ولو اتحد المكان" (ردالمحتار ۷/۴۳)۔

"واختلافه (المجلس) باعتراض ما يدل على الإعراض من الاشتغال بعمل آخر" (فتح القدیر ۵/۴۶۱)۔

فقہاء نے بیع وشراء یا نکاح کے باب میں اتحاد مجلس کے ضمن میں جو اتحاد مکانی کا قول کیا ہے، اس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ "یسمع کل کلام الآخر" یعنی عاقدین میں سے دونوں ایک دوسرے کے کلام کو سننے اور سمجھنے پر قادر ہو سکیں، اور ایجاب وقبول میں کوئی التباس نہ رہے، اسی لئے تو بعد مکانی کے باوجود اس صورت میں جبکہ ایجاب وقبول ایک دوسرے کے لئے واضح اور غیر مبہم ہوں تو بیع درست ہو جاتی ہے، اور اسی طرح خط وکتابت اور مراسلت کے ذریعہ بھی، "رجل في البيت فقال للذي في السطح بعته منك بكذا فقال اشتريت صح إذا كان كل منهما يرى صاحبه ولا يلتبس الكلام للبعد، ولو تعاقدا البيع وبينهما النهر المزدحصاني يصح البيع قلت وإن كان نهرا عظيما تجري فيه السفن، قال رضي الله عنه وقد تقرر رأيي (بح) في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا، فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع" (البحر الرائق ۵/۲۷۲)۔

بنابریں اتحاد مجلس کی دو صورتیں ہو جاتی ہیں: اتحاد حقیقی اور اتحاد حکمی۔

اتحاد حقیقی سے مراد اتحاد مکانی ہے، جس میں عاقدین ایک دوسرے کے مقابل ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور بالمشافہ ایک دوسرے سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

اور اتحاد حکمی سے مراد وہ حالت ہوگی جس میں موجب فریق آخر کے مقابل خود موجود تو نہ ہو لیکن اس کا خط اور تحریر یا اس کا قاصد موجود ہو۔

خط وکتابت اور مراسلت کے ذریعہ بیع کے انعقاد کی صراحت کتب فقہیہ میں موجود ہے: "(والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة) فصورة الكتاب أن يكتب: أما بعد فقد

بعت عبدي منک بکذا فلما بلغه الکتاب وفهم ما فيه قال قبلت، في المجلس انعقد" (فتح القدیر، بیع جلد ۵/ ۴۶۱)۔

اور انٹرنیٹ پر یہ سہولت حاصل ہے لہذا انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔

"وقال شمس الأئمة السرخسي رحمه الله في کتاب النکاح من مبسوطه: کما ينعقد النکاح بالکتابة، ينعقد البيع وسائر التصرفات بالکتابة أيضا" (ردالمحتار، ۷/ ۲۶)۔

"لأن خطاب الغائب کتابة يجعله کأنه حضر بنفسه وخوطب بالإيجاب فقبل في المجلس" (الفقہ الاسلامی ۵/ ۳۳۲۰)۔

بیع کی طرح نکاح بھی خط وکتابت اور مراسلت کے ذریعہ منعقد ہو جاتا ہے: "ولو أرسل إليها رسولاً وکتب إليها بذلک کتابا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا کلام الرسول وقراءة الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حيث المعنی" لأن کلام الرسول وقراءة الرسول کلام المرسل، لأنه ينقل عبارة المرسل وکذا الکتاب بمنزلة الخطاب من الکاتب فکان سماع قول الرسول وقراءة الکتاب سماع قول المرسل، وکلام الکاتب معنی وإن لم يسمع کلام الرسول وقراءة الکتاب لا يجوز عندهما (أي الإمام أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله) (بدائع الصنائع ۲/ ۴۹۰)۔

"وذکر شيخ الإسلام خواهر زاده في مبسوطه: الکتاب والخطاب سواء إلا في فصل واحد" (ردالمحتار، ۷/ ۲۶)۔

مذکورہ فقہی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کے ذریعہ نکاح منعقد ہو جائے گا جس طرح بیع منعقد ہو جاتی ہے، البتہ نکاح میں چونکہ دو گواہوں کی شرط ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ رکن عقد یعنی ایجاب اور قبول کو سنیں، "ومنها (شرائط الرکن) الشهادة وهي حضور الشهود" (البدائع ۲/ ۵۲۲) "ومنها سماع الشاهدين کلام المتعاقدين جميعا" (البدائع ۲/ ۵۲۷)۔

لہذا انٹرنیٹ پر تحریری ایجاب وقبول ہو رہا ہو اور اس ایجاب وقبول کو دو گواہ دیکھ رہے ہوں تو یہ شہادت انعقاد نکاح کے لئے کافی ہونی چاہئے۔

انٹرنیٹ پر ہو رہے دو افراد کے درمیان معاملہ کو تیسرا شخص دیکھ رہا ہے، اور وہ اس معاملہ کو دیکھ کر تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھا رہا ہے بشرطیکہ ان عاقدین کے معاملہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا یا ان کے مابین ہو رہے معاملہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو اس تیسرے شخص کا تجربہ اور فائدہ اٹھانا درست ہوگا، حدیث شریف میں آتا ہے: "لا يبيع الرجل علی بيع أخيه، ولا

يخطب علي خطبة أخيه إلا أن يأذن له" اور ایک دوسری روایت میں ہے:"أن رسول الله ﷺ نهى أن يستام الرجل علي سوم أخيه" (صحیح مسلم کتاب البیوع)۔

لہذا اس نہی اور ممانعت کا خیال رکھتے ہوئے دوسرے فوائد اٹھانا درست ہوگا۔

ویڈیو کانفرنسنگ جس میں عاقدین ایک دوسرے کے کلام کو سن رہے ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں تو اس کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت درست ہوگی۔

البحر الرائق کی عبارت گذر چکی ہے کہ اگر عاقدین ایک دوسرے کے کلام کو سن رہے ہوں اور اس میں کوئی التباس یا ابہام نہ ہو تو درمیان میں کسی چیز کا حائل ہونا یا بعد مکانی مانع نہیں ہوگا۔

"إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا، فعلي هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع" (البحر ۵/۲۷۲)۔

اس صورت میں جبکہ فون پر ہورہے ایجاب وقبول کو دو گواہ بھی سن رہے ہوں تو حضور شاہدین اور سماع الشاہدین کی شرط پوری ہورہی ہے اس ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح منعقد ہونا چاہئے۔

اور اگر ٹیلیفون پر ہورہے ایجاب وقبول کو دو گواہ نہ سن رہے ہوں تو یہ ایجاب وقبول انعقاد نکاح کے لئے کافی نہیں ہوگا "لعدم توفر الشروط"۔

ہاں ٹیلیفون پر نکاح کے لئے وکیل بنانا درست ہوگا۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا خورشید انور اعظمی
استاذ جامعہ مظہر العلوم، بنارس

اسلام میں عقود ومعاملات کی صحت پر بہت زور دیا گیا ہے، انہیں صحیح ڈھنگ سے کرنے اور برتنے کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے، نیز اس تعلق سے نہایت ہی جامع، ٹھوس اور دور رس نتائج پر مبنی اصول وضوابط وضع فرمائے گئے ہیں، جن سے ہر دور کے نت نئے مسائل اور طرح طرح کی پیچیدگیوں کے حل کرنے میں مکمل رہنمائی ملتی ہے۔

شریعت اسلامیہ نے عقود ومعاملات کی صحت کے لئے اور چیزوں کے ساتھ تراضی طرفین کو بنیادی طور پر لازم اور ضروری قرار دیا ہے، اسی وجہ سے اس باب میں ایجاب وقبول کو رکن اور اتحاد مجلس کو شرط گردانا ہے کہ جس مجلس میں ایک طرف سے ایجاب ہو اسی مجلس میں دوسری طرف سے قبول کا ہونا امر لازم ہے۔

مجلس اور اس کے اتحاد واختلاف کا مطلب:

مجلس ازروئے لغت بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں، مگر فقہاء کی اصطلاح میں مجلس سے وہ حالت مراد ہے جس میں عاقدین معاملہ طے کرتے وقت مصروف گفتگو ہوتے ہیں۔

المدخل الفقہی العام میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے: "مجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مقبلين على التفاوض في العقد فيلغو الإيجاب إذا انفض المجلس قبل القبول ولا ينعقد العقد بالقبول بعد ذلك بل يعتبر هذا القبول إيجاباً جديداً يبدأ به مجلس جديد" (المدخل الفقہی العام ۱؍۳۴۷) (مجلس عقد وہ حالت ہے جس میں عاقدین معاملہ کے بارے میں باہم گفتگو کرنے میں مصروف ہوں، چنانچہ اگر قبول سے پہلے مجلس ختم ہو جائے تو ایجاب لغو قرار پائے گا اور اس کے بعد قبول کے ذریعہ عقد نہیں ہوگا، بلکہ یہ مانا جائے گا کہ یہ قبول، نیا ایجاب ہے جس سے ایک نئی مجلس کا آغاز ہو رہا ہے)۔

اور مجلس کے متحد ہونے سے یہ مراد ہے کہ عاقدین میں سے ہر ایک مجلس کے مقاصد انعقاد پر پورے طور پر متوجہ ہو، نہ ان کے علاوہ کسی اور عمل میں مشغول ہو اور نہ کوئی ایسا اقدام کرے جو عقد سے پہلو تہی کا پتہ دیتا ہو۔

البحر الرائق میں ہے: "المجلس المتحد أن لا یشتغل أحد المتعاقدین بعمل غیر ما عقد له المجلس أو ما هو دلیل الإعراض عن العقد" (البحر الرائق ۵/۲۷۵، رد المحتار ۴/۲۲) (اتحادِ مجلس یہ ہے کہ عاقدین میں سے کوئی بھی کسی ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جو انعقاد مجلس کے مقاصد کے خلاف ہو یا عقد سے اعراض کا پتہ دیتا ہو)۔

پھر اتحادِ مجلس کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور حکمی، حقیقی اتحاد یہ ہے کہ قبول اور ایجاب دونوں کی مجلس ایک ہو اور حکمی یہ ہے کہ قبول کی مجلس، ایجاب کی مجلس کے ماسوا کوئی دوسری ہو مگر وہ دونوں مجلسیں حکماً ایک تصور کی جاتی ہوں، جیسا کہ تحریر و مراسلت کے ذریعہ ہونے والے عقود و معاملات کی صورت میں ہوتا ہے۔

جیسا کہ "الموسوعۃ الفقہیہ" میں اس کی صراحت موجود ہے: "اتحاد المجلس في العقود وغیرها علی قسمین: حقیقي بأن یکون القبول في مجلس الإیجاب وحکمي إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس الإیجاب کما في الکتابة والمراسلة ویتحدان حکماً" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۲) (عقود وغیرہ میں اتحادِ مجلس کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی، وہ یہ ہے کہ قبول، مجلس ایجاب میں ہو اور دوسری حکمی، وہ یہ ہے کہ مجلس قبول اور مجلس ایجاب ایک نہ ہوں، جیسے تحریر و مراسلت میں کہ یہ دونوں مجلسیں حکماً ایک ہوتی ہیں)۔

اور اختلاف مجلس سے مراد ہے کہ دوران معاملہ کوئی ایسا عمل پایا جائے جس سے اعراض کا پتہ چلتا ہو۔

رد المحتار میں ہے: "واختلاف المجلس باعتراض ما یدل علی الإعراض من الاشتغال بعمل آخر" (رد المحتار ۴/۲۲) (اختلاف مجلس یہ ہے کہ اثناء معاملہ کسی دوسرے عمل میں ایسی مشغولیت ہو جائے کہ اس سے اعراض کا پتہ چلتا ہو)۔

اسی طرح فتح القدیر میں ہے: "اختلافه باعتراض ما یدل علی الإعراض من الاشتغال بعمل آخر ونحوه" (فتح القدیر ۵/۷۸) (اختلاف مجلس یہ ہے کہ اثناء معاملہ کسی دوسرے عمل میں ایسا اشتغال ہو جائے جو اعراض پر دلالت کرتا ہو)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ حقیقت بے غبار ہو جاتی ہے کہ عقود و معاملات میں وہ مجلس مطلوب ہوا کرتی ہے جس میں صرف عقد و معاملہ کے تعلق ہی سے گفتگو ہو، نہ اس میں عاقدین کی جانب سے کوئی ایسا اقدام ہو جو عقد سے اعراض کے مترادف ہو اور نہ کسی ایسے عمل میں مشغولیت ہونی چاہئے جو مجلس کے خاتمہ کا باعث ہو، اس لئے کہ اگر ایسا ہوا تو اس مجلس کا اعتبار نہیں ہوگا اور صحت عقد کے لئے اتحادِ مجلس کی شرط پوری نہ ہو سکے گی۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت:

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کی عمومی صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ فروخت کرنے والا اپنے سامان کے بارے میں خریدار سے خط و کتابت کرتا ہے، اس کی فروختگی کی بات طے کرتا ہے اور خریدار اس کو اپنی رضامندی سے مطلع کر دیتا ہے، ظاہر ہے کہ خرید و فروخت کی یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے، اس وجہ سے کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ زبانی خرید و فروخت کی طرح تحریری بھی ہو سکتی ہے۔

ہدایہ میں ہے: "الكتاب كالخطاب" (ہدایہ ۳/۲) (تحریر زبانی گفتگو کے حکم میں ہے)۔

ردالمحتار میں ہے: "قال شمس الأئمة السرخسي في كتاب النكاح من مبسوطه كما ينعقد النكاح بالكتابة ينعقد البيع وسائر التصرفات بالكتابة" (ردالمحتار ۴/۱۱) (شمس الائمہ سرخسی نے اپنی مبسوط کی کتاب النکاح میں تحریر فرمایا ہے کہ نکاح کی طرح بیع اور دیگر تصرفات بھی تحریر سے منعقد ہو جایا کرتے ہیں)۔

کتب فقہ میں خط و کتابت کی صورت بھی بتائی گئی ہے۔

ردالمحتار میں ہے: "صورة الكتابة ان يكتب اما بعد فقد بعت عبدي فلانا منك بكذا فلما بلغه الكتاب قال في مجلسه ذلك اشتريت تم البيع بينهما" (ردالمحتار ۴/۱۱، بحرالرائق ۵/۲۶۹، عالمگیری ۳/۹، کفایہ شرح ہدایہ ۳/۵) (تحریری صورت یہ ہے کہ لکھے: بعد از تسلیمات یہ کہ میں نے اپنا فلاں غلام تمہارے ہاتھ اتنی قیمت پر فروخت کیا، جب مکتوب الیہ کو یہ تحریر موصول ہوئی اور اس نے اسی مجلس میں کہا: میں نے خریدا، تو عاقدین کے درمیان بیع تام ہو گئی)۔

اسی طرح اگر خریدار نے یہ لکھ بھیجا کہ میں نے تمہارا فلاں سامان اتنی قیمت میں خریدا اور فروخت کرنے والے نے جواباً یہ تحریر ارسال کر دی کہ میں نے فروخت کیا تو بیع ہو جائے گی۔

چنانچہ علامہ شامی نے اس کی وضاحت فرمائی ہے: "قلت ويكون بالكتابة من الجانبين فإذا كتب اشتريت عبدك فلانا بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع" (ردالمحتار ۴/۱۱) (میں نے کہا: تحریری معاملہ دونوں جانب سے صحیح ہوتا ہے، چنانچہ اگر کسی نے لکھا کہ میں نے تمہارا فلاں غلام اتنی قیمت میں خریدا اور بائع نے جواباً یہ لکھ بھیجا کہ میں نے فروخت کیا تو یہ بیع ہو گئی)۔

اس تحریری خرید و فروخت میں یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں یہ تحریر موصول ہوئی ہو اسی میں مکتوب الیہ کی جانب سے قبول ہونا چاہئے۔

ہدایہ میں ہے: "حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب" (ہدایہ ۳/۲) (حتی کہ تحریر کے پہنچنے کی مجلس کا اعتبار کیا گیا ہے)۔

الدرالمختار میں ہے: "فیعتبر مجلس بلوغها" (الدر المختار ۱۱/۳)(پس تحریر کے پہنچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائے گا)۔
اسی طرح الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے: "فإن تأخر القبول إلى مجلس ثان لم ینعقد البیع" (فقہ الاسلامی وادلتہ ۳۳۲۰/۵)(اگر قبول کسی دوسری مجلس میں موخر ہو جائے تو بیع منعقد نہ ہوگی)۔
انٹرنیٹ کی موجودہ صورت حال چونکہ مراسلاتی عقود و معاملات ہی کی ایک صورت ہے، لہٰذا اس کے درست ہونے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی، رہا مجلس کے اتحاد کا مسئلہ تو وہ بھی اس صورت میں حکماً موجود ہے۔
علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: "ثم لا یخفی أن قراءة الکتاب صارت بمنزلة الإیجاب من الکاتب فإذا قبل المکتوب إلیه في المجلس فقد صدر الإیجاب والقبول في مجلس واحد" (ردالمحتار ۱۱/۴)(پھر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ تحریر کا پڑھنا تحریر کنندہ کے ایجاب کے قائم مقام ہے، لہٰذا اگر مکتوب الیہ نے مجلس میں قبول کرلیا تو ایجاب وقبول کا صدور ایک مجلس میں ہو گیا)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

جس طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ بیع کا انعقاد ہو جاتا ہے، اسی طرح نکاح کا بھی انعقاد ہو جائے گا، کیونکہ شریعت اسلامی میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر آدمی مجلس عقد سے دور ہو تو بذریعہ مراسلت نکاح کر سکتا ہے۔
ردالمحتار میں ہے: "ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب" (ردالمحتار ۲۸۸/۲)(نکاح، زبانی بات چیت کی طرح تحریر سے بھی منعقد ہو جاتا ہے)۔
البتہ اس صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ جس مجلس میں وہ خط یا تحریر موصول ہو، اسی میں دو گواہوں کے سامنے وہ تحریر پڑھ کر مکتوب الیہ نے قبول کیا ہو، اس لئے کہ گواہوں کا اس تحریر کے مضمون سے واقف ہونا اور قبول کا سماعت کرنا صحت نکاح کے لئے شرط ہے۔
البحرالرائق میں ہے: "إن انعقاد النکاح بکتاب أحدهما یشترط فیه سماع الشاهدین قراءة الکتاب مع قبول الآخر" (البحرالرائق ۹۵/۳)(عاقدین میں سے کسی ایک کی تحریر سے انعقاد نکاح کی شرط یہ ہے کہ شاہدین نے دوسرے کے قبول کے ساتھ ساتھ جب تحریر پڑھی جاری ہو تو اسے بھی سنا ہو)۔
مذکورہ توضیح کی روشنی میں دیکھا جائے تو انٹرنیٹ کے ذریعہ ہونے والے ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں صحیح ہوں گے اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔

بذریعہ انٹرنیٹ ہونے والے معاملہ سے دوسرے کا فائدہ اٹھانا:

انٹرنیٹ کے تعلق سے حاصل شدہ معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعہ ہونے والا معاملہ بیک وقت بہت سے لوگوں کے علم میں آجاتا ہے، جس سے عین ممکن ہے کہ دوسرے افراد بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور فائدہ حاصل کرلیں، اب اگر اس میں کوئی شرعی قباحت ہو تو قطعاً درست نہ ہوگا۔

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت:

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت درست ہے، اس وجہ سے کہ عاقدین کے درمیان مکانی بُعد تو ضرور ہے مگر یہ بُعد ایسا نہیں ہے کہ صحت عقد میں حارج ہو، کیونکہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر ایسا بُعد ہو جس سے عاقدین کے کلام میں التباس نہ ہو، بلکہ ہر ایک دوسرے کی بات کو پورے طور پر سن اور سمجھ رہے ہوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور معاملہ درست قرار پائے گا۔

فتاوی بزازیہ میں ہے: "والبعد إن كان بحال يوجب التباس ما يقول كل منهما يمنع وإلا فلا" (فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ ۴؍۳۶۶) (اگر بُعد اس طرح کا ہو کہ اس سے عاقدین کے کلام میں التباس ہوتا ہو تو عقد نہیں ہوگا ورنہ ہو جائے گا)۔

ویڈیو کانفرنس میں عاقدین باہم ایجاب وقبول کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں، اور جانبین کی طرف سے بات واضح طور پر مکمل ہو جایا کرتی ہے، اس لئے اس میں التباس باقی نہیں رہتا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر اس میں ریکارڈ بھی محفوظ رہتا ہے، جس سے اس مسئلہ کی صحت کے پہلو کو مزید تقویت مل رہی ہے۔

فون پر خرید وفروخت:

اگر عاقدین فون پر خرید وفروخت کا معاملہ اس طرح کریں کہ ان کے کلام میں کسی طرح کا کوئی التباس نہ ہو تو وہ معاملہ درست ہوگا اور دونوں کے درمیان کا مکانی فاصلہ ویڈیو کانفرنس کی طرح اس میں بھی حارج نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ اس طرح کے معاملات میں ایسے حجابات گوارا کرلئے جاتے ہیں، جو عاقدین کے ایجاب وقبول کے سننے اور سمجھنے میں رکاوٹ کا سبب نہ بنتے ہوں۔

البحر الرائق میں ہے: "إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع

وإلا فلا فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع" (البحرالرائق ۵/ ۲۷۴)(اگر فاصلہ اتنا ہو کہ اس کی وجہ سے عاقدین میں سے ایک کا کلام دوسرے کے لئے واضح نہ ہو پار ہا ہو تو عقد نہیں ہوگا، ورنہ ہو جائے گا، اسی بنیاد پر ان کے درمیان کا وہ پردہ جو سننے اور سمجھنے میں حارج نہ ہو، مانع عقد نہیں ہے)۔

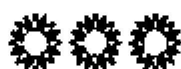
فون پر نکاح:

فون پر نکاح درست نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ صحت نکاح کے لئے صحیح ترین قول کے مطابق گواہوں کا عاقدین کے کلام کو سننا شرط ہے۔

الفتاویٰ الخیریہ میں ہے: "الأصح الذي عليه العامة أن سماع الشهود كلام العاقدين شرط لصحة النكاح" (الفتاویٰ الخیریہ ۱/ ۲۲)(عام علماء کا صحیح ترین قول یہ ہے کہ گواہوں کا عاقدین کے کلام کو سننا، صحت نکاح کے لئے شرط ہے)۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ لڑکا یا لڑکی بذریعہ فون کسی کو اپنا وکیل بنادے اور وہ وکیل اپنے موکل کی جانب سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے تو نکاح درست ہو جائے گا۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: "نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مجلس عقد میں گواہوں کے سامنے ہو اور ٹیلیفون پر یہ بات ممکن نہیں، اس لئے ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا، اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلیفون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے" (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵/ ۴۱)۔



فون اور انٹرنیٹ پر خرید وفروخت اور نکاح

مولانا عبدالاحد تاراپوری
دارالعلوم تاراپور، گجرات

۱- مجلس سے مراد:

مجلس: یہ اسم ظرف کا صیغہ ہے، جس کا معنی بیٹھنے کی جگہ ہے، نیز بیٹھنے والی قوم اور مجمع والے، جیسا کہ المنجد، المصباح ولغات الحدیث ولغات القرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ فقہ کی کتاب میں اس کی تعریف "ما حصل فیه العقد ولو کانا واقفین أو سائرین" (کتاب الفقہ فی المذاہب الاربعہ ۱۶۵/۵) سے کی گئی ہے، یعنی وہ جگہ اور وہ اجلاس جس میں عقد ہو اگرچہ عاقدین ٹھہرنے والے یا چلنے والے ہوں۔

۲- اتحاد مجلس سے مراد:

یہ ہے کہ عاقدین کی مجلس عقد متحد ہو، اور عقد سے چونکہ ایجاب وقبول مراد ہے (جیسا کہ "إلا أن تکون تجارة" سے معلوم ہوتا ہے) یعنی ایجاب وقبول کی مجلس متحد ہو، یعنی (مجلس ظرف ہونے کی وجہ سے) دو اعتبار سے: (۱) زمانہ اور (۲) مکان کے اعتبار سے، پھر ہر ایک میں دو اعتبار ہیں: (۱) حقیقی طور پر متحد ہونا اور مقترن ہونا، (۲) حکمی طور پر متحد ہونا۔ امام شافعی حقیقی اتحاد کے قائل ہیں، وعند الشافعي لا یمتد إلی آخر المجلس بل هو علی الفور" (بدائع الصنائع ۳۰۷/۵)۔ یعنی وقتی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول ان کے نزدیک شرط ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اتحاد حکمی مراد ہے، ایجاب کے بعد مجلس کے آخر تک خیار برقرار رہے گا، اور مجلس کی تمام ساعات کو ایک ساعت کا حکم دے کر آخر مجلس تک کے وقت کو حکماً متحد سمجھا جائے گا، جیسا کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: "إنما یمتد إلی آخر المجلس لأن المجلس جامع للمتفرقات فاعتبرت ساعاته ساعة واحدة دفعاً للعسر وتحقیقا للیسر"۔ امام شافعی کے قول میں حرج ہے کیونکہ قبول کرنے والے کو ایجاب کے بعد اگر غور کا موقع نہ دیا جائے تو حرج عظیم ہے، چنانچہ حاشیہ کنز میں

۲۲۷ وفتح القدیر ۵/۵۷ میں ہے: "قلنا إن العاقد یحتاج إلی التروی والتفکر فیجعل ساعاته ساعة واحدة، لہذا حنفیہ کے نزدیک زمانہ کے اعتبار سے ایجاب وقبول کے درمیان اقتران مراد نہیں، اور مجلس ایجاب وقبول کے مکمل ہونے کے بعد ختم ہوجائے گی (اس میں بھی شافعی وابوحنیفہ میں بڑا اختلاف ہے) ہاں مستحب ہے کہ جب تک دونوں مجلس میں ہوں تو اگر ان میں سے ایک رجوع کرے تو دوسرا "اقالہ" کرلے بدلیل روایت عمرو بن عاص "لا یحل لأحد من المتعاقدین أن یقوما عن المجلس خشیة أن یستقیله، ومن أقال بیعته أقاله الله عثراته یوم القیامة" (فتح القدیر ۵/۷۱، بقیہ بحثیں اعلاء السنن وغیرہ میں ہیں)۔

پھر مکان میں بھی (۱) حقیقی اتحاد، (۲) مجازی اتحاد دونوں ہیں، یہاں بھی حقیقی اتحاد اور اقتران نہیں ہوسکتا کہ ایجاب کرنے والے اور قبول کرنے والے دونوں کا بدن سے بدن ملا کر بیٹھنا ضروری ہو، کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت جابر سے ایجاب وقبول دو سواریوں میں بیٹھ کر کئے ہیں (کما فی حدیث البخاری)، نیز کتب فقہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو آدمی پیدل چل رہے ہوں یا دو سواریوں میں چل رہے ہوں تو ایجاب کے فوراً بعد یا ایک دو قدم چلنے کے بعد قبول کیا تو صحیح ہوجائے گا (کما أن أجاب علی فور کلامه متصلا جاز، إذا أجاب بعد ما مشی خطوة أو خطوتین جاز) اور عقلاً بھی مستبعد ہے کہ بدن سے بدن ملا کر ایجاب وقبول کرنے والے کو مجلس میں بیٹھنا ضروری ہو، لہذا عاقدین کی مجلس میں مطلق اتصال کا ثبوت ہوا، اب اگر دنیا بھر کے انفصال ودوری کو ثابت کیا جائے تو حرج ہے، اس لئے ایک ہی مجلس اور محفل کے مکان کو حکماً متحد فی المکان قرار دیا گیا (جیسا کہ المنجد، لغات الحدیث والقرآن وغیرہ اور فقہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے)۔

۳- اختلاف مجلس سے مراد:

اعراض پر دلالت کرنے والی چیز پیش آجائے جیسا کہ کسی عمل میں مشغول ہونا وغیرہ، یا جس کے لئے مجلس منعقد کی گئی اس کے علاوہ کے ساتھ مشغول ہو تو اختلاف مجلس ہوگا، "والتراقه باعتراض ما یدل علی الإعراض من الاشتغال بعمل آخر وغیره" (فتح القدیر ۵/۷۸)، المجلس المتحد أن لا یشتغل احد المتعاقدین بغیر ما عقد له المجلس أو ما هو دلیل الإعراض" (شامی ۴/۲۲)۔

۴- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ درست نہیں ہوگا کیونکہ اس میں عاقدین کی مجلس متحد نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ دونوں کے عکس ایک مجلس میں جمع ہوسکتے ہیں، اور عکس کے متحد ہونے کو متحد فی المجلس نہیں کہا جائے گا، اور بیع کے انعقاد کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب اور قبول کا ایک ہی مجلس میں ہونا شرط ہے جیسا کہ کتاب الفقہ فی المذاہب الاربعہ ۲/۱۶۷ میں ہے: "ومنها أن یکون الإیجاب والقبول في مجلس واحد فإن اختلف المجلس فإن البیع لا ینعقد"۔

۵- نکاح میں ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کا ہونا شرط ہے، اور ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کا سننا بھی گواہوں کے لئے ضروری ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوگا، اور یہاں دو شرط مفقود ہے کیونکہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کو شاہدین ایک ساتھ نہیں سنتے۔

"ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاً" هكذا في فتح القدير "وكذا إذا كان أحدهما غائبا لم ينعقد" (عالمگیری ۲/۱/۳۰۱)۔

۶- فون پر خرید وفروخت درست نہیں، اس لئے کہ اس میں اتحاد مجلس نہیں ہوتی، کیونکہ ایجاب کرنے والے اور قبول کرنے والے کی مجلس ایک نہیں ہوتی بلکہ الگ ہوتی ہے، "ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد" (فقہ المذاہب الاربعہ ۲/۱۶۷)۔

۷- (۱) ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا۔

(۲) اگر ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کے وقت عاقدین یا ان میں سے ایک کے پاس دو گواہ بیٹھے ہوں جو ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو عاقدین اور شاہدین متحد المجلس تصور نہیں کئے جائیں گے، کیونکہ مجلس دونوں کی الگ الگ ہے، ایک کی کلکتہ میں ہے تو دوسرے کی ممبئی میں ہے، صرف ایک ساتھ فون پر بات کرنے سے مجلس کو ایک تصور نہیں کیا جاسکتا: "ومنها ان يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتي لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول الخ ومنها سماع الشاهدين كلامهما معا" (بحوالہ فتاوی عالمگیری، فتح القدیر ۲/۱، فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۹۳)۔

(۳) فون میں نکاح کا وکیل بنانا درست ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ فون کے ذریعہ ایک فریق کسی کو وکیل بنادے، اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں بحیثیت وکیل ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے، مثلاً ہندہ زید کو فون کردے کہ میں تم کو اس بات کا وکیل بناتی ہوں کہ تم اپنے آپ سے میرا نکاح کردو، اب زید یہ کرے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں کہے کہ تم گواہ رہو کہ میں نے فلانہ سے نکاح کرلیا، لیکن ضروری ہے کہ گواہان اس عورت سے واقف ہوں، كما امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه فقال الوكيل اشهدوا إني قد تزوجت فلانة من نفسي إن لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح مالم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن عرف فلانة وعرفوا انه أراد تلك المرأة يجوز (جدید فقہی مسائل ص ۱۶۳)۔

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا ابو العاص وحیدی

تمہیدی بحث:

یہ موضوع عقود ومعاملات سے متعلق ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ بنیادی طور پر عقود ومعاملات کی دو قسمیں ہیں: اول: عقد نکاح، دوم: عقد نکاح کے علاوہ دوسرے معاملات جیسے بیع وشراء وغیرہ۔

نکاح اور دوسرے عقود بظاہر اپنی حقیقت وماہیت میں مشترک ہیں، اور وہ یہ ہے کہ سارے عقود کی اساس ایجاب وقبول پر ہے، اس لئے وہ دونوں عقد نکاح اور دوسرے عقود کے لئے بنیادی ارکان کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر نکاح اور دوسرے عقود میں ایک بڑا بنیادی فرق بھی ہے، جس کی طرف ایک لطیف اشارہ علامہ ابن رشد قرطبی نے اپنی مشہور کتاب "بدایۃ المجتہد" میں کیا ہے۔

انہوں نے کتاب النکاح میں ایک بحث یہ چھیڑی ہے کہ کیا عقد نکاح خیار کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ پھر اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ جمہور کے نزدیک عقد نکاح خیار کے ساتھ درست نہیں، اور امام ابوثور کے نزدیک عقد النکاح علی الخیار درست ہے، پھر علامہ ابن رشد نے جمہور کی دلیل ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

"او نقول إن أصل الخيار في البيوع هو الغرر والأنكحة لا غرر فيها لأن المقصود بها المكارمة لا المكايسة" (بدایۃ المجتہد ۲، کتاب النکاح، الباب الثانی، الموضع الثالث) (یا ہم کہیں گے کہ بیوع میں خیار کی اصل غرر (دھوکہ) ہے اور نکاحوں میں غرر نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کا مقصد شرف وفضل میں مقابلہ ہے نہ کہ خرید وفروخت میں مقابلہ)۔

علامہ ابن رشد کی اس لطیف بحث سے معلوم ہوا کہ من کل الوجوہ عقد نکاح عقد بیع وغیرہ کی طرح نہیں ہے، اس لئے کہ زواج کا مقصد واضح الفاظ میں شرف وفضل کے اعتبار سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے، مگر بیع وشراء وغیرہ میں محض مالی منفعت میں ایک دوسرے سے فائق ہوجانے کی کوشش کرنا اہم مقصود ہے، اس بنا پر انٹرنیٹ اور دوسرے وسائل کے ذریعہ عقود

معاملات کے انعقاد وعدم انعقاد پر بحث کرتے ہوئے ضروری ہے کہ نکاح اور دوسرے عقود کے درمیان اس بنیادی فرق کا لحاظ رکھا جائے ورنہ صحیح نتیجہ تک پہنچنا دشوار ہوگا۔

اس تمہیدی بحث کے بعد اب اختصار سے تمام سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں، اول: مجلس نکاح وبیع وغیرہ، دوم: مجلس طلاق، نکاح اور بیع وغیرہ میں ایجاب وقبول کے لئے اتحاد مجلس ضروری ہے، اتحاد مجلس کا مطلب ہے: "مادام المجلس قائما عرفا، أما إذا تشاغلا بما يقطع المجلس عرفا فيه لا يصح" (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ لعبدالرحمن الجزیری ۲۶/۴ طبع قطر) یعنی جب تک مجلس عرف کے اعتبار سے قائم رہے، البتہ اگر وہ دونوں یعنی ایجاب وقبول کرنے والے ایسے کام میں مشغول ہو جائیں جو عرف میں مجلس کو منقطع کر دیتا ہے تو اتحاد مجلس درست نہ ہوگا۔

علامہ سید سابق مصری نکاح وغیرہ میں اتحاد مجلس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اتحاد مجلس الإيجاب، والقبول بمعنى ألا يفصل بين الإيجاب والقبول بكلام أجنبي أو بما يعد في العرف إعراضا وتشاغلا عنه بغيره" (فقہ السنۃ المجلد الثانی بحث عقد الزواج ص ۱۶۱، مطبوع جدہ) (مجلس ایجاب وقبول کے اتحاد کا معنی یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان کوئی دوسری بات نہ لائی جائے یا ایسی کوئی چیز نہ لائی جائے جسے عرف میں اعراض اور اس سے بے نیازی شمار کی جائے)۔

۲- اگر عرف وعادت میں انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا تحقق ہو جائے اور غرر (دھوکہ) کا اندیشہ نہ ہو تو شرعاً خرید وفروخت کا معاملہ منعقد ہو جائے گا، دراصل اسلامی شریعت نے بیوع اور اجارہ وغیرہ میں مختلف قوموں اور ملکوں میں رائج عرف وعادت کا اعتبار کیا ہے، امیر المؤمنین فی الحدیث والفقہ امام بخاری نے بہت سی آیات واحادیث کی روشنی میں ایک مستقل باب اس طرح قائم کیا ہے: "باب من أجرى الأمصار على ما يتعارفون بينهم في البيوع والإجارة والمكيال والوزن وسننهم على نياتهم ومذاهبهم المشهورة" (الجامع الصحیح للبخاری، کتاب البیوع ص ۲۹۴، مطبوعہ دہلی) (اس مسئلہ کا باب کہ مختلف شہروں کو بیع، اجارہ اور ناپ وتول میں ان کے متعارف طریقوں پر باقی رکھا جائے اور ان کی نیتوں اور مشہور طریقوں کے مطابق ان کی عادت کو محمول کیا جائے۔

۳- انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد نہ ہوگا اس لئے کہ وہاں اتحاد مجلس کی شرط مفقود ہے، اگرچہ عاقدین ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور دو گواہ تحریری ایجاب وقبول کو دیکھ رہے ہیں، مگر اتنی سی بات اتحاد مجلس کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے کہ انٹرنیٹ کے اسکرین پر جو معاملہ نظر آ رہا ہے وہ اصل معاملہ کا عکس ہے، پھر نکاح کی روح دوسرے عقود ومعاملات کی روح سے بالکل مختلف ہے، اس لئے نکاح کو دوسرے عقود پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۴- دو افراد کے درمیان انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کا جو معاملہ ہوتا ہے ایک تیسرا شخص یقیناً اس کی تفصیل حاصل

کرسکتا ہے جس سے تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھاسکتا ہے، تو اس میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا، یہ صورت حال کسی کے علم، صلاحیت اور تجربہ سے استفادہ کے قبیل سے ہے، یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی استاذ حدیث کسی کو اپنی مرویات کی اجازت نہ دے تب بھی وہ روایت کرسکتا ہے، اسے درست مانا جائے گا (مقدمہ ابن الصلاح النوع الرابع والعشرون)۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت ممکن ہے جسے شرعی طور پر درست قرار دیا جائے گا، میں ذاتی طور پر ویڈیو کانفرنسنگ سے واقف نہیں ہوں، بعض اصحاب سے مراجعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ اس کے ذریعہ تجارت ممکن ہے اور اگر اس میں غرر کا اندیشہ نہ ہو تو شرعی طور پر اسے درست تصور کیا جانا چاہئے، دراصل یہاں بھی عرف وعادت کا معاملہ ہے، اگر دور جدید میں عرف وعادت کے اعتبار سے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ معاملہ کیا جاتا ہے تو اس میں شرعی قباحت نہ ہوگی۔

رہی یہ بات کہ ویڈیو کانفرنسنگ اور انٹرنیٹ پر ہونے والے تمام معاملات کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے جسے بآسانی دوسرا شخص یا سی بی آئی کے لوگ حاصل کرسکتے ہیں تو اس سے یقیناً بائع ومشتری کو نقصان ہوسکتا ہے مگر اس کی وجہ سے ان معاملات کو ناجائز نہیں کہہ سکتے۔

۶- فون پر خرید وفروخت درست ہے، اس وقت تو عالمی وملکی طور پر فون کے ذریعہ بڑے بڑے کاروبار بڑے خوشگوار انداز میں ہوتے ہیں، اس لئے وہ عرف وعادت میں شامل ہوگیا ہے، لہذا درست ہے، فون کے ذریعہ جو بیع ہوتی ہے اسے ادھار بیع کہہ سکتے ہیں جس کی صحت کی درج ذیل شرطیں ہیں:

اول: قیمت معلوم ومتعین ہو، دوم: مبیع متعین ومتعارف ہو، سوم: مدت متعین ہو، چہارم: طرفین مکمل طور پر رضامند ہوں، فون پر جو معاملہ ہوتا ہے اس میں یہ چاروں شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے وہ معاملہ درست ہوگا۔

فون کے ذریعہ بیع کے جواز پر اس آیت قرآنی سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے:

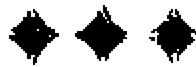
"یا أیھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم الخ (سورۂ نساء، ۲۹) (اے ایمان والو! آپس میں حرام طریقہ سے اپنے مال نہ کھاؤ لا یہ کہ ایسی تجارت ہو جو باہم رضامندی سے ہو)۔

۷- ٹیلیفون پر شرعی اعتبار سے نکاح کا ایجاب وقبول متحقق نہ ہوگا، جس کی دو وجہیں ہیں: اول: عاقدین کی مجلس بالکل مختلف ہے، دوم: گواہان پوری طرح فریقین کی بات سن نہیں سکتے۔ اور اگر ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تب بھی عاقدین اور شاہدین متحد المجلس نہیں تصور کئے جائیں گے۔

البتہ فون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے، یعنی عورت یا مرد میں سے کوئی بھی دوسرے کو اپنا وکیل بنادے اور وہ نکاح

کا ایجاب یا قبول کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار وکیل کا فرض دونوں کی طرف سے انجام دیا، آپ نے مرد سے کہا: "أترضى أن أزوجك فلانة؟" اور عورت سے کہا: "أترضين أن أزوجك فلانا" اس طرح ان دونوں کا نکاح ہو گیا (اخرجہ ابوداؤد فی کتاب النکاح بحوالہ "فقہ السنہ ۲، الوکالۃ فی النکاح)، اسی طرح ام حبیبہ حبشہ میں تھیں اور آپ ﷺ مکہ میں تھے، شاہ حبشہ نجاشی نے ام حبیبہ کی شادی آپ ﷺ سے کرائی، اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے وکیل عمرو بن امیہ ضمری تھے (اخرجہ ابوداؤد فی کتاب النکاح بحوالہ "فقہ السنہ ۲، الوکالۃ فی النکاح)۔

ان دونوں واقعات سے بذریعہ ٹیلیفون توکیل نکاح کے مسئلہ میں رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔



فون اور انٹرنیٹ پر معاملات کا شرعی حکم

مفتی عبدالرحیم
دارالعلوم المصطفوی، بارہ مولہ کشمیر

۱- مجلس کیا ہے؟

الف- (وإذا أوجب واحد قبل الآخر) بائعا كان أو مشتريا (في المجلس) لأن خيار القبول مقيد به" (درمختار علی الشامی ۴ر۲۰)۔

ب- (قوله في المجلس) حتى لو تكلم البائع مع إنسان في حاجة له فإنه يبطل -بحر- فالمراد بالمجلس ما لا يوجد فيه ما يدل على الإعراض وأن لا يشتغل بمفوت له فيه وإن لم يكن للإعراض افاده في النهر فإن وجد بطل ولو اتحد المكان (شامی ۴ر۲۰)۔

ج- "(وما لم يقبل بطل الإيجاب إن رجع الموجب) قبل القبول (أو قام أحدهما) وإن لم يذهب (عن مجلسه) على الراجح - نهر وابن الكمال - فإنه كمجلس خيار المخيرة وكذا سائر التمليكات" (درمختار ۴ر۲۱،۲۲)۔

ترجمہ وخلاصہ عبارات بالا:

خرید وفروخت کا معاملہ کرنے والے دو فریقوں میں سے جب ایک فریق معاملہ کی پیش کش کرے خواہ وہ بائع ہو یا خریدار تو دوسرے فریق کو بھی اسی مجلس میں یہ پیشکش قبول کرنی ضروری ہے، کیونکہ خیار قبول (عقد کو قبول یا رد کرنے کا اختیار) مجلس کے ساتھ مشروط ہے، چنانچہ اگر بیچنے والا ایجاب (معاملہ کی پیشکش) کرنے کے بعد ہی اپنی کسی ضرورت سے خریدار کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے بات چیت کرے گا تو اس کی پیشکش (ایجاب) باطل ہو جائے گی اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ بحر۔ اس

سے معلوم ہوا کہ مجلس سے مراد یہ ہے کہ عاقدین یا ان میں سے کوئی ایک دوران مجلس عقد کوئی ایسی حرکت یا عمل نہ کرے جس سے معاملہ کے تئیں ان کی عدم دلچسپی یا بے توجہی برتنے کا عندیہ ملتا ہو یا معاملہ سے دلچسپی کے باوجود ان کے کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اصل عقد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہو، لہٰذا اگر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات دوران عقد پیش آ گئی تو وہ عقد ہی باطل ہو جائے گا اگر چہ عاقدین ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے ہوں (درمختار مع الشامی ۴ر۲۰)۔

۲- "وفي المجتبى المجلس المتحد أن لا يشتغل أحد المتعاقدين بغير ما عقد له المجلس أو ما هو دليل الإعراض" (شامی ۴ر۲۲)۔

اور مجتبی میں ہے کہ مجلس متحد وہ ہے جس میں عاقدین اسی کام میں لگے رہیں جس کے لئے مجلس منعقد ہوئی ہے اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے مجلس کی غرض کے تئیں بے توجہی اور اعراض محسوس ہو۔

۳- اختلاف مجلس کا مطلب کیا ہے؟

قال في النهر واختلاف المجلس باعتراض ما يدل على الإعراض من الاشتغال بعمل آخر كالأكل إلا إذا كان لقمة وشرب إلا إذا كان الإناء في يده ونوم إلا أن يكونا جالسين وكلام ولو لحاجة ومشي مطلقاً في ظاهر الرواية حتى لو تبايعا وهما يمشيان أو يسيران ولو على دابة واحدة لم يصح واختار غير واحد كالطحاوي أنه إن أجاب على فور كلامه متصلا جاز وصححه في المحيط وقال في الخلاصة لو قبل بعد ما مشي خطوة أو خطوتين جاز وفي مجمع التفاريق وبه نأخذ" (رد المحتار علی الدر المختار ۴ر۲۲)۔

النہر الفائق میں ہے کہ انعقاد مجلس کی غرض و مقصد سے بے توجہی (مثلاً اصل غرض کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے) سے مجلس بدل جاتی ہے جیسے (۱) معاملہ کرتے ہوئے کھانا، (جبکہ ایک لقمہ سے زائد ہو) (۲) پینا (جبکہ پہلے سے گلاس وغیرہ ہاتھ میں نہ ہو) (۳) سونا (البتہ بیٹھے بیٹھے نیند آ جائے تو مجلس نہیں بدلی) (۴) بولنا (اگر چہ ضرورت سے ہو) (۵) چلنا (چاہے تھوڑا ہی ہو) وغیرہ، ظاہر الروایہ، چنانچہ اگر عاقدین چلتے چلتے یا ایک ہی سواری پر بیٹھے بیٹھے معاملہ کر لیں تب بھی درست نہ ہوگا، لیکن امام طحاوی اور دوسرے بہت سے علماء کا قول اس کے خلاف ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورتوں میں اگر ایجاب کے فوراً بعد قبول پایا جائے تو معاملہ درست ہو جائے گا، محیط میں اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے، خلاصہ میں ہے کہ اگر فریق ثانی ایک دو قدم چل کر قبول کرے گا تب بھی معاملہ صحیح ہے اور مجمع التفاریق میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے (شامی ۴ر۲۲)۔

۴-انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کا جواز:

الف-"والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب واداء الرسالة"
(ہدایہ ۳؍۲۵ مع المطابع لکنو)۔

ب-"(ولا يتوقف شطر العقد فيه) أي البيع (على قبول غائب) (اتفاقاً) إلا إذا كان بكتابة أو رسالة فيعتبر مجلس بلوغها (كما) لا يتوقف في النكاح على الأظهر" (درمختار علی الشامی ۴؍۱۱)۔

ج-"(قوله ولا يتوقف) أي بل يبطل، قوله (شطر العقد) المراد به الإيجاب الصادر أولاً، قوله (إلا إذا كان بكتابة) صورة الكتابة أن يكتب: أما بعد فقد بعت عبدي فلاناً منك بكذا فلما بلغه الكتاب قال في مجلس ذلك: اشتريت" تم البيع بينهما" (شامی ۴؍۱۱)۔

د-"قلت ويكون بالكتابة من الجانبين فإذا كتب اشتريت عبدك فلاناً بكذا فكتب إليه البائع قد بعت فهذا بيع كما في التتارخانية" (شامی ۴؍۱۱)۔

(۱) بیع کے معاملہ میں تحریر سے مدد لینا ایسا ہی ہے جیسے زبانی گفتگو کے ذریعہ خرید وفروخت کی جاتی ہے یہی حال قاصد کے ذریعہ معاملہ کرنے کا بھی، لہذا جب فریق ثانی کے پاس فریق اول (بائع یا مشتری) کی تحریر یا قاصد پہنچے گا تو اس وقت ہی فریق ثانی پر مجلس عقد کے احکامات رد وقبول کے سلسلہ میں نافذ ہوں گے (ہدایہ ۳؍۲۵)۔

(۲) بیع میں (فریق اول کا) ایجاب فریق ثانی کے قبول پر موقوف نہیں رہے گا اگر وہ غیر حاضر ہو بلکہ یہ ایجاب باطل ہوجائے گا، یہی حکم نکاح کے معاملہ میں بھی ہے البتہ اگر فریق ثانی کی غیر حاضری کے وقت معاملہ خط وکتابت کے ذریعہ کیا جائے تو درست ہے اور خط لکھنے کا طریقہ بطور نمونہ یہ ہے: حمد وصلوٰۃ کے بعد" میں نے اپنا فلاں غلام تم کو فروخت کردیا ہے" جب فریق ثانی خط کا مضمون سمجھ کر اسی مجلس میں یہ کہہ دے کہ" میں نے وہ غلام خرید لیا" تو یہ عقد درست ہوگیا۔

وضاحت:

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جس طرح اوپر کی مثال میں تحریری معاملہ کی پیشکش صرف ایک طرف سے ہوئی ہے اور دوسری جانب سے قبول زبانی ہوا ہے اگر اسی طرح دوسری جانب سے بھی تحریر اسی پیشکش (ایجاب) کو قبول کیا جائے تب بھی عقد جائز اور صحیح ہوجائے گا جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں موجود ہے (شامی ۴؍۱۱)۔

چونکہ انٹرنیٹ پر بھی عقد کی صورت تحریری معاملہ کی ہی ہوگی اور تحریری معاملہ کی اجازت درج بالا تصریحات سے واضح ہے، لہذا انٹرنیٹ پر خرید وفروخت جائز اور درست ہے، البتہ اس میں بیع وشراء کے دیگر شرعی ضابطوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ عاقدین دوران عقد ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان رہے ہوں ورنہ معاملہ درست نہ ہوگا۔

۵-ٹیلیفون پر خرید و فروخت:

الف-"وصورة الإرسال ان يرسل رسولاً فيقول البائع بعت هذا من فلان الغائب بألف درهم فاذهب يا فلان وقل له فذهب الرسول فاخبره بما قال فقبل المشتري في مجلسه ذلک" (شامی ۴/۱۱)۔

ب-"وذکر شيخ الإسلام خواهر زادة في مبسوطه الکتاب والخطاب سواء" (شامی ۴/۱۱)۔

ج-"وکذلک الغيبة بالکتابة فإن القلم أحد اللسانين وذکر المصنف شخصا معينا وتهجين کلامه في الکتاب غيبة (إحياء العلوم، بيان أن الغيبة لا تقتصر على اللسان" (آلات جدیدہ، حاشیہ ص ۱۵۰)۔

جہاں تک ٹیلیفون پر خرید و فروخت کا مسئلہ ہے اگر چہ اس کے متعلق احقر کو باوجود تلاش کے کوئی فقہی جزیہ نہیں ملا، تاہم درج بالا عبارات اور علماء عصر کی تحقیقات پر غور کرنے سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، مثلاً:

الف-فقہاء نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ تحریر کے ذریعہ معاملہ کرنے اور زبانی گفتگو کے ذریعہ معاملہ کرنے کا حکم یکساں ہے اور جس طرح گفتگو کے ذریعہ غیبت حرام ہے بالکل اسی طرح تحریری غیبت بھی حرام ہے اور محاورات وعرف میں قلم کو بھی ایک قسم کی زبان کہا جاتا ہے چنانچہ مشہور مقولہ ہے: "القلم أحد اللسانين" لہذا ان سب چیزوں کا تقاضا ہے کہ فون کے ذریعہ خرید و فروخت درست ہونی چاہئے کیونکہ جس طرح دیگر احکام میں آلہ اور مشین کے درمیان میں ہونے کے باوجود فعل کی نسبت آلہ کی بجائے انسان ہی کی طرف کی جاتی ہے مثلاً قتل کرنا بذریعہ آلہ، مشینوں کے ذریعہ مجسمے بنانا اور یہود کے یوم السبت میں شکار کی تدبیروں کو بالترتیب حقیقۃً قتل کرنے، مجسمے سازی اور باقاعدہ شکار کرنے سے شریعت نے تعبیر کیا ہے اور شریعت تو نہایت مقدس چیز ہے، آپ کتے جیسے جانور کو ڈنڈے سے ماریئے تو وہ آلہ یعنی ڈنڈے پر نہیں بلکہ آپ پر بھونکےگا۔

لہذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آلہ کے ذریعہ قتل کرنے اور مشین کے ذریعہ مجسمے ڈھالنے پر (آلہ اور مشین کے درمیان میں ہونے کے باوجود) شرعاً قتل کرنے اور تصویر سازی ومجسمے بنانے کا حکم لگا کر انہیں حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح خط کے ذریعہ معاملات کے درست وجائز ہونے کی بنا پر ٹیلیفون پر ہونے والے معاملات کو بھی درست قرار دیا جائے۔ کیونکہ جس طرح ٹیلیفون ایک آلہ ہے، اسی طرح قلم وخط بھی آلہ ہے، اگر چہ قدیم ہے، جیسے خط کے ذریعہ ایجاب کرنے والا اپنے مدعا کو فریق ثانی تک پہنچاتا ہے، اسی طرح ٹیلیفون پر بھی ہوتا ہے، بلکہ ناخواندہ شخص کے لئے خط کی بہ نسبت فون پر زیادہ سہولت ہے، پھر جس انداز پر فریق ثانی کے پاس وہ خط پہنچنے کی صورت میں معاملہ منعقد ہو جائے گا اس کے مقابلے میں نہایت ہی کم وقت میں گفتگو کے ذریعہ فون پر معاملہ ہو سکتا ہے۔

ب-تحریری معاملہ کی طرح فقہاء نے قاصد کے ذریعہ معاملہ کرانے کو بھی جائز قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: اور قاصد

کی صورت یہ ہے کہ مثلاً بائع قاصد کو یہ کہہ کر روانہ کرے کہ "میں نے یہ چیز فلاں شخص کو جو اس وقت موجود نہیں ہے ایک ہزار درہم میں فروخت کی، لہٰذا تم جا کر اسے اس معاملہ کی خبر کر دو" چنانچہ جب یہ قاصد پیغام لے کر فریق ثانی کے پاس پہنچا اور اسے بائع کا پیغام سنایا اور فریق ثانی (خریدار) نے اسی مجلس میں سودا قبول کر لیا تو یہ سودا درست ہو گیا (شامی ۴/۱۱)۔

اتنا ہی نہیں بلکہ فقہاء نے قاصد کو فریقین میں معاملہ کرانے کی بھی اجازت دی ہے (شامی ۴/۵) اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قاصد عاقدین سے الگ تیسرا شخص ہے جبکہ ٹیلیفون کی آواز درج ذیل حتمی تحقیق کی روشنی میں معاملہ کرنے والے کی ہی آواز ہے تو جب عاقدین کا غیر ایک تیسرا شخص (قاصد) ایک طرفہ کے بجائے دو طرفہ معاملہ کرا سکتا ہے، ٹیلیفون کے ذریعہ عاقدین کیوں معاملہ نہیں کر سکتے؟

۲- انٹرنیٹ اور فون پر عقد کے شرائط:

الف- "وذكر في البحر أن شرائط البيع أربعة أنواع: (۱) شرط انعقاد، (۲) ونفاذ، (۳) وصحة، (۴) ولزوم - فالأول أربعة أنواع: (۱) في العاقد، (۲) وفي نفس العقد، (۳) وفي مكانه، (۴) وفي المعقود عليه، فشرائط العقد اثنان: العقل والعدد، فلا ينعقد بيع مجنون وصبي لا يعقل ولا وكيل من الجانبين الأمي والأب ووصيه والقاضي وشراء العبد نفسه من مولاه بأمره والرسول من الجانبين، ولا يشترط فيه البلوغ ولا الحرية فيصح بيع الصبي أو العبد لنفسه موقوفاً ولغيره نافذا ولا الإسلام والنطق والصحو، وشرط العقد اثنان أيضاً موافقة الإيجاب للقبول فلو قبل غير ما أوجبه أو بعضه أو بغير ما أوجبه أو ببعضه لم ينعقد ...... وكونه بلفظ الماضي، وشرط مكانه واحد وهو اتحاد المجلس، وشرط المعقود عليه ستة كونه موجوداً مالا متقوما، مملوكا في نفسه، وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه وكونه مقدور التسليم الخ (شامی ۴/۵۰۵)۔

ب- "والذي يظهر من كلامهم تفريعاً وتعليلاً أن المراد بمعرفة القدر والوصف ما ينفي الجهالة الفاحشة وذلك بما يخصص المبيع عن أنظاره وذلك بالإشارة إليه لو حاضراً في مجلس العقد وإلا فبيان مقدار، مع بيان وصفه لو من المقدورات كبعتك كرحنطة بلدية مثلاً بشرط أن يكون في ملكه أو ببيان مكانه الخاص كبعتك ما في هذا البيت أو ما في كمي أو بإضافته إلى البائع كبعتك عبدي ولا عبد له غيره أو ببيان حدود أرض ففي كل ذلك تنفي الجهالة الفاحشة عن المبيع وتبقى الجهالة اليسيرة التي لا تنافي صحة البيع لارتفاعها بثبوت خيار الرؤية الخ" (شامی ۴/۲۹)۔

درج بالا تشریح کی روشنی میں انٹرنیٹ وٹیلیفون پر بھی خرید وفروخت کے لئے ان شرائط کا پورا کرنا لازم ہے جو فقہاء کرام بیع کے سلسلہ میں تفصیلاً بیان فرما چکے ہیں، مختصراً ہم بھی ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) عاقدین دوران عقد ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان رہے ہوں، (۲) دونوں فریق عقل مند اور سوجھ بوجھ رکھنے والے ہوں، (۳) معاملہ دونوں جانب سے ہو، ایک ہی شخص دو طرفہ وکیل نہیں ہوسکتا (استثناء کی صورتیں عربی عبارت میں ملاحظہ فرمائیں) (۴) ایجاب وقبول میں مکمل مطابقت ہو، (۵) عقد کی تعبیر ماضی کے صیغے سے کی جائے، (۶) مجلس متحد ہو، (۷) بکنے والی چیز موجود ہو، (۸) قابل انتفاع ہو، (۹) بائع کی ملکیت میں ہو، (۱۰) اور بائع اس بکنے والی چیز کو خریدار کے حوالہ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، (۱۱) جس چیز کو بیچا جارہا ہے، اس کی مقدار اور صفت اس طرح واضح کی جائے کہ خریدار سمجھ جائے یعنی میٹر، گز، ایکڑ اور کلو وغیرہ کی تعیین کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی واضح کیا جائے کہ چیز کس کوالٹی کی ہے، کس کمپنی کی ہے اور کس جگہ کی وغیرہ وغیرہ، خلاصہ یہ کہ بعد جھگڑا نہ پیدا ہو اس بات کا خاص خیال رکھا جائے اور پوری وضاحت کی جائے (شامی ۴/۵،۶،۲۴)۔

۷-بصورت اضطرار انٹرنیٹ پر نکاح درست ہوگا:

"وفي غاية البيان وقال شمس الأئمة السرخسي في كتاب النكاح من مبسوطه: كما ينعقد النكاح بالكتابة ينعقد البيع وسائر التصرفات بالكتاب أيضا، وذكر شيخ الإسلام خواهرزادة في مبسوطه الكتاب والخطاب سواء إلا في فصل واحد وهو أنه لو كان حاضراً فخاطبها بالنكاح فلم تجب في مجلس الخطاب ثم أجابت في مجلس آخر فإن النكاح لا يصح وفي الكتاب إذا بلغها وقرأت الكتاب ولم تزوج نفسها منه في المجلس الذي قرأت الكتاب فيه ثم زوجت نفسها في مجلس آخر بين يدي الشهود وقد سمعوا كلامها وما في الكتاب يصح النكاح لأن الغائب إنما صار خاطباً لها بالكتاب والكتاب باق في المجلس الثاني فصار بقاء الكتاب في مجلسه وقد سمع الشهود ما فيه في المجلس الثاني بمنزلة ما لو تكرر الخطاب من الحاضر في مجلس آخر فأما إذا كان حاضراً فإنما صار خاطباً لها بالكلام وما وجد من الكلام لا يبقى إلى المجلس الثاني وإنما سمع الشهود في المجلس الثاني أحد شطري العقد ـ ٥١" (شامی ۴/۱۱)۔

اور غایۃ البیان میں ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے اپنی کتاب المبسوط میں کتاب النکاح کے اندر فرمایا ہے کہ جس طرح نکاح تحریری طور پر منعقد ہوجاتا ہے، بیع اور دیگر معاملات بھی تحریراً درست ہوجاتے ہیں، اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے

بھی اپنی کتاب مبسوط میں فرمایا ہے کہ تحریر کے ذریعہ معاملہ کرنا آمنے سامنے معاملہ کرنے کے مثل ہے، صرف ایک مقام پر دونوں میں فرق ہوجاتا ہے، وہ یہ کہ اگر مرد اور عورت دونوں مجلس میں حاضر ہوں اور مرد کے ایجاب نکاح کرنے پر عورت نے اسی مجلس میں قبول نہیں کیا بلکہ کسی دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح درست نہ ہوگا، لیکن تحریری نکاح میں اگر تحریر پڑھ کر اسی مجلس میں عورت پیغام نکاح قبول نہ کرے بلکہ کسی دوسرے مجلس میں گواہوں کو سنا کر نکاح کا وہ تحریری پیغام پڑھ کے گواہوں کے سامنے اسی مجلس میں یہ پیغام قبول کرلے تو نکاح درست ہوجائے گا، ان دونوں صورتوں میں جو فرق بیان ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ بذریعہ خط نکاح کا پیغام بھیجنے والے نے جس تحریر کے ذریعہ عورت کو مخاطب بنایا تھا (اور عورت نے پہلی مجلس میں قبول نہیں کیا تھا) بالکل وہی تحریر اس دوسری مجلس میں بھی موجود ہے، جس میں عورت نے پیغام نکاح قبول کیا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے مرد اور عورت کے مجلس میں حاضر ہونے کی صورت میں جب عورت اس مجلس میں مرد کی پیشکش قبول نہ کرے تو بھی مرد دوبارہ اسی عورت کو کسی دوسری مجلس میں پیغام نکاح دے اور اس بار وہ قبول کرے، جس طرح اس زبانی نکاح کے منعقد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح تحریری پیغام کو ایک مرتبہ قبول نہ کرکے عورت کی طرف سے دوسری مجلس میں قبول کرنے سے بھی نکاح بلاشبہ درست ہے، لیکن حاضر ہونے کی صورت میں اگر عورت اور مرد کے درمیان ایجاب وقبول ہونے کے بجائے صرف مرد کی طرف سے ایجاب پایا جائے (جیسا کہ چند سطور قبل مذکور ہوا) تو نکاح منعقد نہ ہوگا اگر چہ عورت دوسری مجلس میں قبول بھی کرلے، کیونکہ پہلی مجلس میں صرف ایجاب پایا گیا اور دوسری مجلس میں صرف قبول جبکہ دونوں کا ایک ہی مجلس میں ہونا ضروری ہے (شامی ۳؍۱۱)۔

درج بالا تحریر میں نہ صرف یہ کہ انٹرنیٹ پر شرعی شرائط کے ساتھ جواز نکاح کی دلیل موجود ہے بلکہ ایجاب کرنے والے کے جواب میں فریق ثانی کی طرف سے قبول کرنے میں تاخیر کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ تاخیر سے قبول کرنے کی صورت میں حسب ضابطہ گواہ بھی موجود ہوں اور وہ ایجاب کرنے والے کی محفوظ تحریر کو قبول کرنے والے کی زبانی سن کر اس کے قبول کرنے کو بھی اچھی طرح سن لیں، لیکن واضح رہے کہ نکاح کے معاملہ میں اضطرار شرعی کی صورت میں ہی انٹرنیٹ کا سہارا لیا جائے۔

۸-فون پر نکاح کا حکم:

جہاں ٹیلیفون پر نکاح کا تعلق ہے تو اگر چہ اسپیکر فون اور ایکٹینشن فون وغیرہ کے ذریعہ گواہی وغیرہ شرعی لوازم پورے ہونے کا امکان موجود ہے لیکن ان تکلفات سے بچتے ہوئے یہاں بھی عام حالات میں عدم جواز اور اضطرار کی صورت میں جواز کا حکم دینا مناسب ہے، اس سلسلہ میں حضرت تھانوی کا فتوی ملاحظہ ہو:

سوال: ایک شہر کے مفتی یا دیندار عالم کے نزدیک رؤیت ہلال کا ثبوت بموجب شرع شریف کے ہوا اور وہ اس رؤیت کے ثبوت کی خبر دوسرے شہر کے مفتی یا دیندار عالم کو بذریعہ آلۂ ٹیلیفون کے کرے کہ جس میں خبر دہندہ و مخبر بالیہ ایک دوسرے کی آواز کو اچھی طرح سنتے اور پہچانتے ہیں اور تکلم کے وقت غیر کا واسطہ بھی نہیں ہوتا اور مخبر بالیہ کو اس خبر کی تصدیق میں کسی طرح کا شک وشبہ بھی نہیں رہتا، تو اس خبر پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں، اور صورت مسئولہ میں اور دوسرے قابل اعتبار ٹیلیفون کی ضرورت باقی رہی یا نہیں؟

جواب: ایک کلام تو خود طریق موجب میں ہے سو اس کا سوال مقصود نہیں، دوسرا کلام ٹیلیفون کے واسطہ میں ہے اور یہی مقصود بہ سوال ہے، سو اس کا جواب ظاہر ہے کہ جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے، اس میں غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع نہیں، اس میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے تو معتبر ہے (آلات جدیدہ از امداد الفتاوی ص ۱۹۵)۔

اور انٹرنیٹ وٹیلیفون پر نکاح کے سلسلہ میں جو چیزیں حجاب بن سکتی ہیں اور شکوک پیدا کر سکتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

۹- ایک ضروری تنبیہ:

گذشتہ صفحات میں انٹرنیٹ اور ٹیلیفون پر نکاح کو عام حالات میں ناجائز اور اضطرار کی صورت میں جائز قرار دینے کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

الف- التباس وعدم تعیین:

انٹرنیٹ وٹیلیفون پر نکاح کے سلسلہ میں یہ خطرہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ فون پر بولنے والے اور انٹرنیٹ پر لکھنے والے کی پہچان بسا اوقات نہیں ہو پاتی ہے، فون کے معاملہ میں اس اشتباہ کا سبب کبھی تو مختلف آوازوں میں مماثلت قرار دیا جاسکتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود بولنے والا شخص ہی ریسور پر کپڑا لپیٹ کر یا دوسرے طریقوں سے جان بوجھ کر آواز کو مشتبہ بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے بولنے والے کی پہچان نہایت دشوار ہو جاتی ہے، معاملہ اگر اسی حد تک ہوتا ہے تو قابو کرنا ممکن تھا مگر صورت حال یہ ہے کہ خود ٹیلیفون لائن کی مختلف خرابیاں بھی بسا اوقات بولنے والے کی پہچان میں حجاب بن جاتی ہیں، مثلاً (۱) زبردست شور جس میں بولنے والے کی آواز ہی دب جاتی ہے، اور اس کی پہچان نہیں ہو پاتی، (۲) اصل آواز سنائی دینے کی بجائے بازگشت (Ecoh) کا سنائی دینا، (۳) بار بار رابطہ منقطع ہو جانے کی بنا پر کلام کے تسلسل اور فہم میں رکاوٹ پیدا ہونا، (۴) صحیح نمبر ڈائل کرنے کے باوجود غیر مطلوب شخص سے شرف ہم کلامی نصیب ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اور جہاں تک اس سلسلہ میں انٹرنیٹ کا تعلق ہے تو اس میں اگر چہ ایجاب کرنے والے کی ہو بہو تحریر کا عکس فریق ثانی کو موصول ہو جاتا ہے جبکہ سکیننگ (Scanning) کا عمل کیا جائے (اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایجاب کرنے والا اپنی اصل تحریر ایک مشین (Scanner) میں ڈال کر اس کے عکس کو کمپیوٹر پر خود منتقل کر سکتا ہے یا کسی دوسرے سے کروا سکتا ہے جسے فریق ثانی دیکھ بھی سکتا ہے اور حاصل بھی کر سکتا ہے اور اس صورت کے جواز میں کلام نہیں ہے، لیکن اس کے علاوہ بذریعہ تحریر ایجاب وقبول کی جو دوسری صورتیں کمپیوٹر وانٹرنیٹ پر دستیاب ہیں، مثلاً (E-mail) ای میل وغیرہ تو ان میں کلمۃ السر (Pass Word) (جسے بالفاظ دیگر کمپیوٹر پر بذریعہ انٹرنیٹ مراسلت کے لئے کسی مخصوص شخص کی خفیہ کلید کہا جا سکتا ہے) کے چوری ہو جانے، کسی دوسرے کو معلوم ہونے اور اس کے غلط استعمال کا مسلسل خطرہ موجود ہے، جس کی تین شہادتیں پیش کی جاتی ہیں اور آئے دن دیکھنے میں آتی ہیں، چنانچہ مذکورہ کلمۃ السر (Pass Word) کی چوری کرنے والا یا اسے معلوم کرنے والا خود کو بآسانی ایجاب کرنے والے کی صورت میں پیش کر سکتا ہے (جبکہ یہ حقیقت کے خلاف صرف ڈرامہ ہوتا ہے) البتہ اگر فریقین کے مابین انٹرنیٹ پر ایک دوسرے کی شناخت کے لئے کوئی دوسرا خفیہ طریقہ موجود ہو تو یہ خطرہ نہیں رہے گا۔

بہر حال درج بالا خدشات وخطرات کے پیش نظر انٹرنیٹ پر اور اسی طرح ٹیلیفون پر نکاح کی اجازت اسی صورت میں دی جائے جب کہ (۱) نکاح نہ کرنے کی صورت میں حرام میں مبتلا ہونے کا شدید خطرہ ہو، (۲) ایسا اضطرار ہو کہ نکاح کرنے کے لئے ٹیلیفون اور انٹرنیٹ کے استعمال کے سوا کوئی دوسری مشروع صورت موجود نہ ہو، (۳) اس کے باوجود بھی انٹرنیٹ وفون پر نکاح کرتے وقت حتی الوسع زیادہ سے زیادہ مسنون طریقے کو ہی اپنایا جائے۔

ب- مذکورہ حکم کی دوسری وجہ یہ ہے کہ الحمد للہ ابھی تک مسلم معاشرہ بہت حد تک مسنون طریقہ نکاح پر کاربند ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں عام ابتلاء وتعامل نہیں پایا جا رہا ہے، جس کی بنا پر صرف اضطرار میں ہی نکاح کا جواز ہو گا۔

ج- اضطرار شرعی کے بغیر انٹرنیٹ وفون پر نکاح کے عدم جواز کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ فقہاء نے معاملات کے اصل طریقہ کو چھوڑ کر مراسلت یا قاصد کے ذریعہ خرید وفروخت کو عذر شرعی کے ساتھ مشروط کیا ہے، مثلاً: (۱) عاقدین کا ایک دوسرے سے دور ہونا، (۲) عاقدین یا ان میں سے ایک کا گونگا ہونا وغیرہ، اب اگر چہ ابتلاء عام وتعامل کی بنا پر معاملات کے سلسلہ میں توسع سے کام لیا گیا ہے، لیکن چونکہ نکاح صرف معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک اعتبار سے عبادت بھی ہے، لہٰذا نکاح کے سلسلہ میں اس شرط کا بدرجۂ اولی لحاظ رکھا جائے گا، ملاحظہ فرمائیں:

"وكما ينعقد البيع بالإيجاب والقبول ينعقد بالكتابة بشرط أن يكون كل من المتعاقدين بعيداً عن الآخر، أو يكون العاقد بالكتابة أخرس لا يستطيع الكلام فإن كانا في مجلس واحد، وليس هناك عذر يمنع من الكلام فلا ينعقد بالكتابة لأنه لا يعدل عن الكلام، وهو أظهر أنواع الدلالات إلى

غيره إلا حينما يوجد سبب حقيقي يقتضي العدول عن الألفاظ إلى غيرها" (فقہ السنۃ للسید سابق ۳؍۱۳ ط دارالکتاب العربی)۔

د- نکاح اگرچہ ایک معاملہ بھی ہے، لیکن اس کے اندر ایک اہم جہت عبادت، اتباع سنت، احیاء سنت اور مقاصد شریعت کی تکمیل بھی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ اس جہت کے لحاظ سے اس کے اندر بے تکلفی، یسر وسہولت اور سادگی ہونی چاہئے، جو کہ انٹرنیٹ اور فون پر نکاح کی صورت میں نہیں رہتی، اس وجہ سے بھی نکاح درست نہیں ہوگا۔

"تمام اسلامی عبادات کا مدار سادگی، بے تکلفی، یسر وسہولت پر رکھا گیا ہے، جس میں ہر طبقہ کے مسلمان لکھے پڑھے اور جاہل، شہری اور دیہاتی، غریب اور امیر، ہر زمانے اور ہر خطے پر یہ عبادت یکسانیت، ومساوات کے ساتھ بسہولت ادا کرسکیں، یہی وجہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی میں زیادہ تر قدرتی اور فطری چیزوں سے کام لیا گیا ہے، جن میں انسانی صنعت کا کوئی دخل نہیں" (آلات جدیدہ ص ۴۸)۔

ھ- (۱) نکاح کے لئے بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے جیسے نماز جمعہ کے بعد جمعہ مسجد میں یا اور کہیں تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے اور چھپ چھپا کر نکاح نہ کرے (بہشتی زیور اختری ص ۲۸۱)۔

(۲) "ويندب إعلانه وتقديم خطبته وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدل" (درمختار ۱؍۱۵ ازصفحہ ۱۸)۔

(۳) "قال النبي ﷺ: اعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه الدفوف" (ابوداؤد شریف)۔

مذکورہ بالا ہدایات کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ انٹرنیٹ وفون پر ہونے والا نکاح کتنی عظیم سعادتوں اور برکتوں سے محروم ہے کیونکہ وہاں نہ خطبہ ہوگا، نہ خطبہ سننے والے، نہ مسلمانوں کا روح پرور اجتماع ہوگا، نہ مجلس نکاح (جس میں دعا قبول ہوتی ہے) اور نہ ہی شہرت واعلان کرنے کی اس پیاری سنت پر عمل نصیب ہوگا جس کا حکم نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے، ان برکات اور سعادتوں سے مسلمان صرف اضطراری حالت میں ہی محروم رہنا گوارا کرسکتا ہے، اس لئے انٹرنیٹ اور فون پر نکاح کا حکم بھی اضطرار میں منحصر رہے گا۔

۱۰- انٹرنیٹ اور ٹیلیفون کا باہمی فرق:

جہاں تک حکم شرع کا تعلق ہے تو ان دونوں پر نکاح کا جواز اضطراری صورت کے ساتھ ہی خاص ہوگا مگر یہ سوال بھی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے کہ بوقت اضطرار ان دونوں کا حکم یکساں ہوگا یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے گی؟ لوگوں کی مختلف اقسام اور صلاحیتوں والجھنوں میں تفاوت کی بنا پر اس بات کا فیصلہ کرنا دشوار سا لگتا ہے، کیونکہ مثال کے طور پر اگر

ٹیلیفون کے مقابلہ میں انٹرنیٹ کو(۱) فقہاء کی عبارتوں سے ثبوت (جیسا کہ گذر چکا) کی وجہ سے (۲) تحریری ریکارڈ محفوظ رہنے کی وجہ سے، (۳) اطمینان کے ساتھ کافی دیر تک اس پر رابطہ رہنے، (۴) اور کم خرچ پر مقصد پورا ہو جانے کے سبب ترجیح حاصل ہے، تو ٹیلیفون کو بھی انٹرنیٹ پر (۱) ہر جگہ دستیاب ہونے، (۲) اکثر حالات میں متکلم کی شناخت ہو جانے، (۳) اور ہر خواندہ وناخواندہ کا اس کے استعمال پر قادر ہونے کی وجہ سے برتری حاصل ہے۔

۱۱-ٹیلیفون پر نکاح کا وکیل بنانا:

الف-اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کردو، یا یوں کہا: میرا نکاح فلانے سے کردو، اور اس نے دو گواہوں کے سامنے کر دیا تب بھی نکاح ہو گیا (بہشتی زیور اختری ۴/۲۸۱)۔

ب-"ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضرہ الشہود" (عالمگیری ۱/۲۹۴)۔

درج بالا فقہی جزئیہ کی روشنی میں اگر ایک شخص فون پر کسی کو وکیل بنائے تو وہ وکیل اس کا نکاح کر سکتا ہے کیونکہ (۱) فون پر جو کچھ وکیل نے سنا ہے وہ اپنے مؤکل سے ہی سنا ہے لہٰذا وکالت درست ہے، (۲) عالمگیری کے درج بالا جزئیہ میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ وکیل بناتے وقت گواہوں کی موجودگی شرط نہیں ہے، (البتہ نکاح کے وقت ضروری ہے) اس بنا پر بھی فون پر وکیل بنانے میں کسی بڑے اہتمام کی ضرورت نہ رہے گی، اور صرف گفتگو سے وکالت طے ہو جائے گی، اور مؤکل کی اجازت کے بعد وکیل باقاعدہ مسنون طرز پر اپنے مؤکل کا نکاح کر دے گا جس کی تشریح محتاج بیان نہیں۔

البتہ فون وانٹرنیٹ کے متعلق پیش کئے گئے خدشات کے پیش نظر عذر شرعی کے وقت ہی فون پر نکاح کا وکیل بنایا جائے اور مسنون طریقہ پر زبانی گفتگو کے ذریعہ بالمشافہ وکیل بنانے پر ہی زیادہ تر انحصار کیا جائے تا کہ نہ کسی قسم کا شبہ رہے، نہ نزاع کا احتمال رہے اور نہ نکاح کی برکات وثمرات سے محرومی ہو "ولیس الخبر کالعیان"۔

۱۲-انٹرنیٹ پر تجسس حرام ہے:

"قال اللہ تعالیٰ: (ولا تجسسوا)" (سورۂ حجرات ر ۱۲) (اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا)۔

حضرت شاہ (عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں: "الزام لگانا اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے بُرا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو" وہاں اجازت ہے جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح وتعدیل کا معمول رہا ہے کیونکہ اس کے بدون دین کا محفوظ رکھنا محال تھا (تفسیر عثمانی ص ۶۸۶)۔

الف-اور چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سن لینا یہ سب تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے

مضرت پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس مضرت رساں کی تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے(بیان القرآن ۱۱، ۴۷)۔

ب- جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں (تجسس) واجب ہے، اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق کرنے سے اس مبلغ عنہ کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے(بیان القرآن ۱۱، ۴۳)۔

درج بالا تحقیق انیق سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ عام حالات میں انٹرنیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان ہوئے معاملہ کی تفصیل تیسرے شخص کے لئے تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھانے کی نیت سے حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ (۱) یہ نفسیات پر مبنی ہے اور اس میں دین کا کوئی فائدہ نہیں (۲) یہ صورت شرعاً مذموم تجسس کے تحت داخل ہے جو حرام ہے (۳) بظاہر اس تیسرے شخص کو عاقدین سے کوئی نقصان نہیں جس کی وجہ سے تجسس ضروری ہو اور عاقدین کو اس کی تجسس ناگوار ہے جس کی بنا پر حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۱۳- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ تجارت:

"(۱) جو آلات ناجائز اور غیر مشروع کاموں ہی کے لئے وضع کئے جائیں، جیسے آلات قدیمہ میں ستار، ڈھولکی وغیرہ اور آلات جدیدہ میں اسی قسم کے آلات لہو وطرب، ان کی ایجاد بھی ناجائز ہے، صنعت بھی، خرید وفروخت بھی اور استعمال بھی۔

(۲) ایسے آلات جو اگرچہ جائز کاموں میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، لیکن عادۃً ان کو لہو ولعب اور ناجائز کاموں ہی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے گراموفون وغیرہ، ان کا استعمال ناجائز کاموں میں تو ناجائز ہے ہی، جائز کاموں میں بھی ان کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، جیسے گراموفون میں قرآن کا ریکارڈ سننا بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ کام اگرچہ اپنی ذات میں جائز، بلکہ موجب ثواب ہے لیکن جس آلے کو عادۃً لہو ولعب اور طرب کے کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس میں قرآن سننا قرآن کو لہو ولعب کی صورت دینا ایک قسم کی بے ادبی ہے" (آلات جدیدہ ص ۱۵، ۱۶)۔

اوپر درج شدہ اقتباس سے بالکل واضح ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت اور لین دین وتجارت بالکل ممنوع اور حرام ہے کیونکہ:

الف- ویڈیو کی ایجاد ہی غیر مشروع کاموں کے لئے ہوتی ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ وقت ایجاد سے اب تک اس کا استعمال کم از کم ۹۰ فیصد غیر شرعی کاموں مثلاً فلمیں بنانے، لہو ولعب، ناچ و بے حیائی اور عیاش وظالم لوگوں کی خرمستیوں کی

منظر کشی میں ہوا ہے اور یہ سلسلہ برابر آگے بڑھ رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے جیسا کہ معلوم ہے۔

ب- اس کے استعمال پر نہ دین کا اور نہ ہی دنیا کا کوئی قابل لحاظ واعتناء معاملہ موقوف ہے اور اگر ایسا معاملہ پیش آبھی جائے تو بحالت اضطرار وشدید مجبوری اس کا حکم عام سے الگ ہوگا۔

ج- اگر ویڈیو کے استعمال میں علی سبیل الفرض کچھ منافع تسلیم بھی کیے جائیں، اس کے باوجود بھی اس سے پہنچنے والے دینی ودنیوی نقصانات (جو کسی دردمند وذی شعور پر مخفی نہیں ہیں) کے پیش نظر "إثمهما اكبر من نفعهما" کی روشنی میں اس کے منافع حاصل کرنے کی بجائے اس کی مضرتوں کا سدباب کرنا ہی ضروری ہے۔

د- ویڈیو پر جائز امور مثلاً تجارت، لین دین وغیرہ اس وجہ سے بھی ناجائز ہیں کہ اس کا بہترین اور نسبتاً کفایتی متبادل انٹرنیٹ وغیرہ کی صورت میں موجود ہے، لہٰذا "کم خرچ بالانشین" پر عمل کی بجائے "فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة" (القرآن) والے منافقانہ اسراف کی کوئی کوڑھ مغز ہی جرأت کرسکتا ہے۔

ہ- عدم جواز کی بنیادی واہم وجہ:

یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے متعدد ارشادات میں تصاویر کی حرمت وارد ہوئی ہے اور آپ ﷺ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور شدید ترین عذاب کی وعید سنائی ہے: "إن اشد الناس عذاباً يوم القيامة المصورون" (الحدیث وغیرہ)۔

لہٰذا اس معاملہ میں متجددین کی بے سروپا تاویلات قطعاً قابل قبول نہیں ہوسکتیں، اور یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ برصغیر کے دو ممتاز اہل علم وفضل مولانا ابوالکلام آزاد اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی (جو شروع میں فوٹو وتصویر کو جائز مانتے تھے اور مذکورہ متجددین ان حضرات کو بطور حجت پیش کرتے تھے) بھی آخر میں تصویر کو حرام ماننے پر مجبور ہوگئے تھے، چنانچہ داعی اجل کو لبیک کہنے سے قبل ہی ان دونوں بزرگوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرمالیا تھا، مولانا آزاد نے ایک معتقد کو صاف جواب دیتے ہوئے لکھا:

"تصویر کا کھنچوانا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی، اور الہلال کو باتصویر نکالا تھا، میں اب اس غلطی سے تائب ہوچکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ از سر نو ان کی تشہیر کرنی چاہئے (آلات جدیدہ ص ۱۴۶)۔

آخر میں سابقہ بحث کی روشنی میں مختصراً جوابات پیش خدمت ہیں:

(۱، الف) مجلس سے مراد یہ ہے کہ عاقدین یا ان میں سے کوئی ایک ایسی حرکت نہ کرے جس سے معاملہ کے تئیں ان کی بے غرضی یا بے توجہی کا احساس ہو، یا وہ عمل نہ کریں جس سے معاملہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہو کیونکہ اگرچہ

معاملے سے دلچسپی برابر قائم بھی رہے جب بھی ایسی حرکتوں سے مجلس ختم ہو کر عقد باطل ہو جائے گی۔

(۱،الف) اتحادِ مجلس کا مطلب یہ ہے کہ عاقدین اسی کام میں مشغول رہیں جس کے لئے مجلس منعقد ہوئی ہے۔

(۱،ج) جبکہ اختلافِ مجلس اس کے برعکس ہے یعنی عاقدین کا مجلس کی غرض وغایت سے بے توجہی برتنا یا غرضِ مجلس سے دلچسپی کے باوجود کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا۔

(۲) انٹرنیٹ پر خرید وفروخت شرعاً درست ہے، بشرطیکہ عاقدین ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں، نیز معاملہ شرعی ضابطوں کے تحت کیا جائے۔

(۳) انٹرنیٹ پر نکاح کا انعقاد شرعاً اضطرار پیش آنے کی صورت میں ہی جائز ہوگا۔

(۴) انٹرنیٹ پر عاقدین کے درمیان ہونے والے معاملہ کی تفصیل کسی تیسرے شخص کو تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھانے کی نیت سے حاصل کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

(۵) ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ ویڈیو کا زیادہ تر استعمال حرام کاموں میں ہوتا ہے اور اس کو وضع اور ایجاد بھی حرام کاموں کے لئے ہی کیا گیا ہے، نیز اس کے ذریعہ عقد و معاملہ کرنے کی صورت میں بائع اور خریدار دونوں کو قصداً تصویر کھنچوانی لازم ہے، لہٰذا حرام ہی ہوگا۔

(۶) فون پر معاملہ کرنا درست ہے بشرطیکہ بائع اور خریدار دورانِ معاملہ ایک دوسرے کو پہچان رہے ہوں اور ان کی خرید وفروخت وغیرہ شرعی قوانین کے مطابق ہو۔

(۷) ٹیلیفون پر نکاح صرف حالتِ اضطرار میں درست ہے، البتہ عذرِ شرعی کی صورت میں فون پر نکاح کا وکیل بنا سکتے ہیں بشرطیکہ مؤکل اور وکیل دورانِ توکیل ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان رہے ہوں اور یہ وکیل نکاح اپنے مؤکل کا نکاح اسی طرح کرے گا جیسے مسنون طریقہ پر وکالۃً نکاح ہوا کرتا ہے۔

انٹرنیٹ اور دوسرے جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ خرید وفروخت اور نکاح

مولانا سید اسرار الحق سبیلی
جامعۃ القرآن، اکبر باغ، حیدرآباد

خرید وفروخت ایک انسانی ضرورت ہے، اور قدیم زمانہ سے جاری وساری ہے، زمانہ نے جس جس طرح ترقی کی، خرید وفروخت کی نوعیتیں بدلتی گئیں، انفارمیشن ٹکنالوجی کی غیر معمولی ترقی کی بنا پر آج دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک اپنی بات پہنچانا اور اپنی پسند کی چیز خریدنا بہت آسان ہوگیا ہے، انٹرنیٹ اور دوسرے جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ اسی طرح کی خرید وفروخت شروع ہوگئی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ موجودہ دور کے علماء خرید وفروخت اور نکاح کے اس جدید طریقہ کا شرعی جائزہ لیں اور امت کے معاملات میں شرعی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

۱- مجلس اور اس کا اتحاد واختلاف:

مجلس: وہ جگہ کہلائے گی جہاں پر خرید وفروخت کرنے والے معاملہ طے کریں، خواہ وہ دونوں ایک ہی جگہ ہوں یا دونوں میں دوری ہو، لیکن ایک دوسرے کی بات سن رہے ہوں، یا بات کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں۔

ابن نجیم لکھتے ہیں: "ولقد تقرر رأيي في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا" (البحر الرائق ۲۵۶/۵) (اس طرح کی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اگر اتنی دوری ہو کہ اس سے ایک دوسرے کی بات میں اشتباہ لازم آئے تو خرید وفروخت ممنوع ہے، ورنہ نہیں)۔

اتحاد مجلس: مراد یہ ہے کہ جس جگہ سے خرید وفروخت کا معاملہ ہو رہا ہے، وہاں پر خرید وفروخت کرنے والے خرید وفروخت کو چھوڑ کر ایسا کام نہ کریں جس سے اس معاملہ سے اعراض معلوم ہو، چنانچہ علامہ ابن نجیم (م: ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"المجلس المتحد أن لا يشتغل أحد المتعاقدين بعمل غير ما عقد له، أو ما هو دليل الإعراض عن العقد" (البحر الرائق ۵/۲۵۵)(متحد مجلس یہ ہے کہ متعاقدین میں سے کوئی ایسے کام میں مشغول نہ ہو، جس کے لئے مجلس منعقد نہیں کی گئی ہے، یا ایسا کام نہ کیا جائے، جو خرید وفروخت سے اعراض کی دلیل ہو)۔

اختلاف مجلس: سے مراد یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک سے ایسا کام ہو جو اعراض کو بتلائے، چنانچہ ابن نجیم کا بیان ہے: "والحاصل أن الإیجاب یبطل بما یدل علی الإعراض..." (البحر الرائق ۵/۲۵٦)(خلاصہ یہ ہے کہ ایجاب ایسے کام سے ختم ہو جائے گا جو اعراض کی دلیل ہو)۔

اختلاف مجلس کا دار ومدار اصل میں عرف پر ہے، عرف کے مطابق ہی اس کا تعین کیا جائے گا، علامہ جزیری لکھتے ہیں: "والمراد بالتفرق ما یعده الناس فرقة في عرفهم" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/۱۵٦)(اختلاف مجلس سے مراد یہ ہے کہ جس کو لوگ اپنے عرف میں اختلاف مجلس شمار کریں، وہی اختلاف مجلس ہے)۔

اور تحفۃ المحتاج میں ہے: "(ویعتبر في التفرق العرف) فما یعده الناس فرقة لزم به العقد وما لافلا، إذ لا حد له شرعا ولا لغة ففي دار أو سفینة صغیرة بالخروج منها أو رقي علوها، وکبیرة بخروج من محل لآخر، کمن بیت لصفة وبمتسع کسوق ودار تفاحشت سعتها بتولیة الظهر والمشي قلیلا ولا یکفي بناء جدار وإرخاء ستر بینهما، إلا إن کان بفعلهما أو أمرهما" (تحفۃ المحتاج ۴/۳۳۹، نیز دیکھئے: المجموع ۹/۱۸۰)(اختلاف مجلس میں عرف کا اعتبار ہوگا، جس کو لوگ اختلاف شمار کریں، اسی کی وجہ سے عقد لازم ہو جائے گا اور جس کو اختلاف شمار نہ کریں، تو عقد لازم نہیں ہوگا، کیونکہ شریعت میں اور نہ لغت میں اس کی کوئی حد متعین ہے، چھوٹے گھر یا چھوٹی کشتی میں سے باہر نکلنے سے عقد لازم ہوگا یا گھر کے اوپر چڑھنے سے اور بڑے گھر میں ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانے سے یا ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ جانے سے اور وسیع جگہ میں جیسے بازار یا وسیع مکان میں پیٹھ پھیرنے سے، یا تھوڑا چلنے سے، ان دونوں کے درمیان دیوار یں کھڑی کرنا اور پردہ لٹکانا لزوم عقد کے لئے کافی نہیں ہوگا مگر جب ان دونوں کے عمل سے یا ان کے حکم سے ہو)۔

اگر تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت کی جاری ہو، تو مکتوب إلیہ کی مجلس وہ کہلائے گی جس مجلس میں مکتوب وصول ہوا ہو، مکتوب إلیہ کے اس مجلس میں قبول کرنے سے پہلے اگر کاتب نے رجوع کرلیا، تو معاملہ طے نہیں ہوگا، یعنی اگر ڈاک سے خط بھیجا، پھر اس کے بعد فون سے منع کر دیا تو خرید وفروخت کا عقد طے نہیں ہوگا، تحفۃ المحتاج کے محشی لکھتے ہیں:

"کاتب بالبیع غائبا امتد خیار المکتوب إلیه مجلس بلوغ الخبر وامتد خیار الکاتب إلی مفارقته المجلس الذي یکون عند وصول الخبر للمکتوب إلیه" (حاشیہ تحفۃ المحتاج ۴/۳۳۷)(غائب رہ کر تحریر

کے ذریعہ خرید وفروخت کرنے کی صورت میں مکتوب إلیہ کا اختیار تحریر موصول ہونے کی مجلس تک رہے گا اور تحریر لکھنے والے کا اختیار مکتوب إلیہ کو تحریر ملنے کی مجلس سے جدا ہونے سے قبل تک رہے گا)۔

ان تمام عبارتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اتحاد مجلس سے یہ مراد نہیں ہے کہ خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو، اگر فاصلہ ہو، لیکن دونوں ایک دوسرے کی بات سن رہے ہوں تو یہ بھی ایک ہی مجلس کے حکم میں ہوگا، اسی طرح اختلاف مجلس کے لئے خرید وفروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک یا دونوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا ضروری نہیں، بلکہ اختلاف مجلس کے لئے خرید وفروخت سے بے پرواہی برتنا ہی کافی ہے۔

۲-انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا حکم:

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہونا چاہئے، اس لئے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ کا معاملہ کرنے والے دور رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے سوال وجواب کر سکتے ہیں، اور اپنی پسند وناپسند اور رضامندی وعدم رضامندی کا اظہار کر سکتے ہیں، چنانچہ فقہاء نے تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"ويكون الكتابة من الجانبين فإذا كتب: اشتريت عبدك فلانا بكذا و كتب إليه البائع: قد بعت، فهذا بيع، كما في التاتارخانية، قوله: (فيعتبر مجلس بلوغها) أي بلوغ الرسالة أو الكتابة" (ردالمحتار ۷/۲۶)(کبھی لکھ کر خرید وفروخت دونوں طرف سے ہوتی ہے، جب لکھے کہ میں نے تیرا فلاں غلام اتنے میں خرید لیا، بیچنے والا لکھے کہ میں نے بیچ دیا تو یہ معاملہ طے ہو گیا، جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے، ایسے وقت خیار مجلس کا اعتبار قاصد یا تحریر پہنچنے کی مجلس سے ہوگا)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: "لو تناديا وهما متباعدان وتبايعا صح البيع بلا خلاف ...... والأصح في الجملة ثبوت الخيار وأنه يحصل التفرق بمفارقة أحدهما موضعه وينقطع بذلك خيارهما جميعا، وسواء في صورة المسألة كانا متباعدين في صحراء أو ساحة أو كانا في بيتين من دار أو في صحن" (المجموع شرح المہذب ۹/۱۸۱ طبع دار الفکر)(اگر دونوں دور سے ایک دوسرے کو آواز دے کر خرید وفروخت کریں تو یہ بالاتفاق درست ہے...... صحیح قول یہ ہے کہ اختیار ثابت ہوگا، ان میں سے ایک کے اپنی جگہ الگ ہونے سے اختلاف مجلس پایا جائے گا، اور اسی کی وجہ سے ان دونوں کا اختیار ختم ہو جائے گا، خواہ موجودہ صورت میں دونوں دور صحراء میں ہوں یا میدان میں ہوں، یا مکان کے دو کمروں یا صحن میں ہوں)۔

انٹرنیٹ پر خرید وفروخت چونکہ تحریری صورت ہے، اس لئے اس سلسلہ میں مذکورہ عبارت سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

"كاتب بالبيع غائبا امتد خيار المكتوب إليه مجلس بلوغ الخبر، وامتد خيار الكاتب إلى مفارقة المجلس الذي يكون عند وصول الخبر للمكتوب إليه" (حاشیہ تحفۃ المحتاج ۳/۲۲۳) (دور رہ کر تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت کرنے کی صورت میں مکتوب إلیہ کا اختیار تحریر وصول ہونے کی مجلس تک ہوگا اور تحریر بھیجنے والے کا اختیار مکتوب الیہ کا تحریر ملنے کی مجلس سے الگ ہونے سے پہلے تک رہے گا)

لہذا انٹرنیٹ پر جس وقت Message ملے، اسی مجلس میں قبول کرنا لازم ہوگا، اور قبول کرنے سے پہلے انٹرنیٹ پر ایجاب کرنے والے کو معاملہ ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔

۳- انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کا مطلب یہ ہوا کہ ایک فریق نے انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کا ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول کیا، انٹرنیٹ پر اس ایجاب وقبول کو دو گواہ دیکھ رہے ہوں، انٹرنیٹ پر نکاح کی یہ صورت جائز نہیں، اس لئے کہ گواہوں کا کام صرف ایجاب وقبول کو سننا یا دیکھنا ہی نہیں، بلکہ جس جگہ ایجاب وقبول ہو رہا ہے، وہاں حاضر رہنا بھی ضروری ہے، گواہ کو عربی میں "شاہد" کہتے ہیں، جس کے معنی ہی حاضر رہنے والے کے ہیں، لہذا اگر ایجاب وقبول کے وقت گواہ موجود نہ ہوں، بلکہ صرف دور سے سن رہے ہوں یا تحریری نکاح کو انٹرنیٹ پر دیکھ رہے ہوں، تو یہ گواہی نہیں سمجھی جائے گی، حدیث میں ہے:

"البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن بغير بينة" (سنن ترمذی ۱/۲۱۰، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح إلا ببینۃ) (فاحشہ عورتیں اپنا نکاح بغیر گواہ کے کرتی ہیں)۔

چنانچہ نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط گواہوں کا موجود رہنا بھی ہے: "ومنها الشهادة وهي حضور الشهود" (بدائع الصنائع ۲/۵۲۲)۔

سید ابوبکر مصری لکھتے ہیں: "الواجب عليهم الحضور" (إعانۃ الطالبین ۳/۲۹۸) (ان کے لئے حاضر رہنا ضروری ہے)۔

انٹرنیٹ پر نکاح کی صورت تحریری ہے، اور تحریری نکاح کے لئے گواہوں کو تحریر پڑھ کر سنانا ضروری ہے، انٹرنیٹ پر نکاح کی موجودہ صورت میں ایجاب وقبول کرنے والے کے پاس دونوں گواہ موجود نہیں، اور دوسرے یہ کہ تحریر کو صرف دیکھ رہے ہیں، سن نہیں رہے ہیں، جب کہ نکاح کے لئے عاقدین کا زبان سے ایجاب وقبول کا تلفظ کرنا اور گواہوں کا ان کا سننا ضروری ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"فلو كتب: تزوجتك فكتبت: قبلت، لم ينعقد ...... إذا الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي" (ردالمحتار ۴/ ۷۳)(اگر مرد لکھے کہ میں نے تم سے شادی کر لی، عورت جواب میں لکھ دے کہ میں نے قبول کیا، تو نکاح منعقد نہیں ہوگا..... کیونکہ بغیر زبان سے کہے دونوں طرف سے لکھ دینا کافی نہیں ہے)۔

البتہ کتابت کے ذریعہ نکاح کی ایک درست صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے اور اس کو نکاح کر لینے کا حکم دے، (گویا اس نے عورت کو نکاح کا وکیل بنا دیا) اب عورت اس تحریر کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنائے کہ فلاں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اور مجھے اس سے نکاح کر لینے کا حکم دیا ہے، لہٰذا میں تم دونوں کو گواہ بناتی ہوں کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کر لیا، چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلانا قد كتب إلي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى: زوجت نفسي من فلان لا ينعقد، لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين ..... ومعنى الكتاب بالخطبة أن يكتب: زوجيني نفسك فإني رغبت فيك ونحوه" (فتح القدير ۳/ ۸۹، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت) (تحریر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جیسا کہ مخاطب کرنے سے منعقد ہو جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کو پیغام دیتے ہوئے لکھے، جب عورت کے پاس خط پہنچے تو وہ گواہوں کو حاضر کر کے ان کو خط پڑھ کر سنائے اور کہے کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کر لیا، یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھ کو نکاح کا پیغام لکھ کر بھیجا ہے، تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کر لیا، اگر عورت گواہوں کی موجودگی میں صرف یہ کہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کر لیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب وقبول کا سننا شرط ہے، عورت کی طرف سے خط یا اس کا مفہوم سنا دینے سے ایجاب وقبول پایا گیا..... پیغام لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ یوں لکھے کہ تم اپنے آپ سے میرا نکاح کر دو، تم مجھے پسند ہو)۔

۴- انٹرنیٹ پر معاملات کی تفصیل سے دوسروں کا فائدہ اٹھانا:

انٹرنیٹ پر جب کوئی رازدارانہ معاملہ کیا جائے اور کوڈ ورڈ (Code Word/Password) کے ذریعہ فائلوں کو محفوظ (Secret) کر لیا جائے، تو کسی دوسرے شخص کا جاسوسی کر کے کوڈ ورڈ حاصل کرنا اور فائلوں کو نکال کر اپنی تجارت میں فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا تجسسوا" (حجرات: ۱۲) (اور تجسس نہ کرو)۔

اور فرمان نبوی ہے: "ولا تحسسوا ولا تجسسوا" (مسلم ۲/۳۱۶، کتاب البر، باب تحریم الظن والتجسس) (دوسرے کے ٹوہ میں اور جاسوسی میں نہ رہو)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: "قال بعض العلماء: التحسس بالحاء الاستماع لحديث القوم و بالجيم البحث عن العورات وقيل بالجيم التفتيش عن بواطن الأمور ...... وقيل: هما بمعنى وهو طلب معرفة الأخبار الغائبة والأحوال" (نووی شرح مسلم ۲/۳۱۶) اور ابن کثیر نے لکھا ہے: "التجسس البحث عن الشيء والتحسس الاستماع إلى حديث القوم وهم له كارهون أو يستمع على أبوابهم" (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۱۵)۔

۵-ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ تجارت:

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت اور تجارت درست ہے، اس کی شرعی حیثیت وہی ہونی چاہئے جو بالمشافہ تجارتی معاملات کی ہوتی ہے، فقہاء نے تحریر کے ذریعہ تجارت کو درست قرار دیا ہے، اسی طرح دوری کے باوجود فقہاء نے خرید وفروخت کی اجازت دی ہے، جبکہ ایک دوسرے کی بات سن رہے ہوں، اس کے لئے ایک دوسرے کو دیکھنا بھی ضروری نہیں ہے، ویڈیو کانفرنسنگ میں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت آسانی سے معاملات طے کئے جاسکتے ہیں، اس سلسلہ میں فقہاء کی ان عبارتوں سے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

"رجل في البيت فقال للذي في السطح: بعته منک بکذا، فقال: اشتريت صح إذا كان كل منهما يرى صاحبه ولا يلتبس الكلام للبعد، ولو تعاقد البيع وبينهما النهر المزد حصالي يصح البيع، قلت: وإن كان نهرا عظيما تجري فيه السفن قال رضي الله عنه: وقد تقرر رأيي في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا" (البحر الرائق ۵/۲۵۶) (گھر کے اندر رہنے والا شخص چھت پر رہنے والے سے کہے: میں نے یہ چیز اتنے میں تم سے بیچ دی، اس نے کہا: میں نے خرید لی، تو خرید وفروخت درست ہے، جبکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور دوری کی بنا پر اشتباہ پیدا نہ ہوا ہو، اگر دونوں خرید وفروخت کا معاملہ کریں اور ان کے درمیان چھوٹی نہر حائل ہو تو معاملہ درست ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر بڑی نہر بھی ہو جس میں کشتی چلتی ہو، فرمایا: اس طرح کی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اگر اتنی دوری ہو کہ اس سے ایک دوسرے کی بات میں اشتباہ لازم آئے تو خرید وفروخت ممنوع ہے، ورنہ نہیں)۔

معاملات میں شریعت کے نزدیک اصل اباحت ہے، کسی معاملہ کو اسی وقت ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے جبکہ شریعت کی طرف سے اس میں حرمت یا کراہت کا پہلو موجود ہو، شریعت نے جس معاملہ میں کوئی تحدید نہیں لگائی ہو اور معاشرہ میں ایسے

معاملہ کا رواج ہو تو اسے جائز ہونا چاہئے، قدیم زمانہ میں نزدیک رہ کر، خط وکتابت اور قاصد کے ذریعہ ہی خرید وفروخت ہوسکتی تھی، اس لئے فقہاء نے اس طرح کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا (دیکھئے: بدائع الصنائع ۳۲۵/۳)۔

آج کے دور میں مواصلاتی ترقی کی بنا پر دور رہ کر بھی منٹوں میں زبانی یا تحریری طور پر خرید وفروخت کا معاملہ کرنا ممکن ہے، تو خرید وفروخت کی یہ نئی صورت بھی جائز ہونی چاہئے، حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"إنما تنعقد بكل ما دل على مقصودها من قول أو فعل، فكل ماعده بيعا وإجارة فهو بيع وإجارة، وإن اختلف اصطلاح الناس في الألفاظ والأفعال انعقد العقد عند كل قوم بما يفهمونه بينهم من الصيغ والأفعال وليس لذلک حد مستمر لا في شرع ولا في لغة بل يتنوع بتنوع اصطلاح الناس" (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۹/۷) (خرید وفروخت ہر ایسے قول اور فعل سے منعقد ہو جائے گی، جو خرید وفروخت کے مقصد کو واضح کرے، لہٰذا جس معاملہ کو خرید وفروخت اور کرایہ کا معاملہ شمار کیا جائے، وہ خرید وفروخت اور کرایہ ہے، اگرچہ کہ الفاظ اور افعال کے بارے میں لوگوں کی اصطلاحیں مختلف ہوں، ہر قوم کے نزدیک الفاظ اور افعال سے جو معاملہ مراد لیا جاتا ہے، ان سے معاملہ منعقد ہو جائے گا، شریعت اور لغت میں اس کی کوئی تحدید نہیں کی گئی ہے، بلکہ لوگوں کی اصطلاحات کے اعتبار سے مختلف ہوسکتا ہے)۔

حافظ ابن تیمیہ دوسری جگہ بھی اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومعلوم أن البيع والإجارة والهبة ونحوها لم يحد الشارع حدا لا في كتاب الله ولا في سنة رسوله، ولا نقل عن أحد من الصحابة والتابعين أنه عين للعقود صفة معينة من الألفاظ أو غيرها أو قال ما يدل على ذلک ...... فإذا لم يكن حد في الشرع ولا في اللغة كان المرجع فيه إلى عرف الناس وعاداتهم فما سموه بيعا فهو بيع وما سموه هبة فهو هبة" (فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۶/۲۹) (یہ بات معلوم ہے کہ خرید وفروخت کرایہ اور ہدیہ وغیرہ کی قرآن وحدیث میں کوئی تحدید نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی صحابہ وتابعین سے منقول ہے کہ انہوں نے معاملات کو خاص الفاظ اور صفات سے متعین کر دیا ہو یا اس بارے میں کچھ فرمایا ہو جس سے رہنمائی ملتی ہو، تو جب شریعت اور لغت میں کوئی تحدید نہیں ہے تو اس سلسلہ میں لوگوں کے عرف اور عادات کو معیار بنانا ہوگا، جس کو لوگ خرید وفروخت کا نام دیں، وہ خرید وفروخت ہے، اور جس کو ہدیہ کا نام دیں، وہ ہدیہ ہے)۔

۶-فون پر خرید وفروخت:

فون پر بھی خرید وفروخت درست ہے، اور اس سلسلہ میں وہی بحث ہے، جو انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت کے تحت کی جاچکی ہے۔

۷-ٹیلیفون پر نکاح:

ٹیلیفون پر راست ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح درست نہیں، کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عاقدین یا ان کے وکیل ایک مجلس میں ایجاب وقبول کریں اور وہاں دو گواہ موجود ہوں، علامہ حصکفی کہتے ہیں:

"ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال" (الدرالمختار ۳/۷۶)

(ایجاب وقبول کی شرائط میں اتحاد مجلس بھی ہے، جبکہ ایجاب وقبول کرنے والے حاضر ہوں، اگر چہ کہ مجلس کافی دیر تک جمی رہے)۔

اس کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں: "المتبادر من اشتراط اتحاد المجلس أن المراد به مجلس المتعاقدين لا مجلس الإيجاب والقبول" (تقریرات الرافعی علی حاشیہ ابن عابدین ۳/۱۷۹) (اتحاد مجلس کی شرط لگانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد عقد کرنے والوں کی مجلس ہے، نہ کہ ایجاب وقبول کی مجلس)۔

گواہی کے بارے میں صراحت کرتے ہوئے علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "وأما بيان وقت هذه الشهادة وهي حضور الشهود فوقتها وقت موجود ركن العقد وهو الإيجاب والقبول" (بدائع الصنائع ۲/۵۲۹) (گواہی یعنی گواہوں کے حاضر رہنے کا وقت اصل میں ایجاب وقبول کے ہونے کے وقت ہے، جو نکاح کا رکن ہے)۔

ٹیلیفون پر راست ایجاب وقبول کرنے میں نہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہو پاتا ہے، نہ عاقدین ایک مجلس میں ہوتے ہیں، اور نہ ایجاب وقبول کرنے والوں میں سے دونوں کے پاس بعینہ گواہ ہوتے ہیں، جو گواہ ایجاب کرنے والے کے پاس ہیں، وہی گواہ قبول کرنے والے کے پاس نہیں ہوتے، جبکہ ہر گواہ کے لئے ایجاب وقبول دونوں کا ایک ہی مجلس میں سننا ضروری ہے، علامہ کاسانی اس کی وضاحت کرتے ہیں:

"ومنها: سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمعا كلام أحدهما دون الآخر، أو سمع أحدهما كلام أحدهما والآخر كلام الآخر لا يجوز النكاح، لأن الشهادة أعني حضور الشهود شرط ركن العقد وركن العقد هو الإيجاب والقبول فيما لم يسمعا كلامهما لا تتحقق عند الركن فلا يوجد شرط الركن" (بدائع الصنائع ۲/۵۲۷) (گواہوں کا عقد کرنے والوں میں سے دونوں کی گفتگو کو سننا شرط ہے، اگر دونوں نے ایک کی گفتگو سنی، دوسرے کی نہیں، یا ایک گواہ نے ایک کی بات سنی اور دوسرے نے دوسرے کی بات سنی، تو نکاح درست نہیں ہوگا، کیونکہ گواہی یعنی گواہوں کا حاضر رہنا عقد نکاح کے رکن کے لئے شرط ہے، نکاح کا رکن ایجاب وقبول ہے، جب ان دونوں نے عقد کرنے والوں کی گفتگو نہیں سنی، تو رکن نکاح کے وقت گواہی نہیں پائی گئی، گویا رکن نکاح کی شرط نہیں پائی گئی)۔

لہذا فون پر براہ راست نکاح درست ہونے کی گنجائش نہیں، البتہ اگر کوئی وطن سے دور رہ کر شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس کو وطن آنا ضروری نہیں، وہ ٹیلیفون یا کسی دوسرے ذریعہ سے کسی کو اپنا وکیل بنا کر نکاح کر سکتا ہے، وکیل بنانے کے لئے بالمشافہ کہنا ضروری نہیں اور نہ ہی وکیل بنانے کے لئے گواہ بنانا ضروری ہے، علامہ شامی کا بیان ہے:

"واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل" (ردالمحتار، ۳/۲۲۱)

(جاننا چاہئے کہ نکاح کے لئے وکیل بناتے وقت گواہ بنانے کی شرط نہیں ہے، بلکہ وکیل کے عقد کرتے وقت گواہی شرط ہے)۔

وکیل کے ذریعہ نکاح کی صورت موجودہ رواج کے مطابق یہ ہونی چاہئے کہ قاضی صاحب یا لڑکی کے والد وکیل سے کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کو فلاں لڑکے کی زوجیت میں دیا، کیا تم کو یہ منظور ہے؟ وکیل کہے کہ میں نے منظور کیا، یا کہے کہ میں نے بہ حیثیت وکیل فلاں لڑکے کی طرف سے اس نکاح کو قبول کیا، اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ لڑکی کی طرف سے باپ یا کوئی سر پرست ہی وکیل ہوتا ہے، لڑکی کو مجلس میں لایا نہیں جاتا، لہذا دولہا کا وکیل دولہن کے وکیل سے کہے کہ میں نے فلاں لڑکے کا نکاح تمہاری بیٹی سے کر دیا، تم نے قبول کیا، دولہن کا باپ کہے کہ میں نے قبول کیا، یا یوں کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح فلاں لڑکے سے قبول و منظور کیا۔



جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات اور اتحاد مجلس واختلاف مجلس کے احکام

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری
مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ دربھنگہ

۱- وہ تمام عقود ومعاملات جن میں طرفین کی جانب سے مالی یا غیر مالی عوض ادا کیا جاتا ہے، ان کے درست ہونے کے لئے عاقدین کی رضامندی ضروری ہے، اسی رضامندی کا اظہار ایجاب وقبول کے ذریعہ ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے ایسے معاملات کے لئے ایجاب وقبول کو رکن کا درجہ دیا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۹؍۱۰-۳)۔

ایجاب کسی فریق کا اپنی طرف سے معاملہ کی پیشکش کرنا ہے اور قبول دوسرے فریق کی طرف سے اس پیشکش کو قبول کرنا ہے، ایجاب وقبول کے درمیان اتصال ضروری ہے، قبول ایجاب سے متصل ہو، اس کے لئے بعض فقہاء نے شرط لگائی ہے کہ ایک فریق کی طرف سے ایجاب پائے جانے کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے بلاتاخیر اور علی الفور قبول پایا جانا چاہئے، حنفیہ کا نقطۂ نظر ہے کہ اس میں حرج اور مشقت ہے، اس لئے قبول کے ایجاب سے متصل ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (الموسوعۃ الفقہیہ ۹؍۱۰-۳)۔

ایک ہے حقیقت میں اتصال اور اس کی صورت یہی ہے کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول کا اظہار کیا جائے، دوسرے حکماً اتصال اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس مجلس میں ایجاب کیا گیا ہو، اس مجلس کے ختم ہونے سے پہلے دوسرا فریق اپنی طرف سے قبول کرنے کا اظہار کردے، ایسی صورت میں مجلس کے ہونے کی وجہ سے سمجھا جائے گا کہ ایجاب اور قبول کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں پایا گیا (الموسوعۃ الفقہیہ ۹؍۱۰-۳)۔

غرض عقود ومعاملات کے منعقد ہونے میں اتحاد مجلس کو خاص اہمیت حاصل ہے، دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک کے ایجاب کے بعد اگر ان میں سے کوئی ایک قبول کرنے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور قبول کرنے کا اختیار باقی نہ رہے گا، کیونکہ تملیکات میں اختلاف مجلس سے اختیار قبول ختم ہو جاتا ہے اور مجلس کا اختلاف ہر اس عمل سے

ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دال ہو جیسے اٹھ کھڑا ہونا، کھانا پینا، کلام کرنا، نماز پڑھنے لگنا وغیرہ، البتہ ایک آدھ لقمہ کھانا یا اسی برتن سے ایک آدھ گھونٹ پینا جو بوقت ایجاب اس کے ہاتھ میں تھا یا فرض نماز کو پورا کرنا جو شروع کیے ہوئے تھا مجلس کو نہیں بدلتا،

"ویراد به عند فقهاء الحنفية ألا يشتغل أحد العاقدين بعمل غير ما عقد له المجلس، أو بما هو دليل الإعراض عن العقد وهو شرط للانعقاد عندهم، وهو بهذا المعنى يعتبر شرطا في الصيغة عند بقية المذاهب، وهو يدخل في مجلس العقد عند الشافعية والحنابلة(الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۵، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت ۱۹۹۳ء)۔

"ووقته ما بين الإيجاب والقبول ومع اتحاد المجلس لايضر الفصل بين الإيجاب والقبول عند غير الشافعية ما لم يشعر بالإعراض عن الإيجاب لأن القابل يحتاج إلى التامل، ولو اقتصر على الفور لا يمكنه التأمل . ويضر الفصل الطويل عند الشافعية"(الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۵، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویت ۱۹۹۳ء)۔

مجلس اور مجلس کے اتحاد و اختلاف سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ پر جس حالت میں یعنی قیام کی حالت میں یا جلوس کی حالت میں یا چلنے کی حالت یا گھوڑے، سائیکل پر سواری کی حالت یا بس و ٹرین اور ہوائی جہاز، بحری جہاز پر سواری کی حالت میں ہو اور عاقدین یعنی بائع اور مشتری دونوں خرید و فروخت کی باتیں کرتے وقت فوراً جس حال میں ہوں ایجاب و قبول کرلیں تو اس کو اتحاد مجلس کہیں گے اور اگر اس کے خلاف ہوگیا یعنی عاقدین نے اس سے انحراف کیا یا کوئی ایسا عمل کیا جو انحراف و اعراض پر دلالت کرتا ہو تو اس کو اختلاف مجلس کہیں گے۔

"اتحاد المجلس في العقود وغيرها على قسمين: حقيقي بأن يكون القبول في مجلس الإيجاب، وحكمي إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس الإيجاب كما في الكتابة والمراسلة فيتحدان حكما" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۲)۔

"ماله حكم المكان الواحد كالمسجد والبيت لا ينقطع فيه المجلس بالانتقال إلا إن اقترن بعمل أجنبي كالأكل والعمل الكثيرين والبيع والشراء بين القراء تين" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۳)۔

"واختلاف المجلس على نوعين: حقيقي بأن ينتقل من المكان إلى آخر بأكثر من خطوتين كما في كثير من الكتب أو بأكثر من ثلاث كما في المحيط، وحكمي وذلک بمباشرة عمل يعد في العرف قاطعا لما قبله، هذا عند الحنفية والشافعية أما غيرهم فالعبرة عندهم بالسبب اتحاداً و تعدداً لا للمجلس" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۳)۔

اتحاد مجلس و اختلاف مجلس کے سلسلہ میں جو فقہاء عظام کی رائے ہے وہی میری بھی رائے ہے۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا شرعی حکم:

عقود و معاملات کے منعقد ہونے میں اتحاد مجلس کو خاص اہمیت حاصل ہے جیسا کہ جمیع کتب فقہ کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ اصل مقصود تو وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ایجاب و قبول میں اتصال ہے، لیکن چونکہ ہمارے ان فقہاء کے زمانہ میں اتحاد مکان کے بغیر ایجاب و قبول کے درمیان مقارنت ممکن نہیں تھی اس لئے اتحاد مکان کی شرط بھی لگائی گئی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع نے ایسی ترقی کی ہے کہ ماضی میں اس کا تصور بھی شاید ممکن نہ ہو، پوری دنیا گویا ایک گھر میں سمٹ آئی ہے اور منٹوں میں آپ کی بات دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ سکتی ہے، ٹیلیفون، انٹرنیٹ وغیرہ ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعہ ہزاروں میل کے فاصلہ سے معاملات طے پاتے ہیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چونکہ ان ذرائع کی وجہ سے روابط میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اس لئے اب تجارت کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ یہ بات ممکن ہے کہ ایجاب کے بعد فوراً دوسرا فریق قبول کا اظہار کردے اور اسی طرح تمام عقود و معاملات کے کاغذات انٹرنیٹ پر اسکریننگ کے ذریعہ بھیجے جاسکتے ہیں اور فوراً ہی جواب بھی منگایا جاسکتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ انٹرنیٹ مکانی فاصلہ کو ختم نہیں کرتا اور یہ بات قابل غور ہے کہ ایجاب و قبول میں اتحاد مکان مقصود ہے، یا اقتران و اتصال مقصود ہے؟ عصر حاضر میں ایجاب و قبول میں اتحاد مکان اور اقتران و اتصال دونوں مقصود ہیں۔

عصر حاضر میں انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔ اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں، کیونکہ یہاں پر ایجاب و قبول، بائع و مشتری اور مبیع و ثمن کا وجود متعین و متحقق ہے اور اتحاد مجلس بھی ہے، اتحاد مجلس کی دو قسمیں ہیں: پہلی حقیقی، دوسری حکمی، انٹرنیٹ، ٹیلیفون، ٹرنک کال، وائرلیس، کتابت و مراسلت، فیکس وغیرہ میں اتحاد مجلس حکمی پائی جاتی ہے، کتابت و مراسلت، فیکس، ٹیلیفون وائرلیس کے ذریعہ خرید و فروخت جائز ہے تو انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت بدرجہ اولی جائز ہوگی، کیونکہ جدید ذرائع مواصلات اور ٹکنالوجی کے اعتبار سے ایجاب و قبول میں اتصال ہی مقصود ہے، فقہاء عظام کے اصولی نقطۂ نظر سے انٹرنیٹ میں اتحاد مجلس اور اقتران و اتصال پائی جاتی ہے، جیسے کشتی اور بحری جہاز پانی کے ذریعہ زمین سے ملاصق ہے، ہوائی جہاز ہوا کے ذریعہ زمین سے ملاصق ہے بایں وجہ نماز پڑھنا جائز ہے، اسی طرح بائع انگلستان میں ہے اور مشتری ہندوستان میں ہے جو خرید و فروخت کا معاملہ انٹرنیٹ کے ذریعہ کر رہا ہے لیکن برقی رو کے ذریعہ جدید مواصلاتی نظام سے ملصق ہونے کی بنا پر یہ کہا جائے گا کہ گویا بائع اور مشتری حقیقتاً دونوں ایک ہی جگہ پر ایک مجلس اور ایک ہی ہیئت کے ساتھ موجود ہے، حلال بیع کی جتنی قسمیں ہیں اور عصر حاضر کی جتنی اقسام ہو سکتی ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید

وفروخت بلاشبہ حلال وجائز ہوگی بشرطیکہ بیع کے ارکان اور شروط، صیغہ اور اس کے شروط، بیع کے شروط اور مبیع کے احکام واحوال متحقق ہوں، شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہوں، جہالت نہ ہو، مفضی إلی المنازعہ نہ ہو، ان تمام کا جب تحقق ہو جائے گا تو خرید وفروخت کے حلال ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، یہ میری ذاتی رائے ہے اور اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- "یصح التعاقد بالکتابة بین حاضرین أو باللفظ من حاضر والکتابة من الآخر، وکذلک ینعقد البیع إذا أوجب العاقد البیع بالکتابة إلی غائب بمثل عبارة: بعتک داري بکذا أو أرسل بذلک رسولا فقبل المشتري بعد اطلاعه علی الإیجاب من الکتاب أو الرسول صح العقد" (الموسوعہ الفقہیہ ۹/ ۱۳، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ الکویت ۱۹۹۳ء)۔

۲- "ینعقد البیع بالإشارة من الأخرس إذا کانت معروفة ولو کان قادرا علی الکتابة وهو المعتمد عند الحنفیة، لأن کلا من الإشارة والکتابة حجة" (الموسوعہ الفقہیہ ۹/ ۱۳، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ الکویت ۱۹۹۳ء)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کا شرعی حکم:

اگر انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول کو دو گواہ دیکھ رہے ہوں تو یہ ایجاب وقبول اور شہادت منعقد ہونے کے لئے کافی ہوگی اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔

نکاح کے لئے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس متحد ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ گواہان نکاح نے ایجاب وقبول کے الفاظ کو بیک وقت سنا ہو، اور یہاں انٹرنیٹ میں یہ دونوں شرائط پائی جاتی ہیں، اگرچہ حقیقی اتحاد مجلس نکاح کی نہیں پائی جاتی ہے لیکن حکمی اتحاد مجلس نکاح یہاں پر پائی جاتی ہے، کیونکہ برقی رو کے ذریعہ انٹرنیٹ سے ملحق وملتحق ہونے کی بنا پر یوں کہا جائے گا کہ لڑکا اور لڑکی ہندوستان میں حقیقی طور پر موجود ہے، لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں پوری کارروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، مجلس کے تمام لوگ اور گواہان نکاح ساری کارروائی کو دیکھ رہے ہیں، اس میں کوئی جہالت اور منازعہ کی باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔

نکاح میں اتحاد مجلس کے سلسلہ میں علماء کرام کی تین رائے ہیں:

اول یہ کہ اتحاد مجلس شرط ہے، اگر مجلس مختلف ہو جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا جیسا کہ دو فریقوں میں سے ایک نے ایجاب کیا اور دوسرا فریق کھڑا ہو گیا یا اور کسی کام میں مشغول ہو گیا اور اس میں تعجیل شرط نہیں ہے، یہی حنفیہ کا مذہب ہے اور یہی حنابلہ کے نزدیک بھی صحیح ہے اور مالکیہ میں سلیمان بن خلف بن سعد ابوالولید الباجی الاندلسی المالکی کا بھی یہی مسلک ہے (الموسوعہ الفقہیہ ۱/ ۲۰۷، ۲۰۸)۔

دوم: ایجاب اور قبول کے درمیان ایک مجلس میں تعجیل شرط ہے، یہ مالکیہ کا قول و مذہب ہے۔
اور شافعیہ کا مسلک وہی ہے جو ابو الولید باجی اندلسی مالکی کا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۸، الکویت طبع چہارم ۱۹۹۳ء)۔
سوم: اختلاف مجلس کے باوجود نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ حنابلہ کی ایک روایت ہے اور اس تفرق مجلس کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوگا:

"صحة العقد مع اختلاف المجلس، وهو رواية للحنابلة وعليها لا يبطل النكاح مع التفرق"

(الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۸، الکویت طبع چہارم ۱۹۹۳ء)۔

"وهذا كله عند اتحاد المجلس الحقيقي، أما مع اتحاد المجلس الحكمي فلا يختلف الأمر عند الحنفية في اشتراط القبول في مجلس العلم، وهو الصحيح عند الحنابلة" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۸)۔

"واشترط المالكية الفورية في الإيجاب حين العلم والصحيح عند الشافعية أنه لا ينعقد النكاح بالكتابة وكذلك إن كان الزوج غائبا وبلغه الإيجاب من ولي الزوجة، وإذا صححنا في المسئلتين فيشترط القبول في مجلس بلوغ الخبر وعلى الفور" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۲۰۸)۔

ان تمام معروضات کی روشنی میں میری ذاتی رائے ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ جو نکاح ہوگا وہ بالکل صحیح اور نافذ العمل ہوگا۔

ایجابی وسلبی پہلوؤں کا تذکرہ:

انٹرنیٹ پر خرید و فروخت بائع اور مشتری کرے گا ان دونوں فریق کے لئے راستہ ہموار ہو گیا ہے، شرعی حدود میں رہ کر جائز طریقہ سے جس طرح چاہے خرید و فروخت کرے اس کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوگا، ہاں جب کوئی خلاف شرع اور شرائط بیع کے خلاف کوئی خرید و فروخت کا معاملہ کرے گا تو اس پر پابندی عائد کی جائے گی، بہرکیف بائع اور مشتری کے درمیان خرید و فروخت کے معاملہ کی جو باتیں ہوا کریں گی جس کی تفصیل ایک تیسرا شخص حاصل کر سکتا ہے اور اس سے وہ تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اس تیسرے شخص کے لئے ایسا کرنا از روئے شرع جائز نہیں ہے، دیانت کا تقاضا ہے کہ ان کے مفاد تجارت میں خلل اندازی نہ کرے، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے (ابن ماجہ ۲/۲۰ حدیث: ۲۲۲۳، ۲۲۲۴)۔

جو اچھی باتیں ہر معاملہ میں اپنے لئے پسند کرو وہی اچھی باتیں اپنے بھائیوں کے لئے بھی پسند کرو (بخاری ۱/۶ طبع دیوبند ۱۹۸۵ء)۔

جب کوئی شخص ہمارے معاملہ میں دخل اندازی کرے گا تو ہمیں کتنی تکلیف ہوگی، اسی طرح جب ہم کسی کے معاملہ میں دخل اندازی کریں تو کیا اس کو تکلیف نہ ہوگی؟

شریعت مطہرہ میں ایذاء مسلم حرام ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم وأموالهم" (ترمذی ۲/۹۰ طبع دیوبند ۱۹۸۵ء) (مسلمان تو صرف وہ آدمی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب محفوظ ہوں اور مومن تو صرف وہی ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے معاملہ میں محفوظ و مامون ہوں)۔

اگر بائع اور مشتری کے درمیان خرید و فروخت کی بات طے ہو جائے اس کے باوجود تیسرا شخص بائع کو زیادہ رقم دینے کا وعدہ کرلے کہ ہم تم کو اس سے زیادہ رقم دیں گے ہم سے فروخت کا معاملہ کرلو اور پہلے والے کو رد کردو، تو تیسرے شخص کے لئے ایسا کرنا شرعی نقطۂ نظر سے قطعاً جائز نہیں ہوگا، اپنے مفاد کے پیش نظر بائع یا مشتری سے ڈرا دھمکا کر تجارت کے رموز کو جاننا چاہے جس کو وہ لوگ چھپا رہے ہیں قرآنی اصول کے اعتبار سے یہ بھی ممنوع ہے، اور یہ سب باتیں "ولا تجسسوا" میں داخل ہیں (تفصیل معلومات کے لئے دیکھئے: معارف القرآن ۸/۱۱۹-۱۲۳ طبع ربانی بکڈپو دہلی)۔

میری ذاتی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تیسرا شخص جو تجسس کررہا ہے اس پر پابندی عائد کی جائے گی، عندالشرع ایسا شخص مجرم ہے اور لائق تعزیر ہے۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید و فروخت کا شرعی حکم:

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید و فروخت، لین دین اور تجارت بہت ہی آسان ہے، مسلم قوم کو عصر حاضر میں ایسے اصول طریقے کو اپنانے میں سوچ سمجھ کر اقدام کرنا چاہئے، تجارت و صنعت میں یہود و نصاریٰ سے پیچھے رہنے کی ضرورت نہیں ہے، شریعت مطہرہ نے نفس تجارت پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے، بایں وجہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید و فروخت شرعی نقطۂ نظر سے جائز و حلال ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبات من الرزق" (سورۂ اعراف/۳۲) (تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے: معارف القرآن ۳/۵۵۳ طبع ربانی بکڈپو دہلی جوہر آفسیٹ ۱۹۹۵ء) تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی۔

ویڈیو کانفرنسنگ میں باہم معاملہ کرنے والے ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، اس پر پوری طرح اعتماد بھی ہے اور اس میں دھوکا بازی اور دھوکا اور مکر و فریب میں مبتلا کرنے کا اندیشہ بھی نہیں ہے، اس لئے جدید مواصلاتی آلات کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ کرلینا جائز اور درست ہے، عصر حاضر کے ٹکنالوجی دور

میں ذرائع تجارت میں ویڈیو کانفرنسنگ اور انٹرنیٹ ایک آسان اور اہم ذریعہ ہے، لیکن خرید وفروخت کے اس ذریعہ کو اپنانا کراہت وقباحت سے خالی نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں سینما بینی، ٹیلی ویژن کے فحش نظارے وغیرہ کے مراحل سے گذرنا ہوگا جس کی بناپر فقہاء کرام نے ویڈیو، وی سی آر، ٹیلی ویژن وغیرہ کو ممنوع وحرام قرار دیا ہے (احسن الفتاوی ۸/۲۸۹-۳۱۲)۔

ٹیلیفون پر خرید وفروخت کا شرعی حکم:

خرید وفروخت جس طرح زبان کے ذریعہ ہوتی ہے، اسی طرح بوقت ضرورت مراسلت اور خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، بشرطیکہ خط میں مال وسامان کا نمونہ، کوالٹی، سائز وغیرہ تمام شرائط بیع لکھ دے، اگر کوئی سامان طے شدہ شرائط کے مطابق نہ ہو یا خراب وبوسیدہ ہو تو مشتری کو واپس کرنے یا مناسب انداز سے باہم اس کی قیمت گھٹانے، بڑھانے کا حق حاصل ہوگا (اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ ۹/۱۰-۱۷)۔

یہ بھی ضروری ہے کہ فروخت کی جانے والی چیز سونے چاندی کے قبیل سے نہ ہو یا دونوں کی ایک جنس نہ ہو کہ ہم جنس چیزوں کی خرید وفروخت میں سامان اور قیمت پر ایک ہی مجلس میں قبضہ ہو جانا ضروری ہے۔

"والکتاب کالخطاب و کذا الإرسال حتی اعتبر مجلس بلوغ الکتاب وأداء الرسالۃ" (ہدایہ ۳/۲۰ طبع مکتبہ رشیدیہ دہلی)۔

"یصح التعاقد بالکتابۃ بین حاضرین أو باللفظ من حاضر والکتابۃ من الآخر و کذلک ینعقد البیع إذا أوجب العاقد البیع بالکتابۃ إلی غائب بمثل عبارۃ: بعتک داري بکذا أو ارسل بذلک رسولا فقبل المشتري بعد اطلاعہ علی الإیجاب من الکتاب أو الرسول صح العقد" (الموسوعۃ الفقہیہ ۹/۳۰)۔

جس طرح تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت صحیح اور درست ہے، اسی طرح ٹیلیفون، فیکس، وائرلیس کے ذریعہ خرید وفروخت صحیح اور درست ہے، تحریر، ٹیلیفون اور فیکس ووائرلیس میں قریبی مماثلت ویکسانیت پائی جاتی ہے، عصر حاضر میں مراسلت وکتابت، فیکس وائرلیس اور ٹیلیفون کے ذریعہ بیرون ملک اور اندرون ملک، ایک شہر سے دوسرے شہر جو خرید وفروخت کی جاتی ہے وہ جائز ودرست ہے۔

جب وکیل کے ذریعہ خرید وفروخت جائز ہے (کفایت المفتی ۸/۳۰۵-۳۰۶، طبع دہلی ۱۹۸۱ء)۔ تو بدرجۂ اولی ٹیلیفون ودیگر آلات جدیدہ کے ذریعہ بھی خرید وفروخت جائز اور درست ہوگی۔

ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح کا شرعی حکم:

نکاح کی منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس متحد ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ گواہان نے

ایجاب وقبول کے الفاظ کو بیک وقت سنا ہو اور ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی صورت میں نہ تو ایجاب وقبول کی مجلس ایک رہے گی اور نہ گواہان ایجاب وقبول کے الفاظ کو صحیح طریقہ سے بہ یک وقت سن پائیں گے، عاقدین اور شاہدین متحد المجلس تصور نہیں کیے جائیں گے، لہذا ٹیلیفون پر نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوگا۔

البتہ ٹیلیفون پر نکاح صحیح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ٹیلیفون کے ذریعہ کسی کو نکاح کا وکیل بنادیا جائے اور وہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کردے۔

"ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد" (فتاوی ہندیہ ۱/۲۶۹، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ طبع دوم، ۱۹۸۳ء، البحر الرائق ۳/۸۷، ۸۸، دار المعرفہ بیروت لبنان طبع سوم، ۱۹۹۳ء، فتح القدیر ۳/۱۸۹ تا ۱۹۲، دار الفکر بیروت، لبنان، بدائع الصنائع ۲/۲۲۹ تا ۲۳۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ طبع اول، ۱۹۹۰ء)۔

خط کے ذریعہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ایک جانب سے تحریر اور دوسری جانب سے زبانی قبول ہو، اگر دونوں طرف سے تحریر ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

"(قوله فتح) فإنه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول أن فلانا كتب إليّ يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح" (رد المحتار ۲/۲۸۸، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ طبع دوم ۱۴۰۳ھ، البحر الرائق ۳/۸۹، ۹۰، بدائع الصنائع ۲/۲۳۱)۔

"(قوله ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتک فكتبت قبلت لم ينعقد" (رد المحتار ۲/۲۸۸، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ طبع دوم ۱۴۰۳ھ، بحر الرائق ۳/۸۹، ۹۰، بدائع الصنائع ۲/۲۳۱)۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا محمد ابوبکر قاسمی
مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ دربھنگہ

عقود ومعاملات میں اتحاد مجلس کا مفہوم:

بلاشبہ جواز بیع کے لئے متعاقدین کے ایجاب وقبول کرتے وقت حضرات فقہاء کے یہاں اتحاد مجلس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، تاہم یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ عقود ومعاملات کے اندر اتحاد مجلس کے لئے حقیقی اتحاد کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اتحاد حکمی بھی کافی ہے، لہذا تحریر وکتابت اور پیغام رسانی میں چونکہ حکماً اتصال واتحاد پایا جاتا ہے، اس لئے خطوط وٹیلی فون کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، چنانچہ الموسوعة الفقہیہ میں اتحاد مجلس کی اقسام کے ذیل میں مرقوم ہے۔

"واتحاد المجلس في العقود وغيرها على قسمين: حقيقي بأن يكون القبول في مجلس الإيجاب، وحكمي إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس الإيجاب كما في الكتابة والمراسلة فيتحدان حكماً" (الموسوعة الفقہیہ ۱/ ۲۰۲) (عقود ومعاملات وغیرہ میں اتحاد مجلس کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی، اور وہ یہ ہے کہ قبولیت مجلس عقد ہی میں ہوجائے، (۲) حکمی، اور وہ یہ ہے کہ قبولیت کی مجلس ایجاب کی مجلس سے مختلف ہو جیسا کہ کتابت اور پیغام رسانی میں ایجاب وقبول کی مجلس حکماً متحد ہوتی ہے)۔

درحاصل اتحاد مجلس کے مفہوم میں مجلس سے مراد بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ اس سے عام ہے، چنانچہ مکان کی تبدیلی اور فریقین کی باتوں سے واقفیت وآگاہی کے ساتھ اتحاد مجلس کا حصول ہوتا ہے: "وليس المراد بالمجلس موضع الجلوس بل هو أعم من ذلک فقد يحصل اتحاد المجلس مع الوقوف ومع تغاير المكان والهيئة" (الموسوعة الفقہیہ ۱/ ۲۰۲)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا شرعی حکم:

چونکہ جواز بیع کے لئے حکماً اتحاد واتصال مجلس کافی ہے، اور ظاہر ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ متعاقدین میں حکماً اتصال پایا جاتا ہے، لہذا اگر بیوع کی شرائط کا لحاظ کیا گیا ہو تو بلاشبہ انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ونافذ ہوجائے گا، جیسا کہ کتابت وپیغام رسانی کے ذریعہ بیع وشراء کا معاملہ طے کرنا شرعاً جائز ہے: "لأن الكتاب كالخطاب في حق الغائب والحاضر" (ہدایہ ۳/۱۸۹، ۳/۲)۔

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: "يصح التعاقد بالكتابة بين حاضرين أو باللفظ من حاضر والكتابة من الآخر وكذلك ينعقد البيع إذا أوجب العاقد البيع بالكتابة إلى غائب" (الموسوعہ ۹/۱۳)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ انعقاد نکاح کی صورت:

بیع وشراء کی طرح انعقاد نکاح کے لئے بھی فریقین کا ایجاب وقبول کے وقت ایک مجلس میں رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ اتحاد حکمی بھی کافی ہے، البتہ ایجاب وقبول کے وقت دو گواہوں کا موجود رہنا ضروری ہے، لہذا انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح کی صورت یہ ہوگی کہ فریقین میں سے ایک دوسرے کو نکاح کا وکیل بنادے، اور دوسرا شخص دو گواہوں کی موجودگی میں فریق اول کی طرف سے اپنے وکیل بالنکاح ہونے کی خبر دے کر نکاح سے اپنی رضامندی وقبولیت کا اظہار کردے، تو بلاشبہ نکاح منعقد ہوجائے گا جیسا کہ خط کے ذریعہ نکاح کی تقریباً یہی صورت ہوتی ہے، چنانچہ فتاوی رشیدیہ میں بذریعہ خط نکاح کا مسئلہ حسب ذیل طریقے سے مرقوم ہے۔

سوال: بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نکاح بذریعہ تحریر بھی ہوسکتا ہے، جبکہ اس تحریر پر اعتماد ہو، اور مکتوب الیہ مجلس شہود میں قبول کرلے، اور مضمون تحریر بھی ان کو سنادے (فتاوی رشیدیہ کمل مطبوعہ گلستان کتاب گھر دیوبند ص ۴۶۵)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں نکاح کے ایجاب وقبول کے لئے اتحاد مجلس سے متعلق فقہاء کے مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء احناف کا مذہب اور حنابلہ کا صحیح قول یہ لکھا ہے کہ اتحاد مجلس حکمی کی صورت میں جس مجلس میں ایجاب کا علم ہو، اسی مجلس میں قبولیت شرط ہے، أما مع اتحاد المجلس الحكمي فلا يختلف الأمر عند الحنفية اشتراط القبول في مجلس العلم وهو الصحيح عند الحنابلة" (الموسوعہ الفقہیہ ۱/۲۰۸)۔

اور فقہاء شافعیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ نکاح نہ خط وکتاب کے ذریعہ منعقد ہوتا ہے اور نہ ہی شوہر کے مجلس سے غائب رہنے کی صورت میں ہوتا ہے، "والصحيح عند الشافعية أنه لا ينعقد النكاح بالكتابة وكذلك إن كان الزوج غائباً وبلغه الإيجاب من ولي الزوجة" (حوالہ سابق)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کے سلبی پہلوؤں کا شرعی حکم:

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ طے کرتے وقت اگر کسی تیسرے کو اس کی اطلاع ہوجائے تو اس کے لئے ہرگز ہرگز اس تجارت سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر سابق متعاقدین میں خرید وفروخت کا معاملہ بھاؤ تاؤ کے بعد ختم ہوجائے اور ان کے مابین بیع کا معاملہ شرعی طریقے سے منعقد نہ ہوسکے اور خرید وفروخت کی بات بالکل منقطع ہوجائے تب تیسرا شخص اس سامان کو خرید سکتا ہے، اس سے قبل تیسرے شخص کا اس مبیع کو خریدنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ حدیث پاک میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ لگانے سے جبکہ متعاقدین مقدار ثمن پر متفق ہوچکے ہوں منع کیا گیا ہے: "عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال لا يبيع بعضكم على بيع بعض" (ابن ماجہ، ابواب التجارات) "وعن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال لا يبيع الرجل على بيع أخيه ولا يسوم على سوم أخيه" (ابن ماجہ حدیث: ۲۱۹۰، بخاری ومسلم)۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت کی شرعی حیثیت:

جس طرح غائبانہ خط وکتابت کے ذریعہ یا قاصد بھیج کر یا پیغام کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ طے کیا جاتا ہے، اسی طرح ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ براہ راست بھی شرائط بیع کو ملحوظ رکھ کر خرید وفروخت کا معاملہ طے کرنے سے بیع کا انعقاد ہوجائے گا، اور اس مسئلہ کی واضح نظیر بیع بالکتابۃ والرسالۃ کا مسئلہ ہے، البتہ خرید وفروخت کے لئے اس ذریعہ کو اپنانا کراہت وتعاون علی الاثم سے خالی نہیں ہے، کیونکہ ایسی صورت میں فلم بینی کے مرحلے سے گذرنا ہوگا جس کے سبب حضرات فقہاء نے ویڈیو، وی سی آر، ٹیلی ویژن دیکھنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

ٹیلی فون کے ذریعہ خرید وفروخت کا شرعی حکم:

ٹیلی فون کے ذریعہ بھی خرید وفروخت کے معاملہ کو طے کرنا جائز ہے، جس طرح کتابت ورسالت یا وکالت کے ذریعہ خرید وفروخت کو انجام دینا جائز ہے، بلکہ یہ خرید وفروخت کا نہایت سہل ذریعہ ہے، بشرطیکہ فریقین امانت داری کا ثبوت دیں اور اعتماد کو بحال رکھیں، البتہ شرائط بیع کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا جس کی تفصیل جواب (۲) کے تحت گذر چکی ہے، "يشترط لانعقاد العقد أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد .... ويختلف مجلس العقد باختلاف حالة المتعاقدين..... فمجلس العقد في حالة حضور العاقدين غير مجلس العقد في حال غيابهما" (الموسوعۃ الفقہیہ ۳۰/ ۲۱۵، بحث العقد، دیکھئے سماع المتعاقدین کلامہما شرط انعقاد البیع بلا جماع)۔

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح خوانی کا شرعی حکم:

انعقادِ نکاح کے لئے ضروری ہے کہ نکاح کا ایجاب وقبول مجلس عقد میں دو گواہوں کی موجودگی میں ہو اور دونوں گواہ بیک وقت متعاقدین کے ایجاب وقبول کو سنیں، اور ٹیلی فون پر یہ بات ممکن نہیں ہے، اس لئے ٹیلی فون پر شرعاً نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا وکیل بنایا جا سکتا ہے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے سے نکاح کر لینے کا وکیل بنا دے، اور وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اپنے وکیل بالنکاح ہونے کی خبر دے کر نکاح کی قبولیت کا اظہار کر دے (ملاحظہ ہو: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵ر ۴۰، ۴۱) خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کے لئے یہی صورت اختیار کی جاتی ہے، لہذا اس مسئلہ کی بے غبار نظیر نکاح بالکتابۃ والرسالۃ ہے۔

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کے منعقد ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی علیہ الرحمہ نے جو کچھ لکھا ہے بعینہ مع سوال وجواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

سوال: ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس جگہ شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کر دی، لڑکا اتنی جلدی آ نہیں سکتا تھا، اس لئے فوری طور پر ٹیلی فون پر نکاح کرنا پڑا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔

جواب: نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مجلس عقد میں گواہوں کے سامنے ہو، اور ٹیلی فون پر یہ بات ممکن نہیں ہے، اس لئے ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوتا اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلی فون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول کر لے، چونکہ آپ کی تحریر کردہ صورت میں نکاح نہیں ہوا، اس لئے اب رخصتی سے پہلے ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کرایا جائے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵ر ۴۰، ۴۱)۔

" أن العقد كما يصح انعقاده بين الحاضرين بالإيجاب والقبول بالعبارة كذلك يصح بين الغائبين بالكتابة أو إرسال رسول أو نحوهما" (الجوہرۃ النیرہ ۲ر ۲۱۷) وفيه أيضا والظاهر من نصوص الفقهاء أن مجلس العقد في حالة غياب العاقدين هو مجلس قبول من وجه له الكتاب أو أرسل إليه الرسول " (المرجع السابق)۔

سہ ماہی مجلہ بحث ونظر کے شمارہ ۲۴ میں حضرت مفتی جنید عالم صاحب قاسمی مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ٹیلی فون پر نکاح کی بابت ایک فتوی شائع ہوا ہے، ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

سوال: زید سعودیہ عربیہ میں رہتا ہے، اور زینب انڈیا میں رہتی ہے، زید زینب سے بذریعہ ٹیلی فون شادی کرنا چاہتا ہے تو از روئے شرع یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں، مدلل ومفصل تحریر فرما کر مطمئن فرمائیں۔

جواب: نکاح کے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس متحد ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ گواہان نے ایجاب وقبول کے الفاظ کو بیک وقت سنا ہو، اور ٹیلی فون پر نکاح کرنے کی صورت میں نہ تو ایجاب وقبول کی مجلس ایک رہے گی اور نہ گواہان ایجاب وقبول کے الفاظ کو صحیح طریقے سے بیک وقت سن پائیں گے بلہذا ٹیلی فون پر نکاح شرعاً صحیح ومنعقد نہ ہوگا، البتہ ٹیلی فون پر نکاح صحیح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ ٹیلی فون کے ذریعہ کسی کو نکاح کا وکیل بنادیا جائے اور وہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کردے، مثلاً زید ٹیلی فون پر حامد سے یہ کہے کہ میں نے تمہیں وکیل بنایا تم میرا نکاح فاطمہ سے کردو، اب حامد دو گواہوں کی موجودگی میں یہ کہتے ہوئے کہ زید نے مجھے اپنے نکاح کا وکیل بنایا ہے، زید کا نکاح فاطمہ سے کرادے، تو ایسی صورت میں شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا، یا زید خود فاطمہ کو یا فاطمہ زید کو اپنے سے نکاح کا وکیل بنادے، اور وہ دو گواہوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ فلاں نے مجھ کو اپنے سے نکاح کا وکیل بنایا ہے تم دونوں گواہ رہو، میں نے اپنا نکاح فلاں سے کیا، تو اس طرح بھی نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہو جائے گا، بشرطیکہ گواہ فلاں کو جانتے ہوں (سہ ماہی بحث ونظر، جلد ۶ شمارہ ۲۴، ص ۱۱۰، ۱۱۱)۔

"ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد حتى لو اختلف المجلس بان كانا حاضرين فأوجب أحدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لا ينعقد" (فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۲۶۹)۔

آگے حضرت مفتی جنید عالم صاحب نے خط کے ذریعہ نکاح کے منعقد ہونے کی صورت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "خط کے ذریعہ بھی نکاح ہو جاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ایک جانب سے تحریر اور دوسری جانب سے زبانی قبول ہو، مثلاً زید نے ہندہ کو خط لکھا کہ میں نے تم سے اتنے مہر پر نکاح کیا اور ہندہ کو جب تحریر ملی تو اس نے دو گواہوں کو بلایا اور خط کے الفاظ گواہوں کو سنایا اور پھر کہا کہ آپ لوگ گواہ رہیں میں نے قبول کیا، تو شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اگر دونوں جانب سے تحریری ہو تو شرعاً نکاح منعقد نہ ہوگا، مثلاً زید نے ہندہ کو لکھا کہ میں نے تم سے نکاح کیا اور ہندہ نے بھی خط میں لکھا کہ میں نے قبول کیا، یا یہ کہ ہندہ نے زبانی قبول کیا لیکن گواہوں کو زید کی تحریر نہ سنائی تو شرعاً نکاح منعقد نہ ہوگا۔

(قوله فتح) قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه أما لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح" (بحث ونظر، جلد ۶ شمارہ ۲۴، ص ۱۱۱)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کی صورت یہی ہے کہ ایک فریق دوسرے کو نکاح کا وکیل بنادے اور دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح سے رضامندی کا اظہار کردے، یا کسی تیسرے شخص کو زوجین نکاح کا وکیل بنادیں اور وہ شخص دو گواہوں کی موجودگی میں زوجین کا باہم نکاح کردیں تو شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا محمد اعظمی (مئو)

۱- مجلس اور مجلس کے اتحاد اور اختلاف کی تفسیر اور اس کے مرادی معنی کے بارے میں جدید زمانے کے بعض اہل علم وفقہ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں، ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۲- مجلس عقد: اس حالت کو کہتے ہیں جس میں متعاقدین اپنے معاملے کے متعلق باہم ہم کلام ہوں، چنانچہ شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: "مجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، وبعبارة أخرى، اتحاد الكلام في موضوع التعاقد" (الفقہ الاسلامی ۴/۱۰۶) پھر دوسرے مقام پر مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "إن مجلس التعاقد بين حاضرين هو محل صدور الإيجاب، ومجلس التعاقد بين غائبين هو محل وصول الكتاب أو تبليغ الرسالة أو المحادثة الهاتفية" (ایضا ۴/۱۰۹)۔

۳- اتحاد مجلس: متعاقدین ایک ساتھ موجود ہوں یا ایک ساتھ نہ ہوں لیکن مجلس عقد کی نوعیت اس طرح ہو کہ غیر حاضر فریق کو ایجاب کا علم ہو جائے، "كما قال الزحيلي ان يتحد المجلس بان يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد، بأن كان الطرفان حاضرين معاً، أو في مجلس علم الطرف الغائب بالإيجاب" (ایضا ۴/۴۶۲)۔

کئی - وہ حالت اور زمانہ ووقت جس میں متعاقدین صرف موضوع عقد سے متعلق گفتگو کریں، ایجاب وقبول کے درمیان کوئی دوسری غیر متعلق بات یا کام نہ کریں، اگر باہم گفتگو کے درمیان سکوت یا غور وفکر کا وقفہ وانقطاع ہو تو اتحاد مجلس کے لئے مضر نہیں ہے، چاہے یہ وقفہ طویل ہی ہو، کیونکہ انعقاد بیع ونکاح کے لئے قبول علی الفور شرط نہیں ہے، اسی طرح اتحاد مکان بھی ضروری نہیں ہے بلکہ ایجاب وقبول کے درمیان زمانہ اتصال متحد ہونا کافی ہے، چنانچہ زحیلی لکھتے ہیں: "قرر جمهور الفقهاء (الحنفية، والمالكية والحنابلة) لا يشترط الفور في القبول لأن القابل يحتاج إلى فترة للتأمل

- وإنما يكفي صدور القبول في مجلس واحد ولو طال الوقت إلى آخر المجلس - وإنما المراد باتحاد المجلس الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد" (ایضاً ۴/ ۱۰۷)۔

۵- ایجاب وقبول کے درمیان اجنبی کلام (عقد سے غیر متعلق بات) یا ایسی حرکت اور قول وفعل کا فاصلہ نہ ہو جو عرف میں عقد سے اعراض اور کسی دوسری چیز میں مشغولیت شمار کیا جاتا ہو، سید سابق رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اتحاد مجلس الإيجاب والقبول بمعنى ألا يفصل بين الإيجاب والقبول بكلام أجنبي أو بما يعد في العرف إعراضا وتشاغلا عنه بغيره" (فقہ السنہ ۳/ ۱۶۱)۔

۶- اختلاف مجلس: اتحاد مجلس کی مذکورہ بالا تفاسیر وتفاصیل سے اختلاف مجلس سے مراد بھی واضح ہوگئی کہ ایجاب وقبول کے درمیان اجنبی کلام یا موضوع عقد سے مغائر حرکت وعمل کا فاصلہ ہو یا قبول کرنے والا ایسی مجلس میں ہو کہ اس کو ایجاب کا علم نہ ہو سکے، یا ایجاب وقبول کے درمیان ایسا انقطاع وانفصال ہو جو عرف میں موضوع عقد سے اعراض پر قرینہ ہو، یہ سب صورتیں اختلاف مجلس میں شمار ہوں گی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ مجلس اور اتحاد مجلس سے مراد یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان زمانہ ووقت کے لحاظ سے اتحاد واتصال ہونا چاہئے، چاہے مکان وجگہ میں اتحاد ہو یا نہ ہو۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ تعاقد مع غائب کی ایک صورت ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر متعاقدین کا مکان بعید ہو یا مکان عقد سے ایک متعاقد اتنے فاصلہ پر ہو کہ دونوں میں کلام نہ ہو سکے یا قائل کو ایجاب کا علم وپتہ نہ ہو سکے تو معاملہ کے انعقاد کی دو صورتیں ہیں:

ایک بالرسالہ، دوسری بالکتابہ، تعاقد بالرسالہ یا بواسطۂ رسول کی صورت یہ ہے کہ متعاقدین میں سے ایک دوسرے کے پاس قاصد کے ذریعہ بیع کرنے کا پیغام بھیجے اور دوسرا فریق قاصد کی زبانی پیغام ایجاب وصول ہونے کی مجلس میں قبول کا اظہار کرے، تو یہ بیع منعقد ہو جائے گی، سید سابق فرماتے ہیں: "كما ينعقد العقد بالألفاظ والكتابة ينعقد بواسطة رسول من أحد المتعاقدين إلى الآخر بشرط أن يقبل المرسل إليه عقب الإخبار" (فقہ السنہ ۳/ ۲۲، وکذا الفقہ الاسلامی ۴/ ۴۶۵)۔

تعاقد مع غائب بالکتابہ: تعاقد مع غائب کے جواز کی دوسری صورت مراسلت وکتابت ہے، یعنی ایک متعاقد معاملۂ بیع کے لئے دوسرے کے پاس ایجاب کی تحریر بھیجے اور مرسل الیہ اس تحریری ایجاب کے وصول ہونے اور پڑھنے کی مجلس ہی میں قبول کرے تو یہ معاملہ منعقد ہو جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ تحریر بالکل صاف وظاہر ہو، کتابت کے بعد اپنی صحیح

صورت میں باقی رہے، وھندلاہٹ وغیرہ سے متاثر نہ ہو اور مروجہ طریقہ کے مطابق سطر وائز میں لکھی ہوئی ہو، اس میں مرسل الیہ کا نام و پتہ اور مرسل کا دستخط بھی موجود ہو، چنانچہ زحیلی لکھتے ہیں: "یصح التعاقد بالکتابة بین طرفین ...... بشرط أن تکون الکتابة مستبینة (بأن تبقی صورتها بعد الانتهاء منها) مرسومة (مسطرة بالطریقة المعتادة بین الناس بذکر المرسل إلیه وتوقیع المرسل" (الفقہ الاسلامی ۴/ ۱۰۳)۔

تعاقد بالکتابۃ کی تشریح و تفصیل زحیلی نے اس طرح بیان کی ہے: "أما الکتابة فهي أن یکتب رجل إلی آخر أما بعد، فقد بعت فرسي منک بکذا، فبلغه الإیجاب، فقال في مجلسه أي مجلس بلوغ الکتاب "اشتریت أو قبلت" ینعقد البیع لأن خطاب الغائب یجعله کأنه حضر بنفسه وخوطب بالإیجاب فقبل في المجلس، فإن تأخر القبول إلی مجلس ثان لم ینعقد البیع" (ایضاً ۴/ ۳۶۵)۔

سوال میں لکھی گئی تفصیل کے مطابق انٹرنیٹ کے ذریعہ تمام معاملات تحریری ہوتے ہیں، اس بنا پر انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ، تعاقد بالکتابۃ کا مصداق ہے، اگر طرفین عاقدین کے درمیان ایجاب و قبول کی مصدقہ تحریروں کا تبادلہ حتمی و یقینی طور پر ہوتا ہو اور انعقاد بیع کے لئے مذکورہ بالا شرائط موجود ہوں تو انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد تسلیم کیا جائے گا۔

۴- انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب و قبول کو دو گواہوں کا صرف دیکھنا انعقاد نکاح کے لئے کافی نہیں ہے، کیونکہ نکاح کا معاملہ عقد بیع سے کئی ناحیوں سے مختلف ہے، بالخصوص نکاح دو شخصوں کے درمیان دائمی رشتہ قائم ہونے کا ذریعہ و سبب ہے، جبکہ بیع ایک وقتی اور غیر دائمی معاملہ ہوتا ہے، اس لئے جواب نمبر ۲ میں انعقاد بیع کے لئے مذکورہ شرطوں کے علاوہ انعقاد نکاح کے لئے مزید شرطوں کا تحقق ضروری ہے، مثلاً ایجاب و قبول کی تحریر واقع کے مطابق ہو، اس میں کسی فراڈ و فریب کا خطرہ نہ ہو، شاہدین معروف و معلوم لوگوں میں سے ہوں جو زوجین کو جانتے پہچانتے ہوں اور مجلس قبول میں حاضر ہو کر ایجاب کی تحریر کو پڑھے اور سنے ہوں، پھر تحریری قبول پر ان کی شہادت مع نام و پتہ مندرج ہو، چنانچہ سید سابق لکھتے ہیں: "عقد الزواج للغائب -إذا کان أحد طرفي العقد غائباً وأراد أن یعقد الزواج فعلیه أن یرسل رسولا أو یکتب کتابا إلی الطرف الآخر یطلب الزواج- وعلی الطرف الآخر إذا کان له رغبة في القبول أن یحضر الشهود ویسمعهم عبارة الکتاب أو رسالة الرسول ویشهدهم في المجلس علی أنه قبل الزواج، ویعتبر القبول مقیداً بالمجلس" (فقہ السنہ ۲/ ۱۶۶)۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ ایجاب و قبول کی تحریریں اور ان پر شہادت اگر مذکورہ شروط و قیود کے مطابق ہوں تو نکاح منعقد اور شہادت معتبر ہوگی۔

۴- انٹرنیٹ پر اگر دو افراد کے درمیان ہوئے معاملے کی تفصیل ایک تیسرا شخص حاصل کر سکتا ہے اور اس سے تجارت میں زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اس تیسرے شخص کو ایسا کرنا اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ اس سے ان دونوں افراد کے مابین ہوئے معاملہ پر کوئی برا اثر پڑنے کا اندیشہ یا متعاقدین کے لئے کسی نقصان اور پریشانی کا باعث نہ ہو، لقوله ﷺ: "لا ضرر ولا ضرار في الإسلام"۔

۵- سوال میں ویڈیو کانفرنسنگ کی جو نوعیت وکیفیت لکھی گئی ہے اس کی روشنی میں ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت کے جواز میں بظاہر کوئی مانع شرعی معلوم نہیں ہو رہا ہے، بلکہ یہ کسی بھی معاملہ کے لئے انٹرنیٹ سے زیادہ بہتر اور اقرب إلی الشرع والعرف ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ متعاقدین ایک دوسرے کو دیکھتے اور ہم کلام بھی ہوتے ہیں جو انعقاد عقد کے لئے اظہر الدلالات ہے، بلکہ کلام اور تحریر دونوں طرح انجام پانے کی وجہ سے اوثق واحفظ طریقہ ہے، لیکن یہ شرط ملحوظ رہے کہ ایجاب وقبول کی گفتگو میں اتحاد زمانی اور عدم تفرق واعراض کا پایا جانا ضروری ہے، کما تقدم، مزید تفصیل فون کے سلسلہ میں آ رہی ہے۔

۶- فون پر خرید وفروخت کے جواز کے لئے وہی شرط ہے جو انٹرنیٹ کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے، یعنی طرفین کے درمیان ایجاب وقبول کی گفتگو کا وقت وزمانہ ایک اور متصل ہو، اس گفتگو کے بیچ میں عقد بیع سے غیر متعلق بات یا کام کا فصل نہ ہو جو اعراض وتفرق پر دلالت کرے، ورنہ عقد بیع صحیح نہیں ہوگا، چنانچہ زحیلی "التعاقد بالهاتف والمراسلة" کے تحت لکھتے ہیں: "ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد، لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان الآخر، إذا وجد بينهما واسطة اتصال كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة وإنما المراد باتحاد المجلس الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد فمجلس العقد هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مقبلين على التفاوض في العقد، وعلى هذا يكون مجلس العقد في المكالمة الهاتفية هو زمن الاتصال مادام الكلام في شأن العقد، فإن انتقل المتحدثان إلى حديث آخر انتهى المجلس" (الفقہ الاسلامی ۴؍ ۱۰۸)۔

۷- ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول صحیح ہونے کے لئے فون پر خرید وفروخت کے سلسلہ میں مذکورہ شرطوں کے پائے جانے کے ساتھ مزید شرطوں وقیدوں کا تحقق ضروری ہے جو انعقاد نکاح کے لئے شرعاً معتبر ہیں، مثلاً تراضی طرفین مع ولی، متعاقدین اور شاہدین میں سے ہر ایک کا معین ومشخص اور معلوم الاسم والعنوان ہونا، طرفین کا ایک دوسرے کی آواز اس یقین کے ساتھ پہچاننا کہ معہود متعاقدین کی آواز ہے، مجلس ایجاب وقبول میں گواہوں کو موجود ہو کر ایجاب وقبول کو سننا اور اس بات

پر گواہ رہتا کہ قابل نے مجلس گفتگو میں ہی ایجاب کو قبول کیا ہے وغیرہ۔ عقد الزواج للغائب کے تحت سید سابق لکھتے ہیں:

"وعلى الطرف الآخر إذا كان له رغبة في القبول أن يحضر الشهود ويسمعهم ..... ويشهدهم في المجلس على انه قبل الزواج ويعتبر القبول مقيداً بالمجلس" (فقہ السنۃ ۲/۱۶۲)۔

ہمارے نزدیک مذکورہ شروط وقیود کے ساتھ ٹیلیفون پر ایجاب وقبول درست ہے، چاہے اصالۃً ہو یا وکالۃً ٹیلیفون پر نکاح کا طریقہ وہی ہونا چاہئے جو متعاقدین کی جگہ اور مکان متحد ہونے کی صورت میں ولی یا وکیل ایجاب وقبول کے سلسلہ میں اختیار کرتا ہے، البتہ شرط اتصال زمانی برقرار رہنی چاہئے۔

امام ابن حزم دیگر فقہاء کے خلاف اس بات کے قائل ہیں کہ غائب اور غائبہ کا نکاح بغیر توکیل جائز نہیں ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "لا يجوز نكاح غائبة إلا بتوكيل منها على ذلك، ولا يحل نكاح غائب إلا بتوكيل منه ورضاه، لقول الله (لا تكسب كل نفس إلا عليها) وقد تزوج رسول الله ﷺ أم حبيبة أم المؤمنين رضي الله عنها وهي بأرض الحبشة، وهو بالمدينة برضاهما معاً" (المحلی ۷/۳۵)۔



مختصر تحریریں

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا ظفر الاسلام اعظمی
دار العلوم مئو

۱- "والاتصال بينهما يتحقق بالعلاقة والعلاقة أنواع لأن العلاقة بينهما قد تكون بأن يكونا في مكان واحد وتكون بان يكونا مربوطين بحبل ...... وقد تكون بان يكونا متحدين في الرأي وقد تكون بان يكونا مشاركين في الفعل ولما كان الاتصال متنوعا بهذه الأنواع كان الاجتماع أيضا متنوعا بها" (اعلاء السنن ۱۴ر۷)۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اتحاد مجلس کی کئی صورتیں ہیں، کبھی تو یہ اتحاد متعاقدین کی ایک جگہ میں موجودگی کے ذریعہ متحقق ہوتا ہے اور کبھی رائے میں متحد ہونے کی صورت میں، اور کبھی فعل میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونے کی صورت میں، بنا بریں اگر مکان یا فعل یا رائے وغیرہ میں اجتماع ہو تو اتحاد مجلس کا حکم لگے گا ورنہ اختلاف مجلس کا۔

۲- بندہ کے خیال میں انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت جائز ہونا چاہئے، اور اس کے جواز پر استدلال "وتكون بان يكونا متحدين في الرأي ومشاركين في الفعل" سے کیا جاسکتا ہے۔

۳- زوجین ایک جگہ ہوں اور وہ تحریری شکل میں ایجاب و قبول انٹرنیٹ پر "چیٹنگ" کے ذریعہ کر رہے ہوں جس پر علی الفور دونوں گواہ ایک دوسرے کی تحریر کو دیکھ رہے ہوں اور پڑھ رہے ہوں تو اس صورت میں نکاح اس وقت درست ہوگا جبکہ عاقدین میں سے کوئی ایک زبانی طور پر بھی قبول یا ایجاب کرے جسے گواہان سن رہے ہوں۔

۴- آپس میں ہوئے معاملہ کو ایک تیسرا شخص انٹرنیٹ کے ذریعہ معلوم کر لیتا ہے اور پھر بائع یا مشتری سے انٹرنیٹ ہی کے ذریعہ رابطہ قائم کرتا ہے کہ وہ مال جس کا معاملہ ہوا، ہم تمہیں اس سے کم میں دے دیں گے، یا بائع سے کہے کہ ہم تم سے اس سے زیادہ پر خرید یں گے۔ یہ صورت شرعاً جائز نہ ہونی چاہئے۔ بندہ کے خیال میں یہ فعل سوم الرجل على سوم أخيه اور

سوم المسلم علی سوم المسلم میں داخل ہے، جس کی ممانعت بکثرت روایات میں موجود ہے، نیز یہ بیع نجش بھی ہو سکتی ہے جس کے احکام فقہاء کے درمیان شائع ہیں۔

۶- فون پر خرید و فروخت اس وقت جائز ہوگی جب کہ مشتری کو خیار حاصل ہو، یا مشتری نے کسی کو وکیل بالشراء بنا دیا ہو جس نے مال دیکھ لیا ہو۔

۷- اگر ٹیلی فون پر عاقدین یا ان میں سے ایک کے پاس دو گواہ بیٹھے ہوں جو ایجاب و قبول کو سن رہے ہوں تو شاہدین متحد المجلس تصور کئے جائیں گے جس پر دلیل "و تکون بان یکونا مر ہو طین بحبل" ہے (اعلاء السنن ۱۱/۷) اور اب تو اس مسئلہ کو ساؤنڈ والے ٹیلی فون نے اور آسان کر دیا ہے، اس لئے ٹیلی فون پر نکاح کا ایجاب و قبول ہو سکتا ہے، عاقدین کے پاس بیٹھے ہوئے گواہ متحد المجلس تصور کئے جائیں گے، ٹیلی فون پر نکاح کا وکیل بنایا جا سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ شوہر یا بیوی کسی سے ٹیلی فون پر اس طرح کہے کہ میں نے تمہیں اپنے نکاح کا وکیل بنایا مسماۃ فلانہ یا مسمی فلاں سے، اب وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اس متعین خاتون سے یا لڑکے سے نکاح کرا دیتا ہے تو یہ نکاح درست ہوگا۔ یا دونوں ہونے والے میاں بیوی خود بذریعہ فون ایک دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیں اور پھر دو گواہوں کی موجودگی میں یہ نکاح ہو جائے تو یہ صورت صحیح ہونی چاہئے۔



فون اور انٹرنیٹ پر عقود ومعاملات

مفتی شیر علی گجراتی
جامعہ فلاح دارین ترکیسر، گجرات

ہدایہ میں ہے: "وإذا أوجب أحد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار إن شاء قبل في المجلس وإن شاء رد "اور پھر چند سطروں کے بعد ہے: "وإنما يمتد إلى آخر المجلس لأن المجلس جامع المتفرقات فاعتبرت ساعاته ساعة واحدة دفعا للعسر وتحقيقا لليسر والكتاب كالخطاب وكذا الإرسال حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب وأداء الرسالة"۔

"قال في الفتح: فصورة الكتاب أن يكتب أما بعد فقد بعت عبدي منک بكذا فلما بلغه الكتاب وفهم ما فيه قال قبلت في المجلس انعقد"۔

"والرسالة أن يقول اذهب إلى فلان وقل له إن فلانا باع عبده فلانا منک بكذا فجاء فأخبره فأجاب في مجلسه ذلک بالقبول وكذا إذا قال بعت عبدي فلانا من فلان بكذا فاذهب يا فلان فأخبره فذهب فأخبره فقبل، وهذا لأن الرسول ناقل فلما قبل اتصل لفظه بلفظ الموجب حكما"(فتح القدیر ۵/ ۴۶۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ:

۱-مجلس کے اتحاد سے ایجاب وقبول کا حکماً اتصال مراد ہے۔

۲-خرید وفروخت کے معاملہ کے صحیح ہونے کے لئے شرعاً ایجاب اور اس سے متصلاً باتصال حکمی قبول کا پایا جانا ضروری ہے، انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کا اتصال حکمی ہو جاتا ہے لہذا اس کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا۔

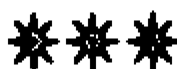
۳-اس طرح انٹرنیٹ پر نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نکاح کے انعقاد کے لئے دونوں گواہوں کا ایجاب وقبول

کو ساتھ ساتھ سننا بھی ضروری ہے، "وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الأصح فاهمین انه نکاح علی المذهب مسلمین" (درمختار بر شامی ۳ر۹۲)۔

گواہوں کا محض تحریری ایجاب وقبول کو دیکھنا شہادت نکاح کے لئے کافی نہیں ہے۔

۶- فون پر خرید وفروخت کا ایجاب وقبول ہوسکتا ہے، اگر بیع کی اور دوسری شرطیں بھی پائی جائیں تو بیع صحیح ہوجائے گی۔

۷- فون پر نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوسکتا، ہاں فون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵ر۴۷)



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مفتی عبدالرحیم قاسمی
جامعہ خیر العلوم (بھوپال)

۱- شریعت نے صفائی معاملات کے لئے ایجاب وقبول کے اتصال اور مبیع وثمن کی تعیین اور عاقدین کے ایک دوسرے پر اعتماد کو بڑی اہمیت دی ہے، اور جو معاملات مبہم ہوں یا جھگڑے کا باعث ہوں ان سے بچنے کی ہدایت دی ہے، زبانی ایجاب وقبول کے وقت مجلس عقد میں فیصلہ کن جواب پر اکتفا کیا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے گواہی کو لازم کیا ہے۔

فقہاء نے کشتی چلنے کے دوران کئے ہوئے ایجاب وقبول کے درمیان فاصلہ ہونے کے باوجود کشتی کو حکماً گھر کی طرح مان کر اس عقد کو "ولو تبایعا وهما في سفينة ينعقد سواء كانت واقفة أو جارية خرج الشطران متصلين أو منفصلين ..... لأن جريان السفينة بجريان الماء لا بإجرائه، ألا ترى أن راكب السفينة لا يملك وقفها فلم يكن جريانها مضافا إليه فلم يختلف المجلس فأشبه البيت" (بدائع ۵/۱۳۷)۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ زبانی بیع کا عقد منعقد نہیں ہوگا، البتہ کسی کو وکیل بنایا جا سکتا ہے پھر وکیل عقد کر سکتا ہے۔

۳- کسی شخص نے انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب کر لیا، دوسرے شخص نے گواہوں کے روبرو قبول کیا (اور تحریری جواب دیا) تو عقد منعقد ہو گیا۔

"أما الكتابة فهي أن يكتب الرجل إلى رجل فبلغه الكتاب فقال في مجلسه اشتريت لأن خطاب الغائب كتابه فكأنه حضر بنفسه وخاطب بالإيجاب وقبل الآخر في المجلس" (بدائع ۵/۱۳۸)۔

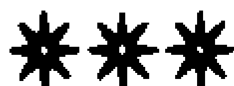
۴- بھاؤ پر بھاؤ لگانا اور عقد کے درمیان مداخلت عاقدین کا معاملہ کاٹ کر خود خرید وفروخت کر لینا جائز نہیں حرام ہے:

"لا يسوم الرجل على سوم أخيه المسلم" (رواہ مسلم ۲/۳، مشکوۃ شریف ص ۲۴۷)۔

۵- ویڈیو کانفرنس میں زبانی بات چیت کے ساتھ تحریری ایجاب کیا جائے اور گواہوں کی موجودگی میں قبول کرنے والا زبانی یا تحریری طور پر قبول کرے تو عقد منعقد ہو جائے گا۔

٦- ٹیلیفون یا دیگر ذرائع سے وکیل بنانا جائز ہے پھر وکیل مجلس عقد میں بیع و شراء کر کے موکل کو مطلع کر دے۔

۷- ٹیلیفون سے کسی کو اپنا وکیل بنا دے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کے نکاح کو قبول کر لے پھر مجلس نکاح منعقد کی جائے، اور جو بھی نکاح پڑھائیں وہ کہیں کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے کیا اور وکیل کہے کہ میں نے اس لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا، بس اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور صحیح ہو جائے گا۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
میسور، کرناٹک

۱- مجلس سے اقتران مقصود ہے۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ تفصیلات مصدقہ کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے۔

۳- انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری طور پر ایجاب وقبول اور شہادت سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۴- طے شدہ معاملہ میں تیسرے شخص کی مداخلت صحیح نہیں ہوتی۔

۵- ویڈیو کانفرسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت ممکن ہے، چونکہ ویڈیو کانفرسنگ اور انٹرنیٹ پر ہونے والے تمام معاملات کا ریکارڈ محفوظ ہوتا ہے اور ضرورت پر آسانی سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور پوری تفصیلات کے بعد معاملات طے ہوتے ہیں، اس لئے یہ جائز ہے۔

۶- فون پر بھی سمعی وبصری مسائل طے کئے جاسکتے ہیں، اس دور میں عموم بلوی کے تحت خرید وفروخت جائز ہو جاتی ہے۔

۷- فون پر بصری وسمعی سہولتیں مہیا ہیں شاہدین اور عاقدین متحد المجلس کے قائم مقام فون کو وکیل بنا کر ایجاب وقبول درست قرار دیا جاسکتا ہے مگر اس معاملہ میں مفسدہ کی گنجائش ہے۔

انٹرنیٹ سے متعلق جدید مسائل

مولانا بہاءالدین (کیرالا)

۱- مجلس وہ جگہ ہے، جہاں عقد یا معاملہ انجام پاتا ہو، اور اتحاد مجلس سے مراد اس جگہ پر عاقدین کا جمع ہونا ہے، اگر اس میں مکانی فاصلہ موجود ہے تو وہاں اتحاد مجلس نہیں ہے۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا، کیونکہ اگر چہ ایجاب وقبول کے درمیان وقتی فاصلہ ہے، پھر بھی علمائے کرام کے کلام سے واضح ہے کہ اس معاملہ یا عقد کے منعقد ہونے کی گنجائش ہے۔ عقد میں انسان کا زبانی تلفظ معتبر ہے اور اگر عقد کا صیغہ لکھا تو یہ کنایہ ہے اور اس میں نیت واجب ہے: "نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج" کی عبارت دیکھئے: "والكتابة لا على هواء أو مائع كناية فينعقد بها مع النية ولو لحاضر كما رجحه السبكي وغيره فليقبل فوراً عند علمه ويمتد خيار هما لانقضاء مجلس قبوله ولو باع من غائب كبعت داري من فلان وهو غائب فقبل حتى بلغه الخبر صح كما لو كاتبه بل أولى"۔

تو انٹرنیٹ میں کتابت کا حکم ہے۔ کیونکہ اس میں پانی یا ہوا پر نہیں لکھتا، البتہ ای میل (E-mail) چیک کرتے وقت ہی یعنی عقد کی خبر معلوم کرتے وقت ہی قبول کرنا چاہئے اور عقد فسخ کرنے کا حق قبول کرتے وقت سے لے کر تین دن تک ثابت ہوگا۔

۳- گواہ کے بارے میں "الفقہ علی المذاہب الاربعۃ" میں یوں کہا گیا ہے کہ نکاح میں شاہدین کا متحد ہونا شرط ہے، یعنی طرفین کا شاہد ایک ہی ہونا ضروری ہے، اس لئے نکاح جس میں شاہدین شرط ہے وہ انٹرنیٹ کے ذریعہ صحیح نہیں ہوگا، اور اس بات کا خاص دھیان رکھئے کہ نکاح ایک لڑکی کا مستقبل ہے، اس میں باقی معاملات سے بھی زیادہ احتیاط واجب ہے، فقہ شافعی میں بہت جگہ یہ عبارت دیکھ سکتے ہیں: "ويحتاط في البضع ما لا يحتاط في غيره"۔

۴- ہر ایک بیع یا معاملہ میں یہی حکم ہے کہ معاملہ پورا ہونے کے بعد یعنی منعقد ہونے کے بعد تیسرا شخص اس میں داخل

ہواور اس عقد کو فسخ کرنے کی ترغیب یا ترہیب دینا حرام ہے، حدیث شریف ہے کہ "ولا یبع بعضکم علی بیع بعض" لیکن عقد پورا ہونے سے پہلے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ لین دین، خرید و فروخت وغیرہ کرسکتا ہے، لیکن اس کا الگ حکم ڈھونڈنے کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ عاقدین کی تصویر سامنے آنا اور نہ آنا شافعی مسلک کے مطابق یکساں ہے، اس میں بھی جلدی اگر قبول ہو چکا تو صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ اس عقد میں اتحاد مجلس شرط نہیں ہے، نکاح کا معاملہ صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ شاہدین کا اتحاد شرط ہے۔

۶- ٹیلیفون کے واسطے سے خرید و فروخت صحیح ہے، ایجاب کے فوراً بعد قبول ہونا ضروری ہے۔

لیکن دھیان رکھنا چاہئے کہ فروخت کی جانے والی چیز یا خریدنے کی چیز کو متعاقدین کا دیکھنا ضروری ہے، نہایۃ المحتاج میں یوں دیکھ سکتے ہیں:

"والأظهر أن بيع الغائب وهو ما لم يره المتعاقدان أو احدهما ثمنا أو مثمنا ولو كان حاضرا في مجلس البيع وبالغا في وصفه أو بسمعه بطريق التواتر كما يأمن أو رآه في ضوء إن ستر الضوء لونه كورق أبيض فيما يظهر، والثاني وبه قال الأئمة الثلاثة يصح البيع ان ذكر جنسه وإن لم يرياه ويثبت الخيار للمشتري عند الرؤية، وعلى الأظهر يكفي الرؤية قبل العقد"۔

تو کم از کم عقد سے پہلے چیز کو متعاقدین کا دیکھنا واجب ہے۔

۷- ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب و قبول نہیں ہوسکتا۔ اس میں اتحاد مجلس اور اتحاد شاہدین واجب ہے، وکالت کے بارے میں بول سکتا ہے کہ صحیح ہے، لیکن نکاح میں زیادہ احتیاط واجب ہے، اس لئے ترک کرنا بہتر ہے، اگر وکالت صحیح ہے تو دیگر وکالت میں جو مسائل آتے ہیں وہی یہاں پر آئیں گے۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا سلطان احمد اصلاحی، علی گڑھ

۱- قدیم عرف میں مجلس اور اتحاد مجلس کے حوالہ سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ اپنی جگہ برقرار ہے اور معاملہ کی اس صورت میں اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے، زیر نظر سوالنامہ کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کی نئی تبدیلی کے پس منظر میں مکانی فاصلے کو منہا کر کے مجلس کے اتحاد و اختلاف کا فیصلہ کیا جانا چاہئے، اس شرط کے ساتھ کہ معاملہ اچانک نہ ہو بلکہ انہی ذرائع سے عاقدین کے مابین اتنی نہ سہی تو اسی جیسی قربت اور بے تکلفی پیدا ہو جائے جیسی کہ براہ راست اور دوبدو معاملہ کی صورت میں ہوتی ہے۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت شرعاً منعقد ہو جائے گا بشرطیکہ متعلقہ حکومتوں کے یہاں اس کے ذریعہ ہونے والے معاملہ کو ویسا ہی اعتبار و اعتماد حاصل ہو جیسا کہ براہ راست اور دوبدو معاملہ کو یا فاصلے کے باقاعدہ اور منضبط تحریری معاملے کو ہوتا ہے، مطلب یہ کہ اس کی خلاف ورزی پر عاقدین ویسے ہی مسئول اور جواب دہ ہوں جیسا کہ وہ براہ راست اور دوبدو معاملہ میں مسئول اور جواب دہ ہوتے ہیں۔

۳- ہاں! یہ ایجاب و قبول درست ہوگا اور نکاح منعقد ہو جائے گا اوپر کی اسی شرط کے ساتھ متعلقہ مقامات اور حکومتوں کے یہاں اس معاملے کو وہی اعتبار و اعتماد حاصل ہو جو آمنے سامنے کی مجلس نکاح کو حاصل ہوتا ہے اور اس سے پیشتر عاقدین کے مابین ویسے ہی بے تکلفی اور قربت پیدا ہو جائے جیسی کہ براہ راست معاملہ نکاح میں ہوتی ہے۔

۴- صورت مسئولہ میں اگر تیسرا شخص فریقین کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر اپنی اس واقفیت کی بدولت ان سے زیادہ فائدہ اٹھالیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح کا فائدہ وہ انٹرنیٹ کے بغیر ٹیلیفون، تحریر اور زبانی معلومات کے ذریعہ بھی حاصل کر سکتا ہے، صرف اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ وہ ہونے والے معاملہ میں رخنہ نہ ڈالے یا یہ کہ اس سودے میں چڑھائی نہ کرے جس کی حدیث میں ممانعت ہے: "ولا تحسسوا ولا تناجشوا ولا تنافسوا ولا یبع بعضکم علی بیع

بعضا" (صحیح مسلم جلد ۸، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش ونحوہا، نیز باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، میں رسول اللہ ﷺ کی مختلف احادیث کے الفاظ جن کا بار بار اعادہ اور تکرار ہے، مطبعہ عامرہ، مصر)۔

اس سے ہٹ کر کسی سودے کی معلومات سے مطلق فائدہ اٹھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کا معاملہ انٹرنیٹ سے اوپر کی چیز ہے، تو جب انٹرنیٹ پر خرید وفروخت جائز ہے تو اس پر بدرجہ اولیٰ جائز ہے، دراصل ابلاغ کے ان ذرائع کو کھلا رکھنے میں سہولت اور عافیت ہے جو دین فطرت کا عین مقصود ہے، اسی اہتمام اور اسی شرط کی ضرورت ہے کہ ان معاملات کو حکومتی اعتبار اور نفاذ کی قوت حاصل ہو، جیسا کہ براہ راست معاملے کی یہی کیفیت ہوتی ہے اور مختلف تدابیر سے ان کو یقینی اور محکم بنایا جاتا ہے۔

۶- فون پر بھی خرید وفروخت کا وہی حکم ہے جو اوپر انٹرنیٹ اور ویڈیو کانفرنسنگ کا مذکور ہوا ہے، البتہ اس کا معاملہ ان سے قدرے کمزور ہے، اس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ فون پر ہونے والے یا ہوئے معاملہ کو ساتھ ہی فیکس کے ذریعہ مؤکد کرلیا جائے، جس سے کہ نزاع اور اختلاف کی صورت میں تحریر فیصلہ کن ہو اور اس کے ذریعہ معاملہ کا نپٹانا آسان ہوجائے۔

۷- ضرورت کے تقاضے سے ٹیلیفون کے ذریعہ ایجاب وقبول ہوسکتا ہے اور صورت مسئولہ میں عاقدین اور شاہدین متحد المجلس تصور کئے جائیں گے، البتہ مناسب ہے کہ دونوں طرف سے اس مجلس کی پوری کارروائی ٹیپ کرلی جائے، ساتھ ہی دونوں طرف کی مجلسوں کی ویڈیو گرافی ہوجائے، اور مجلس ختم ہونے سے قبل فیکس کے ذریعہ اس نکاح کا تحریری ثبوت بھی فراہم کرلیا جائے اور اسے بھی ویڈیو میں قید کرلیا جائے۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی، علی گڑھ

اس میں شک نہیں کہ عقود ومعاملات کے منعقد ہونے میں وقت اور زمانہ کے اعتبار سے ایجاب وقبول میں اتصال ضروری ہے، اور اسی لئے اتحاد مجلس یا مکان کی شرط لگائی گئی کہ زمانہ قدیم میں اس کے بغیر ایجاب وقبول میں اتصال ممکن نہیں تھا، اس طرح ایک مجلس کی تعریف یہ ہوئی کہ زماں ومکان کی ایسی وحدانیت جس میں ایجاب وقبول کا اتصال ہو سکے، اس کے لئے نہ تو ایک ہی کشتی میں سوار ہونا ضروری ہے اور نہ ہی ایک کمرہ میں ہونا یا ایک ہی چپہ زمین پر ہونا شرط ہے۔ مجلس کے معنی میں یہ بھی داخل ہے کہ زیر عقد معاملہ جاری ہو، زمان ومکان اگر چہ وہی ہو، لیکن ایجاب واپس لے لیا گیا یا اس معاملہ کو ترک کر کے فریقین نے کسی اور معاملہ کو شروع کر دیا جس سے یہ معلوم ہو کہ اب پہلا معاملہ ختم ہو گیا تو زمان ومکان اور نشست ایک ہوتے ہوئے بھی مجلس کا بدل جانا سمجھا جائے گا۔ ایک اور چیز جس کی طرف فی زمانہ توجہ ہونی چاہئے وہ ہے تعمیل وتنفیذ (Execution & Enforcement) کا مسئلہ۔ پرانے زمانہ میں مجلس کے انعقاد کے لئے اتحاد مکانی ضروری ہونے کی وجہ سے معاملہ کی تعمیل وتنفیذ آسان تھی، آج مکانی اختلاف کی وجہ سے اس میں رکاوٹ پیش آ سکتی ہے۔ آج مجلس کے معنی میں ایجاب وقبول کا کسی بھی ذریعہ سے اتصال کے ساتھ ساتھ تعمیل وتنفیذ کے امکان کا پایا جانا بھی شامل ہوگا۔ اس ضروری تمہید کے بعد سوالات کے جوابات پیش ہیں۔

۱- زیر بحث معاملہ کی انجام دہی کے سلسلہ میں مطلوب ضروری ربط وتعلق کا نام ہے مجلس، خواہ یہ ربط وتعلق اتحاد مکانی سے حاصل ہو یا کسی اور وسیلہ سے۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کا معاملہ شرعاً منعقد ہو جائے گا بشرطیکہ تعمیل وتنفیذ ممکن ہو، ورنہ یہ صرف وعدہ بیع وشراء ہوگا جیسے .V.P.P کے ذریعہ کتاب منگانا، کہ وی پی چھڑانے کے وعدہ پر دوکاندار کتب بھیج دیتا ہے، اور مرسل الیہ پر صرف اخلاقی دباؤ ہوتا ہے اور معاملہ بیع مکمل ہو جاتا ہے، صرف خیار رویت یا خیار عیب کی طرح کی چیز باقی رہ جاتی ہے۔

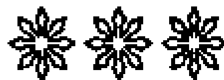
۳- منعقد ہو جائے گا۔

۴- یہ غیر اسلامی، غیر اخلاقی و غیر قانونی فعل ہوگا اس لئے صحیح نہیں ہے۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ سے اتصال برائے بیع وشراء ہو سکتا ہے، اس لئے اس کے ذریعہ ہونے والی خرید وفروخت صحیح ہوگی بشرطیکہ تعمیل وتنفیذ ممکن ہو۔

۶- فون پر بھی خرید وفروخت ہو سکتی ہے، اور میرا خیال ہے اس پر بہت سے مسلم تاجروں کا عمل بھی ہے، اور کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا ہوگا کہ یہ چیز شرعاً ممنوع ہے۔ فون پر ہی بیع وشراء کر لینے کے بہت سے فوائد بھی ہیں، جو شرعاً مطلوب ہیں مثلاً وقت کی بچت، پٹرول کی بچت، آلودگی سے حفاظت وغیرہ۔

۷- شہادت کی تکمیل کے لئے آواز سننے کے ساتھ صورت سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ، اگر عاقدین وشاہدین ٹیلی فون کی دوسری جانب موجود شخصیت کی صورت سے پہلے سے واقف ہوں اور اس کا اقرار کریں تو ٹیلیفون پر بھی نکاح ہو جائے گا ورنہ شہادت کے نقص کی وجہ سے نکاح نہیں مکمل ہوگا اور تنفیذ سے پہلے تجدید ہونی چاہئے۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود ومعاملات

مولانا محمد یعقوب
جامعہ عربیہ امداد العلوم ہزید پور بارہ بنکی

۱- مجلس اس بیٹھک کو کہتے ہیں جہاں چند آدمی مل جل کر بیٹھے ہوں اور وہ ایک دوسرے کی بات کو سن اور سمجھ سکتے ہوں اور دوسروں کو اپنی بات سمجھا سکتے ہوں۔

اختلاف مجلس:

جس جگہ چند آدمی کسی مسئلہ کے طے کرنے کے لئے یکجا ہو کر بیٹھے ہوں اور ان میں سے کوئی شخص کھڑا ہو جائے یا کوئی دوسرا کام کرنا شروع کر دے جو کہ گذشتہ کام کے جنس سے نہ ہو تو اس کو اختلاف مجلس کہتے ہیں۔

صاحب شرح وقایہ لکھتے ہیں: "فإن المجلس يتبدل بأحد الأمرين اما بقيام او بعمل لا يكون من جنس ما مضى" (شرح وقایہ ۳/۹)(یعنی مجلس بدل جاتی ہے دو امروں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے: اولاً مجلس سے کھڑے ہو جانے کی وجہ سے یا کوئی دوسرا کام شروع کر دینے کی وجہ سے جو کہ پہلے کام کے قبیل سے نہ ہو)۔

اتحاد مجلس:

لوگ جس کام کے لئے یکجا ہوں اور اس میں منہمک ہوں تو یہ اتحاد مجلس ہے، اور اتحاد مجلس پر تمام ائمہ متفق ہیں یعنی جب تک مجلس قائم ہے اس وقت تک ایجاب وقبول ہو سکتا ہے یعنی ایجاب کے بعد قبول کی تھوڑی تاخیر اس کی صحت میں مانع نہیں ہے، البتہ امام شافعی اتحاد مجلس کے ساتھ ایجاب وقبول کے بعد فوراً قبول کرنے کے قائل ہیں اور اس میں تاخیر صحیح نہیں ہے (اسلامی فقہ ۲/۲۸)۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ شرعاً خرید وفروخت درست ہے، اگر اس میں کوئی شی مفضی إلی النزاع بین العاقدین نہ ہو اور

عاقدین کے مابین ثمن ومبیع کے حوالہ کرنے میں کوئی شی مانع نہ ہو، نیز یہ حوالگی عاقدین خود کرتے ہوں، یا کسی وکیل کے ذریعہ کراتے ہوں۔

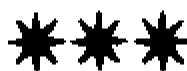
۳- انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول کو اگر دو شرعی گواہ دیکھ رہے ہوں اور اس تحریر کو سمجھ بھی رہے ہوں تو یہ ایجاب وقبول شرعاً معتبر ہوگا اور ان کی شہادت انعقاد نکاح کے لئے شرعاً کافی ہوگی بشرطیکہ وہ عاقدین کو پہچانتے ہوں۔

۴- صورت مسئولہ میں دوسرا شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس کے لئے ایسا معاملہ کرنا درست ہوگا، اور وہ اس کی تفصیل سے ہر ممکن فائدہ حاصل کرسکتا ہے اگر یہ صورت عاقدین کے لئے نقصان دہ نہ ہو اور اس کے ذریعہ عاقدین کے باہمی معاملہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت، لین دین اور تجارت شرعاً درست ہے اور اس کی صورت شاہد کی حیثیت میں فرض کی جاسکتی ہے۔

۶- فون پر خرید وفروخت شرعاً جائز ودرست ہے اگر آواز جانی پہچانی ہو اور اس میں کسی قسم کا مغالطہ نہ ہو اور عاقدین کے مابین ثمن ومبیع کی حوالگی میں قدرت ہو۔

۷- ٹیلیفون کے ذریعہ ایجاب وقبول صحیح نہیں ہے، اگر کوئی شخص کسی کو ٹیلی فون پر اپنا وکیل بنادے کہ فلاں سے میرا نکاح کردیجئے یا باپ کہے کہ میرے لڑکے یا فلاں لڑکی کا نکاح آپ کردیجئے، اب یہ وکیل کی حیثیت سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرادیں تو نکاح صحیح ہوجائے گا بشرطیکہ گواہ لڑکے یا لڑکی سے واقف ہوں (اسلامی فقہ ۲؍۳۰)۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا عطاء اللہ قاسمی
امداد العلوم کوپاگنج، مئو

۱- خرید و فروخت کا معاملہ طے کرنے کے لئے دو شخصوں کا اکٹھا ہونا مجلس بیع ہے، اس مجلس کے دو بنیادی عناصر ہیں: (۱) دونوں شخص ایک جگہ ہوں، (۲) آپسی تبادلہ پر آمادگی ہو، ان دو بنیادی عناصر کا اعتبار اتحاد مجلس ہے، اور کسی ایک عنصر کا فقدان اختلاف مجلس ہے۔

۲- انعقاد بیع کے لئے اتحاد مجلس شرط ہے، اگر عاقدین دور دور ہوں لیکن ایک دوسرے کو دیکھ کر اچھی طرح پہچان کر ایجاب و قبول کریں تو انعقاد بیع کی شرط ثابت ہو جائے گی۔ "اتحاد المجلس يكون باتحاد المكان وعدم الإعراض فإذا تبدل المكان أو وجد الإعراض قولا أو فعلا تفرق المجلس"۔

انٹرنیٹ پر ایک دوسرے کا تعارف (دیکھنا اور پہچاننا) نہیں ہوتا صرف ایک دوسرے کی اپنی تحریریں سامنے ہوتی ہیں اور کوئی بھی شخص کسی کی طرف سے تحریر انٹرنیٹ میں ڈال سکتا ہے۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان کر ایجاب و قبول ممکن نہیں، اس لئے انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت کا معاملہ شرعاً منعقد نہیں ہوگا۔

۳- اسی طرح انٹرنیٹ پر نکاح کا ایجاب و قبول، نکاح کی شہادت بھی منعقد نہیں ہوگا، کیونکہ انعقاد نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ ایجاب و قبول مجلس عقد میں دو گواہوں کے سامنے ہو اور دونوں گواہ نکاح کے ایجاب و قبول کو سن رہے ہوں، اور انٹرنیٹ کے ذریعہ یہ شرط پوری ہونا ممکن نہیں ہے۔

"وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً فاهمين أنه نكاح" (درمختار ۲/۲۹۵، ۲۹۶)۔

۴- دو افراد کے درمیان ہوئے معاملات کی تفصیل ایک تیسرا شخص حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان دونوں کی اجازت سے جائز ہے، بغیر اجازت جائز نہیں ہے۔

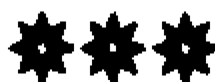
۵- ویڈیو کانفرنسنگ میں ایک دوسرے کو دیکھ کر پہچان کر بات چیت ہوتی ہے، اس لئے ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ لین دین کا معاملہ جائز ہوگا۔

۶- فون پر ایک دوسرے کو دیکھنا ممکن نہیں ہے لیکن ایک دوسرے کا مکمل تعارف ہوتا ہے، اس لئے فون پر لین دین کا معاملہ جائز ہے۔

۷- انعقاد نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول مجلس عقد میں گواہوں کے سامنے ہو اور گواہ نکاح کے ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں، اور فون پر نکاح میں یہ شرط مفقود ہو جاتی ہے اس لئے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

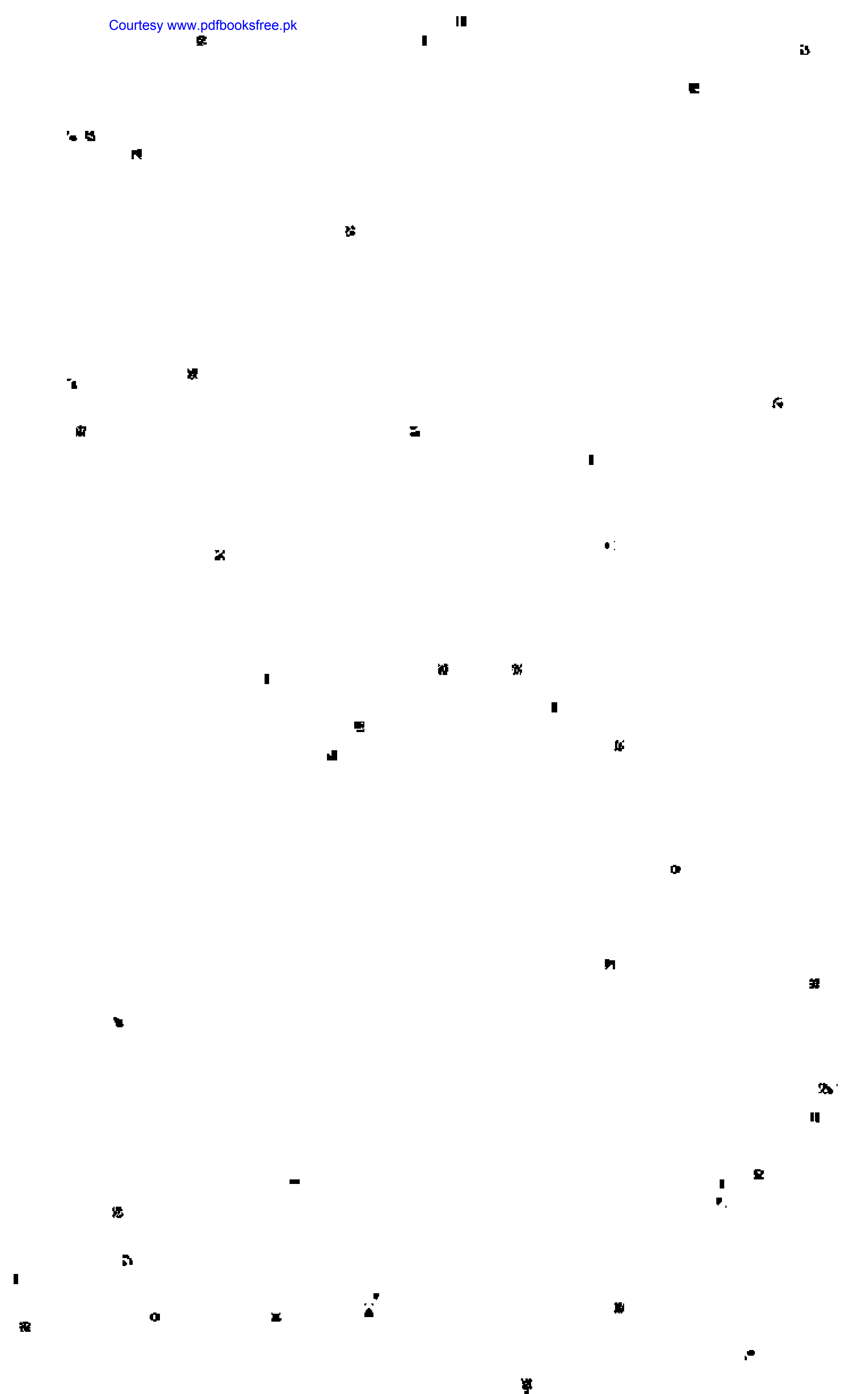
ہاں فون یا خط کے ذریعہ نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وہ وکیل لڑکے یا لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول کرے گا۔

"يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود وكذا في التتارخانية"۔





جدید فضلاء کے مقالات



شرعی معاملات اور بعض نئے مسائل

مولانا محمد عمر عابدین قاسمی
المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد

شریعت نے ایسے تمام عقود ومعاملات جن میں طرفین کی جانب سے مالی یا غیر مالی عوض پایا جاتا ہو، کی درستگی کو عاقدین کی رضامندی پر موقوف رکھا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: "لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (سورۂ نساء: ۲۹) (آپسی رضامندی کے اظہار کو فقہاء کے عرف میں "ایجاب وقبول" کہتے ہیں، چاہے قول سے ہو یا فعل سے: "وذلک قد یکون بالقول وقد یکون بالفعل أما القول فھو المسمی بالإیجاب والقبول" (بدائع الصنائع ۴؍۳۱۸)، نیز فقہاء نے ایسے معاملات میں ایجاب وقبول کو رکن کا درجہ دیا ہے۔

پس عاقدین میں سے کسی ایک فریق کا پیشکش کرنا "ایجاب" ہے، اور دوسرے فریق کا اس پیشکش کو مان لینا "قبول" ہے، ایجاب وقبول میں ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے متصل ہوں، اتصال کی دو صورتیں ہیں: (۱) اتصال حقیقی: یعنی ایجاب کے فوراً بعد قبول کا اظہار کر دیا جائے، (۲) اتصال حکمی: یعنی کہ وہ مجلس جس میں ایجاب کیا گیا ہو اس کے ختم ہونے سے پہلے دوسرا فریق قبول کر لے، اس صورت میں ایجاب وقبول کو حکماً متصل سمجھا جاتا ہے، نکاح اور بیع وغیرہ میں اتصال کس حد تک ضروری ہے؟ اس کے لئے فقہاء نے ایک شرط "مقام عقد" سے متعلق رکھی ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "وأما الذي یرجع إلی مکان العقد فواحد وھو اتحاد المجلس بأن کان الإیجاب والقبول في مجلس واحد" (بدائع الصنائع ۴؍۳۲۴، مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲؍۶)۔

مجلس کی تعریف:

"مجلس" کے لغوی معنی بیٹھنے کی جگہ کے ہیں: "والمجلس ھو موضع جلوس" (الموسوعۃ الفقہیہ ۱؍۲۰۲)

اصطلاح میں مجلس عقد کسے کہتے ہیں؟ اس کے بارے میں ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری لکھتے ہیں: مجلس عقد سے مراد وہ حالت یا

مقام ہے، جس میں عاقدین عقد سے متعلق گفتگو میں مشغول ہوں، اس کی ابتداء ایجاب کے وقت سے ہوتی ہے، اور عقد سے متعلق متعاقدین کی گفتگو باقی رہنے تک موجود رہتی ہے، "أن مجلس العقد هو المكان الذي يوجد فيه المتعاقدان، ويبدأ من وقت صدور الإيجاب ويبقى مادام المتعاقدان منصرفين إلى التعاقد" (مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲/۱، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۰۶)۔

مجلس کے اتحاد واختلاف سے کیا مراد ہے؟

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ "اتحاد مجلس" سے مقصود اتحاد مکان ہے یا اقتران واتصال (یعنی زمانہ عقد کا متحد ہونا)؟ تو اس سلسلہ میں قدیم کتب فقہ میں جو جزئیات ملتی ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "اتحاد مجلس" سے اصل مقصود "اتحاد زمان" ہے، اس سلسلہ کی عبارتیں ملاحظہ ہوں:

۱- علامہ ابن نجیم مصری کے ہاں ایک جزئیہ ملتا ہے کہ عاقدین میں سے کسی ایک نے ایجاب کیا اور دوسرا شخص کھڑا ہوگیا یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہوگیا، تو ایجاب ختم ہوجائے گا، اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ باہم مربوط ہونے کی جو شرط ہے اس سے مراد اتحاد زمانہ ہے۔

"فلو أوجب أحدهما، فقام الآخر، أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان" (البحر الرائق ۵/۸۳)۔

معلوم ہوا کہ اتحاد مجلس سے دراصل اتحاد زمانہ ہی مراد ہے۔

۲- دوسرا جزئیہ یہ بھی ملتا ہے کہ ایجاب کے بعد کوئی شخص ایک یا دو قدم چلنے کے بعد قبول کرے تو یہ بیع درست ہوگی، علامہ ابن ہمام نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یقیناً جب اس نے قبول کیا تو مجلس بدل چکی ہوگی۔

"إذا اجاب بعد ما مشى خطوة أو خطوتين جاز ولا شك أنهما إذا كانا يمشيان مشيا متصلا لايقع الإيجاب إلا في مكان آخر بلا شبهة" (فتح القدیر ۵/۴۶۱، خلاصۃ الفتاوی ۳/۱۵، ہندیہ ۳/۷، البحر الرائق ۵/۲۷۴)۔

گویا اختلاف مکان کے باوجود اس کو ایک ہی مجلس شمار کیا گیا۔

۳- اس سلسلہ میں تیسرا جزئیہ یہ ملتا ہے کہ اگر بائع گھر میں اور مشتری گھر کی چھت پر ہو اور دونوں خرید وفروخت کریں تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہوگی کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور دوری کی وجہ سے گفتگو مشتبہ نہ ہو۔

"رجل في البيت فقال للذي في السطح بعته منک بکذا فقال اشتریت صح إذا کان کل منهما یری صاحبه ولا یلتبس الکلام للبعد" (البحر الرائق ۵/۲۵۶)۔

یہاں اختلاف مقام کے باوجود مجلس ایک مانی گئی، معلوم ہوا کہ اتحاد مجلس سے مراد اتحاد زمانہ ہی ہے۔

۴۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عاقدین کے درمیان اگر اتنی بڑی نہر ہو کہ اس میں کشتی چلتی ہو تو علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں کہ عاقدین کے درمیان اتنا بعد (دوری) ہو کہ دونوں کی گفتگو مشتبہ نہ ہو سکے تو بیع جائز ہوگی، ورنہ نہیں۔

"وإن كان نهرا عظيما تجرى فيه السفن قال رضي الله عنه: وقد تقرر رأيي ...... في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا" (البحر الرائق ۲۵۶/۵)۔

۵۔ اسی طرح اگر عاقدین کے درمیان ایسا حجاب ہو جو بات کو سننے اور سمجھنے میں مانع نہ ہو تو بیع جائز ہوگی۔

"فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع" (البحر الرائق ۲۵۶/۵)۔

۶۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ عاقدین کے درمیان اگر نہر ہو تب بھی بیع درست ہو جائے گی۔

"ولو تعاقد البيع وبينهما النهر ...... يصح البيع" (البحر الرائق ۲۵۶/۵)۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے تو بڑی وضاحت سے لکھا ہے: "ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد، لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان آخر، إذ وجد بينهما واسطة اتصال كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة وإنما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۱۰۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد مجلس سے مراد ایجاب وقبول کا ایک ہی زمانہ میں مربوط ہونا ہے خواہ مکان مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات:

انٹرنیٹ (Internet) پر خرید وفروخت کی جو مروجہ صورت ہے، جس کو آن لائن بزنس (On Line Business) کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ معاملات کے وقت دونوں فریق Line پر موجود ہوتے ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیونکہ ایجاب وقبول ایک ہی زمانہ میں ایک دوسرے سے مربوط ہے، جس کی وجہ سے اتحاد مجلس پایا جاتا ہے لہذا انٹرنیٹ پر خرید وفروخت درست ہوگی۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے فقہاء نے جہاں اتحاد مجلس کو ضروری قرار دیا ہے وہیں دو گواہوں کی موجودگی کو بھی

ضروری سمجھا ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاھدین" (ہدایہ ۲/۲۸۶، مجمع الانہر ۱/۳۲۰)، اور یہ شاہدین کی شرط محض قیاس واجتہاد پر مبنی نہیں بلکہ نص صریح سے ثابت ہے اور فی الجملہ اس پر اجماع ہے، لہٰذا انٹرنیٹ پر نکاح کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کو دو گواہ اسکرین (Screen) پر ایجاب وقبول کے وقت پڑھ رہے ہوں، یہ بات شہادت کے تحقق کے لئے کافی ہو جائے گی، جیسا کہ رسالہ وخطوط وغیرہ کی صورت میں نکاح جائز ہو جاتا ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "ولو أرسل إلیھا رسولا، و کتب إلیھا بذلک کتابا فقبلت بحضرة شاھدین سمعا کلام الرسول وقراء ة الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حیث المعنی لأن الکتاب بمنزلة الخطاب من الکاتب، فکان سماع قول الرسول وقراء ة الکتاب سماع قول المرسل و کلام الکاتب معنی" (بدائع الصنائع ۲/۲۸۹۰)۔

عاقدین کے درمیان ہوئے معاملہ کی تفصیل سے تیسرے شخص کا فائدہ اٹھانا:

انٹرنیٹ پر جو معاملات خرید وفروخت ہوتے ہیں، عام طور پر یہ طریقہ مروج ہے کہ عاقدین کے معاملات کی تفصیلات کوئی تیسرا شخص ان کی رضامندی کے بغیر نہیں حاصل کر سکتا، چنانچہ اب اگر کوئی تیسرا شخص عاقدین کی رضامندی سے یہ فائدہ اٹھا رہا ہے تو اس کے لئے فائدہ اٹھانا جائز ہے، لیکن اگر تیسرا شخص عاقدین کی رضامندی کے بغیر فائدہ اٹھا رہا ہو مثلاً کوڈ ورڈ (Code Word) چوری کر لے تو یہ جائز نہیں، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں کسی کے گھر میں جھانکنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت:

ویڈیو کانفرنسنگ (Vedio Conferencing) کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ جائز ہے، بشرطیکہ اتحاد زمان پایا جائے، کیونکہ اس صورت میں عاقدین ایک دوسرے سے بیک وقت نہ صرف بات کر سکتے ہیں، بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکتے ہیں، اس طرح اتحاد زمان کی شرط زیادہ بہتر طور پر پائی جا رہی ہے، چنانچہ علماء نے غائبین کی بیع کو جائز قرار دیا ہے، اور اتحاد مجلس سے مراد اتحاد زمان لیا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: "لیس المراد من اتحاد المجلس کون المتعاقدین في مکان واحد لأنه قد یکون مکان أحدھما غیر مکان الآخر إذا وجد بینھما واسطة اتصال کالتعاقد بالھاتف أو المراسلة وإنما المراد باتحاد الزمن أو الوقت الذي یکون المتعاقدان مشتغلین فیه بالتعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۵۸)۔

فون پر خرید وفروخت:

فون پر خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟ اس کا مدار بھی اتحاد مجلس اور اختلاف مجلس پر ہے، پہلے یہ بحث ہو چکی ہے کہ عقود ومعاملات میں فقہاء نے جو اتحاد مجلس کی شرط لگائی ہے اس سے مراد اتحاد مکان نہیں بلکہ اتحاد زمان ہے، اور عاقدین کے کلام کا ایک ہی زمانہ میں مربوط ہونا مقصود ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں چونکہ اتحاد زمان پایا جارہا ہے لہذا فون پر خرید وفروخت جائز ہوگی، چنانچہ ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری رقمطراز ہیں:

"أما التعاقد بالتليفون أو بأى طريق مماثل فيعتبر تعاقدا بين حاضرين من حيث المكان، فتراعى أحكام نوع في مناسبته ونصت المادة (۸۸) من القانون المدني العراقي في هذا الصدد على ما يأتي "يعتبر التعاقد بالتليفون أو بأية طريقة مماثلة كأنه تم بين حاضرين في ما يتعلق بالزمان وبين غائبين فيما يتعلق بمكان" (الہامش علی مصادر الحق ۲/۴۷)۔

ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح:

شریعت میں نکاح منعقد ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں:

۱- ایجاب وقبول کا ایک ہی مجلس میں ہونا۔ "وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد" (بدائع الصنائع ۲/۲۹۰)۔

۲- دو گواہوں کی موجودگی۔ "لا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين" (ہدایہ ۲/۲۸۶)۔

ٹیلیفون پر نکاح کی دو صورت ممکن ہے:

۱- نکاح کے لئے ایسا فون استعمال کیا جائے کہ عاقدین کے علاوہ دو گواہ بھی اسی وقت ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں، مثلاً ایک ہی فون میں چند ریسیور (Receiver) لگا ہو، یا ہینڈ فری (Hand Free) فون استعمال کیا جائے، تو اب اس صورت میں چونکہ عاقدین کے ایجاب وقبول کو دوسرے لوگ یعنی گواہان وغیرہ بھی سن سکتے ہوں لہذا ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، اور دوسرے حضرات کا ایجاب وقبول کو سننا شہادت نکاح کے لئے کافی ہو جائے گا، جہاں تک اتحاد مجلس کے مفقود ہونے کی بات ہے تو جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا کہ اس کا مقصد اقتران زمان ہے، یعنی ایجاب وقبول میں زماناً اقتران ہو اور چونکہ نکاح کی اس صورت میں اقتران زمان پایا جارہا ہے، اسلئے نکاح کے منعقد ہونے میں کچھ مانع نہیں۔

۲- نکاح کے لئے ایسا فون استعمال کیا جائے کہ ایجاب وقبول کو عاقدین کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ سن سکے تو اس صورت میں چونکہ گواہان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ عاقدین کے ایجاب وقبول کو سن سکیں یا پڑھیں، لہذا یہ صورت جائز نہ ہوگی، البتہ اس میں نکاح کے جواز کی ایک دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایجاب کرنے والا (زوج یا زوجہ) دوسرے فریق کو اپنا وکیل بنادے اور دوسرا فریق ایسے دو گواہوں کی موجودگی میں جو ایجاب کرنے والے سے واقف ہوں وکیل کی حیثیت سے نکاح کرلے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الأصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لأن تصرف الوكيل كتصرف الموكل وكلام الرسول كلام المرسل" (بدائع الصنائع ۲/ ۲۸۸)۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا شوکت صبا قاسمی
جامعہ عائشہ نسواں، حیدرآباد

بیع وشراء انسانی زندگی کا ایک لازمی جزء ہے، بغیر خرید وفروخت کے اس دنیا میں زندگی گذارنا مشکل ہے، اس لئے کہ بیع وشراء کے مختلف اقسام کا حکم حدیث شریف میں قدرے تفصیل سے ملتا ہے، فقہاء کرام نے بھی اس کے جواز اور عدم جواز کا حکم مفصل بیان کیا ہے اور اس کے انعقاد کے لئے کچھ قواعد وضوابط متعین کئے ہیں، جن کی رعایت کرنا لازم وضروری ہے، ان ہی میں سے ایک ایجاب وقبول ہے یعنی ایک آدمی کسی چیز کی خرید وفروخت کی پیشکش کرے اور دوسرا اس کو قبول کرے، اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ قبول عقد مجلس ہی میں ہو، ایسا نہ ہو کہ قبول کرنے والا مجلس سے اٹھ کر چلا جائے یا دوسرے کاموں میں مشغول ہوجائے پھر کچھ دیر بعد اپنی رضامندی کا اظہار کرے تو عقد کا انعقاد نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں موجب کو کافی حرج وپریشانی ہے، اس لئے فقہاء نے موجب سے حرج وتنگی کو دفع کرنے کے لئے اتحاد مجلس کی شرط لگائی، اور یہ چیز ان کے زمانہ میں مکان واحد ہی میں ایجاب وقبول کرنے سے حاصل ہوسکتی تھی، اس لئے مکان واحد کی شرط لگائی گئی، ورنہ فقہاء کرام کی عبارتوں سے ایجاب وقبول میں اقتران واتصال کا اصل مقصود ہونا واضح ہے۔

”وفي الجوهرة: الانعقاد عبارة عن انضمام كلام أحد المتعاقدين إلى الآخر (الجوہرۃ النیرۃ ۱/۲۲۵)

وفي فتح القدير وفي الخلاصة عن النوازل إذا أجاب بعد ما مشى خطوة وخطوتين جاز، ولاشك أنهما إذا كانا يمشيان مشيا متصلا لا يقع الإيجاب إلا في مكان آخر بلا شبهة، وقيل يجوز في الماشيين أيضا ما لم يتفرقا بذاتيهما“ (فتح القدیر ۵/۲۶۱)۔

وفي البحر: ولو تعاقدا البيع وبينهما النهر المزد حصالي يصح البيع، قلت وإن كان نهرا عظيما تجري فيه السفن قال رضي الله عنه وقد تقرر رأيي، وفي أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع وإلا فلا فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع (البحر الرائق ۵/۲۷۴)۔

وفي المجموع: فلو لم يتفرقا، ولكن جعل بينهما حائل من ستر أو نحوه أو شق بينهما نهر، لم يحصل التفرق بلا خلاف، وإن بني بينهما جدار فوجهان: أصحهما لا يحصل التفرق كما لو جعل بينهما ستر، ولأنهما لم يتفرقا وفيه أيضا لو تناديا وهما متباعدان وتبايعا صح البيع بلا خلاف (المجموع شرح المہذب ۹/۱۷۱، المغنی ۴/۸)۔

ان عبارتوں سے واضح ہے کہ ایجاب وقبول میں اصل مقصود اقتران واتصال ہے، لیکن فقہاء کے زمانہ میں یہ مقارنت مکان واحد ہی میں ایجاب وقبول کرنے سے حاصل ہوسکتی تھی، اس لئے فقہاء کرام نے مکان واحد کی شرط لگائی، لیکن اس دور میں جب کہ مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع نے ایسی ترقی کی ہے کہ جن کے ذریعہ لاکھوں اور ہزاروں میل کے فاصلہ پر بآسانی معاملات طے پاسکتے ہیں، لہذا اتحاد مجلس جو کہ ہر عقد میں مطلوب ہے، اس سے مراد متعاقدین کا مکان واحد میں ہونا مراد نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے کبھی ان دونوں کا مکان مختلف ہوسکتا ہے، جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ اتصال پایا جائے، مثلاً جب خط وکتابت کے ذریعہ بیع وشراء کی جائے، اس لئے اتحاد مجلس سے مراد زمانہ کا اتحاد یا اس وقت کا اتحاد ہوگا جس میں متعاقدین عقد میں مشغول ہوں، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ مجلس عقد وہ حال ہے جس میں عاقدین ایک دوسرے سے عقد کے سلسلہ میں گفتگو کررہے ہوں۔

لہذا فون اور وائرلیس پر اگر خرید وفروخت کی بات ہورہی ہو تو مجلس عقد وہ زمانہ اتصال ہے جس میں وہ لوگ عقد کے متعلق گفتگو کررہے ہوں، اگر دونوں اس درمیان دوسری باتوں میں مشغول ہوجائیں تو عقد کی مجلس ختم ہوجائے گی۔

اگر فیکس یا انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت ہورہا ہو یا فیکس یا انٹرنیٹ پر بیع وشراء کے پیغام وصول ہونے کی مجلس مجلس عقد ہوگی، لہذا جب ان چیزوں پر ایجاب وقبول کا پیغام ملے اور اسی مجلس میں اس کا جواب دے دے تو عقد منعقد ہوجائے گی، پیغام پہنچنے کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے جسے عقد سے اعراض پر محمول کیا جائے، لیکن اتحاد مجلس (فی مکان واحد) کے علاوہ ایجاب وقبول کے بقیہ تمام شرائط کا ان جدید ذرائع ابلاغ سے انعقاد بیع وشراء کے لئے پایا جانا لازم وضروری ہے۔

ان چند تمہیدی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل سوال کا جواب پیش ہے:

۱- اتحاد مجلس سے مراد ایجاب وقبول کی مجلس کا متحد ہونا ہے، یعنی وہ وقت اور زمانہ جس میں ایجاب وقبول ہورہا ہو، اگر چہ عاقدین الگ الگ ہوں۔

"اتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين، وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد بأن يتحد المجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا لأطرافه تيسيرا على العاقدين" (البحر الرائق ۵/۸۳، الموسوعة الفقہیہ)۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ بیع وشراء منعقد ہو جائے گی، جیسا کہ مراسلت کے ذریعہ بیع کا انعقاد ہو جاتا ہے، بلکہ مراسلت کے مقابل انٹرنیٹ سے بیع کرنے میں زیادہ آسانی اور شکوک وشبہات سے حفاظت ہے۔

۳- عام طور سے فقہاء شاہدین کا ایجاب وقبول کو سننا نکاح کی صحت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں۔

"لا یصح النکاح مالم یسمع کل واحد من العاقدین کلام صاحبه ویسمع الشاهدان کلامهما معا" (قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ۱/ ۳۲۲، المجموع شرح المہذب ۱۷/ ۳۰۶، المغنی ۷/ ۳۴۱)۔

لہذا محض تحریری ایجاب وقبول کا گواہوں کو دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا، البتہ جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جب عاقدین میں سے کسی کو نکاح کا پیغام پہنچے تو وہ دو گواہوں کے سامنے اس پیغام کو سنا کر ان کے سامنے قبول کا اظہار کرے پھر اس کا جواب دے دے جیسا کہ کتابت بالنکاح کی صورت میں ہوتا ہے۔

۴- انٹرنیٹ پر جب دو افراد کے درمیان خرید وفروخت کا معاملہ مکمل ہو جائے تو اس معاملے کی تفصیل کوئی تیسرا شخص لے کر تجارت میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۵- ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ خرید وفروخت اور دوسرے معاملات کرنا درست ہے بلکہ دوسرے ذرائع ابلاغ کی بہ نسبت اس سے معاملہ کرنا زیادہ آسان اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے، نیز اس کے ذریعہ بیع وشراء کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ دو آدمی بالمشافہ بیع کر رہے ہوں۔

۶- بیع وشراء جس طرح زبان کے ذریعہ ہوتی ہے، اسی طرح بوقت ضرورت مراسلت اور خط وکتابت کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں: "یکون بالکتابة من الجانبین فإذا کتب اشتریت عبدک فلانا بکذا و کتب إلیه البائع فقد بعت فهذا بیع" (رد المحتار ۷/ ۲۶)۔

اور جس طرح تحریر کے ذریعہ خرید وفروخت درست ہے، اسی طرح ٹیلیفون کا بھی حکم ہوگا، اس لئے کہ دونوں میں قریبی یکسانیت ومماثلت پائی جاتی ہے، لہذا ٹیلیفون کے ذریعہ ملک اور بیرون ملک ایک شہر سے دوسرے شہر جو خرید وفروخت کی جاتی ہے جائز ودرست ہے۔

۷- ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب وقبول کرتے وقت عاقدین تو متحد المجلس تصور کئے جائیں گے لیکن شاہدین متحد المجلس نہیں ہوں گے، اور نکاح کی صحت کے لئے شاہدین کا حاضر ہونا اور ایجاب وقبول کا سننا ضروری ہے۔

"وفي الدر المختار: وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا" (الدر مع الرد ۴/ ۷۴، المجموع ۱۷/ ۳۰۴، المغنی ۷/ ۳۴۱)۔

لہذا ٹیلیفون پر نکاح درست نہیں ہوگا، البتہ ٹیلیفون پر نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے، اور اس کی دو صورت ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ فون کے ذریعہ طرفین میں سے کوئی ایک فریق کسی کو نکاح کے لئے وکیل بنادے، اور وہ دو گواہوں کی موجودگی میں بہ حیثیت وکیل ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے، البتہ اس صورت میں ضروری ہے کہ موکل سے گواہان واقف اور متعارف ہوں، اگر واقف نہ ہوتو وکیل پر لازم ہے کہ موکل کے باپ اور دادا کے ساتھ اس کا نام ذکر کرے۔

"امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه فقال الوكيل اشهدوا إني قد تزوجت فلانة من نفسي وان لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكرها اسمها واسم أبيها وجدهما وإن عرف الشهود فلانة وعرفوا أنه أراد به تلك المرأة يجوز" (خلاصۃ الفتاوی ۲/۱۵)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ طرفین ایک دوسرے کو وکیل بنانے کے بجائے ایک فریق کسی کو بھی نکاح کا وکیل بنادے اور وہ دوسرے فریق کے سامنے بہ حیثیت وکیل ایجاب کرے اور دوسرا فریق قبول کرے تو بھی نکاح منعقد ہوجائے گا۔



انٹرنیٹ اور دوسرے جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ خرید وفروخت اور نکاح

مولانا محمد نافع عارفی
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

وہ تمام عقود ومعاملات جن میں طرفین کی جانب سے مالی عوض ادا کیا جاتا ہے، ان کے صحیح ہونے کے لئے رضامندی ضروری ہے، اس لئے فقہاء کرام نے ایجاب وقبول کو رکن کی حیثیت دی ہے، ایجاب معاملہ کی پیش کش کو کہتے ہیں اور قبول اس پیش کش کے قبول کرنے کو، اور ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان اگر اتصال کو ضروری اور لازم نہ قرار دیا جائے تو یہ عاقدین میں سے ہر ایک کو حرج میں مبتلا کرنے کے مرادف ہوگا، اس لئے فقہاء امت نے اتصال کو عقد کے درست ہونے کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ اتصال دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) اتصال حقیقی، اتصال حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول کا اظہار کیا جائے، (۲) اتصال حکمی، اتصال حکمی کا مطلب یہ ہے کہ جس مجلس میں ایجاب ہو اسی مجلس میں قبول بھی ہو، گرچہ کچھ تاخیر سے ہی اس کا صدور ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے نکاح، بیع وغیرہ جیسے عقود کے لئے ایک شرط "مکان عقد" سے متعلق رکھی ہے کہ ایجاب وقبول کے درست ہونے کے لئے "اتحاد مجلس" ضروری ہے، مذاہب اربعہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ شرط اس لئے لگائی کہ اس زمانہ میں اتحاد مجلس کے بغیر ایجاب وقبول میں اتصال کا پایا جانا متصور ہی نہیں تھا، لیکن فی زمانہ معاملہ ایسا نہیں ہے، ذرائع ابلاغ نے اتنی ترقی کی ہے کہ پوری دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے، اس کے باوجود انٹرنیٹ، فون وغیرہ سے بیع کی صورت میں مکانی دوری باقی ہی رہتی ہے، البتہ اتصال زمانہ ضرور پایا جاتا ہے تو کیا عصر حاضر میں بھی "اتحاد مجلس" کی وہی اہمیت باقی رہے گی جو پہلے تھی؟

مجلس اور مجلس کے اتحاد واختلاف سے کیا مراد ہے:

مجلس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں عاقدین کے معاملات طے پاتے ہیں، اور مجلس کے اختلاف واتحاد سے مراد

وہ زمانہ کا بدلنا ہے جس میں عقود و معاملات وجود میں آ رہے ہیں، کیونکہ "اتحادِ مجلس" زمانہ کے اتصال و اقتران ہی کا نام ہے، مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: "قال في البحر فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما فقال الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب، لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان" (ردالمحتار ۴/۱۹)۔

اسی ضمن میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقم فرماتے ہیں: "ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان الآخر إذا وجد بينهما واسطة اتصال .... وانما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، فمجلس العقد، هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مقبلين على التفاوض في العقد وعن هذا قال الفقهاء: "إن المجلس يجمع المتفرقات" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۰۸)۔

فقہاءِ امت کی ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ "اتحادِ مجلس" سے مراد اتصالِ زمان و وقت ہی ہے نہ کہ "اتحادِ مکان" یعنی عاقدین کا ایک جگہ پر ہونا، اور کسی بھی عقد کے درست ہونے کے لئے "اتحادِ مکان" کی کوئی خاص اہمیت نہیں، چنانچہ علامہ ابن ہمام خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وفي الخلاصة عن النوازل إذا أجاب بعد ما مشى خطوة أو خطوتين جاز" (فتح القدیر ۵/۴۶۱)۔

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں: "ولا شك أنهما إذا كانا يمشيان مشيا متصلا لا يقع الإيجاب إلا في مكان آخر بلا شبهة" (حوالہ سابق)۔

بلاشبہ چلتے ہوئے عقد کرنے کی صورت میں قبول دوسرے مکان ہی میں پایا جائے گا، اور اس کے باوجود عقد کا درست ہو جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ "اتحادِ مجلس" سے مراد "اتحادِ زمان" ہے، نہ کہ "اتحادِ مکان"، چنانچہ صاحب ہدایہ نے اسی کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے: "لأن المجلس جامع للمتفرقات" (ہدایہ ۳/۹)۔

الغرض مجلس کے اتحاد سے مراد اس زمانہ کا ایک ہونا ہے جس میں فریقین عقدِ بیع وغیرہ میں مشغول ہوں، اور مجلس کے اتحاد و اختلاف سے مراد اس زمانہ کا اتصال و اقتران اور اختلاف ہے جس زمانہ میں عقود و معاملات طے پاتے ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید و فروخت:

خرید و فروخت بھی ایک عقد ہے اور اس میں "اتحادِ مجلس" کی اہمیت و حیثیت تسلیم شدہ ہے، اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ اتحادِ مجلس سے مراد زمانۂ عقد کا ایک ہونا ہے، متعاقدین کا ایک مقام میں ہونا ضروری نہیں، پھر انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید

وفروخت کا معاملہ تحریری شکل میں ہوتا ہے، اور فقہاء کرام نے خط وکتابت کے ذریعہ ہونے والی بیع وشراء کے لئے اتحادِ مکان کی شرط بھی نہیں رکھی ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۵/۳۲۵)۔

اس لئے باوجودیکہ بائع ومشتری ہزاروں کیلومیٹر کے فاصلے سے بذریعہ انٹرنیٹ خرید وفروخت کررہے ہوں، شرعاً بیع منعقد ہوجائے گی، بشرطیکہ دوسرا آدمی پیغام پاتے ہی جواب دے "والکتاب کالخطاب و کذا الإرسال، حتی اعتبر مجلس بلوغ الکتاب وأداء الرسالة" (ہدایہ ۳/۹)۔

اسی بارے میں ڈاکٹر زحیلی لکھتے ہیں: "وکذلک الحال إذا صدر الإیجاب من شخص إلی آخر بطریق التیلیفون أو بأي طریق مماثل" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۴/۳۲۱)۔

علامہ ابن عابدین شامی بھی خط کے ذریعہ انعقادِ بیع کے جواز کو بتاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وینعقد البیع وسائر التصرفات بالکتابة" (ردالمحتار ۷/۲۶)۔

فقہاء مالکیہ کے یہاں بھی خط وکتابت کے ذریعہ بیع منعقد ہوجاتی ہے (دیکھئے: الشرح الصغیر ۳/۱۲، ۱۳، ۱۴)۔

غرض کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ ہونے والی خرید وفروخت شرعاً درست اور جائز ہے۔

انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

اگر انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریری ایجاب وقبول ہو اور متعاقدین میں سے ہر ایک کے پاس دو گواہ موجود ہوں اور گواہان اس تحریر کو پڑھ لیں تو نکاح منعقد ہوجائے گا اور اس ایجاب وقبول کو شرعی طور پر معتبر مانا جائے گا، فقہ حنفی میں اس کی مثال یہ ملتی ہے کہ اگر کسی نے کسی لڑکی کو خط لکھا یا اس کے پاس کوئی قاصد لڑکے کی جانب سے نکاح کا پیغام لے کر پہنچا اور اس لڑکی نے خط ملتے ہی دو گواہ کے سامنے اگر اپنی رضامندی کا اظہار کردے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اس ایجاب وقبول کا اعتبار کرتے ہوئے نکاح کو شرعاً منعقد سمجھا جانا چاہئے، کیونکہ یہاں "اتحادِ مجلس" جو انعقادِ نکاح کی شرط ہے معناً پائی جارہی ہے۔

"ولو أرسل إلیها رسولا و کتب إلیها بذلک کتابا فقبلت بحضرة شاهدین سمعا کلام الرسول وقراءة الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حیث المعنی، لأن کلام الرسول کلام المرسل، لأنه ینقل عبارة المرسل وکذا الکتاب بمنزلة الخطاب من الکاتب فکان سماع قول الرسول وقراءة الکتاب قول المرسل وکلام الکاتب معنیً" (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۲۹۱، تاتارخانیہ ۳/۷۵، فتح القدیر ۳/۱۰۹، ہندیہ ۱/۲۶۹)۔

اس کے علاوہ علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب" (ردالمحتار ۴/ ۷۳)۔

الغرض انٹرنیٹ کے ذریعہ ہونے والے ایجاب وقبول کا احناف کے نقطۂ نظر کے اعتبار سے شرعاً اعتبار ہوگا اور نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تحریری شکل میں ہونے والے ایجاب وقبول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے ان کے یہاں انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد نہیں ہوگا (دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۳۶، الشرح الصغیر ۳/ ۳۵۰)۔

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت:

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ ہونے والی بیع وشراء چونکہ دو غائب آدمیوں کی بیع ہے، اور فقہاء کرام ایسی صورت میں جبکہ عاقدین ایک جگہ نہ ہوں، بلکہ دو الگ الگ مقامات پر ہوں، "اتحاد مجلس" کی شرط نہیں لگاتے ہیں، مزید برآں ویڈیو کانفرنس میں عاقدین ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، بات چیت کر سکتے ہیں، تو یہاں حقیقی طور پر نہ سہی لیکن حسی طور پر اتحاد مکان بھی پایا جارہا ہے، اس لئے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ ہونے والی بیع وشراء درست ہوگی۔

"واتحاد المجلس إذا كان العاقدان حاضرين وهو أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد بأن يتحد مجلس الإيجاب والقبول لا مجلس المتعاقدين، لأن شروط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا لأطرافه تيسيرا على العاقدين" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۳۹)۔

نیز صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "لأن المجلس جامع للمتفرقات فاعتبرت ساعاته ساعة واحدة" (ہدایہ ۳/ ۱۹)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی یہ عبارت اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "ومجلس العقد: والحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد، وبعبارة أخرى: اتحاد الكلام في موضع التعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۱۹۶)۔

الغرض ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ ہونے والی تمام بیع وشراء شرعی طور پر درست اور جائز ہے، کیونکہ اس میں عاقدین کے کلام میں اقتران واتصال من حیث الزمان پایا جارہا ہے اور صحت بیع کے لئے یہ کافی ہے۔

فون پر خرید وفروخت کا حکم:

فون پر خرید وفروخت کے جواز اور عدم جواز کا انحصار بھی اس پر ہے کہ "اتحاد مجلس" کی شرعاً کیا اہمیت ہے اور اس

سے کیا مراد ہے؟ اور اوپر کے سطور میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ "اتحادِ مجلس" سے مراد اقترانِ زمان ہے نہ کہ اتحادِ مکان، اس لئے فون پر ہونے والی بیع وشراء شریعت کی نظر میں جائز ہوگی۔

"یعتبر التعاقد بالتیلیفون او بای طریق مماثل، کأنه قال ثم بین حاضرین فیما یتعلق بالزمان وبین غائبین فیما یتعلق بالمکان" (المادہ:۱۸۵، باش مسادر الحق ۲/۲۷)۔

فون پر نکاح:

ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: ایک تو فون ایسا ہو کہ مجلس کے تمام آدمی سن سکتے ہوں یعنی (Handfree) فون ہو، ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، کیونکہ نکاح کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کو گواہان سنیں اور یہ پایا جا رہا ہے۔ "لأن سماع الشطرین شرط صحة النکاح" (ردالمحتار ۳/۷۳)۔

اسی طرح "اتحادِ مجلس" بھی ضروری ہے اور "اتحادِ مجلس" "من حیث الزمان" پائی جا رہی ہے، اور یہ ثابت ہو چکی ہے کہ "اتحادِ مجلس" سے مراد اتحاد من حیث الزمان ہی ہے، دوسری شکل یہ ہے کہ فون (Handfree) نہ ہو، ظاہر ہے ایسی صورت میں عاقدین کے کلام کو گواہان نہ سن سکیں گے، اور گواہوں کا ایجاب وقبول کو سننا صحتِ عقد کے لئے ضروری اور لازم ہے، اس لئے اس صورت میں نکاح درست نہیں ہوگا، البتہ اگر توکیل یعنی لڑکی بذریعہ ٹیلیفون لڑکا سے کہے تم مجھ سے اپنی شادی کر دو، اور لڑکا دو گواہوں کو بلا کر کہے تم اس پر گواہ رہو کہ میں نے فلاں سے اپنی شادی کر دی، تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

"امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه فقال الوكيل اشهد اني تزوجت فلانة من نفسي وإن لم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن عرف الشهود فلانة وعرفوا أنه أراد به تلك المرأة يجوز" (خلاصۃ الفتاویٰ ۲/۱۵)۔

لیکن یہ تب صحیح جب کہ گواہان لڑکی سے واقف ہوں یا تعارف کرانے سے جان لیں کہ فلاں لڑکی ہے۔



انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مولانا مجتبیٰ حسن مدھوبنی
المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

فقہاء کرام نے "عقد" کی نہ تو فی ذاتہ تقسیم کی ہے اور نہ ہی اس کے بیان میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ کیا ہے، بلکہ بغیر کسی "متعین فکر" کے اسے یکے بعد دیگرے ذکر فرمادیا ہے۔

جب ہم فقہ کی قدیم کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ہمیں مندرجہ ذیل قسمیں ملتی ہیں: ۱-اجارہ، ۲-استصناع، ۳-بیع، ۴-حوالہ، ۵-کفالہ، ۶-وکالہ، ۷-صلح، ۸-شرکہ، ۹-مضاربہ، ۱۰-ہبہ، ۱۱-رہن، ۱۲-مزارعہ، ۱۳-معاملہ (مساقاۃ)، ۱۴-ودیعت، ۱۵-عاریہ، ۱۶-قسمۃ، ۱۷-وصایا، ۱۸-قرض، ۱۹-زواج وغیرہ۔

کیا ان عقود کے علاوہ بھی شریعت میں دوسرے عقود کی گنجائش ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان عقود کے علاوہ دوسرے عقد کی گنجائش نہیں، جب کہ محققین علماء، نبی کریم ﷺ کے ارشاد "المسلمون علی شروطهم" (سنن ابی داؤد ص ۵۰۶، باب الصلح) کے پیش نظر مذکورہ عقود کے علاوہ ان عقود کو بھی مشروع مانتے ہیں، جو مخصوص نظام، مخصوص آداب اور مزاج شریعت کے موافق ہوں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی للسنہوری ۱ر ۷۲ومابعدہا)۔

موجودہ دور میں اسباب و ذرائع نے بڑی وسعت اختیار کرلی ہے، اس لئے عقود و معاملات کے مختلف نئے طریقے رائج ہوگئے ہیں، انہیں میں سے ایک طریقہ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات کا ہے، اس لئے آئندہ سطور میں عقد کے ارکان و شرائط کے سرسری جائزہ کے ساتھ ان مسائل سے بحث کی جائے گی۔

ان تمام عقود و معاملات کے درست ہونے کے لئے جن میں طرفین کی جانب سے مالی یا غیر مالی عوض ادا کیا جاتا ہے، فقہاء کرام نے "رضامندی" کو ضروری قرار دیا ہے، "رضامندی" یہ ارادۂ باطنی ہے، اس کا ظہور ایجاب و قبول کے ذریعہ ہوتا ہے، ایجاب و قبول میں اتصال ضروری ہے، اتصال کس حد تک ضروری ہے، اس کے لئے ایک شرط مکان عقد سے متعلق رکھی گئی ہے کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو، مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانی رقمطراز ہیں:

"وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فواحد وهو اتحاد المجلس بأن كان الإيجاب والقبول في مجلس واحد" (بدائع الصنائع ۵/۱۳۷)۔

ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوریؒ لکھتے ہیں: "يجب أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد فاتحاد المجلس شرط في الانعقاد، هذه هي نظرية مجلس العقد والغرض من هذه النظرية هو تحديد المدة التي يصح أن تفصل القبول عن الإيجاب حتى يتمكن من عرض عليه الإيجاب من المتعاقدين أو يتدبر أمره فيقبل الإيجاب أو يرفضه" (مصادر الحق في الفقه الاسلامی ۲/۶)۔

۱- مجلس عقد کسے کہتے ہیں:

فقہاء نے لکھا ہے کہ مجلس عقد سے مراد وہ حالت ہے کہ جس میں متعاقدین عقد کے سلسلہ میں مشغول ہوں، دوسرے لفظوں میں عقد کے سلسلہ میں متعاقدین کے کلام کا باہم مربوط و متحد ہونا ہے، مجلس کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: "مجلس العقد: هو الحال التي يكون فيها المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد وبعبارة اخرى اتحاد الكلام في موضوع التعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۰۶)۔

مجلس کے اتحاد و اختلاف سے کیا مراد ہے:

دو عقد کرنے والے کے کلام کا ایک ہی زمانہ میں مربوط ہونا "اتحادِ مجلس" کہلاتا ہے، اور اگر مختلف زمانے میں کلام باہم مربوط و متصل ہو تو یہ اختلاف مجلس شمار ہوگا، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: "قال في البحر: لو اختلف المجلس لم ينعقد فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب، لأن شرط الارتباط هو اتحاد الزمان" (حاشیہ ابن عابدین ۴/۲۹، دیکھئے: البحر الرائق ۵/۲۸۸)۔

لہذا اتحاد مجلس کے تحقق کے لئے متعاقدین کے ایک ہی جگہ میں ہونے کی شرط نہ ہوگی، بلکہ اگر دونوں مختلف مقام میں ہوں لیکن ان کے درمیان عقد کے سلسلہ کی گفتگو ایک ہی زمانہ میں مسلسل اور مربوط ہو تو سمجھا جائے گا کہ مجلس متحد ہوگی، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ علماء نے خطوط اور قاصد کے ذریعہ عقود و معاملات کو جائز فرمایا ہے، جس میں عاقدین یقیناً ایک مقام اور ایک مجلس میں نہیں ہوتے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقمطراز ہیں: "ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد، لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان الآخر إذ وجد بينهما واسطة اتصال كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة وإنما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۱۰۸)۔

نیز علامہ ابن الہمام نے خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر عاقدین ایک ہی سواری سے گذر رہے ہوں ایک نے ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو یہ عقد جائز ہوگا، حالانکہ ایجاب کسی ایک جگہ ہوا ہے اور قبول یقیناً دوسری جگہ ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اتحاد مجلس کے تحقق کے لئے اتحاد مکان شرط نہیں۔

"وعلى اشتراط اتحاد المجلس ما إذا تبايعا وهما يمشيان أو يسيران لو كانا على دابة واحدة فأجاب على فور كلامه متصلا جاز وفي الخلاصة عن النوازل: إذا أجاب بعد ما مشى خطوة أو خطوتين جاز ولاشك أنهما إذا كانا يمشيان مشيا مثلا لا يقع الإيجاب إلا في مكان آخر بلا شبهة" (فتح القدیر ۶۱/۵ ۳، دیکھئے: بدائع الصنائع ۳۲۵/۴)۔

الحاصل ایجاب وقبول کا ایک ہی زمانہ میں مربوط ہونا اتحاد مجلس کہلائے گا، اگرچہ مکان وجگہ مختلف ہو۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ عقود ومعاملات:

انٹرنیٹ کے ذریعہ عقود ومعاملات کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- عقود ومعاملات کے وقت فریقین میں سے ہر شخص انٹرنیٹ پر موجود ہو اور اسے اسی عقد کے لئے استعمال کررہا ہو جسے آن لائن بزنس (On Line Business) کہا جاتا ہے۔

اس صورت میں چونکہ ایجاب وقبول ایک ہی زمانے میں باہم مربوط ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اتحاد مجلس پایا جاتا ہے، اس لئے اس طرح کے عقد میں کوئی قباحت نہ ہوگی، بشرطیکہ دوسرے امور شرعی طور پر واقع ہوتے ہوں۔

۲- عقود ومعاملات کے وقت فریق ثانی (قابل) انٹرنیٹ پر موجود نہ ہو، بلکہ موجب آرڈر دیدے اور بعد میں اس کا جواب آئے، یعنی کاغذات کی تفصیل وغیرہ اسکیننگ (Scanning) کے ذریعہ بھیج دی جائے، پھر بعد میں اس کا جواب اسی طرح آئے۔

چونکہ یہ صورت خطوط کے ذریعہ عقود ومعاملات کی صورت سے ملتی جلتی ہے جسے فقہاء نے جائز قرار دیا ہے، لہذا یہ صورت بھی جائز ہوگی، علامہ کاسانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"والأصل في هذا أن أحد الشطرين من أحد العاقدين في باب البيع يتوقف على الآخر في المجلس ولا يتوقف على الشطر الآخر من العاقد الآخر فيما وراء المجلس بالإجماع إلا إذا كان عنه قابل أو كان بالرسالة أو بالكتابة" (بدائع الصنائع ۳۲۵/۴)۔

۳-انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے جس طرح اتحادِ مجلس ضروری ہے، اسی طرح دو گواہوں کا بھی ہونا ضروری ہے، مشہور حنفی فقیہ داماد آفندی رقمطراز ہیں: "وشرط ایضا حضور شاهدین فلو تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله لایجوز النکاح" (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ۱/۳۲۰)۔

لہذا انٹرنیٹ پر اگر تحریری ایجاب وقبول کو دو گواہ ایجاب وقبول کے وقت اسکرین پر دیکھ رہے ہوں اور پڑھ رہے ہوں تو یہ شہادت نکاح کے لئے کافی ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں اگر چہ دونوں گواہ زوجین کے ایجاب وقبول کو نہیں سن رہے ہیں تاہم وہ اس کو ضرور پڑھ رہے ہیں اور یہ شہادت نکاح کے تحقق کے لئے کافی ہے، جیسا کہ خطوط کے ذریعہ نکاح میں ہوتا ہے کہ گواہ زوجین کے کلام کو نہیں سن رہے ہوتے ہیں بلکہ صرف اسے پڑھ رہے ہوتے ہیں، اسی طرح یہاں بھی ہے کہ پڑھنا سننے کے قائم مقام ہوگا، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "ولو أرسل إليها رسولا و كتب إليها بذلك كتابا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقراءة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيث المعنى لأن كلام الرسول كلام المرسل لأنه ينقل عبارة المرسل و كذا الكتاب بمنزلة الخطاب من الكاتب فكان سماع قول الرسول وقراءة الكتاب سماع قول المرسل و كلام الكاتب معنى" (بدائع الصنائع ۲/۲۹۱، الفتاوی التاتارخانیہ ۳/۵، فتح القدیر ۳/۱۰۹، ہدایہ ۱/۲۹۱، حاشیہ ابن عابدین ۲/۲۶۱، الشرح الصغیر ۳/۱۲، ۳)۔

۴- انٹرنیٹ پر خرید وفروخت کی جو تفصیلات ہیں ان کو تیسرا شخص حاصل کرسکتا ہے اور اس سے وہ تجارت میں فائدہ اٹھا سکتا ہے تو کیا اس تیسرے شخص کے لئے ایسا کرنا صحیح ہے؟

انٹرنیٹ پر خرید وفروخت دو طرح سے ممکن ومروج ہے:

۱- ایسے سسٹم کا استعمال کیا جائے کہ خرید وفروخت کی تفصیلات سے متعاقدین کے علاوہ تیسرا شخص واقف نہ ہو سکے اور نہ ہی ان تفصیلات کو عاقدین کی مرضی کے بغیر حاصل کرسکے۔

۲- انٹرنیٹ کے ذریعہ خرید وفروخت کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ متعاقدین کے علاوہ تیسرا شخص بھی تفصیلات سے مطلع ہوسکے لیکن یہ بھی متعاقدین کی رضامندی کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متعاقدین کے علاوہ تیسرا شخص معاملات کی تفصیل کو متعاقدین کی رضامندی کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، لہذا جب تیسرا شخص معاملات کی تفصیل حاصل کرے گا تو یقیناً اس میں متعاقدین کی رضامندی شامل ہوگی، چونکہ یہاں شریعت کے مزاج کے خلاف کوئی چیز نہیں پائی گئی، اس لئے تیسرا شخص متعلقہ تفصیلات سے عاقدین کی رضامندی کے بعد فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

۵-ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت اور لین دین:

ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ خرید وفروخت اور عقد دومعاملات کرنے والے اگر چہ ایک مکان اور ایک جگہ نہیں ہوتے تاہم ایک دوسرے سے نہ صرف یہ کہ بات کرسکتے ہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں، لہذا اگر اس کے ذریعہ معاملات کرنے والوں کا ایجاب وقبول ایک زمانہ میں باہم مربوط ہو اور دوسرے شرعی امور کی مخالفت نہ ہو تو عقد جائز ہوگا، کیونکہ علماء نے غائبین کی بیع میں اتحاد زمان ہی کو اتحاد مجلس کے تحقق کے لئے شرط قرار دیا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

"ليس المراد من اتحاد المجلس كون المتعاقدين في مكان واحد لأنه قد يكون مكان أحدهما غير مكان آخر إذا وجد بينهما واسطة اتصال كالتعاقد بالهاتف أو بالمراسلة وإنما المراد باتحاد المجلس اتحاد الزمن أو الوقت الذي يكون المتعاقدان مشتغلين فيه بالتعاقد" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴؍۱۵۸)۔

۶-فون کے ذریعہ خرید وفروخت کا حکم:

فون کے ذریعہ خرید وفروخت کے جواز وعدم جواز کا انحصار اس بات پر ہے کہ اتحاد مجلس اور اختلاف مجلس سے کیا مراد ہے، جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا کہ اتحاد مجلس سے مراد عاقدین کے کلام کا ایک ہی زمانہ میں مربوط ہونا ہے نہ کہ ایک ہی مکان میں مربوط ہونا، چونکہ فون کے ذریعہ خرید وفروخت میں عاقدین کے کلام ایک ہی زمانہ میں مربوط ہوتے ہیں، اس لئے اس صورت میں اتحاد زمان پایا جاتا ہے، لہذا فون کے ذریعہ بیع وغیرہ کے جواز پر کوئی کلام نہ ہوگا، ہاں اگر دوران کلام (عقد) کوئی دوسرا موضوع چھیڑ دیا جائے تو یوں سمجھا جائے گا کہ مجلس بدل گئی، اس سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری رقمطراز ہیں:

"أما التعاقد بالتليفون أو بأي طريق مماثل فيعتبر تعاقداً بين حاضرين من حيث الزمان وبين غائبين من حيث المكان فتراعى أحكام كل نوع في مناسبة وقد نصت المادة (۸۸) من القانون المدني العراقي في هذا الصدد على ما يأتي: يعتبر التعاقد بالتليفون أو بأية طريقة مماثلة كانه تم بين حاضرين فيما يتعلق بالزمان وبين غائبين فيما يتعلق بالمكان" (الہامش علی مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲؍۴۷)۔

۷-فون کے ذریعہ نکاح:

نکاح کے سلسلہ میں شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو اور دو گواہ کی موجودگی میں ہو، نیز اگر ایجاب وقبول قولی ہو تو اسے دونوں گواہ سن رہے ہوں، علامہ شامی رقم طراز ہیں: "لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح" (رد المحتار علی الدر المختار ۴؍۷۳، دیکھئے: ہدایہ ۲؍۲۸۶)۔

فون پر نکاح کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- ایسے فون کے ذریعہ نکاح ہو کہ عاقدین کے علاوہ دو گواہ بھی اسی وقت ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں، اس کی دوصورتیں مروج ہیں: (الف) ایک ہی فون میں چند ریسیور (Receiver) کا استعمال ہو، (ب) ہینڈ فری (Hand Free) کا استعمال کیا گیا ہو۔

۲- ایسے فون کے ذریعہ نکاح ہو کہ صرف عاقدین میں ہی ایجاب وقبول منحصر ہو، عاقدین کے علاوہ دوسرے حضرات ایجاب وقبول کو نہ سن سکتے ہیں۔

پہلی صورت میں جبکہ عاقدین کے علاوہ دوسرے بھی ایجاب وقبول سن رہے ہوں، اور گفتگو مربوط ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور دوسرے حضرات کا ایجاب وقبول کو سننا شہادت نکاح کے لئے کافی ہوگا۔

دوسری صورت میں چونکہ ایجاب وقبول کو گواہوں نے عقد کے وقت نہ تو سنا ہے اور نہ ہی پڑھا ہے تو گویا کہ یہ نکاح بغیر گواہ کے منعقد ہوا جو جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں توکیلاً نکاح منعقد ہو جائے گا کہ ایجاب کرنے والا (زوج یا زوجہ) دوسرے فریق کو وکیل بنادے اور دوسرا فریق ایسے دو گواہوں کی موجودگی میں جو ایجاب کرنے والے کو جانتے ہوں تو کیلا نکاح کرلے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الأصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل وكلام الرسول كلام المرسل" (بدائع الصنائع ۲/ ۳۸۸ دیکھئے: خلاصۃ الفتاوی ۲/ ۱۵)۔

ضروری وضاحت:

مذکورہ تمام بحث اس بات پر مبنی ہے کہ اتحاد مجلس سے مراد "متعاقدین کے کلام کا ایک زمانہ میں باہم مربوط ہونا ہے، چاہے "مکان مختلف ہو" لیکن اتحاد مجلس سے اگر یہ مراد لیا جائے کہ متعاقدین کا کلام ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں مربوط ہو تو اتحاد مجلس کا تحقق ہوگا، جیسا کہ اکثر فقہاء کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے، مثلاً علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فواحد وهو اتحاد المجلس بأن كان الإيجاب والقبول في مجلس واحد فإن اختلف المجلس لا ينعقد" (بدائع الصنائع ۴/ ۲۲۴)۔

نیز مجلۃ الاحکام العدلیہ میں بھی ایسی تعریف کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد مجلس سے مراد اتحاد مکان ہے، "هو الاجتماع الواقع لعقد البيع" (مجلۃ الاحکام العدلیہ ص ۳۸، مادہ: ۱۸۱)۔

نیز ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری کی بیان کردہ تعریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں: "أن مجلس العقد هو: المكان الذي يوجد فيه المتعاقدان ويبدأ من وقت صدور الإيجاب ويبقى مادام المتعاقدان منصرفين إلى التعاقد ولم يبدأ إعراض من أي منهما" (مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲/۶)۔

الحاصل اگر اتحاد مجلس کی حقیقت میں اتحاد مکان بھی ملحوظ ہو تو پھر حاضرین وغائبین کی مجلس میں فرق کرنا ضروری ہوگا، یعنی حاضرین کی مجلس کے متحد ہونے میں مکان وزمان دونوں کے متحد ہونے کی شرط لگائی جائے گی، جبکہ غائبین کی مجلس کے متحد ہونے میں مکان کے اتحاد کی شرط ملحوظ نہ ہوگی، اسی فرق کی طرف ڈاکٹر عبدالرزاق سنہوری اشارہ فرماتے ہیں: "و من ثم نرى أن مجلس العقد في التعاقد بين الغائبين غير مجلسه في التعاقد بين الحاضرين" (مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی ۲/۷۳)۔

بہر دوصورت تمام مسائل کا حکم وہی ہوگا جو لکھا جاچکا۔

